افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
فوائد تفسیریہ
و
علوم قرآنیہ
فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں
جلد دوم
ترتیب
علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
0321-9415309, 0300-9475300

افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
فوائدِ تفسیریہ
و
علومِ قرآنیہ
فتاوی رضویہ کی روشنی میں
ترتیب
علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

فوائد تفسیریہ و علوم قرآنیہ

فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں

جلد دوم

ترتیب

علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

0321-9415300 0300-9415300

نام کتاب ——— فوائدِ تفسیریہ و علومِ قرآنیہ فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں جلد ۲

ترتیب ——— حافظ محمد عبد الستار سعیدی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

فیضانِ کرامت ——— مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سرپرستی ——— صاحبزادہ مولانا محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخوپورہ

اہتمام ——— صاحبزادہ مولانا محمد عبد المجتبیٰ ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت " " " "

تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی - حافظ محمد شہزاد ہاشمی

کتابت ——— محمد شریف گل، کرڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

صفحات ——— ۶۳۴

اشاعت ——— رجب المرجب ۱۴۲۹ھ / جولائی ۲۰۰۸ء

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

مطبع ———

قیمت ———

ملنے کے پتے

(۱) رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

(۲) مکتبۂ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

(۳) ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

(۴) شبیر برادرز - ۴۰ بی اردو بازار، لاہور

(۵) مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی

۰۲۱-۴۲۱۹۳۲۴

فہرست مضامین

جلد ۱۵

جلد ۱۶

جلد ۱۷

جلد ۱۸

جلد ۱۹

جلد ۲۰

جلد ۲۱

2

جلد ۲۲

فہرست جلد ۲

2/2

جلد ۲۳

جلد ۲۴

جلد ۲۵

فہرست آیاتِ قرآنی

سُورۃ الفاتحۃ

سُورۃ البقرۃ

ءَانذرتهم ام لم تنذرهم لایؤمنون ۔(آیت ۶:) ص ۹۶: ۔۱۰۶

آمن الرسول بما انزل الیه والمؤمنون طکل اٰمن باللہ وملئکته وکتبه ورسله ۔

(آیت : ۲۸۵) ص: ۹۷ - ۱۰۶

ولاتقولوالمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولٰکن لا تشعرون ۔

(آیت : ۱۵۴) ص: ۹۸ - ۲۰۴

واذقلنا للملٰئکة اسجدوا لاٰدم فسجدوا الاّ ابلیس ۔(آیت ۳۴:) ص: ۱۰۴ - ۴۳۹

وھوبکل شئ علیم ۔ (آیت : ۲۹) والانعام (آیت : ۱۰۱) ص: ۱۲۳ - ۱۴۹

اِنّ اللہ علیٰ کل شئ قدیر ۔ (آیت : ۲۰) ص: ۱۲۵ - ۱۴۹ - ۳۹۲

فلن یخلف اللہ عهده ۔ (آیت : ۸۰) ص: ۱۲۹

لایکلف اللہ نفسا الّاوسعها (آیت ۲۸۶:) ص ۱۳۰: - ۲۵۰ - ۲۷۹ - ۳۵۵

یرید اللہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر ۔(آیت : ۱۸۵) ص ۱۳۰: - ۳۵۴ - ۳۵۶

ومن احسن من اللہ صبغة . (آیت : ۱۳۸) ص: ۱۳۵

اذا تبرأ الذین اتبعوا ۔ (آیت : ۱۶۶) ص: ۱۴۳

کذٰلک قال الذین من قبلهم مثل قولهم تشابهت قلوبهم ۔(آیت : ۱۱۸) ص: ۱۴۶

انّا للہ و انّا الیه راجعون ۔ (آیت : ۱۵۶) ص: ۱۵۰ - ۱۷۳

للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ۔(آیت : ۲۸۴) ص: ۱۵۴

وما اللہ بغافل عما تعملون ۔(آیت : ۸۵ - ۱۴۰ - ۱۴۹) و آل عمران (آیت : ۹۹) ص ۱۵۷: - ۳۰۹

واذا قیل له اتق اللہ اخذته العزة بالاثم فحسبه جهنم ولبئس المهاد ۔(آیت : ۲۰۶)

ص ۱۶۷: - ۵۸۴ - ۵۹۹

ص ۱۶۹: - ۴۵۰

لایعقلون شیئا ولا یهتدون ۔ (آیت : ۱۷۰)

ص: ۱۷۰

لایحیطون بشئ من علمه الّا بما شاء ۔ (آیت : ۲۵۵)

اوکلما عٰهدوا عهدًا نبذه فریق منهم بل اکثرهم لایؤمنون ۔(آیت : ۱۰۰) ص: ۱۷۶

یعرفونه کما یعرفون ابنائهم ۔ (آیت : ۱۴۶) والانعام : (آیت : ۲۰) ص: ۱۷۷

فلما جاءهم ما عرفوا کفروا به فلعنة اللہ علی الکٰفرین ۔ (آیت : ۸۹) ص: ۱۷۷

فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیهم ثم یقولون هٰذا من عند اللہ لیشتروا به ثمنا

یاأیہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربٰو ان کنتم مؤمنین○ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ ۔ (آیت: ۲۷۸ - ۲۷۹)

ص: ۲۴۱ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۹۶ -

وحیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ (المسجد الحرام) ۔ (آیت: ۱۴۴ - ۱۵۰)

ص: ۲۵۳ - ۳۸۰ - ۴۶۹

واقتلوھم حیث ثقفتموھم ۔ (آیت: ۱۹۱) والنساء (آیت: ۹۱)

ص: ۲۴۳

یاأیہا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمّی فاکتبوہ ۔ (آیت: ۲۸۲) ص: ۲۴۴

یمحق اللہ الربٰو ویربی الصدقات ۔ (آیت: ۲۷۶) ص: ۲۴۸

لا تظلمون ولا تظلمون ۔ (آیت: ۲۷۹) ص: ۲۵۵

والفتنۃ اکبر من القتل ۔ (آیت: ۲۱۷) ص: ۲۵۶ - ۴۲۶

فرھٰن مقبوضۃ ۔ (آیت: ۲۸۳) ص: ۲۶۳ - ۶۲۸

ممن ترضون من الشھداء ۔ (آیت: ۲۸۲) ص: ۲۶۴

الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف اوتسریح باحسان ۔ (آیت: ۲۲۹) ص: ۲۶۵

فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ ۔ (آیت: ۲۳۰) ص: ۲۶۵

ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن ۔ (آیت: ۱۶۸) ص: ۲۶۷

ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام ۔ (آیت: ۱۴۹) ص: ۲۶۸

ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخریٰ ۔ (آیت: ۲۸۲) ص: ۲۶۸

الحج اشھر معلومات ۔ (آیت: ۱۹۷) ص: ۲۷۰

تلک عشرۃ کاملۃ ۔ (آیت: ۱۹۶) ص: ۲۷۱

یاأیہا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کآفّۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ۔ (آیت: ۲۰۸) ص: ۲۷۳ - ۳۴۶ - ۶۱۵

الذی بیدہ عقدۃ النکاح ۔ (آیت: ۲۳۷) ص: ۲۷۷

لا نفرق بین احد من رسلہ ۔ (آیت: ۲۸۵) ص: ۲۸۷

یسئلونک عن الاھلۃ ط قل ھی مواقیت للناس والحج ۔ (آیت: ۱۸۹) ص: ۲۹۲

3

سورۃ اٰل عمران

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا ۔ (آیت : ۱۶۴) ص: ۵۶۸

واللہ علیم بذات الصدور ۔ (آیت : ۱۵۴) ص: ۵۶۹

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون ۔ (آیت : ۱۰۴) ص: ۵۸۰

وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتٰبا مؤجلا ۔ (آیت : ۱۵۴) ص: ۵۸۷

ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعٰن انما استزلھم الشیطٰن ببعض ما کسبوا ج ولقد عفا اللہ عنھم ط ان اللہ غفور حلیم ۔ (آیت : ۱۵۵) ص: ۵۸۹

ولقد عفا عنکم ط واللہ ذو فضل علی المؤمنین ۵ اذ تصعدون ولا تلوون علی احد (الی قولہ تعالیٰ) فاثابکم غما بغم ۔ (آیت : ۱۵۲-۱۵۳) ص: ۵۸۹

یفعل ما یشاء ۔ (آیت : ۴۰) و الحج (آیت : ۱۸) ص: ۶۰۲

من یغفر الذنوب الا اللہ ۔ (آیت : ۱۳۵) ص: ۶۱۹

تخرج الحی من المیت ۔ (آیت : ۲۷) ص: ۶۲۱

سورۃ النساء

یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ و یرید الشیطٰن ان یضلھم ضلٰلا بعیدا ۔ (آیت : ۶۰) ص: ۷۸ - ۳۷۳

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔ (آیت : ۸۰) ص: ۸۹ - ۲۰۸ - ۴۵۴ - ۴۹۰ - ۶۱۷

یؤمنون بما انزل الیک ۔ (آیت : ۱۶۲) ص: ۹۴

اولٰئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصٰلحین ۔ (آیت : ۶۹) ص: ۱۰۱

ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم ط قالوا کنا مستضعفین فی الارض (الی قولہ تعالیٰ) وکان اللہ غفورا رحیما ۔ (آیت : ۹۷ تا ۱۰۰) ص: ۱۱۷

ومن اصدق من اللہ قیلا ۔ (آیت : ۱۲۲) ص: ۱۳۲ - ۱۳۵ - ۱۳۹ - ۱۵۲ - ۱۶۸ - ۳۶۳ -

ومن اصدق من اللہ حدیثا ۔ (آیت : ۸۷) ص: ۱۳۳ - ۱۳۹

ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ ۔ (آیت : ۴۰) ص: ۱۵۳

فعلیھن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب ۔ (آیت : ۲۵) ص : ۱۶۰

ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ فقد احتمل بھتانا و اثما مبینا ۔ (آیت : ۱۱۲) ص : ۱۶۱

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء ۔ (آیت : ۴۸ ۔ ۱۱۶)

ص : ۱۶۲ ۔ ۱۶۵ ۔ ۳۱۹ ۔ ۶۰۲ ۔ ۶۲۶

یٰایھا الذین اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ۔ (آیت : ۵۹)

ص : ۱۸۰ ۔ ۲۷۷ ۔ ۴۰۰ ۔ ۴۴۱ ۔ ۴۵۴ ۔ ۴۹۰

فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ۔ (آیت : ۵۹) ص : ۱۸۲

فان العزۃ للہ جمیعا ۔ (آیت : ۱۳۹) ص : ۱۸۴

یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسولہ ۔ (آیت : ۱۵۰) ص : ۱۸۴

اولٰئک ھم الکٰفرون حقا ۔ (آیت : ۱۵۱) ص : ۱۸۴

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین
نولہ ما تولّٰی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا ۔ (آیت : ۱۱۵) ص : ۱۹۷ ۔ ۴۹۸

قتلھم الانبیاء بغیر حق ۔ (آیت : ۱۵۵) ص : ۲۰۶

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول
لوجدوا اللہ توابا رحیما ۔ (آیت : ۱۵۵) ص : ۲۰۷ ۔ ۳۸۲

من کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف ۔ (آیت : ۶)

ص : ۲۱۳ ۔ ۲۸۹

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون
سعیرا ۔ (آیت : ۱۰) ص : ۲۱۳ ۔ ۲۱۵ ۔ ۲۲۷ ۔ ۵۹۴ ۔ ۶۳۲

یٰایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم ۔ (آیت : ۱۳۵)

ص : ۲۲۰ ۔ ۶۳۳

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ۔ (آیت : ۲۹)

۲۲۸ ۔ ۲۳۷ ۔ ۲۳۸ ۔ ۲۳۹ ۔ ۲۴۰ ۔ ۲۴۷ ۔ ۲۵۰ ۔ ۲۶۰ ۔ ۲۶۱ ۔ ۲۶۲ ۔ ۲۸۷ ۔ ۳۰۰ ۔ ۳۰۴ ۔ ۵۴۳ ۔ ۶۲۲

ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا ۔ (آیت : ۱۴۱)

ص : ۲۳۱ ۔ ۲۳۶ ۔ ۲۶۴ ۔ ۲۶۷ ۔ ۲۷۴ ۔ ۲۷۸ ۔ ۲۸۳ ۔

سورۃ المائدۃ

يوم يجمع الله الرسل فيقول ماذا اجبتم ط قال والاعلم لنا۔ (آیت : ۱۰۹) ص: ۳۸۶

يايها الذين اٰمنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا فی سبيله لعلكم تفلحون۔ (آیت : ۳۵) ص: ۴۰۳

انا انزلنا التورٰىة فيها هدى ونور يحكم بها النبيون الذين اسلموا هادوا (الٰی قوله تعالٰی) و كانوا عليه شهداء۔ (آیت : ۴۴) ص: ۴۰۸

اذا حللتم فاصطادوا۔ (آیت : ۲) ص: ۴۱۶

لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم (آیت : ۷۲) ص: ۴۱۸

بل يداه مبسوطتان ينفق كيف يشاء۔ (آیت : ۶۴) ص: ۴۲۹

وذٰلك جزاء الظّٰلمين۔ (آیت : ۱۷) ص: ۴۵۸

يايها الذين اٰمنوا لا تحلوا شعائر الله۔ (آیت : ۲) ص: ۴۹۵

لولا ينههم الربانيون والاحبار عن قولهم الاثم واكلهم السحت ط لبئس ما كانوا يصنعون۔ (آیت : ۶۳) ص: ۵۴۶

لعن الذين كفروا من بنی اسراءيل علٰی لسان داؤد وعيسٰی ابن مريم (الٰی قوله تعالٰی) لبئس ما كانوا يفعلون۔ (آیت : ۷۸ - ۷۹) ص: ۵۷۸

لا يجرمنكم شناٰن قوم علٰی ان لا تعدلوا ط اعدلوا هو اقرب للتقوٰی۔ (آیت : ۸) ص: ۶۳۳

سُورۃ الانعام

واما ينسينّك الشيطٰن فلا تقعد بعد الذكرٰی مع القوم الظّٰلمين۔ (آیت : ۶۸)

ص: ۷۷ - ۷۹ - ۸۲ - ۱۰۹ - ۲۱۵ - ۲۲۳ - ۲۵۷ - ۳۰۱ - ۳۱۵ - ۳۳۳ - ۳۳۶ - ۳۴۰ - ۳۴۲ - ۳۴۵ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۲ - ۳۷۵ - ۳۷۸ - ۴۱۱ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۵۰۴ - ۵۳۳ - ۵۵۴ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۵ - ۵۹۸ - ۶۲۴۔

واذا جاءك الذين يؤمنون باٰيٰتنا فقل سلٰم عليكم۔ (آیت : ۵۴) ص: ۹۷

خالق كل شئ فاعبدوه۔ (آیت : ۱۰۲) ص: ۱۱۸

قل اىّ شئ اكبر شهادة ط قل الله۔ (آیت : ۱۹) ص: ۱۲۴ - ۱۳۹

وتمت كلمة ربك صدقا وعدلا ط لا مبدل لكلمته ج وهو السميع العليم۔ (آیت : ۱۱۵) ص: ۱۲۶ - ۱۴۰

سُورة الاعراف

سورۃ الانفال

سورۃ التوبۃ

لَا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ (الیٰ قولہ تعالیٰ) الاکتب لھم بہ عمل صالح ۔ (آیت : ۱۲۰) ص : ۲۱۲

ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابدا ولا تقم علیٰ قبرہ ۔ (آیت ۸۴،) ص : ۲۱۴، ۳۴۰، ۳۵۹

اِنّما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الاّ اللہ ۔ (آیت : ۱۸) ص : ۲۱۶ - ۲۲۵

اِنّ اللہ لا یضیع اجر المحسنین ۔ (آیت ۱۲۰،) وھود (آیت : ۱۱۵) ویوسف (آیت : ۹۰) ص : ۲۲۰

مَا کان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللہ شٰھدین علیٰ انفسھم بالکفر (الیٰ قولہ تعالیٰ) انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر الخ ۔ (آیت : ۱۷ - ۱۸)

ص : ۲۲۱ - ۳۷۴

فَاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الیٰ یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون ۔ (آیت : ۷۷) ص : ۲۲۶ - ۲۴۰ - ۵۴۵

مَا علی المحسنین من سبیل ۔ (آیت : ۹۱) ص : ۲۳۱ - ۲۵۴

اَم حسبتم ان تترکوا ولمّا یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ واللہ خبیر بما تعملون ۔ (آیت : ۱۶)

(آیت ۱۶،) ص : ۲۳۳ - ۳۶۸

اِنّ عدّۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم ۔ (آیت : ۳۶) ص : ۲۹۲

وَالعاملین علیھا ۔ (آیت : ۶۰) ص : ۳۳۲

اِنّما الصدقٰت للفقراء الخ (آیت : ۶۰) ص : ۳۳۲

لَن یصیبنا الاّ ما کتب اللہ لنا ھو مولٰنا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون ۔ (آیت : ۵۱) ص : ۳۳۵

قَاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون ۔ (آیت : ۳۰) ص : ۳۳۵ - ۳۶۰ - ۴۰۰

لَا یاتون الصلوٰۃ الاّ وھم کُسالیٰ ۔ (آیت : ۵۴) ص : ۳۴۳

وَاغلظ علیھم ۔ (آیت : ۷۳) ص : ۳۶۶

یٰایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم وماوٰھم جھنم وبئس المصیر ۔ (آیت : ۷۳) ص ۳۶۷

یاایّھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان۔
(آیت: ۲۳) ص: ۳۷۲

یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم ۔ (آیت: ۷۴)
ص: ۳۷۷

یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صٰغرون ۔ (آیت: ۲۹) ص: ۴۰۳

فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ۔ (آیت: ۶) ص: ۵۳۶

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ۔ (آیت: ۱۲۲) ص: ۵۵۰

المنٰفقون والمنٰفقٰت بعضھم من بعض یأمرون بالمنکر وینھون عن المعروف (الٰی قولہ تعالیٰ) والمؤمنین والمؤمنٰت بعضھم اولیاء بعض۔الخ (آیت: ۶۷ تا ۷۱)
ص: ۵۸۸

الا الذین عٰھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا (الٰی قولہ تعالیٰ) ان اللہ یحب المتقین ۔ (آیت: ۴) ص: ۵۹۳

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم ۔ (آیت: ۱۲۸) ص: ۶۲۰

سورۃ یونس

فماذا بعد الحق الا الضلٰل ۔ (آیت: ۳۲) ص: ۱۳۵

وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ۔ (آیت: ۳۶) ص: ۱۷۷ - ۱۸۱

قل آٰللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ۔ (ص: ۵۹) ص: ۲۴۶ - ۴۲۱

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ (آیت: ۶۲) ص: ۴۰۲ - ۶۰۷

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یأتھم تأویلہ ط کذٰلک کذب الذین من قبلھم فانظر کیف کان عاقبۃ الظٰلمین ۔ (آیت: ۳۹) ص: ۴۸۸

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۔ (آیت: ۶۹) والنحل (آیت: ۱۱۶)
ص: ۵۵۸ - ۶۰۹

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا ۔ (آیت: ۵۸) ص: ۵۶۶ - ۵۶۷

سورۃ ھود

سورۃ یوسف

4/4

وقال الملك انی اریٰ۔ (آیت: ۴۳) ص: ۲۷۸- ۳۸۹

وقال الملك ائتونی بہ۔ (آیت: ۵۰ - ۵۴) ص: ۲۷۸- ۳۸۹

ماکان لیأخذ اخاہ۔ (آیت: ۷۶) ص: ۲۷۸

وماکنا للغیب حٰفظین۔ (آیت: ۸۱) ص: ۳۰۲

ان الحکم الا للہ ط (آیت: ۴۰) ص: ۳۸۵-۳۹۰-۶۱۹

والفیا سیدھا لدی الباب۔ (آیت: ۲۵) ص: ۳۸۷

تفصیل کل شئ۔ (آیت: ۱۱۱) ص: ۴۸۶

وفوق کل ذی علم علیم۔ (آیت: ۷۶) ص: ۴۸۷- ۶۲۳

ان الحکم الا للہ ط امر الا تعبدوا الا ایاہ ط ذٰلك الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ (آیت: ۴۰) ص: ۵۵۸

انی حفیظ علیم۔ (آیت: ۵۵) ص: ۵۶۰

سُورۃ الرّعد

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتّٰی یغیروا ما بانفسھم۔ (آیت: ۱۱) ص: ۸۳

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ (آیت: ۲۸) ص: ۵۰۸

سُورۃ ابرٰھیم

یفعل اللہ ما یشاء۔ (آیت: ۲۷) ص: ۱۶۰

یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ۔ (آیت: ۲۷) ص: ۱۷۱

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ (آیت: ۷) ص: ۶۰۵

سُورۃ الحجر

واخفض لھما جناحك للمؤمنین۔ (آیت: ۸۸) ص: ۱۸۷

فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین۔ (آیت: ۲۹) و صٓ (آیت: ۷۲) ص: ۴۶۱

فاصدع بما تؤمر ۔ (آیت: ۹۴) ص: ۴۸۶
انّا نحن نزلنا الذکر وانّا لہ لحٰفظون ۔ (آیت: ۹) ص: ۵۵۲
ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علٰی سرر متقٰبلین ۔ (آیت: ۴۷) ص: ۶۰۸

سُورۃ النّحل

انّ الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ٥ متاع قلیل ولھم عذاب الیم ۔ (آیت: ۱۱۶-۱۱۷) ص: ۹۹ - ۱۶۸ - ۱۸۸ - ۲۶۹ - ۳۷۰

انّما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون ۔ (آیت: ۱۰۵) ص: ۱۱۸ - ۱۸۸ - ۲۶۹ - ۳۴۷ - ۴۴۹ - ۴۵۲ - ۴۵۵ -
افمن یخلق کمن لا یخلق ۔ (آیت: ۱۷) ص: ۱۷۲
لا یخلقون شیئا وھم یخلقون ۔ (آیت: ۲۰) ص: ۱۷۲ - ۲۰۵
یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا واکثرھم الکٰفرون ۔ (آیت: ۸۳) ص: ۱۷۶ - ۱۷۷
فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔ (آیت: ۴۳) و الانبیاء (آیت: ۷)
ص: ۱۸۰ - ۳۴۶ - ۶۱۲
والذین یدعون من دون اللہ الآیۃ (آیت: ۲۰) ص: ۲۰۱ - ۲۰۵
اموات غیر احیاء ۔ (آیت: ۲۱) ص: ۲۰۴ - ۲۰۵
ولا تقولوا لما تصف السنتکم ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۔ (آیت: ۱۶) ص: ۲۹۰ - ۳۴۷ - ۳۷۳ - ۴۲۱ - ۴۳۰ - ۴۳۲ - ۵۲۰ - ۶۱۳ -
الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ۔ (آیت: ۱۰۶) ص: ۳۳۶ - ۳۵۵ - ۵۴۷
انّ اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون ۔ (آیت: ۱۲۸) ص: ۴۰۳
یخرج من بطونھا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس (آیت: ۶۹) ص: ۴۹۱ - ۵۰۵
ثم کلی من کل الثمرات ۔ (آیت: ۶۹) ص: ۴۹۱
نزلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل شئ ۔ (آیت: ۸۹) ص: ۴۸۶ - ۵۶۷

ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا۔ (آیت: ۱۲۳) ص: ۶۹۶
وعلٰمٰت ط وبالنجم ھم یھتدون۔ (آیت: ۱۶) ص: ۵۵۷

سورۃ بنی اسراءیل

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ۔ (آیت: ۱) ص: ۷۷
انّ عبادی لیس لک علیھم سلطٰن ط وکفٰی بربک وکیلا۔ (آیت: ۶۵) ص: ۸۵ - ۳۹۲
لم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذّل۔ (آیت: ۱۱۱) ص: ۹۵
قل کل یعمل علٰی شاکلتہ ط فربکم اعلم بمن ھو اھدٰی سبیلا۔ (آیت: ۸۴)
ص: ۱۱۷ - ۲۵۶
وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً۔ (آیت: ۱۱۱) ص: ۱۵۵
ومن کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضلّ سبیلا۔ (آیت: ۷۲) ص: ۱۶۸
ولا تقف مالیس لک بہ علم ط ان السمع والبصر والفؤاد وکل اولٰئک کان عنہ
مسئولا۔ (آیت: ۳۶) ص: ۱۸۱ - ۳۰۸ - ۳۱۴ - ۳۸۴ - ۴۳۷ - ۵۷۵ - ۶۱۲
واخفض لھما جناح الذّل من الرحمۃ۔ (آیت: ۲۴) ص: ۱۸۷
وننزل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظّٰلمین الّا
خسارا۔ (آیت: ۸۲) ص: ۲۰۹ - ۵۰۵
ولا تبذر تبذیرا ہ انّ المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطٰن لربہ
کفورا۔ (آیت: ۲۶ - ۲۷) ص: ۲۱۴ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۸۔
وما کان عطاء ربک محظورا ہ (آیت: ۲۰) ص: ۳۹۲
یوم ندعوا کل اناس بامامھم۔ (آیت: ۷۱) ص: ۳۹۹
واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا۔ (آیت: ۳۴) ص: ۴۱۲ - ۵۹۳
واستفزز من استطعت منھم بصوتک۔ (آیت: ۶۴) ص: ۴۸۰ - ۵۷۶
قال اذھب فمن تبعک منھم فان جھنم جزاء کم جزاء موفورا (الٰی قولہ تعالٰی)
انّ عبادی لیس لک علیھم من سلطان۔ (آیت: ۶۳ تا ۶۵) ص: ۵۲۴
وجعلنا الیل والنھار اٰیتین فمحونا اٰیۃ الیل وجعلنا اٰیۃ النھار مبصرۃ

سُورۃ الکھف

سُورۃ مریم

سُورة طٰـہٰ

سُورة الانبیاء

لوکان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا۔ (آیت: ۲۲) ص: ۱۷۳

فسبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون۔ (آیت: ۲۲) ص: ۱۸۲

وحرام علی قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون۔ (آیت: ۹۵) ص: ۱۹۶

انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم انتم لھا واردون۔ (آیت: ۹۸)

ص: ۲۰۱

ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولٰئک عنھا مبعدون ۝ لایسمعون حسیسھا۔ (آیت: ۱۰۱-۱۰۲)

ص: ۲۰۲

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔ (آیت: ۱۰۷) ص: ۲۰۸-۵۶۸

اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون ۝ ما یأتیھم من ذکر من ربھم

محدث (الیٰ قولہ تعالیٰ) لاھیۃ قلوبھم ط (آیت: ۱ تا ۳) ص: ۵۳۹

سُورۃ الحج

خسر الدنیا والاٰخرۃ ط ذٰلک ھو الخسران المبین۔ (آیت: ۱۱) ص: ۸۱-۲۴۵

ما قدروا اللہ حق قدرہ۔ (آیت: ۷۴) ص: ۱۴۷

نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ (آیت: ۷۸) ص: ۱۵۱

ضعف الطالب والمطلوب۔ (آیت: ۷۳) ص: ۱۵۲

لبئس المولیٰ ولبئس العشیر۔ (آیت: ۱۳) ص: ۱۵۲

فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ (آیت: ۴۶)

ص: ۱۵۲-۱۶۵-۳۶۲-۴۴۹-۴۸۹۔

احلت لکم الانعام الا ما یتلیٰ علیکم (الیٰ قولہ تعالیٰ) ثم محلھا الیٰ بیت العتیق۔

(آیت: ۳۰ تا ۳۳) ص: ۳۲۱

ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام: آیت ۳۴)

ص: ۳۲۱

فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر۔ (آیت: ۳۶) ص: ۳۳۱

فکلوا منھا۔ (آیت: ۲۸-۳۶) ص: ۳۳۲

سُورۃ المؤمنون

سُورۃ النور

ومن یکرههن فان الله من بعد اکراههن غفور رحیم ۔ (آیت : ۳۳) ص : ۲۲۸

فاذ لم یأتوا بالشھداء فاولٰئک عند اللہ ھم الکٰذبون ۔ (آیت : ۱۳) ص : ۲۸۳-۲۸۳-۶۳۳

فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا ج واولٰئک ھم الفٰسقون ۔

(آیت : ۴) ص : ۲۸۳-۲۸۴-۵۳۰

لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا ۔ (آیت : ۶۱) ص : ۳۲۰-۴-۵۰

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت ۔

اولٰئک مبرء ون مما یقولون ۔ (آیت : ۲۶) ص : ۳۳۰-۳۳۴

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسھم خیرا (آیت : ۱۲) ص : ۳۵۳-۳۸۵

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین ۔ (آیت : ۱۷) ص : ۳۸۵-۶۰۳-۶۳۳

نور علی نور ط یھدی اللہ لنورہ من یشاء ۔ (آیت : ۳۵) ص : ۴۰۶

ظلمٰت بعضھا فوق بعض ط اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰھا ط ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ

من نور ۔ (آیت : ۴۰) ص : ۴۰۷-۴۲۹-۵۲۵

ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن (آیت : ۳۱) ص : ۴۲۰-۵۲۵

ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن ط وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ

المؤمنون لعلکم تفلحون ۔ (آیت : ۳۱) ص : ۴۲۰-۵۲۵

فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبٰرکۃ طیبۃ ۔ (آیت : ۶۱)

ص : ۴۳۱

طوافون علیکم بعضکم علی بعض ۔ (آیت : ۵۸) ص : ۴۳۵

یایھا الذین اٰمنوا لا تتبعوا خطوات الشیطٰن ط ومن یتبع خطوات الشیطٰن فانہ یأمر

بالفحشاء والمنکر ۔ (آیت : ۲۱) ص : ۵۰۱

شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ ۔ (آیت : ۳۵) ص : ۵۰۵

لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج (الی قولہ تعالٰی)

او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم ۔ (آیت : ۶۱) ص : ۵۲۱

سورۃ الفرقان

سورۃ الشعراء

سورۃ النمل

سورۃ القصص

سورۃ العنکبوت

الٓمّٓ ٥ احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا اٰمنّا وهم لا يفتنون ۔ (آیت: ۱-۲)	ص: ۸۴۸
بل ھو اٰیٰت بیّنٰت فی صدور الذین اوتوا العلم ط (آیت: ۴۹)	ص: ۵۳۷

سُورۃ الرّوم

وکان حقا علینا نصر المؤمنین ۔ (آیت: ۴۷)	ص: ۸۳ - ۲۲۰
فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا ۔ (آیت: ۳۰)	ص: ۲۳۹
لا تبدیل لخلق اللہ ۔ (آیت: ۳۰)	ص: ۲۶۰ - ۵۲۳
فھم فی روضۃ یحبرون ۔ (آیت: ۱۵)	ص: ۳۹۱

سُورۃ لقمٰن

ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا ط اولٰئک لھم عذاب مھین ۔ (آیت: ۶)	ص: ۱۰۹ - ۵۲۳
قال الحمد للہ ط بل اکثرھم لا یعلمون ۔ (آیت: ۲۵)	ص: ۱۷۵
واتبع سبیل من اناب الیّ ۔ (آیت: ۱۵)	ص: ۱۸۰ - ۴۸۰
ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصلہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک ط (آیت: ۱۴)	ص: ۶۰۴ - ۶۰۶
انّ اللہ لا یحب کل مختال فخور ۔ (آیت: ۱۸)	ص: ۶۰۵

سُورۃ الاحزاب

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۔ (آیت: ۴)	ص: ۸۲
زلزلوا زلزالًا شدیدا ۔ (آیت: ۱۱)	ص: ۸۴
انّا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا ۔ (آیت: ۴۵) والفتح (آیت: ۸)	ص: ۸۷

وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ (الیٰ قولہ تعالیٰ) فقد ضل ضلالا مبینا ۔ (آیت: ۳۶) ص: ۹۰ - ۲۵۲ - ۲۶۶ - ۲۷۷ - ۴۰۲ - ۶۲۲ -

انّ الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدّ لھم عذابًا

سورۃ سبا

سورۃ فاطر

سُورۃ یٰسٓ

سُورۃ الصّٰفّٰت

سُورۃ صٓ

سُورۃ الزمر

سُورۃ المؤمن

سُورۃ حٰمٓ السّجدۃ

وَمن احسن قولا ممن دعا الی اللہ ۔ (آیت : ۳۳) ص : ۱۳۶

لَاتسجد واللشمس ولا للقمر ۔ (آیت : ۳۷) ص : ۴۵۳

اَن کنتم ایاہ تعبدون ۔ (آیت : ۳۷) ص : ۴۵۳ - ۴۵۴

لَایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ ۔ (آیت : ۴۲) ص : ۵۵۲

وَقال الذین کفروا لاتسمعوا لھٰذا القراٰن والغوا فیہ لعلکم تغلبون ۔ (آیت : ۲۶)

ص : ۵۸۱

وَمایلقّٰھا الّا الذین صبروا ومایلقّٰھا الّا ذوحظ عظیم ۔ (آیت : ۳۵) ص : ۶۲۳

سُورۃ الشورٰی

اَم لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یأذن بہ اللہ ۔ (آیت : ۲۱) ص : ۲۴۶

قُل لا اسئلکم علیہ اجرًا الّا المودّۃ فی القربٰی ۔ (آیت : ۲۳) ص : ۴۴۰

وَما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر ۔ (آیت : ۳۰) ص : ۵۰۵

یَجعل من یشاء عقیما ۔ (آیت : ۵۰) ص : ۵۸۸

ھَوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ولیعفوا عن السیّاٰت ۔ (آیت : ۲۵) ص : ۶۰۰

وَلمن صبر وغفر ان ذٰلک لمن عزم الامور ۔ (آیت : ۴۳) ص : ۶۱۹

وَاذا ماغضبوا ھم یغفرون ۔ (آیت : ۳۷) ص : ۶۱۹

سُورۃ الزّخرف

قُل ان کان للرحمٰن ولد فانا اوّل العٰبدین ۔ (آیت : ۸۱) ص : ۱۴۷

مَاضربوہ لک الاجدلا ط بل ھم قوم خصمون ۔ (آیت : ۵۸) ص : ۱۷۳

مَالھم بذٰلک من علم ان ھم الّا یخرصون ۔ (آیت : ۲۰) ص : ۱۷۵ - ۱۸۲

وَنادوا یا مالک ۔ (آیت : ۷۷) ص : ۳۸۸

اَومن ینشّؤا فی الحلیۃ ۔ (آیت : ۱۸) ص : ۴۲۰

سُورۃ الجاثیۃ

لہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض ۔ (آیت: ۳۷) ص: ۱۶۰

افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ ۔ (آیت: ۲۳) ص: ۱۷۵ - ۱۸۳ - ۴۰۰

سُورۃ الاحقاف

وحملہ وفصٰلہ ثلٰثون شھرا ۔ (آیت: ۱۵) ص: ۱۳۷

اولم یروا انّ اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض ولم یعی بخلقھن الآیۃ ۔ (آیت: ۳۳)

ص: ۱۵۷

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا ط حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا ہ وحملہ وفصٰلہ

ثلٰثون شھرا ۔ (آیت: ۱۵) ص: ۶۰۳

سُورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت ۔ (آیت: ۱۹) ص: ۶۲۰

سُورۃ الفتح

لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزّروہ وتوقّروہ ۔ (آیت: ۹) ص: ۸۸ - ۳۴۱ - ۵۶۴

انّ الذین یبایعونک انّما یبایعون اللہ ط ید اللہ فوق ایدیھم ۔ (آیت: ۱۰) ص: ۸۹

وکان اللہ بکل شیء علیما ۔ (آیت: ۲۶) ص: ۱۷۱

انّآ ارسلنٰک شاھدًا ومبشّرًا ونذیرا ہ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ ۔

(آیت: ۸ - ۹) ص: ۱۸۵ - ۵۷۰

سُورۃ الحُجُرات

یاَیھا الذین اٰمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول

کجھر بعضکم لبعض ۔ (آیت: ۲) ص: ۸۸

سُورۃ ق

سُورۃ الذّٰریٰت

وذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین ۔ (آیت : ۵۵) ص : ۲۸۲ - ۵۸۱ - ۵۸۳

ھل اتٰک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین ۝ اذ دخلوا علیہ فقالوا سلٰماً قال سلٰم قوم منکرون ۝ فراغ الیٰ اھلہٖ فجاء بعجل سمین ۔ (آیت : ۲۴ تا ۲۶) ص : ۳۱۹

وما خلقت الجن والانس لیعبدون ۔ (آیت : ۵۶) ص : ۹-۴

قتل الخرّاصون ۔ (آیت : ۱۰) ص : ۵۹۹

سُورۃ الطّور

والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنٰھم من عملھم من شئ ۔ (آیت : ۲۱) ص : ۵۱۳ - ۵۱۶

واقبل بعضھم علیٰ بعض یتساءلون ۔ (آیت : ۲۵) ص : ۵۱۶

ویطوف علیھم غلمان لھم کانّھم لؤلؤ مکنون ۔ (آیت : ۲۴) ص : ۵۲۱

سُورۃ النّجم

ان ھی الّا اسماء سمّیتموھا انتم و اٰباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطٰن ۔ (آیت : ۲۳)

ص : ۱۷۶ - ۵۵۷

ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا ۔ (آیت : ۲۸) ص : ۱۸۱

ویجزی الذین احسنوا بالحسنیٰ ۝ والذین یجتنبون کبٰئر الاثم والفواحش الا اللمم ط ان ربک واسع المغفرۃ ط (آیت : ۳۱ - ۳۲) ص : ۴۰۱

وما ینطق عن الھویٰ ۝ ان ھو الّا وحیٌ یوحیٰ ۔ (آیت : ۳ - ۴) ص : ۴۵۲ - ۴۸۸

انہ ھو رب الشعریٰ ۔ (آیت : ۴۹) ص : ۴۵۷

انّ الیٰ ربک المنتھیٰ ۔ (آیت : ۴۲) ص : ۴۸۸

افمن ھٰذا الحدیث تعجبون ۝ وتضحکون ولا تبکون وانتم سٰمدون ۔ (آیت : ۵۹ تا ۶۱)

ص : ۵۳۹

هو اعلم بکم اذ انشأکم من الارض و اذ انتم اجنّة فی بطون امّھٰتکم فلا تزکوا انفسکم ط ھو اعلم بمن اتقٰی ۔ (آیت : ۳۲) ص : ۵۶۰ - ۶۱۷ - ۶۱۸

سُورۃ القمر

ولقد یسّرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر ۔ (آیت : ۱۷) ص : ۵۳۷

وکل صغیر وکبیر مستطر ۔ (آیت : ۵۳) ص : ۵۸۷

سُورۃ الرّحمٰن

ھل جزاء الاحسان الّا الاحسان ۔ (آیت : ۶۰) ص : ۲۹۵

یطوفون بینھا وبین حمیم اٰن ۔ (آیت : ۴۴) ص : ۴۳۵

ربّ المشرقین و رب المغربین ۔ (آیت : ۱۷) ص : ۴۵۷

الشمس والقمر بحسبان ۔ (آیت : ۵) ص : ۵۵۵

سُورۃ الواقعۃ

یطوف علیھم ولدان مخلدون ۔ (آیت : ۱۷) ص : ۴۳۵

انّہ لقراٰن کریم ٥ فی کتٰب مکنون ٥ لایمسّہٗ الّا المطھرون ۔ (آیت : ۷۷ تا ۷۹)

ص : ۵۳۷

سُورۃ الحدید

یاایّھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و اٰمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نورا تمشون بہ ویغفر لکم ط واللہ غفور رحیم ۔ (آیت : ۲۸) ص : ۱۱۱

سُورۃ المجادلۃ

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادّون من حادّ اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰبائھم او ابنائھم او اخوانھم او عشیرتھم (الٰی قولہ تعالٰی) و ایّدھم بروح منہ ۔ (آیت : ۲۲) ص : ۹۰ - ۱۰۱ - ۱۱۰ - ۱۷۴ - ۳۴۴ - ۳۷۶ -

استحوذ علیھم الشیطٰن فانسا ھم ذکر اللہ ط اولٰئک حزب الشیطٰن ط الا انّ حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون ۔ (آیت ۱۹) ص: ۹۴ - ۴۰۳

وللکٰفرین عذاب مھین ۔ (آیت ۵) ص: ۱۱۰

انّ الذین یحادّون اللہ ورسولہ اولٰئک فی الاذلّین ۔ (آیت ۲۰) ص: ۱۸۶

انّ امّھٰتھم الّا الّٰئِی ولدنھم ۔ (آیت ۲) ص: ۲۴۲

وانّھم لیقولون منکرا من القول وزورا ۔ (آیت ۲) ص: ۲۴۳

الّذین یظھرون منکم من نسائھم ماھن امّھٰتھم ط ان امّھٰتھم الّا الّٰئِی ولدنھم وانھم یقولون منکرا من القول وزورا ط وانّ اللہ لعفوغفور ۔ (آیت ۲) ص: ۲۶۰

الا انّ حزب اللہ ھم المفلحون ۔ (آیت ۲۲) ص: ۴۰۴

سورۃ الحشر

ما قطعتم من لینۃ او ترکتموھا قائمۃ علٰی اصولھا فباذن اللہ ۔ (آیت ۵) ص: ۳۱۸

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ شدید العقاب ۔ (آیت ۷) ص: ۴۳۰ - ۴۵۴ - ۴۸۰ - ۴۹۰

یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین فاعتبروا یٰاولی الابصار ۔ (آیت ۲) ص: ۴۷۱

سورۃ الممتحنۃ

ان کنتم خرجتم جھادا فی سبیلی وابتغاء مرضاتی ۔ (آیت ۱) ص: ۲۶۸

یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ۔ (آیت ۱) ص: ۳۴۴

لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ۔ (آیت ۸) ص: ۳۶۵ - ۴۱۳

انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین ۔ (آیت ۹) ص: ۳۶۵

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابرٰھیم والذین معہ۔ (آیت ۴) ص: ۴۹۶

لقد کان لکم فیھم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخرط ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید۔ (آیت ۶) ص: ۴۹۷

سُورۃ الجُمعۃ

کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ (آیت ۵) ص: ۸۵ - ۱۶۹

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔ (آیت ۲) ص: ۱۰۲

قل یٰایھا الذین ھادوا الخ (آیت ۶) ص: ۱۱۱

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ (آیت ۱۰) ص: ۵۰۸

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ (آیت ۱۰) ص: ۵۰۹ - ۵۳۳

سُورۃ المنٰفقین

نشھد انک لرسول اللہ۔ (آیت ۱) ص: ۱۷۴

واللہ یعلم انک لرسولہط واللہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون۔ (آیت ۱) ص: ۱۷۴

لئن رجعنا الی المدینۃ۔ (آیت ۸) ص: ۱۷۴

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لایعلمون۔ (آیت ۸) ص: ۱۸۴ - ۳۸۸

اذا جاءک المنٰفقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہط واللہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون۔ (آیت ۱) ص: ۳۸۳

سُورۃ التغابن

فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا۔ (آیت ۱۶) ص: ۲۵۰ - ۲۷۷ - ۲۷۹ - ۳۵۵

ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن۔ (آیت ۲) ص: ۳۷۷

لہ الملک ولہ الحمد۔ (آیت ۱) ص: ۳۸۶

وَاَن تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان اللہ غفور رحیم۔ (آیت: ۱۴) ص: ۶۱۹

سُورۃ الطلاق

وَاَشھدوا ذوی عدل منکم۔ (آیت: ۲) ص: ۲۷۳-۳۰۴

فَاَمسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف۔ (آیت: ۲) ص: ۲۸۳

وَمَن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ۝ ویرزقہ من حیث لا یحتسبؕ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ (آیت ۲-۳) ص: ۳۵۸-۴۴۴۵

سُورۃ التحریم

وَھو العلیم الحکیم۔ (آیت: ۲) ص: ۳۸۵

فَاَن اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین۔ (آیت: ۴) ص: ۳۸۷

یٰاَیھا الذین اٰمنوا قُوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملٰئکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون۔ (آیت: ۶)

ص: ۴۲۶-۵۵۱-۵۵۲-۶۰۱

سُورۃ الملک

اَنہ بکل شئ بصیر۔ (آیت: ۱۹) ص: ۱۱۹-۱۲۰

لَوکنّا نسمع او نعقل۔ (آیت: ۱۰) ص: ۱۴۲

اَلَم یأتکم نذیر۔ (آیت: ۸) ص: ۱۴۲

اَلاَ یعلم من خلقؕ وھو اللطیف الخبیر۔ (آیت: ۱۴) ص: ۱۷۱

سُورۃ القلم

مَنّاع للخیر معتد اثیم۔ (آیت: ۱۲) ص: ۲۱۷

اَفنجعل المسلمین کالمجرمین ۝ ما لکم کیف تحکمون۔ (آیت: ۳۵-۳۶) ص: ۲۸۰

فَتنادوا مصبحین ۝ ان اغدوا علٰی حرثکم ان کنتم صٰرمین ۝ فانطلقوا وھم

يتخافتون ○ ان لا يدخلنها اليوم عليكم مسكين ○ (آيت: ۲۱ تا ۲۴) ص: ۵۱۹

سُورة الحاقّة

وجاء فرعون ومن قبله والمؤتفكت بالخاطئة ○ (آيت: ۹) ص: ۲۷۰

سُورة المعارج

فلا اقسم بربّ المشارق والمغارب۔ (آيت: ۴۰) ص: ۴۵۷

سُورة نوح

وقالوا لا تذرن الهتكم ولا تذرن ودًّا ولا سواعًا ولا يغوث ويعوق ونسرا۔ (آيت: ۲۳) ص: ۶۱۳

سُورة الجن

وانّه تعالیٰ جدّ ربّنا ما اتّخذ صاحبة ولا ولدا۔ (آيت: ۳) ص: ۹۵ - ۱۵۶

عٰلم الغيب فلا يظهر علٰى غيبه احدًا ○ الّا من ارتضٰى من رسول۔ (آيت: ۲۶ - ۲۷)

ص: ۲۰۰ - ۳۹۰

وانّ المسٰجد لله۔ (آيت: ۱۸) ص: ۲۲۲ - ۲۲۷ - ۳۷۴

ومن يعص الله ورسوله فانّ لهٗ نار جهنّم۔ (آيت: ۲۳) ص: ۴۵۴

سُورة المزّمّل

فاقرءوا ما تيسّر من القراٰن۔ (آيت: ۲۰) ص: ۵۳۷

سُورة المدّثّر

كانّهم حمر مستنفرة۔ (آيت: ۵۰) ص: ۱۶۹

يتساءلون○ عن المجرمين ○ ما سلككم فى سقر ○ قالوا لم نك من المصلّين ○ و لم نك نطعم المسكين وكنّا نخوض مع الخائضين○ وكنّا نكذّب بيوم الدين۔ (آيت: ۴۰ تا ۴۶)

ص: ۲۲۰ - ۶۲۵

فما لهم عن التذكرة معرضين ○ كانّهم حمر مستنفرة ○ فرت من قسورة (آيت: ۴۹ تا ۵۱)

ص: ۵۳۳ - ۵۸۱

سُورۃ الدّھر

يطاف عليهم بآنية من فضّة واكواب - (آيت : ۱۵) ص : ۶۳۴

سُورۃ عبس

فی صحف مکرمۃ ० مرفوعۃ مطھرۃ - (آيت : ۱۳ - ۱۴) ص : ۵۳۷

سُورۃ التّکویر

وما تشاءون الّا ان يشاء الله ربّ العٰلمين - (آيت : ۲۹) ص : ۱۴۴

فلا اقسم بالخنّس ० الجوار الکنّس - (آيت : ۱۵ - ۱۶) ص : ۵۵۶

سُورۃ الانشقاق

لترکبن طبقا عن طبق - (آيت : ۱۹) ص : ۴۸۲

سُورۃ البُروج

انّ الّذين فتنوا المؤمنين والمؤمنٰت ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جهنم و لهم عذاب الحريق - (آيت : ۱۰) ص : ص : ۴۱۴ - ۵۹۶

بل ھو قرآن مجيد ० فی لوح محفوظ - (آيت : ۲۱ - ۲۲) ص : ۵۳۷

والسّماء ذات البروج - (آيت : ۱) ص : ۵۵۶

سُورۃ الاعلیٰ

سيذکر من يخشی و يتجنبھا الاشقی (آيت : ۱۰ - ۱۱)

ص : ۱۶۷

سُورۃ الفجر

فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی ۔ (آیت : ۲۹ ۔ ۳۰) ص : ۶۱۶

سُورۃ الشمس

ولا یخاف عقبٰہا ۔ (آیت : ۱۵) ص : ۹۵

سُورۃ الضّحٰی

ووجدک عائلاً فاغنٰی ۔ (آیت : ۸) ص : ۲۸۶

واَمّا بنعمۃ ربّک فحدّث ۔ (آیت : ۱۱) ص : ۵۶۷ ۔ ۵۶۸

سُورۃ الانشراح

ورفعنا لک ذکرک ۔ (آیت : ۴) ص : ۵۶۵ ۔ ۵۶۹

سُورۃ البیّنۃ

اِنّ الذین کفروا من اہل الکتٰب والمشرکین فی نار جہنّم خٰلدین فیہا اولٰئک ہم شر البریۃ ۝ اِن الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک ہم خیر البریّۃ ۔
(آیت : ۶ ۔ ۷) ص : ۱۸۶ ۔ ۲۰۲ ۔ ۲۱۸

لَم یکن الذین کفروا من اہل الکتٰب والمشرکین منفکین حتیٰ تاتیہم البیّنۃ ۔
(آیت : ۱) ص : ۲۰۲

سُورۃ القریش

فلیعبدوا ربّ ھٰذا البیت ۔ (آیت : ۳) ص : ۱۱۱ ۔ ۳۷۷

سُورۃ الکٰفرون

قلْ یایھا الکٰفرون۔ (آیت: ۱) ص: ۱۱۱ - ۳۷۷

سُورۃ النّاس

یوسوس فی صدور الناس ہ من الجنۃ والناس ہ (آیت: ۵ - ۶) ص: ۳۹۳

فتاوی رضویہ جلد ۱۵

(۱) معراج جسمانی کے بارے میں فرمایا :

معراج شریف یقیناً قطعاً اسی جسم مبارک کے ساتھ ہوا نہ کہ فقط روحانی جو ان کی عطا سے ان کے غلاموں کو بھی ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے : سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ[1] پاکی ہے اسے جو رات میں لے گیا اپنے بندہ کو۔ یہ نہ فرمایا کہ لے گیا اپنے بندہ کی روح کو۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۷۴)

(۲) مہاتما گاندھی وغیرہ کے جلسہ وجلوس میں شریک ہونا، اس کا تماشہ دیکھنا، اس کا وعظ سننا اور اس میں چندہ دینا مسلمانوں کے لئے کیسا ہے ؟ اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا :

تعظیم مشرک کے جلوس میں شرکت حرام ہے اور حرام فعل کا تماشہ دیکھنا بھی حرام ہے۔ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے :

الفرجة علی المحرّم حرام[2]

حرام پر خوشی بھی حرام ہے۔ (ت)

ایسے جلسوں میں شرکت گناہِ کبیرہ ہے۔

قال اللہ تعالٰی فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین[3]

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے : پس نصیحت و یاد دہانی کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

۱؎ القرآن الکریم ۱۷/۱

۲؎ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار خطبۃ الکتاب دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۱

۳؎ القرآن الکریم ۶/۶۸

من سود مع قوم فھو منھم[1]

جس نے جس قوم کی کثرت بنائی وہ انھی میں سے ہے۔(ت)

حرام کام میں چندہ دینا بھی حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]

اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے، گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔(ت)

اور نامسلم کو واعظِ مسلمین بنا کر اس کا بیان سُننا اشد سے اشد کبیرہ و بدخواہیِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالٰی "یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطٰن ان یضلھم ضلٰلا بعیدا[3]"

اللہ تعالٰی کا مقدس فرمان ہے: پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دُور بہکا دے۔(ت)

سائل نے مہاتما لکھا یہ حرام ہے۔ مہاتما بمعنی روحِ اعظم ہے کہ خالص لقب افضل الملائکہ ہے علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، یونہی جو لوگ ایسا مذہب نکالنا چاہیں کہ مسلم و کافر کا فرق اٹھا دے، سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرا دے، جو لوگ کہیں کہ آج تم نے اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لیا، جو لوگ کہیں کہ خدا کی رسّی مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین ہاتھ سے جاتا رہے مگر دنیا تو ضرور ملے گی ایسوں کو مولانا کہنا حرام ہے۔ حدیث میں فرمایا:

لا تقولوا للمنافق یا سیدنا فانہ ان یکن سیدکم فقد اسخطتم ربکم[4]

منافق کو یا سیدنا (اے ہمارے سردار) نہ کہو کیونکہ اگر وہ تمھارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو یقیناً اپنے سے ناراض کر لیا۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۰۰، ۱۰۱)

(۳) "کاٹھیاواڑ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس" کے نام سے بننے والی مجلس کے بارے میں سوال آیا کہ اس مجلس کا ممبر بلا رعایت سُنّی ہر کلمہ گو رافضی، وہابی، مرزائی، نیچری، چکڑالوی اور قادیانی

---

[1] تاریخ بغداد حدیث ۵۱۶۷ عبد اللہ بن عتاب دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۱

[2] القرآن الکریم ۵/ ۲ [3] القرآن الکریم ۴/ ۶۰

[4] مسند امام احمد بن حنبل حدیث بریدہ الاسلمی دار الفکر بیروت ۵/ ۳۴۶، ۳۴۷
کنز العمال حدیث ۸۲۰۰ و کشف الخفاء ۱/ ۱۷۰ حدیث ۳۰۴۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۲۸

وغیرہ ہوسکتا ہے اور بانیان مجلس کا کہنا ہے کہ یہ دینی کانفرنس نہیں بلکہ دنیوی ترقی کے لئے قائم کی گئی ہے، سُنّیوں کو ایسی کانفرنس کا قائم کرنا اور جان و مال سے اس کی مدد کرنا، اس کے جلسے میں شریک ہونا، بدترین مرتدوں کو مسلمان سمجھنا، ان سے میل جول پیدا کرنا اور ان سے ترقی کی امید رکھنا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں حکم شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

ایسی مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے اور اس میں شرکت حرام، اور بد مذہبوں سے میل جول آگ ہے اور اس بڑی آگ کی طرف کھینچ کرلے جانے والا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1]

اور اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

تفسیراتِ احمدیہ میں ہے:

دخل فیہ الکافر والمبتدع والفاسق والقعود مع کلھم ممتنع[2]

اس آیت کے حکم میں ہر کافر و مبتدع اور فاسق داخل ہیں ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[4]

اُن سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ و رسول سے زیادہ کوئی ہماری بھلائی چاہنے والا نہیں جل وعلا

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸
[2] التفسیرات الاحمدیۃ تحت آیۃ ۶/۶۸ مطبع کریمی بمبئی، انڈیا ص ۳۸۸
[3] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳
[4] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

وصلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم جس بات کی طرف بلائیں یقیناً ہمارے دونوں جہان کا اس میں بھلا ہے، اور جس بات سے منع فرمائیں بلاشبہہ سراسر ضرر و بلا ہے، مسلمان صورت میں ظاہر ہو کر جو اُن کے خلاف کی طرف بلائے یقین جان لو کہ یہ ڈاکو ہے اس کی تاویلوں پر ہرگز کان نہ رکھو، رہزن جو جماعت سے باہر نکال کر کسی کو لیجانا چاہتا ہے ضرور چکنی چکنی باتیں کرے گا اور جب دھوکے میں آیا اور ساتھ ہولیا تو گردن مارے گا مال لُوٹے گا' شامت اُس بکری کی کہ اپنے راعی کا ارشاد نہ سُنے اور بھیڑیا جو کسی بھیڑ کی اُون پہن کر آیا اس کے ساتھ ہولے۔ ارے! مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تمھیں منع فرماتے ہیں وہ تمھاری جان سے بڑھ کر تمھارے خیر خواہ ہیں حریصٌ علیکم[1] تمھارا مشقت میں پڑنا ان کے قلبِ اقدس پر گراں ہے عزیزٌ علیہ ما عنتم[2] واللہ وہ تم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جیسے نہایت چہیتی ماں اکلوتے بیٹے پر بالمؤمنین رءوف رحیم[3]، ارے! ان کی سنو، ان کا دامن تھام لو، ان کے قدم سے لپٹ جاؤ، وہ فرماتے ہیں:

ایاکم و ایاھم لا یضلّونکم ولا یفتنونکم۔[4]

ان سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

ابن حبان و طبرانی و عقیلی کی حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

لا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم ولا تجالسوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیہم ولا تصلوا معھم۔[5]

ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، اُن کے پاس نہ بیٹھو، ان سے رشتہ نہ کرو، وہ بیمار پڑیں تو پُوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ، نہ اُن کی نماز پڑھو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۸ [2] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۸

[3] ۹/ ۱۲۸

[4] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[5] کنز العمال حدیث ۳۲۵۲۸، ۳۲۵۲۹، ۳۲۵۴۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۰، ۵۴۲

الضعفاء الکبیر حدیث ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۶

العلل المتناہیۃ " ۲۶۰ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۶۲

امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجدِ اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نماز مغرب کے بعد کسی مسافر کو بھوکا پایا اپنے ساتھ کاشانہ خلافت میں لے آئے اس کے لئے کھانا منگایا، جب وہ کھانے بیٹھا کوئی بات بد مذہبی کی اس سے ظاہر ہوئی فوراً حکم ہوا کہ کھانا اٹھالیا جائے اور اسے نکال دیا جائے۔ سامنے سے کھانا اٹھوالیا اور اُسے نکلوادیا۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے آکر عرض کی، فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے۔ فرمایا، لا تقرأہ منی السلام فانی سمعت انہ احدث میری طرف سے اُسے سلام نہ کہنا کہ میں نے سُنا ہے کہ اس نے کچھ بد مذہبی نکالی۔

سیدنا سعید بن جبیر شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہم کو راستہ میں ایک بد مذہب ملا، کہا، کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا، میں سُننا نہیں چاہتا۔ عرض کی، ایک کلمہ۔ اپنا انگوٹھا چھنگلیا کے سرے پر رکھ کر فرمایا، ولا نصف کلمۃ آدھا لفظ بھی نہیں۔ لوگوں نے عرض کی، اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا: از ایشاں منہم ہے۔

امام محمد سیرین شاگردِ انس رضی اللہ تعالٰے عنہ کے پاس دو بد مذہب آئے، عرض کی، کچھ آیات کلام اللہ آپ کو سُنائیں۔ فرمایا، میں سُننا نہیں چاہتا۔ عرض کی، کچھ احادیثِ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سنائیں۔ فرمایا، میں سُننا نہیں چاہتا۔ انھوں نے اصرار کیا۔ فرمایا، تم دونوں اُٹھ جاؤ یا میں اٹھا جاتا ہوں۔ آخر وہ خائب و خاسر چلے گئے۔ لوگوں نے عرض کی، اے امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر وہ کچھ آیتیں یا حدیثیں سُناتے۔ فرمایا، میں نے خوف کیا کہ وہ آیات و احادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویلیں لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے تو ہلاک ہو جاؤں۔

ائمہ کو یہ خوف تھا اور اب عوام کو یہ جرأت ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور ایسی جگہ مالِ دنیا وہی پسند کرے گا جو دین نہیں رکھتا جو عقل سے بہرہ نہیں۔ یکے نقصان مایہ دگر شماتت ہمسایہ (ایک تو مال کا نقصان اور دوسرے ہمسایہ کی خوشی۔ ت) ہمسایہ کون؟ وہ بئس القرین شیطان لعین کیسا خوش ہوگا کہ ایک ہی کرشمے میں دونوں جہان کا نقصان پہنچایا، مال بھی گیا اور آخرت میں عذاب کا بھی مستحق ہوا،

خسر الدنیا والاٰخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین[1]

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۱۱

فتاویٰ رضویہ جلد ۶

دُنیا وآخرت دونوں کا گھاٹا، یہی ہے صریح نقصان ۔ (ت)

دیکھو امان کی راہ وہی ہے جو تمھیں تمھارے پیارے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بتائی:

ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔[1]

ان سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وُہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

دیکھو نجات کی راہ وہی ہے جو تمھارے رب عزّوجل نے بتائی:

فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[2]

بھولے سے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھ گئے ہو تو یاد آنے پر فورًا کھڑے ہو جاؤ۔ ان مضامین کی تفصیل میں تمام اکابر علمائے حرمین شریفین کا فتوٰی مسمّٰی بہ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین اور عامۂ علمائے ہند کا فتوٰی مسمّٰی بہ فتاوی السنۃ لالجام اھل الفتنۃ اور فتاوی القدوۃ اور النذیر الاحمد اور النذیر المبین وغیرہا پچاس۵۰ سے زائد کتابیں چھپ کر شائع ہو چکیں، اور ہدایت اللہ عزّوجل کے ہاتھ۔

واللہ یقول الحق وھو یہدی السبیل[3]، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔[4]

اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے، اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۰۴ تا ۱۰۷)

(۴) مسلمانوں کو فلاح ونجات کے لئے کیا کرنا چاہئے اور ترکوں کی امداد کا کیا طریقہ ہو؟ حاجی منشی لعل خاں کے ارسال کردہ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

بملاحظہ مکرمی حامیِ سنّت ماحیِ بدعت برادرِ طریقت حاجی لعل خان صاحب دام مجدہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، المؤید کے چھ۶ پرچے آئے انھیں بالاستیعاب دیکھا، گمان یہ تھا کہ شاید کوئی خبر خوشی کی ہوگی مگر اس کے برعکس اس میں رنج وملال کی خبریں تھیں، بے گناہ مسلمانوں پر جو

---

[1] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[2] القرآن الکریم ۶/۶۸

[3] ؍؍ ۳۳/۴

[4] ؍؍ ۳/۱۷۳

مظالم گزر رہے ہیں اور سلطنت ان کی حمایت نہیں کرسکتی صدمہ کے لئے کیا کم تھے، کہ اس سے بھی بڑھ کر ترکوں کی اس تازہ تبدیل روش کا ذکر تھا جس نے میرے خیال کی تصدیق کردی،

انّ اللہ لایغیّر ما بقومٍ حتّٰی یغیّروا ما بانفسھم[1]

بیشک اللہ تعالٰی کسی قوم کو گردش میں نہیں ڈالتا جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدل ڈالیں۔

اللہ اکرم الاکرمین اپنے حبیب کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل سے ہماری اور ہمارے اسلامی بھائیوں کی آنکھیں کھولے، اصلاحِ قلوب و احوال فرمائے، خطاؤں سے درگزر کرے، غیب سے اپنی مدد اتارے، اسلام و مسلمین کو غلبۂ قاہر دے، آمین الٰہ الحق آمین، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ مگر بے دلی نہ چاہئے۔

لاتایئسوا من روح اللہ ط انہ لاییأس من روح اللہ الّا القوم الکٰفرون[2]۔

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ (ت)

اللہ واحد قہار غالب علٰی کل غالب اس دین کا حافظ و ناصر ہے،

وکان حقًّا علینا نصر المؤمنین[3]۔ وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین[4]۔

اور ہمارے ذمۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا، تمھیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔ (ت)

حضور سیّدنا سیّدِ عالم صلّے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

لاتزال طائفۃ من امّتی ظاھرین علی الحق لایضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتّٰی یاتی امر اللہ وھم علٰی ذٰلک غالبًا[5]۔

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، ان کی مخالفت اور رسوائی کرنے والا ان کو ضرر نہ پہنچا سکے گا حتی کہ وہ گروہ اس کا حکم آنے تک اس پر غالب رہے گا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۱۱ — [2] القرآن الکریم ۱۲/ ۸۷

[3] " " ۳۰/ ۴۷ — [4] " " ۳/ ۱۳۹

[5] صحیح البخاری کتاب المناقب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۴

صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتزال امتی الخ " " ۲/ ۱۴۳

سنن ابی داؤد کتاب الفتن آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۸

یہاں امر اللہ وہ وعدۂ صادقہ ہے جس میں سلطانِ اسلام شہید ہوں گے اور رُوئے زمین پر اسلامی سلطنت کا نام نہ رہے گا، تمام دنیا میں نصارٰی کی سلطنت ہوگی، اگر معاذ اللہ وہ وقت آگیا ہے جب تو کوئی چارۂ کار نہیں، شُدنی ہو کر رہے گی، مگر وہ چند ہی روز کے واسطے ہے، اس کے متصل ہی حضرت امام کا ظہور ہوگا، پھر سیدنا رُوح اللہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نزولِ اجلال فرمائیں گے اور کفر تمام دُنیا سے کافور ہوگا، تمام رُوئے زمین پر ملت ایک ملتِ اسلام ہوگی اور مذہب ایک مذہبِ اہلسنت۔ غیب کا علم اللہ عزّوجل کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ مگر فقیر جہاں تک نظر کرتا ہے ابھی ان شاء اللہ وہ وقت نہیں آیا اگر ایسا ہے تو ضرور نصرتِ الٰہیہ نزول فرمائے گی اور کفار ملاعنہ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچیں گے، بہرحال بندگی بیچارگی دُعا کے سوا کیا چارہ ہے، وہی جو ہمارا رب ہے ہماری حالتِ زار پر رحم فرمائے اور اپنی نصرت اتارے یہی جھٹکے جو پہنچ گئے ہیں انھیں پر زلزلوا زلزالا شدیدا[1] (خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ ت) کو ختم فرما دے اور الا ان نصر اللہ قریب[2] (سُن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔ ت) کی بشارت سنا دے، حسبنا ونعم الوکیل۔

آپ پُوچھتے ہیں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے، اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں، اللہ عزّوجل نے تو مسلمانوں کے جان و مال جنت کے عوض خرید ے ہیں،

ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ[3]۔

بیشک اللہ نے مسلمانوں کے جان اور مال خرید لئے ہیں اس بدلے پہ کہ ان کے لئے جنت ہے۔ (ت)

مگر ہم ہیں کہ بیع دینے سے انکار اور ثمن کے خواستگار ہندی مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں کہ وطن و مال واہل وعیال چھوڑ کر ہزاروں کوس دُور جائیں اور میدانِ جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں مگر مال تو دے سکتے ہیں، اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے یہاں وہی جلسے ہیں وہی رنگ، وہی ٹھیٹر وہی امنگ، وہی تماشے وہی بازیاں، وہی غفلتیں وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۴۱ تا ۱۴۳)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳ / ۱۱
[2] القرآن الکریم ۲ / ۲۱۴
[3] 〃 〃 ۹ / ۱۱۱

(۵) اصلاحِ مسلمین کے لئے چار باتوں پر عمل کی تلقین کے بعد فرمایا:

اہل الرائے ان وجوہ پر نظر فرمائیں، اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر و قصبہ میں جلسے کریں اور مسلمانوں کو ان چار باتوں پر قائم کر دیں پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجئے، یہ خیال نہ کیجئے کہ ایک ہمارے کئے کیا ہوتا ہے ہر ایک نے یونہی سمجھا تو کوئی کچھ نہ کرے گا، بلکہ ہر شخص یہی تصور کرے کہ مجھی کو کرنا ہے، یوں ان شاء اللہ تعالٰی سب کریں گے، چند جگہ جاری کیجئے پھر خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، خدا نے چاہا تو عام بھی ہو جائے گا، اس وقت آپ کو اس کی برکات نظر آئیں گی، وہی آیۂ کریمہ کہ ابتداءِ سخن میں تلاوت ہوئی ان اللہ لایغیر[1] الآیۃ جس طرح بُرے رویّہ کی طرف اپنی حالت بدلنے پر تازیانہ ہے یُوں ہی نیک روش کی طرف تبدیلی پر بشارت ہے کہ اپنے کئے تب چھوڑو گے تو ہم تمہاری اس رَدّی حالت کو بدل دیں گے، ذلّت کے بدلے عزّت دیں گے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۴۶، ۱۴۷)

(۶) تشبیہ و تمثیل میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

تشبیہ میں اگر وجہِ شبہ امورِ متعددہ سے منتزع ہو تمثیل ہے جیسے کریمہ کمثل الحمار یحمل اسفارا[2] (گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے۔ ت) ورنہ نہیں، اور کبھی تشبیہ مرکب کو تمثیل کہتے ہیں جس کے معنی میں مفرد کی مفرد سے تشبیہ ملحوظ نہیں بلکہ ہیأت مجموعی سے کریمہ وھی تجری بھم فی موج کالجبال[3] (اور وہی انھیں لئے جارہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ۔ ت) میں تشبیہ ہے، اور کریمہ مثلھم کمثل الذی استوقد نارا[4] الآیۃ (ان کی کہاوت اس کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی الآیۃ۔ ت) میں تمثیل ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۵۲)

(۷) انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو احتلام ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

فی الواقع حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام احتلام سے پاک و منزّہ ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ان عبادی لیس لک علیھم سلطٰن وکفٰی بربک وکیلا[5]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام

---

[1] القرآن الکریم ۱۳ / ۱۱
[2] القرآن الکریم ۶۲ / ۵
[3] " ۱۱ / ۴۲
[4] " ۲ / ۱۷
[5] " ۱۷ / ۶۵

بنانے کو۔(ت)

طبرانی، معجم کبیر میں بطریق عکرمہ اور دینوری مجالس میں بطریق مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ فرمایا:

مااحتلم نبی قط وانما الاحتلام من الشیطٰن[1]۔

کبھی کسی نبی کو احتلام نہ ہوا، احتلام تو نہیں مگر شیطان کی طرف سے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۵۵)

(۸) برادرانِ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کلمۂ توہین کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

ان کی نسبت کلمات ناشائستہ لانا بہرحال حرام ہے، ایک قول ان کی نبوّت کا ہے کما فی شرح الھمزیۃ للامام ابن حجر المکی رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ امام ابن حجر مکّی کی شرح ہمزیہ میں ہے۔ت) اور ظاہر قرآن عظیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

قال اللہ تعالٰی قولوا اٰمنّا باللہ وما انزل الینا وما انزل الٰی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اُوتی موسٰی وعیسٰی وما اُوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون[2]۔

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اُترا اور جو اتارا گیا ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب اور ان کی اولاد پر، اور جو عطا کئے گئے موسٰی وعیسٰے اور عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں۔(ت)

اسباط یہی ابنائے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اس تقدیر پر تو ان کی توہین کفر ہوگی ورنہ اس قدر میں شک نہیں کہ وہ اولیائے کرام سے ہیں اور جو کچھ ان سے واقع ہوا اپنے باپ نبی اللہ کے ساتھ محبتِ شدیدہ کی غیرت سے تھا پھر وہ بھی رب العزت نے معاف کردیا، اور یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود عفو فرمایا:

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۵۶۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۱/۱۷۰

[2] القرآن الکریم ۲/۱۳۶

قال لا تثریب علیکم الیوم ط یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین[1]۔
کہا، آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھیں معاف کرے، اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (ت)

اور یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:
سوف استغفر لکم ربی ط انه ھو الغفور الرحیم[2]۔
جلد میں تمھاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

بہرحال ان کی توہین سخت حرام اور باعثِ غضبِ ذوالجلال والاکرام ہے۔ رب عزّ وجل نے کوئی کلمہ ان کی مذمّت کا نہ فرمایا دوسرے کو کیا حق ہے، مناسب ہے کہ توہین کرنے والا تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کرے کہ جب ان کی نبوّت میں اختلاف ہے اس کے کفر میں اختلاف ہوگا اور کفر اختلافی کا یہی حکم ہے کما فی الدر المختار و رد المحتار وغیرھما (جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار وغیرہما میں ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۶۴، ۱۶۵)

(۹) آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل رسالہ "الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ" کے خطبہ جلیلہ میں ارشاد فرمایا:

الحمد للہ الذی ارسل[ع] رسوله شاھدا و مبشرا و نذیرا

ع یہ خطبہ قرآنی آیتوں اور ایمانی ہدایتوں پر مشتمل ہے، تعمیمِ فائدہ کے لئے اُن آیات اور زبانِ اردو میں اُن ہدایات کی طرف اشارہ مناسب،

آیت ۱: انا ارسلنك شاھدا و مبشرا و نذیرا[3]
بیشک ہم نے تمھیں بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سناتا۔
کہ جو تمھاری تعظیم کرے اسے فضلِ عظیم کی بشارت دو اور جو معاذ اللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذابِ الیم کا

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۹۲
[2] ؍؍ ۱۲/ ۹۸
[3] ؍؍ ۳۳/ ۴۵ و ۴۸/ ۸

لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[1] بجنانکم ولسانکم ؛ فجعل تعظیمہ و توقیرہ ھو الرکن الرکین لدینکم الحق وایمانکم ؛ وحرم علیکم[2] ان ترفعوا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
ڈرسناؤ۔ اور جب وہ شاہد وگواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار، تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال واقوال واعمال ان کے سامنے ہوں۔ طبرانی کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ اللہ تعالٰی قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والٰی ماھو کائن فیہا الی یوم القیٰمۃ کانّما انظر الٰی کفّی ھٰذہٖ[1]

بیشک اللہ تعالٰے نے میرے سامنے دنیا اٹھالی تو میں دیکھ رہا ہوں اُسے اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ۱۲ منہ مدظلہ۔

۱؎ آیت ۲: لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزّروہ وتوقّروہ[2]

(یہ رسول کا بھیجنا کس لئے ہے خود فرماتا ہے اس لئے کہ) تم اللہ ورسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

معلوم ہوا کہ دین وایمان محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم کا نام ہے جو ان کی تعظیم میں کلام کرے اصل رسالت کو باطل وبیکار کیا چاہتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ۱۲۔

۲؎ آیت ۳: یایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ○[3]

اے ایمان والو! نہ بلند کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اور اس کے حضور چلّا کر نہ بولو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہیں تمھارے عمل اکارت نہ ہوجائیں اور تمھیں خبر نہ ہو۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے روضۂ انور کے پاس کسی کو اونچی آواز سے بولتے دیکھا، فرمایا کیا اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند کرتا ہے۔ اور یہی آیت تلاوت کی ۱۲۔

؎ قرئ تعززوہ بزائین معجمین ۱۲ منہ

آیہ کی تعززوہ دو زاء کے ساتھ بھی قراءۃ ہے ۱۲ منہ (ت)

۱؎ کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر حدیث ۳۱۹۷۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۲۰

۲؎ القرآن الکریم ۴۸/ ۹

۳؎ القرآن الکریم ۴۹/ ۲

اصواتکم فوق صوت النبی او تجہروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض فتحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون بخسرانکم ۞ وجعل[1] طاعتہ طاعتہ و بیعتہ[2] بیعتہ فان بایعتم نبیکم فانما فوق ایدیکم ید رحمانکم ۞ و قرن[3] اسمہ الکریم باسمہ العظیم فی الاغناء[4] والایتاء[5] ورجاء العطاء

ع[1] آیت ۴ : من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[1]

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ۱۲

ع[2] آیت ۵ : انّ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم[2]

بیشک جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں، اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر ۱۲۔

ع[3] اللہ عزوجل نے بے شمار امور میں اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نام پاک اپنے نام اقدس سے ملایا، کہیں اصل شان اپنی تھی اس میں حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ذکر بھی شامل فرمایا، کہیں اصل معاملہ حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا اُن کے ساتھ اپنے ذکر والا سے اعزاز بڑھایا۔ آئندہ کی آٹھ آیتیں اسی کے بیان میں ہیں ۱۲ منہ مدظلہ۔

ع[4] آیت ۶ : اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ[3]

انھیں دولتمند کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ۱۲۔

ع[5] آیت ۷ : ولو انھم رضوا ما اٰتٰھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ[4]

اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے اس پر جو انھیں دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے، اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول ۱۲۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۰

[2] " ۴۸/ ۱۰

[3] " ۹/ ۷۴

[4] " ۹/ ۵۹

والتقدیم[1] و القضاء[2] و المحادۃ[3] و الارضاء[4] و النصح[5]

ع۱ آیت ۸ : یایھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ[1]

اے ایمان والو! اللہ و رسول سے آگے نہ بڑھو ۱۲

ع۲ آیت ۹ : ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ط ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضللا مبینا ۝[2]

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ عورت کو جب اللہ و رسول کوئی بات ان کے معاملہ میں ٹھہرا دیں تو انھیں اپنے کام کا کچھ اختیار باقی رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا وہ صریح گمراہ ہوا بہک کر ۱۲

ع۳ آیت ۱۰ : لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[3]

تو نہ پائے گا انھیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اللہ و رسول کے مخالف سے چاہے وہ اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی ہوں ۱۲

ع۴ آیت ۱۱ : واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین ۝ الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدا فیھا ذٰلک الخزی العظیم ۝[4]

اللہ و رسول زیادہ مستحق ہیں اس کے کہ یہ لوگ انھیں راضی کریں اگر ایمان رکھتے ہیں کیا انھیں خبر نہیں کہ جو مقابلہ کرے اللہ و رسول سے تو اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں ہمیشہ رہے گا اور وہی بڑی رسوائی ہے ۱۲۔

ع۵ آیت ۱۲ : اذا نصحوا للہ ورسولہ[5]۔

جب خلوص رکھیں اللہ و رسول کے ساتھ۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱
[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۶
[3] 〃 ۵۸/ ۲۲
[4] 〃 ۹/ ۶۲ و ۶۳
[5] 〃 ۹/ ۹۱

والاٰبآء[۱] فی قرانکم ⁂ ورفع شانہ وعظم مکانہ فمیز امرہ عن امور عداہ فما کان لیوزن بمیزانکم ⁂ اتجعلون[۲] الحصی کالدر او الدم کالمسك ام تجعلون العصف کریحانکم ⁂ فقد ھداکم ربکم ان " لا تجعلوا[۳] دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا" من اب او مولٰی او سلطانکم ⁂ وقال الذین ارسلوا السنتھم فی شانہ العظیم

عہ۱ آیت ۱۳: ان الذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[۱]

بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ و رسول کو، اللہ نے ان پر لعنت کی دنیا و آخرت میں اور ان کیلئے تیار کر رکھی ہے ذلت کی مار۔

یہ معاملہ خاص حبیب کا ہے، اللہ کو کون ایذا دے سکتا ہے مگر وہاں تو جو معاملہ رسول کے ساتھ برتا جائے اپنے ہی ساتھ قرار پایا ہے۔

عہ۲ یعنی جب تم خود کنکر کو موتی، خون کو مشک، بھُس کو پھُول کی طرح نہیں سمجھتے تو رسول کے معاملہ کا اوروں پر کیا قیاس کرتے ہو، یہاں تو کوئی نسبت ہی نہیں ہوسکتی، جب ان کے ابنِ مکرم حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لا تقیسونی باحد ولا تقیسوا علیّ احدا[۳]۔

مجھے کسی پر قیاس نہ کرو نہ کسی کو مجھ سے نسبت دو۔

تو خود حضورِ اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے واللہ اکبر ۱۲۔

عہ۳ یہ آیت ۴ ہے کہ رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اب ایک دوسرے میں باپ اور مولا اور بادشاہ سب آگئے، اسی لئے علماء فرماتے ہیں نام پاک لے کر ندا کرنا حرام ہے۔ اگر روایت میں مثلاً یا محمد آیا ہو تو اس کی جگہ بھی یارسول اللہ کہے۔ اس مسئلہ کا بیانِ عظیم الشان فقیر کے رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں دیکھئے ۱۲ منہ۔

---

[۱] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۳

[۲] " " ۳۳/ ۵۷

[۳] بہجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبر بہا عن نفسہ الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۵۲

ع۱ ابالله و اٰیٰتہ و رسولہ کنتم تستھزءون ۝ لاتعتذروا قدکفرتم بعدایمانکم[۱]؀

ع۱ یہ آیت ۱۵ ہے غزوۂ تبوک کو جاتے وقت منافقوں نے تخلیہ میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلافِ شان کچھ کہا، جب سوال ہُوا تو عذر کرنے لگے اور بولے، ہم تو یونہی آپس میں ہنستے تھے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: قل اباللّٰہ و اٰیٰتہ و رسولہ[۲] الاٰیۃ اے نبی! ان سے فرمادے کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے معاملہ میں ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان لاکر۔

اقول اس آیت کے تین فائدے حاصل ہوئے:

اوّل یہ کہ جو رسول کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر ہوجاتا ہے اگرچہ کیسا ہی کلمہ پڑھتا اور ایمان کا دعوٰی رکھتا ہو کلمہ گوئی اسے ہرگز کفر سے نہ بچائے گی۔

دوم یہ جو بعض جاہل کہنے لگتے ہیں کہ کفر کا تو دل سے تعلق ہے نہ کہ زبان سے، جب وہ کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے دل میں کفر ہونا معلوم نہیں تو ہم کسی بات کے سبب اسے کیونکر کافر کہیں، محض خبط اور نِری جھوٹی بات ہے، جس طرح کفر دل سے متعلق ہے یوں ہی ایمان بھی۔ زبان سے کلمہ پڑھنے پر مسلمان کہا، یونہی زبان سے گستاخی کرنے پر کافر کہا جائے گا، اور جب بغیر اکراہِ شرعی کے ہے تو اللہ کے نزدیک بھی کافر ہوجائے گا اگرچہ دل میں اس گستاخی کا معتقد نہ ہو کہ بے اعتقاد کہنا ہزل وسخریہ ہے، اور اسی پر ربّ العزّت فرماچکا کہ تم کافر ہوگئے اپنے ایمان کے بعد۔ اس کی تحقیق ہمارے رسالہ البارقۃ اللمعا علی سامد نطق بالکفر طوعا (۱۳۰۴ھ) میں ہے۔

سوم کُھلے ہوئے لفظوں میں عذرِ تاویل مسموع نہیں، آیت فرماچکی کہ حیلہ نہ گھڑو تم کافر ہوگئے۔

تنبیہ: یہاں اللہ عزوجل نے اُنھیں کلماتِ گستاخی کو وجہِ کفر بتایا اور اُن کے مقابل کلمہ گوئی و عذر جوئی کو مردود ٹھہرایا یہاں اُن کے کفر سابق مخفی کی بحث نہیں کہ قد کفرتم بعد ایمانکم[۳] فرمایا ہے تم مسلمان ہوکر کافر ہوگئے، نہ کہ قد کنتم کافرین تم پہلے ہی سے کافر تھے۔ یہ فائدے خوب یاد رکھنے کے ہیں وباللہ التوفیق ۱۲ منہ مدظلہ۔

---

[۱] القرآن الکریم ۹/ ۶۵ و ۶۶
[۲] القرآن الکریم ۹/ ۶۵
[۳] ؍؍ ۹/ ۶۶

فیا ایھا المنافقون[1] المردۃ الفاسقون الزاعم کبیرکم ان مدح[2] الرسول کمدح بعضکم بعضا بل اقل منہ فی حسبانکم قد بدت البغضاء من افواھکم وما تخفی صدورکم اکبر و اللہ مخرج اضغانکم ؛

ع[1] نفاق دو قسم ہے : عقدی[1] و عملی[2]۔ نفاق عملی کے بیان میں فقیر نے ایک رسالہ حافلہ مسمّٰی بہ ابناء الحذاق بمسالك النفاق (۱۳۰۹ھ) لکھا اور آیات واحادیث کثیرہ وغزیرہ سے اس کے وجوہ وصور کو ظاہر کیا جو اس رسالہ کے غیر میں مجموعًا نہ ملیں گی وہاں سے ان حضرات کے نفاق کا ثبوت لیجئے ۱۲ منہ۔

ع[2] اللہ تو فرمائے رسول کے حضور چلّا کر نہ بولو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو، اللہ فرمائے رسول کا پکارنا ایک دوسرے کا سا پکارنا نہ ٹھہرالو۔ تقویۃ الایمان والا کہے رسول کی ایسی ہی تعریف کرو جیسی باہم ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس میں بھی کمی کرو۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

ع[3] قال اللہ تعالٰی ؛

قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بیّنا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون ۝ ھا انتم اولاء تحبونھم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتٰب کلّہ واذا لقوکم قالوا اٰمنّا واذا خلوا عضّوا علیکم الانامل من الغیظ قل مُوتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[1]۔

ظاہر ہو چکی ہے دشمنی ان کی باتوں سے اور وہ جو ان کے دلوں میں دبی ہے اس سے بھی زیادہ ہے ہم نے صاف بیان فرمادیں تمھارے لئے نشانیاں اگر تمھیں سمجھ ہو، دیکھو یہ جو تم ہو تم انھیں چاہتے ہو اور وہ تمھیں نہیں چاہتے اور تم پوری کتاب پر ایمان لاتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب تنہا ہوتے ہیں تو تم پر غصّے میں اپنی انگلیاں چباتے ہیں، تو فرمادے مرجاؤ گھٹ گھٹ کر، خدا خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔

اقول اس آیت سے بھی دو فائدے ملے ؛

ایک یہ کہ دل کے بخار کے ساتھ زبانی اقرار کلمہ گوئی کی پکار کوئی چیز نہیں۔

دوسرے یہ کہ دل کا بخار زبانی باتوں سے ظاہر ہو جاتا ہے ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳ /۱۱۸ و ۱۱۹

استحوذ علیکم الشیطن[1] فانساکم ذکر اللہ و تعظیم الرسول وقد نطق القراٰن بخذلانکم ؛ زاد فاء کم الشیطن نقطا من شینہ و تاء کم التدویر من دائرۃ نونہ فاراکم تقویۃ الایمان فی تفویت ایمانکم ؛ ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب[1] وما اللہ بغافل عن کفرانکم ؛ فلا و رب محمد لا تؤمنون[2] حتی یکون احب الیکم من والدکم وولدکم والناس اجمعین والروح الذی بین جسمانکم ؛ صلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علیہ واٰلہ الکرام وصحبہ العظام وخادمی سنۃ القیام برد زیغکم وطغیانکم ؛ ورزقنا حبہ الصادق فی غایۃ الاعظام وادامۃ ذکرہ الی یوم القیام، وان کان فیہ رغم انوفکم واسخان اعیانکم ؛ اٰمین یا ارحم الراحمین ؛ والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰینا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین ؛

---

[1] قال اللہ تعالٰی :

استحوذ علیھم الشیطن فانساھم ذکر اللہ اولٰئک حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون[2]

غالب آگیا اُن پر شیطان، سو بُھلا دی اُن کو خدا کی یاد، وہ شیطان کے گروہ ہیں، سُن لو شیطان ہی کے گروہ نقصان میں ہیں۔

علمائے مدینہ طیبہ نے وہابیہ کے حق میں یہی آیت لکھی اور خود حدیث بخاری سے ان کا قرن الشیطان ہونا ثابت ہے ۱۲ منہ

[2] صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد و سنن نسائی و ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[3]

تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور سارے جہان سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اللھم بحبہ لک وحبک اجعل حبہ الینا من حب الظمآن للماء البارد ومن احبنا انفسنا یا ارحم الراحمین، اٰمین ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹ — [2] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلے اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶

صحیح مسلم 〃 باب وجوب محبۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ 〃 〃 ۱/ ۴۹

(۱۰) کفریاتِ وہابیہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

کفریہ ۱۱ تا ۱۹: اسی قول میں صاف بتایا کہ جن چیزوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی مدح کی جاتی ہے وہ سب باتیں اللہ عزوجل کے لئے ہوسکتی ہیں ورنہ تعریف نہ ہوتی، تو اللہ تعالےٰ کے لئے سونا، اونگھنا، بھکنا، بھولنا، جورو، بیٹا، بندوں سے ڈرنا، کسی کو اپنی بادشاہی کا شریک کرلینا، ذلت وخواری کے باعث دوسرے کو اپنا بازو بنانا وغیرہ سب کچھ روا ٹھہرا کہ ان سب باتوں کی نفی سے اللہ تعالےٰ کی مدح کی جاتی ہے **آیت** لا تاخذہٗ سنۃ و لا نوم[1] نہ اُسے اُونگھ آتی ہے نہ نیند — **آیت** لا یضل ربّی و لا ینسٰی[2] نہ میرا رب بھکے نہ بھُولے۔ **آیت** ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا[3] اللہ نے نہ کسی کو اپنی جورو بنایا نہ بیٹا۔ **آیت** ولا یخاف عقبٰھا[4] اللہ کو ثمود کا پیچھا کرنے کا خوف نہیں۔ **آیت** لم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل[5] نہ کوئی بادشاہی میں اس کا ساجھی، نہ کوئی دباؤ کے سبب اس کا حمایتی — یہ سب صریح کفر ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۱۸۳، ۱۸۴)

(۱۱) مزید فرمایا:

کفریہ ۲۳: تقویۃ الایمان ص ۱۴:

"جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لاتے ہیں کہ اللہ کو مانئے اس کے سوا کسی کو نہ مانئے"۔[6]

ص ۱۶ و ۱۷:

"اللہ صاحب نے فرمایا: کسی کو میرے سوا نہ مانیو"۔[7]

ص ۱۸:

"اللہ کے سوا کسی کو نہ مان"۔[8]

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۵ — [2] القرآن الکریم ۲۰/ ۵۲

[3] 〃 ۷۲/ ۳ — [4] 〃 ۹۱/ ۱۵

[5] 〃 ۱۷/ ۱۱۱

[6] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۰

[7] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۲

[8] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۲

ص ۷ :

"اوروں کو ماننا محض خبط ہے [۱]"

یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہا تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا اور اُس کا افتراء اللہ تعالے اور اس کے رسولوں پر رکھ دیا، یہ کفر یہ بھی صد ہا کفریات کا مجموعہ ہے ، مسلمانوں کے مذہب میں جس طرح اللہ عزوجل کا ماننا ضرور ہے یُونہی ان سب کا ماننا جزءِ ایمان ہے ان میں جسے نہ مانے گا کافر ہے - ہر اُردو زبان والا جانتا ہے کہ ماننا تسلیم و قبول و اعتقاد کو کہتے ہیں ولہذا اہلِ زبان ایمان کا ترجمہ "ماننا" اور کفر کا ترجمہ "نہ ماننا" کرتے ہیں۔

آیت (بقرۃ) : ءانذرتہم ام لم تنذرھم لا یومنون [۲]

موضح القرآن ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب : تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وَے نہ مانیں گے۔ [۳]

آیت (یٰسٓ) : لقد حق القول علیٰ اکثرھم فھم لا یؤمنون [۴]

موضح القرآن : ثابت ہوچکی بات اُن بہتوں پر سو وَے نہ مانیں گے [۵]

آیت (نساء) : یؤمنون بما انزل الیك [۶]

موضح القرآن : سو مانتے ہیں جو اُترا تجھ پر۔ [۷]

آیت (اعراف) : وقطعنا دابر الذین کذبوا بایٰتنا وما کانوا مؤمنین۔ [۸]

موضح القرآن : اور پچھاڑی کاٹی اُن کی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتیں اور نہ تھے ماننے والے۔ [۹]

---

۱ تقویۃ الایمان پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵

۲ القرآن الکریم ۲ / ۶

۳ موضح القرآن ترجمہ شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۴

۴ القرآن الکریم ۳۶ / ۷

۵ موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۵۳۰

۶ القرآن الکریم ۴ / ۱۶۲

۷ موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۲۶

۸ القرآن الکریم ۷ / ۷۲

۹ موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۹۳

۹۷

آیت (انعام) : واذا جاءك الذين يؤمنون بايٰتنا فقل سلٰم عليكم[1]

موضح القرآن : اور جب آویں تیرے پاس ہماری آیتیں ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر[2]

آیت (بقرۃ) : اٰمن الرسول بما انزل اليه من ربه والمؤمنون كل اٰمن باللّٰه وملٰئكته وكتبه ورسله[3]

موضح القرآن : مانا رسول نے جو کچھ اُترا اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور کتابوں کو اور رسولوں کو[4]

دیکھو اللہ تعالےٰ تو یہ فرماتا ہے کہ ایمان والوں نے اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں سب کو مانا، یہ شخص کہتا ہے اللہ نے فرمایا میرے سوا کسی کو نہ مانو۔

آیت (اعراف) : قال الذين استكبروا انّا بالذى اٰمنتم به كٰفرون[5]

موضح القرآن ، کہنے لگے بڑائی والے جو تم نے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے[6]

تو اقوال مذکورہ کے صاف یہ معنٰی ہوئے کہ اللہ تعالٰی کے سوا انبیاء ملائکہ کسی پر ایمان نہ لائے سب کے

ع اگر اس کے کلام کے کچھ نئے معنے اپنے جی سے گھڑیئے بھی تو اوّلاً تو صریح لفظ میں تاویل کیا معنی، شفاء شریف صفحہ ۳۲۲ : والتاويل فى لفظ صراح لا يقبل[7] صریح لفظ میں تاویل کا دعوٰی مقبول نہیں۔ ثانیاً وہ آپ سب تاویلوں کا دروازہ بند کر چکا تو اس کے کلام میں بناوٹ نہ رہی گھڑت ہے جو اسے خود قبول نہیں۔ تقویۃ الایمان ص ۸۵ : "یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولئے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لیجئے، معمّا اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں، کوئی شخص اپنے باپ یا بادشاہ سے جگت نہیں بولتا اس کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ۔"[8]

یہ نفیس فائدہ ہر جگہ ملحوظِ خاطر رہے کہ اکثر حرکاتِ مذبوحی کا جواب شافی ہے ۱۲ سل السیوف

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۵۴

[2] موضح القرآن ترجمہ تفسیر شاہ عبد القادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۶۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

[4] موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبد القادر تاج کمپنی لاہور ص ۶۱

[5] القرآن الکریم ۷/ ۷۶

[6] موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبد القادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۹۴

[7] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع الباب الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۳۵

[8] تقویۃ الایمان الفصل الخامس علیمی کتب خانہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۹

ساتھ کفر کرے اس سے بڑھ کر اور کفر کیا ہوگا۔ لطف یہ ہے کہ اسی تقویۃ الایمان کے دوسرے حصے تذکیر الاخوان مترجمہ سلطان خاں مطبع فاروقی ص ۳۰۷ میں ہے:

"اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے جو اُن کو نہ مانے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔"[1]

سبحان اللہ! دوسرے حصے والا کہتا ہے جو صحابہ کو نہ مانے وہ بدعتی جہنمی، پہلے والا کہتا ہے صحابہ تو صحابہ جو انبیاء کو مانے وہ مشرک دوزخی، کفی اللہ المؤمنین القتال (مومنوں کو اللہ تعالٰی کافی ہے لڑائی میں۔ ت) (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۵ ص ۱۸۷ تا ۱۸۹)

(۱۲) مزید فرمایا:

زیادت جلیلہ: سبحان اللہ! رب العالمین جل مجدہ ان کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرمائے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولکن لا تشعرون[2]

جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمھیں خبر نہیں۔

اور فرمائے:

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ط بل احیاء عند ربھم یرزقون o فرحین[3]

خبردار، شہیدوں کو مُردہ نہ جانیو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں شاد شاد۔

اور ایک سفیہ مغرور محبوبانِ خدا سے نفور خود حضور پرنور اکرم المحبوبین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی نسبت وہ ناپاک لفظ کہے اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں، قیامت میں ان شاء اللہ تعالٰی مرکر مٹی میں ملنے کا مزہ الگ کھلے گا اور یہ جدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ ہیں اس ناپاک معنی کی بُو تھی جو تُو نے "یعنی" کہہ کر محبوبِ اعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء کردیا۔ حضور پر افترا خدا پر افتراء ہے اور خدا پر

---

[1] تذکیر الاخوان حصہ دوم تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر الصحابہ علیمی کتب خانہ لاہور ص ۱۰۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۴

[3] ؍ ؍ ۳/ ۱۶۹ و ۱۷۰

افترا، جہنم کی راہ کا برا سرا۔

انّ الّذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۵ متاع قلیل ولھم عذاب الیم۔[1]

بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۹۷، ۱۹۸)

(۱۳) مزید فرمایا:

کفریہ ۲۸ و ۲۹: یہ کفریہ اٹھائیس سب سے بدتر خبیث۔ صراطِ نامستقیم ص ۹۵:

بمقتضائے ظلمتٌ بعضہا فوق بعض از وسوسۂ زنا خیالِ مجامعت زوجۂ خود بہتر ست و صرفِ ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورتِ گاؤ خرِ خود ست کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان مے چسپید بخیال خیال و خر کہ نہ آں قدر چسپیدگی میبود و نہ تعظیم، بلکہ مہان و محقر میبود و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود مے شود بشرک میکشد۔[2]

ظلماتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (اندھیرے ہیں جو درجے میں بعض سے بعض اوپر ہیں) کی بنا پر زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی سے مجامعت کا خیال بہتر ہے اور اپنی ہمت کو شیخ اور ان جیسے معظم لوگوں خواہ جناب رسالتمآب (صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم) ہی ہوں کی طرف مبذول کرنا اپنے گائے اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے کئی گنا بدتر ہے کیونکہ ان کا خیال تعظیم اور اجلال کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائی میں چپک جاتا ہے بخلاف گدھے اور گائے کے خیال میں نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ ہی تعظیم بلکہ ان کا خیال بے تعظیم اور حقیر ہوتا ہے اور یہ غیر کی تعظیم و اجلال نماز میں ملحوظ و مقصود ہو تو شرک کی طرف کھینچ لیتی ہے۔

مسلمانو، مسلمانو! خدا را ان ناپاک ملعون شیطانی کلموں کو غور کرو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی برا ہے اپنے بیل یا گدھے کے تصور میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے، ہاں واقعی رنڈی نے تو دل نہ دکھایا گدھے نے تو کوئی اندرونی صدمہ نہ پہنچایا، نیچا تو

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶، ۱۱۷

[2] صراطِ مستقیم ہدایت ثانیہ در ذکر مخلات عبادات الخ افادہ ۱ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۸۶

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دکھایا کہ قرآن عظیم میں وخاتم النبیین پڑھ کر تازی نبوتوں کا دربار جلایا، اُن کا خیال آنا کیوں نہ قہر ہو، ان کی طرف سے دل میں کیوں نہ زہر ہو!

مسلمانو! للہ انصاف، کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان وقلم سے نکلنے کا ہے! حاش للہ! پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابیں دیکھو جو انھوں نے بزعم خود اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں، شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ ایسے کھلے ناپاک لفظ تمھارے پیارے نبی تمھارے سچے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت لکھے ہوں کہ انھیں مواخذۂ دنیا کا اندیشہ ہے، مگر اس مدعیِ اسلام بلکہ مدعیِ امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس جگرے سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک صریح سَب ودشنام کے لفظ لکھ دئے اور روزِ آخر اللہ عزیز غالب قہار کے غضبِ عظیم وعذابِ الیم کا اصلاً اندیشہ نہ کیا۔

مسلمانو! کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہوکر ان سے انھیں ایذا نہ پہنچی، ہاں ہاں، واللہ واللہ انھیں اطلاع ہوئی، واللہ واللہ انھیں ایذا پہنچی، واللہ واللہ جو انھیں ایذا دے اس پر دنیا وآخرت میں اللہ جبّار وقہار کی لعنت، اس کے لئے سختی کا عذاب شدّت کی عقوبت۔

آیت: ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[1]

بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو، ان پر اللہ نے لعنت فرمائی دنیا و آخرت میں، اور ان کے لئے بنا رکھا ہے ذلّت والا عذاب۔

آیت: والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[2]

جو ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو اُن کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

عہ اور ان کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر جس کی مبارک مقدس منور تفصیل شفا شریف اور اس کی شرح میں ہے ۱۲ سل السیوف

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[2] ؍؍ ؍؍ ۹/ ۶۱

مسلمانو! پھر ان مقتدیوں کا ایمان دیکھئے، ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر اسلام کے کان میں انگلیاں دے کر یہ کچھ دیکھتے یہ کچھ سنتے ہیں اور پھر وہ ویسا ہی امام کا امام، یہ اس کے چیلے بیدام کے غلام۔ سبحان اللہ! یہ حرکات اور اسلام کا نام۔ مسلمان وہ ہیں جنھیں قرآن عظیم فرماتا ہے:

آیت: لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولٰئك کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ[۱]

تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو مانتے ہیں اللہ اور پچھلے دن کو کہ محبت رکھیں اس سے جس نے ضد باندھی اللہ اور اس کے رسول سے اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ لوگ ہیں کہ نقش کر دیا اللہ نے اُن کے دلوں میں ایمان اور مدد فرمائی ان کی اپنی روح کی طرف سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۰۰ تا ۲۰۲)

(۱۴) مزید فرمایا:

مسلمانو! ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھنا ہمارے نزدیک امام و منفرد پر واجب، اور ان غیر مقلد وہابیوں کے یہاں سب پر فرض ہے، ان سے کہو اس میں سے صراط الذین انعمت علیھم[۲] نکال ڈالیں یعنی راہ اُن کی جن پر تو نے انعام کیا، جانتے ہو وہ کون ہیں؟ ہاں قرآن سے پوچھو وہ کون ہیں:

اولٰئك مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصٰلحین[۳]

جن پر خدا نے انعام کیا وہ انبیاء اور صدیق اور شہداء اور نیک لوگ ہیں۔

جب صراط الذین انعمت علیھم[۴] پڑھ کر ان کی راہ مانگی جائے گی ضرور عظمت کے ساتھ اُن کا خیال آئے گا اور وہ اس کے نزدیک شرک ہے تو الحمد میں سے اس شرک کے دور کرنے کی کوشش کریں صرف غیر المغضوب علیھم ولا الضالین[۵] رکھیں کہ انبیاء

۱؎ القرآن الکریم ۵۸ / ۲۲
۲؎ القرآن الکریم ۱ / ۶
۳؎ 〃 ۴ / ۶۹
۴؎ 〃 ۱ / ۶
۵؎ 〃 ۱ / ۷

وصدیقین کی جگہ نمازیں یہود ونصارٰی کی یادگاری رہے، بلکہ اھدنا الصراط المستقیم[1] بھی رکھنے کے قابل نہیں کہ حدیث میں اس سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما مراد لئے گئے ہیں۔ فتح الخبیر شاہ ولی اللہ دہلوی مطبوع مصر ۹۵ھ ص ۳ :

الصراط المستقیم کتاب اللہ وقیل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصاحباہ۔[2]

الصراط المستقیم سے مراد قرآن ہے اور بعض نے کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ابوبکر صدّیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما مراد ہیں۔ ت

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۰۸، ۲۰۹)

(۱۵) مزید فرمایا:

کفریہ ۳۰: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

تلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العالمون[3]

ہم یہ کہاوتیں بیان کرتے ہیں لوگوں کے لئے اور ان کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو۔

یہ شخص غیر مقلدی اور دین الٰہی میں ہرگونہ آزادی کا پھاٹک کھولنے کے لئے کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے قرآن سمجھنے کو علم ہرگز درکار نہیں۔ تقویۃ الایمان ص ۳ :

"عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہیے، سو یہ بات بہت غلط ہے[3] اھ ملخصاً۔"

لُطف یہ کہ اپنے اس گھڑے مطلب پر دلیل لایا آیۂ کریمہ:

ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ[4]

---

[1] فتح الخبیر مع الفوز الکبیر الباب الخامس تکملہ الفوز الکبیر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۸۷

[2] القرآن الکریم ۲۹/ ۴۳

[3] تقویۃ الایمان مقدمۂ کتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲

[4] القرآن الکریم ۶۲/ ۲

سے، اور خود ہی اس کا ترجمہ کیا کہ:

"وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے کھڑا کیا نادانوں میں ایک رسول ان میں سے کہ پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے اُن کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور عقل کی باتیں۔"[۱]

کیوں حضرت! جب قرآن کے سمجھنے کو علم درکار نہیں ہر جاہل نادان سمجھ سکتا ہے تو نبی کے سکھانے کی کیا حاجت تھی۔ سبحان اللہ! ردوا سدوا تو خود سمجھ لیں اور صحابہ کرام سکھانے کے محتاج۔

کفریہ ۳۱ و ۳۲: تقویۃ الایمان ص ۱۰:

"روزی کی کشائش اور تنگی کرنی، اور تندرست اور بیمار کر دینا، اقبال و ادبار دینا، حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے، پھر خواہ یُوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت اُن کو خود بخود ہے خواہ یُوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے"[۲] اھ ملخصاً

کاش! یہ ظالم صرف اس قدر کہتا کہ جو کسی کو قادر بالذات و متصرف بالاستقلال سمجھے مشرک ہے تو بیشک حق تھا مگر یوں مطلب کیا نکلتا کہ یہ معنی تو کسی کی نسبت کسی مسلمان کے خیال میں ہرگز نہیں تو تمام مسلمانوں کو مشرک کیونکر بنایا جاتا اور وہ کیونکر صادق آتا کہ ص ۵:

"شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب۔"[۳]

صفحہ ۴۵:

"سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہوا"[۴] کہ تمام دنیا میں کوئی مسلمان نہ رہا لہٰذا یہ عام جبروتی حکم لگایا کہ "پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں کہ اللہ نے انکو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔"[۵]

۱؎ تقویۃ الایمان	مقدمۂ کتاب	مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور					ص ۳
۲؎ "	پہلا باب	"	"	"	"	"	ص ۷
۳؎ "	"	"	"	"	"	"	ص ۴
۴؎ "	الفصل الرابع	"	"	"	"	"	ص ۳۰
۵؎	پہلا باب	"	"	"	"	"	ص ۷

اب غور کیجئے کہ اس ناپاک وملعون قول پر انبیاء و ملائکہ سے لے کر اللہ و رسول تک اور اس کے پیشواؤں سے لے کر خود اس ظلوم وجہول تک کوئی بھی حکم شرک سے نہ بچا۔

آیت: اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ[1]

انھیں دولتمند کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔

آیت: وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی[2]

اے عیسٰی! تو تندرست کرتا ہے مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے۔

یہ معاذ اللہ قرآن عظیم کے شرک ہیں اور "میرے حکم سے" کا لفظ بڑھا دینا شرک سے نجات نہ دے گا کہ تندرست کر دینے کی قدرت اللہ ہی کے حکم سے سمجھے جب بھی تو اس شرک پسند کے نزدیک شرک ہے۔

کفریہ ۳۳: آیت: ابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ[3]

(عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہوں اور میں مُردے جِلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

یہ معاذ اللہ عیسٰی مسیح کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرک ہوا۔

کفریہ ۳۴ تا ۳۸: واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس[4]

اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا آدم کو سجدہ کرو، سب سجدے میں گرے سوا ابلیس کے۔

آیت: ورفع ابویہ علی العرش وخرّوا لہٗ سُجّدا[5]

یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بلند کیا اور وُہ سب یوسف کے لئے سجدے میں گرے۔

یہ (خاک بدہن گستاخان) اللہ تعالٰی اور ملائکہ و آدم و یعقوب و یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کا شرک ہوا، اللہ نے حکم دیا، ملائکہ نے سجدہ کیا، آدم راضی ہوئے، یعقوب ساجد، یوسف رضامند۔

تقویۃ الایمان ص ۱۱:

"جو کوئی کسی پیغمبر کو سجدہ کرے اس پر شرکت ثابت ہے، خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے

---

[1] القرآن الکریم ۹/۷۴
[2] القرآن الکریم ۵/۱۱۰
[3] " ۳/۴۹
[4] " ۲/۳۴
[5] " ۱۲/۱۰۰

لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ اُن کی اِس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ہے[1]" اھ ملخصاً۔

صفحہ ۸:

"شرک جیسے سجدہ کرنا گو کہ پھر اس کو اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اُسی کا مخلوق اور بندہ، اور اس بات میں انبیاء، اور شیطان اور بھوت میں کچھ فرق نہیں[2]" اھ ملخصاً

یوں تو اِس گمراہ کا اُستادِ شفیق شیطان لعین ہی اچھا رہا کہ خود کو بہتر فرمایا کیا مگر وہ شرک کے پاس نہ گیا اور یہاں نسخ کا جھگڑا پیش کرنا محض جہالت، شرک کسی شریعت میں حلال نہیں ہوسکتا، کبھی ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ شرک کا حکم دے اگرچہ اُسے پھر کبھی منسوخ بھی فرما دے۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۱۱ تا ۲۱۴)

(۱۶) مزید فرمایا:

کفریہ چہارم: تقویۃ الایمان ص ۱۴:

"جتنے پیغمبر آئے وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔"[3]

ص ۱۶ و ۱۷:

"اللہ صاحب نے فرمایا میرے سوا کسی کو نمانیو۔"[4]

ص ۱۸:

"اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔"[5]

ص ۷:

"اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔"[6]

مسلمانوں کے مذہب میں جس طرح اللہ عزوجل کا ماننا رکنِ ایمان ہے یونہی اس کے انبیاء، ملائکہ، کتابوں، جنت، نار وغیرہا ایمانیات کا ماننا ان میں سے ہے جسے نہ مانے گا کافر ہوگا۔ ماننا

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۸

[2] " " " " " " ص ۹

[3] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۰

[4] و [5] " " " " " " " " " ص ۱۲

[6] " " مقدمۃ کتاب " " " " ص ۵

ترجمہ ایمان کا ہے اور نہ ماننا کفر کا، تو یہ صراحۃً انبیاء وغیرہم کے ساتھ کفر کا حکم ہوا کہ خود کفر ہے اور اللہ و رسول پر اس کے حکم کا افتراء دُوسرا کفر۔

آیتِ بقرۃ :

ءانذرتھم ام لم تنذرھم لایؤمنون[۱]

موضح القرآن : تُو ڈراوے یا نہ ڈراوے وُے نہ مانیں گے۔[۲]

آیتِ اعراف :

قال الذین استکبروا انا بالذی امنتم بہ کفرون[۳]

موضح القرآن : کہنے لگے بڑائی والے جو تم نے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے۔[۴]

آیت آخر بقرۃ :

اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ[۵]

موضح القرآن : مانا رسول نے جو کچھ اُترا اُس کو اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے سب مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور کتابوں کو اور رسولوں کو۔[۶]

دیکھو اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے کہ ایمان والوں نے اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، نبیوں سب کو مانا۔ یہ کہتا ہے "اللہ نے فرمایا میرے سوا کسی کو نہ مانیو"۔ اگر اس کے کلام کے کچھ نئے معنے اپنے جی سے گھڑ لیے بھی تو اوّل تو صریح لفظ میں تاویل کیا معنی!

شفاء شریف ص ۳۲۳ :

ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل[۷] صریح لفظ میں تاویل کا دعوٰی مقبول نہیں۔

۱؎ القرآن الکریم ۲/۶

۲؎ موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبد القادر تاج کمپنی لاہور ص ۴

۳؎ القرآن الکریم ۷/۷۶

۴؎ موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبد القادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۹۴

۵؎ القرآن الکریم ۲/۲۸۵

۶؎ موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبد القادر تاج کمپنی لاہور ص ۶۱

۷؎ الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۳۵

ثانیاً وہ آپ سب تاویلوں کا دروازہ بند کرچکا تو اس کے کلام میں بناوٹ نری گھڑت ہے جو اسے خود قبول نہیں ۔ تقویۃ الایمان ص ۸۵ :

"یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولئے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لیجئے، معمّا اور پہیلی بولنے کی اور جگہ ہیں، کوئی شخص اپنے باپ یا بادشاہ سے جُگت نہیں بولتا، اس کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ ۔"[1]

یہ نفیس فائدہ ہے ہر جگہ ملحوظ خاطر رہے کہ اکثر حرکاتِ مذبوحی کا جواب شافی رہے ۔

تذکیر الاخوان حصّہ دوم تقویۃ الایمان مترجمہ سلطان خان مطبع فاروقی ص ۴۷ :

"اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے جو اُن کو نہ مانے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے ۔"[2]

سبحٰن اللہ ! دوسرے حصّے والا کہتا ہے جو صحابہ کو نہ مانے وہ بدعتی جہنّمی، پہلے والا کہتا ہے صحابہ تو صحابہ جو انبیا کو مانے وہ بھی کافر دوزخی، کفی اللہ المؤمنین القتال[3] (اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت فرمادی ۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۴۵، ۲۴۶)

(۱۷) کافر و منافق اور گستاخِ اولیاء کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا :

اسلام کی کوئی خدمت اسے سپرد کردینا جس میں وہ مسلمانوں کا رازدار یا بعض مسلمانوں کا سردار بنے سخت حرام ہے ۔

قال اللہ تعالٰی یٰایہا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے ایمان والو ! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ ۔

ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب ایک کافر کو اپنا محرر بنانا چاہا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں فرمان بھیجا :

لا اکرمھم اذ اھانھم اللہ ولا اعزھم اذ اذلھم اللہ ولا ادنیھم اذ ابعدھم

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۳۹

[2] تذکیر الاخوان حصہ دوم تقویۃ الایمان الفصل الرابع " " " " " ص ۱۰۵

[3] القرآن الکریم ۳۳ / ۲۵

[4] " " ۳ / ۱۱۸

اللہ[1] وفی اخرٰی لیس لنا ان نأتمنهم وقد خونهم الله ولا ان نرفعهم و قد وضعهم الله[2]

میں کافر کو گرامی نہ کروں گا جبکہ انھیں اللہ نے خوار کیا، نہ انھیں عزت دوں گا جبکہ انھیں اللہ نے ذلیل کیا، نہ اُنھیں قُرب دُوں گا جبکہ انھیں اللہ نے دُور کیا۔ دُوسری روایت میں ہے ہمیں روا نہیں کہ کافروں کو امین بنائیں حالانکہ اللہ تعالٰی انھیں خائن بتاتا ہے، یا ہم انھیں رفعت دیں حالانکہ اللہ سُبحانہٗ وتعالٰی نے انھیں پستی دی۔

درمختار میں ہے:

یمنع من استکتاب و مباشرة یکون بها معظما عند المسلمین[3]۔

اسے کتابت اور ایسے کام سے روک دیا جائے گا جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے ہاں معظم ٹھہرے۔ (ت)

اس کی تائید واعانت حرام ہے،

قال الله تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[4]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور حد سے بڑھنے پر مدد نہ دو۔

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینه وهو یعلم انه ظالم فقد خلع من عنقه ربقة الاسلام[5]

---

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۵/ ۵۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۳

[2] الجامع لاحکام القرآن تحت الآیۃ ۳/ ۱۱۸ حدیث ۱۷۸۰ دارالکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۷۵

[3] درمختار باب فصل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۲

[4] القرآن الکریم ۵/ ۲

[5] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/ ۲۲۷
شعب الایمان " ۷۶۷۵ دار الکتب العلمیہ " ۶/ ۱۲۲
کنز العمال " ۱۹۵۵ء موسسۃ الرسالہ " ۶/ ۸۵
الفردوس بماثور الخطاب " ۵۷۰۹ دار الکتب العلمیہ " ۳/ ۵۴۷

جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اسے مدد دینے چلے بیشک اس نے اسلام کی رسّی اپنی گردن سے نکال دی۔

اس سے راہ و رسم، میل وجول رکھنا حرام ہے،

قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایّاکم و ایّاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم[۲]

ان سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وُہ تم کو گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اس کا اخبار بطور پسند خریدنا ہرگز جائز نہیں جب کہ وہ ایسی ناپاک و مخالفِ دین باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذ ھا ھزوا اولٰئك لھم عذاب مھین"[۳]

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے: کچھ لوگ لغو باتیں خریدتے ہیں کہ ان کے سبب براہِ جہالت خدا کی راہ سے بہکا دیں اور اسے ہنسی بنالیں ان کے لئے ہے ذلت دینے والا عذاب۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۶۱، ۲۶۲)

(۱۸) خلافتِ اسلامیہ کی تباہی پر خوش ہونے والے اور قاتلانِ مسلمین کی تحسین کرنے والے شخص کی امامت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر یہ باتیں واقعی ہیں کہ وُہ معاذ اللہ شکستِ اسلام پر مسرّت کرتا ہے اور قاتلانِ مسلمین کی تحسین، تو اس کی قابلیتِ امامت درکنار اس کے اسلام ہی میں کلام ہے، باقی وہ ناجائز طریقے جو مدعیانِ حمایت نے نکال رکھے ہیں اور جس میں مشرکین سے محبت و وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد

---

[۱] القرآن الکریم ۶/۶۸

[۲] صحیح مسلم باب نہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[۳] القرآن الکریم ۳۱/۶

برت رہے ہیں وہ سب مخالفِ قرآن ہیں، مسلمانوں کو ان سے جُدائی فرض ہے،

قال اللہ تعالیٰ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولوکانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم نہ پاؤ گے انھیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ و قیامت پر کہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے دوستی کریں اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں۔

اور فرماتا ہے؛

ولوکانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء[2]

اور اگر انھیں اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں کو اپنا دوست یا مددگار نہ بناتے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۶۴)

(۱۹) غلام معین الدین نامی شخص اپنے نام سے لفظ غلام کو بالالتزام حذف کرتا ہے اس کے بارے میں فرمایا؛

اپنے نام سے لفظ غلام کا حذف اگر اس بنا پر ہے کہ حضور خواجۂ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کا غلام بننے سے انکار و استکبار رکھتا ہے تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیث مذکورہ عدو اللہ ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم،

قال اللہ تعالیٰ "الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین"[3]

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے؛ کیا نہیں جہنّم میں ٹھکانا متکبرین کا۔(ت)

اور اگر بربنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین و غلام معین الدین کو شرک جانتا ہے تو وہابیہ خود زندیق، بے دین، کفار و مرتدین ہیں وللکفرین عذاب مھین[4] (اور کفّار کے لئے رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۶۶)

(۲۰) آیتِ کریمہ یایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ الخ کے بارے میں سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲۲
[2] القرآن الکریم ۵/۸۱
[3] 〃 ۳۹/۶۰
[4] 〃 ۵۸/۵

ضمیر منکم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پھرنی کچھ ضرور نہیں، التفات بھی ہو سکتا ہے، اور پھرے بھی تو حرج نہیں، بعض کہ اس وقت الذین اٰمنوا اور بظاہر صحابہ میں داخل تھے معاذ اللہ بعد کو مرتد ہو گئے جن سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قتال فرمایا جس کا ذکر اس آیۂ کریمہ میں ہے:

یٰایہا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکٰفرین یجٰھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ط ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ط واللہ واسع علیم[1]

اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وُہ اسے پیارے اور اللہ انھیں پیارا، مسلمانوں پر نرم دل، کافروں پر سخت، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، اور کسی کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ اور اللہ وُسعت والا جاننے والا ہے۔

یہاں بھی یاایہا الذین اٰمنوا سے خطاب فرمایا اور اُنھیں میں سے بعض معاذ اللہ مرتد ہوئے، اور وہ اللہ کے پیارے صدیق اکبر اور ان کے پیرو ہوئے۔ زید کا یہ کہنا کہ خطابِ الٰہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے اور ہم بالتبع داخل ہیں بہت صحیح ہے، اور واقعی قرآن کریم کفار سے زجر کے سوا خطاب کم فرماتا ہے، غالباً اپنے حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ ان سے یُوں فرمادو:

قُل یٰایہا الکٰفرون[2]، قل یا ھل الکتٰب[3]، قُل یٰایہا الذین ھادوا[4]، قُل للذین کفروا[5] وغیر ذٰلک۔

پھر بھی بعض جگہ سوائے زجر بھی قرآنِ عظیم نے بنفسِ نفیس ان سے خطاب فرمایا ہے۔

قال تعالٰی یٰایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ واٰمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ و یجعل لکم نورا تمشون بہ و یغفر لکم ط واللہ غفور رحیم[6]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے وہ لوگو جو موسٰے و عیسٰے پر ایمان کا نام لیتے ہو یعنی یہود و

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۴
[2] القرآن الکریم ۱۰۹/ ۱
[3] " ۳/ ۹۸
[4] " ۶۲/ ۶
[5] " ۳/ ۱۲
[6] " ۵۷/ ۲۸

نصاریٰ! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تمھیں اپنی رحمت کا دوہرا حصّہ دے گا اور تمھارے لئے نور کردے گا جس سے صراط پر چلو اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

معالم شریف میں ہے :

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ، الخطاب لاھل الکتابین من الیھود والنصارٰی یقول یاایھا الذین اٰمنوا بموسٰی وعیسٰی اتقوا اللہ فی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

اے اہلِ ایمان! اللہ کا تقوٰی اختیار کرو، یہ خطاب یہود ونصارٰی اہلِ کتاب کو ہے۔ فرمایا: اے وہ لوگو جو موسٰی وعیسٰے پر ایمان لائے! تمھیں حضرت محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں ڈرنا چاہئے۔ (ت)

زید نے جو کچھ مدح صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کہا سب حق ہے اور سچی محبت صحابہ سے ناشی ہے اور وہ لفظ احسان کہ اس کی زبان سے نکلا اس کی توجیہ نہایت صاف وآسان ہے، قرآن مصحف کریم کو بھی کہتے ہیں، اس قرآن مجید کا ہدیہ کیا ہے، فلاں نے قرآن عظیم فلاں کو ہبہ کیا، یا فلاں مسجد پر وقف کیا، یا قرآن کریم کی جلد بندھواؤ، یا چولی چڑھادو، یا غلاف سی دو۔ ان تمام محاورات میں قرآن سے مصحف ہی مراد ہے، اور بلاشبہہ یہ محاورۂ عام شائع متعارف ہے اور مصحف یعنی یہ اوراق اور ان پر یہ نقوش بنائی روشنائی ضرور حادث وجنس مخلوق ہے، اور اجلّہ صحابہ کا اس سے افضل ہونا ممکن نہ ہو یہ کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ جب جنگِ صفین میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کے حضور قرآنِ عظیم بلند کیا گیا، فرمایا :

هذا مصحف صامت وانا مصحف ناطق[2]

یہ خاموش قرآن ہے اور میں قرآن ناطق ہوں۔

اگر قرآن سے زید کی یہی مراد تھی تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اس کا وہ بیان کہ میں قرآن کو ایسا جانتا ہوں استدراک ودفعِ وہم ہوگا، یعنی قرآن حقیقی کی نسبت تو میرا یہ اعتقاد ہے جو حرف بحرف ہے، مگر

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۵۷/ ۲۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۷۵

[2]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اکرم الاکرمین کہنے کی اجازت نہیں، یہ نام پاک عرف میں رب العزت کے لئے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اکرم الاولین والآخرین ہیں، غرض زید کی نسبت حکمِ فتوٰی تو یہ تھا کہ اس کا کلام معنی صحیح رکھتا ہے، اور وہ کسی سخت الزام کا مورد نہیں، لیکن وہ اپنی نیت کو خوب جانتا ہے اور اس کا رب اس سے اعلم۔ اگر یہ کلمہ اس نے قرآن حقیقی قدیم ہی کی نسبت کہا ہو تو اس صورت میں ضرور حکم سخت ہوا، اس تقدیر پر تجدیدِ اسلام ہوگی پھر اس کے بعد تجدیدِ نکاح و بیعت وحج کے احکام، قرآن عظیم غنی عن العٰلمین ہے۔ وہ اس سے پاک و منزّہ ہے کہ تمام عالم میں کسی کا اس پر کچھ احسان ہو، اگر سارا جہاں کفر کرتا اس کی عظمت میں ذرّہ بھر فرق نہ آتا اور اگر سارا جہاں ایمان لے آئے اس کی عظمت میں ذرّہ بھر اضافہ نہ ہو کہ اس کی عظمت نا محدود ہے اور نا محدود پر اضافہ محال، بالجملہ یہ معاملہ زید اور اس کے رب میں ہے شرعًا اس پر کوئی الزام نہیں کہ صاف تاویل موجود ہے، ہاں حفظِ زبان کی احتیاط لازم، واللہ تعالےٰ اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ اص ۲۶۸ تا ۲۷۰)

(۲۱) فرعون کو مسلمان اور ترکِ موالات کو پانچ بنائے اسلام سے بڑھ کر ماننے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

اس کی دونوں باتیں کفر ہیں، فرعون بالاجماع و بنص قطعی قرآن کافر تھا،

قال اللہ تعالیٰ کذبت قبلھم قوم نوح و اصحاب الرس وثمود ○ وعاد وفرعون واخوان لوط ○ واصحاب الایکۃ وقوم تبع ط کل کذب الرسل فحق وعید[1]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: ان کافروں سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا نوح کی قوم اور رس والوں اور ثمود نے اور فرعون اور قومِ لوط نے اور ایکہ والوں اور تبّع کی قوم نے ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو تکذیبِ رسل پر ہم نے جو وعید فرمائی تھی ان سب پر ثابت ہوگئی۔

مسلمانوں کے ایمان کو اس کافر اکفر کے ایمان سے کم کہنا صریح کفر ہے، یہ کفر کو ایمان پر تفضیل دینا ہے، کافر میں ایمان کہاں اور وہ بھی مسلمانوں کے ایمان سے افضل، جس کا نام ان لوگوں نے ترکِ موالات رکھا ہے اول تو وہ ہرگز ترکِ موالات نہیں، مشرکوں سے صراحۃً موالات کر رہے ہیں بلکہ ان کے غلام بن رہے ہیں، ان میں جذب ہو چکے، ان میں فنا ہو رہے ہیں، مشرک کے پس رو ہوئے اسے

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۲ تا ۱۴

اپنا رہنما بنالیا، جو وہ کہتا ہے وہی مانتے ہیں، ان کے سب سے بڑے عالم مولوی عبدالباری فرنگی محلی نے صاف صاف ان باتوں کا اقرار کیا اور صراحۃً لکھ دیا کہ میں نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کردی، قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفّار سے موالات قطعاً حرام فرمائی، مجوس ہوں خواہ یہود ونصارٰی ہوں خواہ ہنود، اور سب سے بدتر مرتدانِ عنود، اور یہ مدعیان ترک موالات، مشرکین مرتدین سے یہ کچھ موالات برت رہے ہیں، پھر ترکِ موالات کا دعوٰی، اس کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی مشرک مہادیو کو پوجتا جائے اور کہے دیکھو شرک بہت بُری چیز ہے سوا خدا کے کسی کو نہ پُوجنا غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا، نصارٰی سے ترکِ معاملت جائز دنیویہ جس کا نام انھوں نے ترکِ موالات رکھا ہے اور اسے فرض بلکہ مدارِ ایمان بتاتے ہیں ہرگز شریعت نے اسے واجب نہ کیا، یہ ان کا شریعت پر افتراء اور ان کا بلکہ ان کے رہنما گاندھی کی اختراع ہے۔ ان سب امور کی تفصیل ہماری کتاب المحجۃ المؤتمنۃ میں ہے، اور بالفرضِ غلط اگر یہ واجب بھی ہوتی تو اسے اسلام کی پانچوں بناؤں سے بڑھ کر کہنا صریح کفر تھا، اللہ عزوجل کو ایک اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کا رسول برحق ماننے کے برابر بھی کوئی فرض نہیں ہوسکتا سب فرض اس کے نیچے ہیں اور اس کے سبب مقبول، یہ نہ ہو تو سب مردود۔

قال اللہ تعالٰی "وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباءً منثورا"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہُوئے ذرّے کردیا۔ (ت)

وقال تعالٰی "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین"[2]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔ (ت)

بالجملہ واعظ مذکور کے کفر میں کوئی شک نہیں اور اس کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسی گاندھی کے پیچھے، اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، اسے واعظ بنانا یا اس کا وعظ سُننا درکنار مسلمانوں کو اس سے میل جول، اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا، اس سے سلام کلام، اس کی موت وحیات میں کوئی معاملہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۵ /۲۳

[2] " ۳ /۸۵

اہلِ اسلام سب یکسر حرام، جب تک وہ اپنے کلماتِ ملعونہ سے توبہ کرکے اسلام نہ لائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۷۲ تا ۲۷۴)

(۲۲) وہابیہ کی عادت ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دے دیتے ہیں۔ اس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا؛

اب وہابیہ بولیں کس کس کو کافر کہیں گے، مگر ان کو اس پر تنبیہ بیکار، ان کے مذہب کی بناء ہی اس پر ہے کہ اللہ و رسول تک کو مشرک بتاتے ہیں، پھر اور کسی کی کیا گنتی، ان کے امام نے تقویت الایمان میں صاف لکھ دیا؛

"جو کہے اللہ و رسول نے دولتمند کر دیا وہ مشرک ہے"[1]۔

حالانکہ بعینہٖ یہی کلمہ خود اللہ عزوجل و سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن عظیم و حدیث صحیح میں فرمایا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وما نقموا الا ان اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور انھیں کیا بُرا لگا یہی نا کہ اللہ و رسول نے انھیں دولتمند کر دیا اپنے فضل سے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛

ماینقم ابن جمیل الا انہ ان کان فقیرا فاغناہ اللہ ورسولہ[3]۔

ابن جمیل کو کیا بُرا لگا آخر یہی کہ وہ محتاج تھا اللہ و رسول نے اس کو دولتمند کر دیا۔

مسلمان دیکھیں کہ وُہ بات جو اللہ جل جلالہ نے فرمائی اللہ کے رسول کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمائی وہابیہ کا امام منہ بھر کر کہہ رہا ہے کہ جو ایسا کرے مشرک ہے۔ پھر بھلا جس مذہب میں اللہ و رسول تک معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اس سے مسلمانوں کو کافر کہنے کی کیا شکایت!

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وسیعلم الذین ظلموا ای متقلب

---

[1] تقویۃ الایمان

[2] القرآن الکریم ۹/۷۴

[3] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب فی قول اللہ تعالیٰ وفی الرقاب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۸

ینقلبون[1]

اللہ تعالٰی عظیم کی توفیق وتوانائی کے بغیر نہ برائی سے پھرنے کی قوت اور نہ نیکی بجالانے کی طاقت۔ اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۹۰، ۲۹۱)

(۲۳) ایک سُنّی المذہب کا نعتیہ شعر ہے ؎

"پھر روضۂ حضرت کی زیارت کو چل اخلاص
پھر چھوڑ دے تُو بہرِ خدا حبِ وطن کو"

ایک شیعہ نے "حب الوطن من الایمان" کے حوالے سے اس پر اعتراض کیا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اسی طرح بکر سُنّی کے شعر مذکور پر اعتراض جہل فاضح یا عناد واضح ہے حب الوطن من الایمان[2] (وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ ت) نہ حدیث سے ثابت نہ ہرگز اس کے یہ معنی۔ امام بدرالدین زرکشی نے اپنی جزء اور امام شمس الدین محمد سخاوی نے مقاصدِ حسنہ اور امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے الدرر المنتثرۃ میں بالاتفاق اس روایت کو فرمایا: لم اقف علیہ[3] (میں اس سے آگاہ نہیں ہوسکا۔ ت) امام سخاوی نے اس کی اصل ایک اعرابی بدوی اور حکیمانِ ہند کے کلام میں بتائی کما یظھر بالرجوع الیہ (جیسا کہ اس کی طرف رجوع سے ظاہر ہے۔ ت)، اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اپنے ان بندوں کی کمال مدح فرمائی جو اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت میں اپنا وطن چھوڑ دیں یا رو دیار سے منہ موڑیں، اور ان کی سخت مذمت فرمائی جو حُبِّ وطن لئے بیٹھے رہے اور اللہ ورسول کی طرف مہاجر نہ ہوئے۔

قال اللہ تعالٰی ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنّا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولٰئک ماوٰھم جھنم وسآءت مصیرا ○ الا المستضعفین من الرجال والنساء

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[2] الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ حرف الحاء حدیث ۱۸۹ المکتب الاسلامی بیروت ص ۱۰۰
[3] المقاصد الحسنۃ للسخاوی حدیث ۳۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۰۹
الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ حرف الحاء حدیث ۱۸۹ المکتب الاسلامی بیروت ص ۱۰۰

والولدان لایستطیعون حیلۃ ولایھتدون سبیلا ۝ فاولئک عسی اللہ ان یعفو عنھم ط وکان اللہ عفواً غفورا ۝ ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ ط ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ ط وکان اللہ غفورا رحیما ۝[۱]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک ملائکہ جن کی جان نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کررہے تھے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے، کہتے ہیں ہم اس بستی میں کمزور دبائے ہوئے تھے، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین (مدینہ طیبہ) گنجائش والی نہ تھی کہ تم وطن چھوڑ کر اس میں جا رہتے ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی بُری پلٹنے کی جگہ، مگر کمزور اور عورتیں بچے جنھیں کچھ بنائے نہ بنی نہ راہ ملی قریب ہے کہ اللہ تعالٰی ان کو معاف فرمائے، اللہ تعالٰی معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے، اور جو اللہ کی راہ میں وطن چھوڑ کر اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا اپنے گھر سے نکلے پھر اسے موت آجائے اس کا اجر اللہ کے ذمۂ کرم پر ثابت ہولیا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جو مدینہ طیبہ کی حاضری پر حُبِّ وطن کو ترجیح دیں وہ ظالموں کی طرح ہیں اور جو حُبِّ وطن کو خاک بوسی آستان عرش نشان پر تصدق کریں وہ ان مقبولوں میں ہیں۔

قل کل یعمل علی شاکلتہ ط فربکم اعلم بمن ھو اھدی سبیلا۔[۲]

تم فرماؤ سب اپنے کینڈے (طریقے) پر کام کرتے ہیں تو تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ راہ پر ہے۔

وہ وطن جس کی محبت ایمان سے ہے وطن اصلی ہے جہاں سے آدمی آیا اور جہاں جانا ہے، دنیا تو مسافر خانہ ہے۔

کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل[۳]، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل[۴]، واللہ تعالٰی اعلم۔

دنیا میں اس طرح رہو جیسے اجنبی یا مسافر، اور ہمارے لئے اللہ تعالٰی کافی ہے اور وہی

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۹۷ تا ۱۰۰

[۲] " " ۱۷/ ۸۴

[۳] کنز العمال حدیث ۶۱۲۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۱۹۶

[۴] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۳

سب کا کارساز ہے، واللہ تعالٰے اعلم ۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۹۶، ۲۹۷)

(۲۴) ؎ شبِ وصل خدا نے نبی سے کہا تُو اور نہیں میں اور نہیں
ہے میم کا پردہ کیا پردہ تُو اور نہیں میں اور نہیں

شعر مذکور کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

یہ اللہ عزّ وجل پر افترا ہے اور اس کا ظاہر کفر،

وقد قال اللہ تعالٰی انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[1] ۔

اللہ تعالٰے کا ارشادِ گرامی ہے : جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے ۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۰۰)

(۲۵) وہابی مولویوں نے تقریر و تحریر میں کہا کہ اللہ تعالٰے جل مجدہٗ جھوٹ بول سکتا ہے ۔ اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے ان کا رَدِّ بلیغ کرنے کے لئے رسالہ "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" تحریر فرمایا جو ایک مقدمہ، چار تنزیہات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، اس کے مقدمہ میں فرماتے ہیں :

مسلمان کا ایمان ہے کہ مولٰی سبحانہٗ و تعالٰے کے سب صفات صفاتِ کمال و بروجہ کمال، جس طرح کسی صفتِ کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں یُونہی معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا اور صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں ان کا کوئی ذرّہ اس کے احاطۂ دائرہ سے خارج نہ ہو نہ یہ کہ موجود و معدوم و باطل و موہوم میں کوئی شئے و مفہوم بے اس کے تعلق کے نہ رہے اگرچہ وہ اصلاً صلاحیتِ تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے محض اجنبی ہو۔

اب احاطہ و دائرہ کا تفرقہ دیکھئے :

(۱) خالقِ کبیر جل وعلا فرماتا ہے :

خالق کل شیٔ فاعبدوہ[2]

وہ ہر چیز کا بنانے والا ہے تو اُسے پُوجو۔

یہاں صرف حوادث مراد ہیں کہ قدیم یعنی ذات و صفات باری تعالٰے عزّ مجدہٗ مخلوقیت سے پاک۔

(۲) سمیع و بصیر جل مجدہٗ فرماتا ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵
[2] " " ۶/ ۱۰۲

انہٗ بکل شیٔ بصیر۔[1]

وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

یہ تمام موجودات قدیمہ وحادثہ سب کو شامل مگر معدومات خارج یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے اب تک

ع فائدہ: اعلم انہ ربما یلمح کلام القاری فی منح الروض الی تخصیص بصرہ تعالٰی بالاشکال والالوان وسمعہ بالاصوات والکلام، وقد صرح العلامۃ اللاقانی فی شرح جوھرۃ التوحید بعمومھما کل موجود، وتبعہ سیدی عبد الغنی فی الحدیقۃ وھذا کلام اللاقانی قال "لیس سمعہ تعالٰی خاصًا بالاصوات بل یعم سائر الموجودات ذواتٍ کانت او صفات فیسمع ذاتہ العلیۃ وجمیع صفاتہ الازلیۃ کما یسمع ذواتنا وما قام بنا من صفاتنا کعلومنا والواننا وھکذا بصرہ سبحانہ وتعالٰی لایختص بالالوان ولا بالاشکال والاکوان فحکمہ حکم السمع سواء بسواء فمتعلقھما واحد"[2] انتھی، اما ما قال اللاقانی قبل ذلک حیث عرف السمع "بانہ صفۃ ازلیۃ قائمۃ بذاتہ تعالٰی تتعلق بالمسموعات او بالموجودات"[3] الخ والبصر بانہ صفۃ ازلیۃ تتعلق بالمبصرات او بالموجودات[4] الخ فاقول لایجب ان یکون اشارۃ الی الخلاف بل اتی اوّلًا بالمبصرات معتمدا علی بداھۃ تصورہ ثم اردف بالموجودات فرارا عن صورۃ الدور، ولیس فی التعبیرین تناف اصلا، فان المبصر ما یتعلق بہ الابصار ولیس فیہ دلالۃ علی خصوصیۃ شیٔ دون شیٔ فاذا کان الابصار یتعلق بکل شیٔ کان المبصر والموجود متساویین، نعم لما کان ابصارنا الدنیوی العادی مختصا باللون ونحوہ ربما یسبق الذھن الی ھذا الخصوص فازال الوھم بقولہ او بالموجودات آتیا بکلمۃ او للتخییر فی التعبیر، وھذہ نکتۃ اخرٰی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۶۷ / ۱۹

[2] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ اللاقانی ھی ای الصفات یعنی صفات المعانی الحیاۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱ / ۲۵۵

[3] " " " " " " " " "

[4] " " " " " " " " "

کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے جو اصلاً ہے ہی نہیں، وہ نظر کیا آئے گا تو نقصان جانب قابل ہے نہ کہ جانبِ فاعل۔ شرح فقہ اکبر میں ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

للارداف وانما لم یکتف بہ لان ذکر المبصرات ادخل فی التمییز۔

ثم اقول، تحقیق المقام ان الابصار لاشك انہ لیس کالارادۃ والقدرۃ والتکوین التی لایجب فعلیۃ جمیع التعلقات الممکنۃ لہا بل ھو من الصفات التی یجب ان تتعلق بالفعل بکل مایصلح لتعلقہا کالعلم فعدم ابصار بعض مایصح ان یبصرہ نقص فیجب تنزیہہ تعالٰی عنہ کعدم العلم ببعض مایصح ان یعلم، وھذا مما لایجوز ان یتنا طح فیہ عنزان انما الشان فی تعبیر مایصح تعلق الابصار بہ فان ثبت القصر علی الاشکال و الالوان والاکوان فذاك ، وان ثبت عموم الصحۃ بکل موجود وجب القول بتحقق عموم الابصار ازلا وابداً لجمیع الکائنات القدیمۃ والحادثۃ الموجودۃ فی ازمنتہا المحققۃ او المقدارۃ لما عرف من انہ لایجوز ھٰھنا شیئ منتظر ، لکن الاول باطل للاجماع علی رؤیۃ المؤمنین ربہم تبارك وتعالٰی فی الدار الاٰخرۃ فکان اجماعا علی ان صحۃ الابصار لاتختص بما ذکر وقد صرح اصحابنا فی ھذا المبحث ان مصحح الرؤیۃ ھو الوجود وقد اجمعوا کما فی المواقف انہ تعالٰی یرٰی نفسہ فتبین ان الحق ھو التعمیم وان قولہ تعالٰی انہ بکل شیئ بصیر[1] جار علی صرافۃ عمومہ من دون تطرق تخصیص الیہ اصلا ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق ومن اتقن ھذا تیسر لہ اجراءہ فی السمع بدلیل کلام اللہ سبحانہ وتعالٰی فافہم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

فائدہ: واضح ہو کہ "منح الروض" میں ملّا علی قاری کے کلام سے اللہ تعالٰی کی بصارت کا اشکال والوان اور اس کی سمع کا اصوات وکلام کے ساتھ اختصاص کا اشارہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۹

قد افتی ائمة سمرقند و بخارا علی انه (یعنی المعدوم) غیر مرئی ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علامہ لاقانی نے "جوھرۃ التوحید" کی شرح میں اللہ تعالےٰ کی مذکورہ دونوں صفات کو تمام موجودات میں عام ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ عبد الغنی نابلسی نے حدیقہ میں ان کی اتباع کی ہے ، اور علامہ لاقانی کا کلام یہ ہے انھوں نے فرمایا اللہ تعالےٰ کی سمع صرف اصوات کے ساتھ مختص نہیں کی بلکہ تمام موجودات کو عام ہے خواہ ذوات ہوں یا صفات ، تو باری تعالیٰ اپنی ذات وصفات کا سامع ہے جس طرح وہ ہماری ذوات اور ہماری صفات مثلاً ہمارے علوم اور الوان کا سامع ہے یونہی سبحانہ' وتعالےٰ کی بصر کا معاملہ ہے کہ وہ بھی اکوان والوان واشکال کے ساتھ مختص نہیں اس کا معاملہ بھی سمع جیسا ہے اور دونوں صفات برابر ہیں تو دونوں کے متعلقات بھی ایک جیسے ہیں انتہی (اور اس پر علامہ نابلسی کا کلام یہ ہے) لیکن علامہ لاقانی نے جو اس سے قبل فرمایا جہاں سمع کی تعریف یوں کی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ازلی صفت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے اور تمام مسموعات یا موجودات سے متعلق ہے الخ اور اللہ تعالےٰ کی بصر کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ اس کی ازلی صفت ہے جو تمام مبصرات یا موجودات سے متعلق ہے الخ اقول (اس سے متعلق میں کہتا ہوں) اَو یعنی "یا" سے تعبیر میں ضروری نہیں کہ یہ اختلاف کا اشارہ ہو بلکہ مبصرات کو پہلے ذکر کرکے اس کے تصور کی بداہت کو ظاہر کیا پھر موجودات کو ساتھ ذکر کیا تاکہ دَور لازم نہ آئے جبکہ مبصرات وموجودات دونوں تعبیرات میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ مبصر وہ چیز ہے جس سے ابصار کا تعلق ہو سکے جبکہ کسی شئے سے خصوصیت پر کوئی دلالت نہیں ہے تو جب ابصار کا تعلق ہر چیز سے ہے تو مبصر اور موجود دونوں مساوی ہوئے ، ہاں ہماری دنیاوی عادی ابصار چونکہ الوان وغیرہ سے مختص ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ ذہن اس خصوصیت کو اپنائے ، اس لئے انھوں نے مذکورہ وہم کے ازالہ کے لئے "او بالموجودات" کلمہ "او" کو تعبیر میں اختیار دینے کے لئے لائے ، تو مبصرات کے بعد موجودات کو ذکر کرنے کا دوسرا نکتہ ہوا ، اور صرف موجودات پر اکتفاء اس لئے نہ کیا کہ مبصرات کو امتیاز میں زیادہ دخل ہے پھر میں کہتا ہوں مقام کی تحقیق یہ ہے کہ ابصار بیشک ارادہ اور تکوین صفات جیسی نہیں ، جن کا تمام ممکنہ تعلقات سے بالفعل متعلق ہونا واجب نہیں بلکہ ابصار ان صفات میں سے ہے جن کا ممکن التعلق سے متعلق ہونا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

وقد ذکر الامام الزاهد الصفار فی اٰخر کتاب التلخیص ان المعدوم مستحیل الرؤیة، وکذا المفسرون ذکروا ان المعدوم لایصلح ان یکون مرئی اللّٰہ تعالٰی وکذا قول السلف من الاشعریة والماتریدیة ان الوجود علة جواز الرؤیة مع الاتفاق علی ان المعدوم الذی یستحیل وجودہ لایتعلق بہ برؤیتہ سبحٰنہ اھ[۱]
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۱۴ تا ۳۱۸)

(۲۶) مزید فرمایا:

(۳) قوی قدیر تبارک وتعالٰے فرماتا ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بالفعل واجب ہے جیسا کہ علم کا معاملہ ہے تو بعض وہ چیزیں جن کا ابصار ممکن اور صحیح ہوسکتا ہے ان کا عدم ابصار نقص ہوگا لہٰذا اللہ تعالٰے کا اس نقص سے پاک ہونا ضروری ہے جیسے علم سے متعلق بعض اشیاء کا علم نہ ہونا نقص ہے جس سے وہ پاک ومنزّہ ہے، یہ وہ معاملہ ہے جس میں دو آراء نہیں ہوسکتیں۔ اب صرف یہ بحث ہے کہ ابصار کا تعلق کن چیزوں سے ہوسکتا ہے، اگر یہ ثابت ہوجائے کہ ابصار صرف اشکال و الوان و اکوان سے ہی متعلق ہوسکتی ہے تو یہی ہوگا، اور اگر ثابت ہوجائے کہ اس کا تعلق تمام موجودات سے صحیح ہوسکتا ہے تو پھر ازلاً وابداً تمام کائنات وحادثہ خواہ وہ اپنے زمانوں میں محقق ہوں یا مقدر ہوں سب سے ابصار کا تعلق ماننا اور بیان کرنا واجب ہوگا جیسا کہ واضح ہے کہ اب کوئی چیز انتظار کے مرحلہ میں نہ ہوگی، لیکن پہلی شق باطل ہے کیونکہ آخرت میں مومنین کے لئے اللہ تعالٰی کی رؤیت پر اجماع ہے (حالانکہ اللہ تعالٰے اشکال و الوان سے پاک ہے) تو ثابت ہوا کہ ابصار کا تعلق اشکال و الوان سے مختص نہیں ہے جبکہ ہمارے اصحاب نے اس بحث میں تصریح کردی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالٰی کی رؤیت کا مدار صرف وجود پر ہے جبکہ ان کا اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی اپنی ذات کو دیکھتا ہے جیسا کہ مواقف میں ہے تو ابصار میں تعمیم ہی حق ہے اور اللہ تعالٰی کا ارشاد "انہ بکل شیئ بصیر" کا اجراء اپنے خالص عموم پر ہوگا جس میں کسی قسم کی تخصیص کا شائبہ نہ ہو یوں تحقیق ہونی چاہیے جبکہ اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے، جو بھی اس تحقیق پر یقین رکھے گا اس کے لئے صفت سمع میں بھی عموم کا اجراء آسان ہوگا جس کی دلیل اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے: لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع البصیر۔ ناقص سمجھو۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب یری اللہ تعالٰی فی الآخرۃ بلاکیف دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۲۴۵

وھو علٰی کل شیئ قدیر[1]

وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

یہ موجود و معدوم سب کو شامل بشرطِ حدوث و امکان کہ واجب و محال اصلاً لائقِ مقدوریت نہیں۔

مواقف میں ہے:

القدیم لا یستند الی القادر[2]

قدیم کو قادر کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ (ت)

شرح مقاصد میں ہے:

لا شیئ من الممتنع بمقدور[3]

کوئی ممتنع مقدور نہیں ہوتا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۲۰)

(۲۷) مزید فرمایا:

(۴) علیم و خبیر عزّ شانہٗ فرماتا ہے:

وھو بکل شیئ علیم[4]

وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

یہ کلیہ واجب و ممکن و قدیم و حادث و موجود و معدوم و مفروض و موہوم غرض ہر شے و مفہوم کو قطعاً محیط جس کے دائرے سے اصلاً کچھ خارج نہیں۔ یہ ان عمومات سے ہے جو عموم قضیۂ "ما من عام الا وقد خص منہ البعض" (ہر عام سے کچھ افراد مخصوص ہوتے ہیں۔ ت) سے مخصوص ہیں،

شرح مواقف میں فرمایا:

علمہ تعالٰی یعم المفہومات کلھا الممکنۃ والواجبۃ والممتنعۃ فھو اعم من القدرۃ لانھا تختص بالممکنات دون الواجبات والممتنعات[5]

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱۲۰ و ۱۱/۴

[2] مواقف مع شرح المواقف المقصد الخامس منشورات الرضی قم ایران ۳/۱۷۸

[3] شرح المقاصد المبحث الثانی دارالمعارف نعمانیہ لاہور ۱/۲۴۰

[4] القرآن الکریم ۲/۲۹ و ۶/۱۰۱

[5] شرح المواقف المرصد الرابع المقصد الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۷۰

اللہ تعالیٰ کا علم تمام مفہومات کو شامل ہے خواہ وہ ممکن ہیں یا واجب یا ممتنع، اور وہ قدرت سے عام ہے کیونکہ قدرت کا تعلق فقط ممکنات سے ہے واجبات اور ممتنعات کے ساتھ وہ متعلق نہ ہو۔ (ت)

اب دیکھئے لفظ چاروں جگہ ایک ہے یعنی کل شیئ، مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ فرمایا[عہ۱] جو اس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات و صفات خالق کا دائرۂ خلق میں نہ آنا معاذ اللہ عموم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا یا معدومات کا دائرہ ابصار سے مہجور رہنا عیاذاً باللہ احاطہ بصرِ الٰہی میں باعثِ فتور نہ ہوا، فتور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا، اسی طرح صفتِ قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شے اپنی حدِ ذات[عہ۲] میں ہونے کے قابل ہے اس پر قادر ہو، کوئی ممکن احاطۂ قدرت سے جدا نہ رہے، نہ یہ کہ واجبات و محالاتِ عقلیہ کو بھی شامل ہو جو اصلاً تعلقِ قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے، سبحان اللہ، محال کے معنٰی ہی یہ ہیں کہ کسی طرح موجود نہ ہو سکے، اور مقدور وہ کہ قادر چاہے تو موجود ہو جائے، پھر دونوں کیونکر جمع ہو سکتے ہیں، اور

عہ۱: ای شملت ما فی دائرتہا وان لم یشملہ اللفظ کما فی العلم ولم تشمل مالیس فیہا وان شملہ اللفظ کما فی الخلق وذلک ان الشیئ عندنا یخص بالموجود قال تعالٰی اولا یذکر الانسان انا خلقنٰہ من قبل ولم یک شیئاً[1] ویعم الواجب، قال تعالٰی قل ای شیئ اکبر شہادۃ قل اللہ[2] فافہم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

یعنی اپنے دائرہ کی ہر شیئ کو شامل ہے اگرچہ اس کو لفظ شامل نہ ہو جیسے علم میں، اور جو دائرہ میں نہ ہو اس کو شامل نہیں اگرچہ لفظ اس کو شامل ہو جیسے خلق میں، یہ اس لئے کہ ہمارے نزدیک صرف موجود ہی شیئ کہلاتی ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پیدا کیا جبکہ اس سے قبل کوئی شے نہ تھا، اور شیئ واجب کو بھی شامل ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا، فرمادیجئے کون سی شے شہادت میں بڑی ہے؟ فرمادو اللہ۔ اسے سمجھو ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

عہ۲: یشیر الٰی ان مصحح المقدوریۃ نفس الامکان الذاتی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اشارہ کیا کہ مقدوریت کی صحت کا مدار نفس امکان ذاتی پر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۷

[2] ؍؍ ۶/ ۱۹

اس کے سبب یہ سمجھنا کہ کوئی شئے دائرۂ قدرت سے خارج رہ گئی محض جہالت کہ محالات مصداق وذات سے بہرہ ہی نہیں رکھتے حتّٰی کہ فرض وتجویز[عہ] عقلی میں بھی تو اصلاً یہاں کوئی شئی تھی ہی نہیں جسے قدرت شامل نہ ہوئی یا انّ اللہ علٰی کل شیئٍ قدیر[۱] کے عموم سے رہ گئی۔

یہاں سے ظاہر ہوگیا کہ مغویانِ تازہ جو اِسی مسئلہ کذب و دیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا اور انّ اللہ علٰی کل شیئٍ قدیر[۲] کا انکار ہوا۔ یہ اُن ہوشیاروں کی محض عیاری و تزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ۱۵ ص ۳۲۰ تا ۳۲۲)

(۲۸) رسالہ مذکورہ کی تنزیہ اوّل میں فرمایا:

نص ۱۲: امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قولہ تعالٰی فلن یخلف اللہ عھدہ یدل علٰی انہ سبحانہ وتعالٰی منزہ عن الکذب وعدہ ووعیدہ، قال اصحابنا لان الکذب صفۃ نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال، وقالت المعتزلۃ لان الکذب قبیح لانہ کذب فیستحیل ان یفعلہ فدل علٰی ان الکذب منہ محال[۳] اھ ملحضا۔

اللہ عزوجل کا فرمانا کہ "اللہ ہرگز اپنا عہد جھوٹا نہ کرے گا" دلالت کرتا ہے کہ مولٰی تعالٰی سبحانہ، وعدہ و وعید میں جھوٹ سے منزّہ ہے، ہمارے اصحاب اہلِ سنّت وجماعت اس دلیل سے کذبِ الٰہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ عزّوجل پر نقص محال، اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہٖ ہے تو باری عزّوجل سے صادر ہونا محال، غرض ثابت ہوا کہ کذبِ الٰہی اصلاً امکان نہیں رکھتا اھ (ملخصاً)۔

عہ اوردہ تفسیر المراد بالفرض ۱۲ منہ
فرض سے مراد کی تفسیر کے لئے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۰
۲؎ ؍؍ ؍؍
۳؎ مفاتیح الغیب تحت الآیۃ ۲/ ۸۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۳۱

نص ۱۳: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وتمت کلمت ربك صدقا وعدلا ط لا مبدل لکلمته ج وهو السميع العليم[1]

پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں، کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سنتا جانتا۔

امام ممدوح اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں:

اعلم ان هذه الأية تدل على ان كلمة الله موصوفة بصفات كثيرة (الى ان قال) الصفة الثانية من صفات كلمة الله كونها صدقا والدليل عليه ان الكذب نقص والنقص على الله تعالٰى محال[2]

یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ تعالٰی کی بات بہت صفتوں سے موصوف ہے، از انجملہ اس کا سچا ہونا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

نص ۱۴: یہیں فرماتے ہیں:

صحة الدلائل السمعية موقوفة على ان الكذب على الله تعالٰى محال[3]

دلائل قرآن وحدیث کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ کذبِ الٰہی محال مانا جائے۔

نص ۱۵: زیرِ قولہ تعالٰی: ماكان لله ان يتخذ من ولد سبحنه[4] (اللہ تعالٰی کی شان نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے وہ پاک ہے۔ ت) بعض تمسکاتِ معتزلہ کے رَد میں فرماتے ہیں:

اجاب اصحابنا عنه بان الكذب محال على الله تعالٰى[5]

اہلسنّت نے جواب دیا کہ کذبِ الٰہی محال ہے۔

نص ۱۶: علامہ سعد تفتازانی شرح مقاصد میں انھیں امام ہمام سے ناقل:

صدق كلامه تعالٰى لما كان عندنا ازليا امتنع كذبه لان ما ثبت قدمه

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۵
[2] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت الآیۃ ۶/ ۱۱۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/ ۱۳۱
[3] " " " " " " " " " ۱۳/ ۱۶۰، ۱۶۱
[4] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۵
[5] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت الآیۃ ۱۹/ ۳۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۱/ ۱۰۶

امتنع عدمه[1]

کلامِ خدا کا صدق جب کہ ہم اہلسنت کے نزدیک ازلی ہے تو اس کا کذب محال ہوا کہ جس چیز کا قِدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے۔

تنبیہ: انھیں امام علام کا ارشاد کہ "کذبِ الٰہی کا جواز ماننا قریب بکفر ہے"، ان شاء اللہ تنزیہ چہارم میں آئے گا۔

نص ۱۷: تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ○ انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لا یتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لانہ نقص وھو علی اللہ تعالٰی محال[2]۔

اللہ تعالٰی اس آیت میں انکار فرماتا اس سے کہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچّا ہو کہ اس کی خبر تک تو کسی کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں ــــــــــ کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

نص ۱۸: تفسیر مدارک شریف میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ○ تمییز وھو استفہام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منہ فی اخبارہ ووعدہ ووعیدہ لاستحالۃ الکذب علیہ تعالٰی لقبحہ[ع] لکونہ

ع اقول استدل قدس سرہ بالقبح اما فی نظر الظاھر فلانہ رحمہ اللہ تعالٰی من ائمتنا الماتریدیۃ ولذا عدلت عنہ الاشاعرۃ کصاحب المواقف وصاحب المفاتیح کما سمعت نصھما و اما عند التحقیق فلان عقلیۃ القبح بھذا المعنی من المجمع علیہ بین العقلاء وھؤلاء الاشاعرۃ رحمھم اللہ تعالٰی انفسھم ناصون بذلک فلا علیک من ذھول من ذھل کما اومأنا الیہ فی صدر البحث واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی العشر دار المعارف نعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۷

[2] انوار التنزیل واسرار التاویل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۴/ ۸۷ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۲۹

اخبار عن الشئ بخلاف ماھو علیہ[1]

آیت میں استفہام انکاری ہے یعنی خبر و وعدہ و وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے کہ خود اپنے معنی ہی کی رُو سے قبیح ہے کہ خلافِ واقع خبر دینے کا نام ہے۔

نص ۱۹: تفسیر علامۃ الوجود سیّدی ابی السعود عمادی میں ہے:

ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا ٥ انکار لان یکون احد اصدق منہ تعالٰی فی وعدہ وسائر اخبارہ وبیان لاستحالتہ کیف لا والکذب محال علیہ سبحٰنہ دون غیرہ[2]

آیت میں انکار ہے اس کا کہ کوئی شخص اللہ تعالٰی سے زیادہ سچا ہو وعدہ میں یا کسی اور خبر میں، اور بیان ہے اس زیادت کے محال ہونے کا، اور کیوں نہ محال ہو کہ اللہ تعالٰی کا کذب تو ممکن ہی نہیں بخلاف اوروں کے۔

نص ۲۰: تفسیر روح البیان میں ہے:

ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا ٥ انکار لان یکون احد اکثر صدقا منہ فان الکذب نقص وھو علی اللّٰہ محال دون غیرہ[3] اھ ملخصًا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول علامہ قدس سرہ نے قبح سے استدلال کیا ظاہر نظر میں تو اس لئے کہ آپ رحمہ اللہ تعالٰی ہمارے ائمہ ماتریدیہ میں سے ہیں اسی لئے اشاعرہ نے قبح سے استدلال نہ کیا جیسا کہ آپ نے صاحبِ مواقف اور صاحبِ مفاتیح کی نصوص سُنیں، اور عند التحقیق اس لئے کہ اس معنٰی میں قبح عقلی ہونا عقلاء اور اشاعرہ میں متفقہ چیز ہے جس کو خود اشاعرہ رحمہم اللہ تعالٰی نے بیان فرمایا جیسا کہ ہم نے بحث کی ابتداء میں اشارہ کیا ہے کسی کے ذہول سے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ومن اصدق الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۱
[2] ارشاد العقل السلیم " " " " دار احیاء التراث العربی " ۲/ ۲۱۱، ۲۱۲
[3] تفسیر روح البیان " " " " المکتبۃ الاسلامیہ الریاض ۲/ ۲۵۵

آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی شخص صدق میں اللہ سے زائد ہو کہ کذب عیب ہے اور وُہ خدا پر محال ہے، نہ اس کے غیر پر اھ ملخصاً۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۲۶ تا ۳۲۹)

(۲۹) مزید فرمایا:

نص ۳۰: افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسباً چچا اور علماً باپ اور طریقۃً دادا یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر نامور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالٰی فلن یخلف اللہ عھدہٗ[1] (اللہ تعالٰی ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں فرماتا۔ ت) یوں تصریح کی ٹھہرائی،

خبر او تعالٰی کلام ازلی اوست وکذب در کلام نقصانے ست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نمی یابد، در حق او تعالٰی کہ مبرا از جمیع عیوب ونقائص ست خلاف خبر مطلقاً نقصان ست[2] اھ ملخصاً

اللہ تعالٰی کی خبر ازلی ہے، کلام میں جھُوٹ ہونا عظیم نقص ہے لہذا وُہ اللہ تعالٰی کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پاسکتا اللہ تعالٰی کہ تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے اھ ملخصاً (ت)

مدعیانِ جدید سے پوچھا جائے جنابِ باری میں کہاں تک نقصان مانتے ہیں، ولا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، اللہ تعالٰی سچا ایمان سچا ادب نصیب فرمائے، آمین!
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۳۱)

(۳۰) تنزیہ دوم میں فرمایا:

دلیل دوم: العظمۃ للہ اگر کذبِ الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن لازم آئیں کہ اُٹھائے نہ اٹھیں، کافروں ملحدوں کو اعتراض ومقال وعناد وجدال کی وہ مجالس ملیں کہ مٹائے نہ مٹیں۔ دلائل قرآن عظیم ووحی حکیم یک دست ہاتھ سے جائیں، حشر ونشر وحساب وکتاب وجنت ونار وثواب و عذاب کسی پر یقین کی کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبارِ الٰہی سے ہے جب معاذ اللہ کذبِ الٰہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبر الٰہی میں احتمال رہے گا، شاید یونہی فرمادی ہو، شاید ٹھیک نہ پڑے۔ سبحٰنہ وتعالٰی عما یصفون (پاک اور بلند ہے اللہ تعالٰی کی ذات اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ ت) لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ دلیل شرح مقاصد میں افادہ فرمائی جس کی عبارت

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۰
[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیۃ فلن یخلف اللہ عھدہٗ دار الکتب لال کنواں دہلی ص ۳۰۷

نص چہارم میں گزری، اور امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی وتمّت کلمت ربك صدقا وعدلا (پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں۔ ت) اس کی طرف اشعار کیا کذبِ الٰہی کے محال ہونے پر دلیل عقلی قائم کرکے فرماتے ہیں:

ولایجوز اثبات ان الکذب علی اللہ محال بالدلائل السمعیۃ لان صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ محال فلو اثبتنا امتناع الکذب علی اللہ تعالٰی بالدلائل السمعیۃ لزم الدور وھو باطل[1]

اللہ تعالٰی سے کذب کے محال ہونے کو دلائل سمعیہ سے ثابت کرنا جائز ہی نہیں کیونکہ خود ان دلائل سمعیہ کی صحت اس پر موقوف ہے کہ کذب اللہ تعالٰی سے محال ہے اگر ہم اللہ تعالٰی سے امتناعِ کذب کو دلائل سمعیہ سے ثابت کریں گے تو دور لازم آجائے گا جو باطل ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق تنویرِ دلیل یہ ہے کہ عقل جس امر کو ممکن جانے گی اور ممکن وہی جسے وجود و عدم دونوں سے یکساں نسبت ہو تو چاہے وہ امر کیسا ہی مستبعد ہو مگر عقل از پیشِ خویش اس کے ازلاً ابداً عدمِ وقوع پر جزم نہیں کرسکتی کہ ہر ممکن مقدور اور ہر مقدور صالح تعلق ارادہ اور ارادہ الٰہیہ امر غیب ہے جس تک عقل کی اصلاً رسائی نہیں، پھر وہ بطورِ خود کیونکر کہہ سکتی ہے کہ اگرچہ کذبِ الٰہی زیرِ قدرت ہے مگر مجھے اس کے ارادہ پر خبر ہے کہ ازل سے ابد تک بولا نہ بولے، ارادہ پر حکم وہیں کرسکتے ہیں جہاں خود صاحبِ ارادہ جل مجدہٗ خبر دے کہ فلاں امر ہم کبھی صادر نہ فرمائیں گے، کقولہ تعالٰی:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[2]۔

اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ (ت)

وقولہ تعالٰی:

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3]

اللہ تعالٰی تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے تم پر تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔ (ت)

امام فخر الدین رازی تفسیر سورۂ بقرۃ میں زیر آیۂ کریمہ امر تقولون علی اللہ مالا تعلمون

---

[1] مفاتیح الغیب تحت الآیۃ ۶/۱۱۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/۱۳۱

[2] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

[3] " ۲/۱۸۵

(یا تم اللہ تعالٰی کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ ت) فرماتے ہیں:

الاٰیۃ تدل علی فوائد (الٰی ان قال) ثانیھا ان کل ما جاز وجودہ وعدمہ عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات اوالی النفی الابدلیل سمعی[1]۔

یہ آیت مبارکہ کئی فوائد پر دال ہے (آگے چل کر کہا) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جس شئی کا وجود و عدم عقلاً جائز ہو اس کے اثبات و نفی کے لئے دلیل سمعی کی طرف رجوع ضروری ہے۔ (ت)

اور تفسیر سورۂ انعام میں زیر قولہ تعالٰی قل اللہ شھید بینی و بینکم (فرما دیجئے اللہ تعالٰی میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں:

المطالب علی اقسام ثلٰثۃ منھا مایمتنع اثباتہ بالدلائل السمعیۃ، فان کل مایتوقف صحۃ السمع علی صحتہ امتنع اثباتہ بالسمع والالزم الدور و منھا مایمتنع اثباتہ بالعقل وھو کل شیئ یصح وجودہ ویصح عدمہ عقلا فلا امتناع فی احد الطرفین اصلا فالقطع علی احد الطرفین بعینہ لایمکن الابالدلیل السمعی[2] الخ۔

مطالب کی تین اقسام ہیں: ایک جن کا اثبات دلائل سمعیہ سے ممتنع ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس کا اثبات صحتِ سمع پر موقوف ہے اس کا اثبات سمع سے نہیں ہو سکتا ورنہ دور لازم آئے گا، دوسرا جن کا اثبات عقل سے ممتنع ہے اور وہ ہر وہ شئے ہے جس کا وجود و عدم عقلاً صحیح ہو دونوں میں سے کوئی ممتنع نہ ہو تو اب ایک جانب میں یقین دلیل سمعی کے بغیر ممکن نہیں الخ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۳۵، ۳۳۶)

(۳۱) مزید فرمایا:

دلیل چہارم، جس کی طرف امام فخر الدین رازی نے نص ۱۶ میں اشارہ فرمایا کہ جب اہلسنت کے نزدیک اللہ وجل کا صدق ازلی تو کذب محال کہ ہر ازلی ممتنع الزوال۔

اقول وباللہ التوفیق تصویر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر اسم صادق کا اطلاق قطع نظر اس سے کہ قرآن عــہ حدیث و اجماع سے ثابت، مخالفان عنید یعنی طائفہ جدید کو بھی

عــہ اما القراٰن فقولہ تعالٰی ذٰلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون[3]۝ وقولہ تعالٰی
(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مفاتیح الغیب تحت الاٰیۃ ۲/ ۸۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۳۲
[2] " " " ۶/ ۱۹ " " " ۱۲/ ۱۴۶
[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۶

مقبول کہ وہ بھی اللہ عزوجل کو صادق بالفعل تو مانتے ہیں اگرچہ صادق بالضرورۃ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں کہ جب کذب ممکن جانا اور امکان نہیں مگر جانبِ مخالف سے سلب ضرورت، تو لاجرم باری تعالٰی کے صادق ہونے کو ضروری نہ مانا، مگر جاہل کہ صادق بالفعل ماننا ہی ان کے مذہب نامہذّب کا استیصال کر گیا کہ جب وہ صادق ہے اور صدق مشتق قیام مبدء کو مستلزم، تو واجب کہ صدق اس کی ذات پاک سے قائم اور ذاتِ الٰہی سے قیام حوادث محال، تو ثابت کہ صدقِ الٰہی ازلی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ۱۵ ص ۳۳۹، ۳۴۰)

(۳۲) مزید فرمایا:

دلیل پنجم اگر باری عزوجل اگر کذب سے متصف ہو سکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ومن اصدق من اللہ قیلا[1] فان المعنی ان اللہ تعالٰی اصدق قائل وحمل الاصدق حمل الصادق مع زیادۃ، واما الحدیث فقد عد الصادق من الاسماء الحسنٰی فی حدیث ابن ماجۃ[2] وحدیث الحاکم فی المستدرک وابی الشیخ وابن مردویۃ فی تفسیریھما و ابی نعیم فی کتاب الاسماء الحسنی کلھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واما الاجماع فظاھر لاینکر ۱۲ منہ۔

قرآن میں اللہ تعالٰی کا فرمان ہے یہ ہم نے ان کو بغاوت کی سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں، دوسرے مقام پر فرمایا: اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کون زیادہ سچا ہے۔ معنٰی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی سب سے بڑھ کر صادق ہے۔ اور اصدق کا حمل صادق مع زیادۃ کا حمل ہے۔ رہی حدیث تو حدیث میں اسماءِ حسنٰی میں صادق کو شمار و شامل کیا گیا ہے، اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور اسے ابن ماجہ، حاکم نے مستدرک میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے اپنی تفاسیر اور امام ابونعیم نے "کتاب الاسماء الحسنٰی" میں ذکر کیا، رہا اجماع تو وہ واضح ہے اس کا انکار کیا ہی نہیں جا سکتا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الدعاء باب اسماء اللہ عزوجل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۳

ہوگا کہ اس کی کوئی صفت حادثہ نہیں، اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہوسکتا، تو لازم کہ صدق الٰہی محال ہوجائے حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل، تو کذب سے اتصاف ناممکن، یہ دلیل تفسیر کبیر و مواقف و شرح مقاصد میں افادہ فرمائی، امام کی عبارت یہ ہے زیر قولہ تعالٰی ومن اصدق من اللّٰہ حدیثًا[1] (اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کون ہے سچی بات فرمانے والا۔ ت) امتناعِ کذبِ الٰہی پر اہلسنت کی دلیل بیان کرتے ہیں:

اما اصحابنا فدلیلھم انہ لوکان کاذبا لکان کذبہ قدیما، ولوکان کذبہ قدیما لامتنع زوال کذبہ لامتناع العدم علی القدیم، ولو امتنع زوال کذبہ قدیما لامتنع کونہ صادقا، لان وجود احد الضدین یمنع وجود الضد الاٰخر فلوکان کاذبا لامتنع ان یصدق لکنہ غیر ممتنع، لانا نعلم بالضرورۃ ان کل من علم شیئا فانہ لایمتنع علیہ ان یحکم علیہ بحکم مطابق للمحکوم علیہ، والعلم بھذہ الصحۃ ضروری، فاذا کان امکان الصدق قائما کان امتناع الکذب حاصلا لامحالۃ۔[2]

ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ کاذب ہے تو اس کا کذب قدیم ہوگا، اگر اس کا کذب قدیم ہے، تو اس کے کذب کا زوال ممتنع ہوگا کیونکہ قدیم پر عدم ممتنع ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے کذب کا زوال قدیمًا ممتنع ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا کیونکہ ضدین میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کے لئے امتناع کا سبب ہوتا ہے، تو اگر وہ کاذب ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا لیکن یہ تو ممتنع نہیں کیونکہ ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ جو شخص کسی شئی کے بارے میں علم رکھتا ہو اس کے لئے اس شئے پر محکوم علیہ کے مطابق حکم لگانے میں کوئی امتناع نہیں اور اس ضابطہ کی صحت کا علم ویقین ضروری ہے جب امکانِ صدق قائم ہے تو کذب کا حصول ہر صورت میں ممتنع ہوگا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۴۱، ۳۴۲)

(۳۳) مزید فرمایا:

دلیل ششم، اقول وبحول اللّٰہ اصول (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے بیان کرتا ہوں۔ ت) کلامِ الٰہی ازل میں بایجابِ کلی حق تھا، معاذ اللہ اس کا بعض باطل یا نہ حق نہ باطل،

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۷

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۴/ ۸۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۰/ ۱۷۳

شق ثانی تو کفرِ صریح[1] اور ثالث میں مطابقت و لامطابقت دونوں کا ارتفاع اور وہ قطعاً محال، اوّلاً[2] بالبداہۃ،

فان ارتفاع محمولی الانفصال الحقیقی عن الموضوع کارتفاع النقیضین۔

کیونکہ انفصالِ حقیقی کے دونوں محمول کا موضوع سے ارتفاع نقیضین کے ارتفاع کی طرح ہوتا ہے۔ (ت)

ثانیاً باجماع عقلاً،

حتی الجاحظ المعتزلی وانما نزاعہ[3] فی مجرد التسمیۃ۔

حتی کہ جاحظ معتزلی بھی قائل ہے نزاع محض نام میں ہے۔ (ت)

ع۱ ای فلا یرضی بہ المخالف ایضا فلا ینافی عقلیۃ البرھان وانما اکتفی بہ قصرا للمسافۃ والا فلہ طریق قد عرفت وھو وجوب الکذب وامتناع الصدق الباطل ببداھۃ العقل ۱۲ منہ۔

یعنی اس پر مخالف بھی راضی نہ ہوگا اور یہ عقلی برہان کے منافی نہیں، اختصاراً اس پر اکتفاء کرلیا گیا ورنہ اس کے لئے وہ طریق جو تو جان چکا کہ وہ کذب کا وجوب اور صدق کا امتناع ہے جو بداہۃ عقل سے باطل ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ فیہ المقنع وحدیث الاجماع والنص تبرعی ۱۲ منہ۔

یہی کافی ہے اجماع اور نص کی بات بطور تبرع و نفل ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۳ الخبر عند الجمھور اما صادق او کاذب لانہ اما مطابق للواقع الذی ھو المخبر عنہ وھو الصادق، او لا مطابق وھو الکاذب وھذہ المنفصلۃ حقیقیۃ دائرۃ بین النفی والاثبات، ونزاع من نازع لیس الا فی اطلاق لفظ الصدق والکذب لغۃ ھل ھما لھذین المعنیین لا فی صدق ھذہ المنفصلۃ[1] اھ مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہ ۱۲ منہ۔

جمہور کے نزدیک خبر صادق ہے یا کاذب، کیونکہ اگر وہ واقع کے مطابق ہے (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی السنہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۰۷

ثالثاً خود قرآن عظیم نفی واسطہ پر ناطق،

قال مولانا ذوالجلال "فماذا بعد الحق الا الضلل"[1]

ہمارے مالک صاحبِ جلال کا فرمان ہے: پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔(ت)

تو لاجرم شق اوّل متعین، اور شاید مخالف بھی اس سے انکار نہ رکھتا ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ۱۵ ص ۲۴۲ تا ۲۴۴)

(۳۴) مزید فرمایا:

دلیل بست و ہشتم: قال عزّوجل،

ومن اصدق من اللہ قیلا[2]

(اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔ت)

اقول وباللہ التوفیق آیۂ کریمہ نص جلی کہ کذبِ الٰہی محال عقلی ہے، وجہِ دلالت سنئے خادمِ تفسیر و حدیث و واقف کلماتِ فقہاء پر روشن کہ امثال عبارات اگرچہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقۃً تفضیل مطلق و نفی برتر و ہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں یعنی سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔

ومن احسن من اللہ صبغۃ[3]

یعنی صبغۃ اللہ سب سے احسن ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تو صادق، اگر مطابق نہیں تو کاذب، اور یہ منفصلہ حقیقیہ ہے جو نفی و اثبات کے درمیان دائر ہے اور جس نے بھی اس میں نزاع کیا ہے وہ صرف لغۃً لفظ صدق و کذب کے اطلاق میں کیا ہے کہ کیا وہ ان دونوں معنی کے لئے ہیں منفصلہ حقیقیہ جس کے دونوں محمول مرتفع ہوں، صدق میں نہیں اھ مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحرالعلوم قدس سرہٗ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۲

[2] " ۴/ ۱۲۲

[5] " ۲/ ۱۳۸

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ[1]، ای ھو احسن قولا من کل من عداہ۔

اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے، یعنی وہ دوسرے تمام سے قول میں اچھا ہے۔ (ت)

علامۃ الوجود سیدی ابو السعود علیہ رحمۃ الودود تفسیر ارشاد میں زیر قولہ تعالٰی عزوجل ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا[2] (اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا بولنے والے سے کون بڑا ظالم ہے۔ت) فرماتے ہیں:

ھو انکار واستبعاد لان یکون احد اظلم ممن فعل ذٰلک او مساویا لہ وان کان سبک الترکیب غیر متعرض لانکار المساواۃ ونفیھا یشھد بہ العرف الفاشی والاستعمال المطرد، فانہ اذا قیل من اکرم من فلان اولا افضل من فلان فالمراد بہ حتما انہ اکرم من کل کریم وافضل من کل فاضل، الا یری الی قولہ عزوجل لاجرم انھم فی الاٰخرۃ ھم الاخسرون ۵ بعد قولہ تعالٰی ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا الخ والسرفی ذٰلک ان النسبۃ بین الشیئین انما تتصور غالبا لاسیما فی باب المغالبۃ بالتفاوت زیادۃ ونقصانا فاذا لم یکن احدھما ازید یتحقق النقصان لامحالۃ۔[3]

یہ انکار واستبعاد ہے کہ اس سے بڑھ کر یا اس کے مساوی کوئی ظالم نہیں ہوسکتا اگرچہ بظاہر ترکیب انکار و نفی مساوات پر ضرب نہیں لیکن اس پر مشہور عرف اور مسلمہ استعمال شاہد ہے مثلاً جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں، فلاں سے زیادہ بزرگ ہے یا فلاں سے کوئی افضل نہیں، تو اس سے یقیناً یہ مراد ہے کہ ہر کریم سے اکرم اور ہر فاضل سے افضل ہے، کیا رائے ہے اللہ تعالٰی کے اس فرمان مبارک میں "وہ یقیناً آخرت میں خسارے میں ہیں" جس کے بعد فرمایا: "اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے"۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ نسبت غالباً دو چیزوں کے درمیان خصوصاً غلبہ میں تفاوت کے باب میں زیادتی اور نقصان میں متصور ہوتی ہے جب ان میں سے کوئی ایک زیادہ نہ ہو تو

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۳

[2] " ۶/ ۲۱

[3] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت آیۃ ۶/ ۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۱۹

بہر حال نقصان کا ہی تحقق ہوگا۔ (ت)

تو لاجرم معنیٔ آیت یہ ہیں کہ مولیٰ عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے جس کے صدق کو کسی کلام کا صدق نہیں پہنچتا، اور پُر ظاہر کہ صدق[5] کلام فی نفسہ اصلاً قابلِ تشکیک نہیں کہ باعتبار ذواتِ قضایا خواہ اختلاف قدم و حدوث کلام یا بقا و فنائے سخن یا کمال و نقصان متکلم خواہ کسی وجہ سے اس میں تفاوت مان سکیں، سچی سچی باتیں مطابقت واقع میں سب یکساں، اگر ذرا بھی فرق ہوا تو سرے سے سچ ہی نہ رہا، اصدق و صادق کہاں سے صادق آئے گا، یہ معنی اگرچہ فی نفسہ بدیہی ہیں مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان اغبیاء پر بھی انکشافِ تام پائیں گے جنھیں بدیہیات میں بھی حاجت شانہ جنبانہ تنبیہ ہوتی ہے، قرآن عظیم نے فرمایا: محمد رسول اللہ، ہم بھی کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ کیا وہ جملہ محمد رسول اللہ کہ قرآن میں آیا زیادہ مطابق واقع ہے اور ہم نے جو محمد رسول اللہ کہا کم مطابق ہے، حاشا کوئی مجنون بھی اس میں تفاوت گمان نہ کرے گا یا متعدد باتوں میں دیکھئے تو یوں نظر کیجئے، فرقان عزیز نے فرمایا:

وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا[1]۔

اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔ (ت)

ہم کہتے ہیں:

لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہی مالک حق واضح ہے۔ (ت)

کیا وہ ارشاد کہ "بچّے کا پیٹ میں رہنا اور دُودھ چھُوٹنا تیس مہینے میں ہے" زیادہ سچّا ہے اور اس قول کے صدق میں کہ "اللہ کے سوا کوئی سچّا معبود نہیں" معاذ اللہ کچھ کمی ہے، تو ثابت ہوا کہ اصدقیت

---

[5] الصدق تارۃ ینسب الی القول واخرٰی الی القائل والکلام ھٰھنا فی المعنی الاول فلا یذھبن ھذا عنک ۱۲ منہ۔

صدق کبھی قول کی طرف منسوب ہوتا ہے اور کبھی قائل کی طرف۔ واضح رہے یہاں گفتگو معنیٔ اوّل میں ہے، یہ بات ذہن نشین رہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۶/ ۱۵

بمعنی اشد مطابقۃً للواقع غیر معقول ہے، ہاں نظر سامع میں ایک تفاوت متصور اور اس تشکیک اصدق وصادق میں وہی مقصود ومعتبر جسے دو عبارتوں سے تعبیر کرسکتے ہیں، ایک یہ کہ وقعت وقبول میں زائد ہے مثلاً رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچی ہے یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول اگر وہی بعینہٖ رسول سے ثابت ہوجائے قلوب میں وقعت اور قبول کی قوت اور دلوں میں سکون وطمانیت ہی اور پیدا کرے گا کہ ولی سے ثبوت تک اس کا عشر نہ تھا اگرچہ بات حرف بحرف ایک ہے۔ دوسرے احتمال کذب سے ابعد ہونا مثلاً مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر ہے یعنی بہ نسبت اس کے احتمال کذب سے زیادہ دور ہے اور حقیقۃً تعبیر اول اسی تعبیر دوم کی طرف راجع کہ سامع کے نزدیک جس قدر احتمالِ کذب سے دُوری ہوگی اسی درجہ وقعت ومقبولیت پُوری ہوگی، جب یہ امر ممہد ہوگیا تو آیۂ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمالِ کذب سے پاک ومنزّہ ہے، کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہوسکتی اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ خوفِ خدا دل میں لائیں۔ اب جو ہم خبر اہل تواتر کو دیکھتے ہیں تو وہ بالبداہۃ بروجہ عادت دائمہ ابدیہ غیر متخلفہ علم قطعی یقینی جازم ثابت غیر محتمل النقیض کو مفید ہوتی ہے جس میں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رکھتی اگرچہ بنظرِ نفس ذات خبر ومخبر امکان ذاتی باقی ہے کہ ان کا جمع علی الکذب قدرتِ الٰہیہ سے خارج نہیں۔ تلویح میں ہے:

المتواتر یوجب علم الیقین بمعنی ان العقل یحکم حکما قطعیا بانھم لم یتواطؤا علی الکذب وان ما اتفقوا علیہ حق ثابت فی نفس الامر غیر محتمل للنقیض، لا بمعنی سلب الامکان العقلی عن تواطئھم علی الکذب[1] اھ ملخصًا۔

متواتر سے علم الیقین حاصل ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ عقل یہ حکم لگاتی ہے کہ ایسے لوگوں کا اتفاق کذب پر یقیناً نہیں ہوسکتا اور جس پر ان کا اتفاق ہوا ہے وہ حق اور نفس الامر میں ثابت ہے اس میں نقیض کا احتمال نہیں ہے، اس کا یہ معنٰی نہیں کہ ان کے جھُوٹ پر جمع ہونے کے امکان عقلی کا سلب ہوگیا ہے اھ ملخصا۔ (ت)

مگر ایسا امکان منافی قطع بالمعنی الاخص بھی نہیں ہوتا کما حققہ فی المواقف وشرحھا واشار الیہ فی شرح المقاصد وشرح العقائد وغیرھما (جیسا کہ مواقف اور

---

[1] التلویح والتوضیح لمتن التنقیح الرکن الثانی فی السنۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳

اس کی شرح میں ہے اور اسی کی طرف شرح مقاصد اور شرح عقائد وغیرہ میں اشارہ ہے۔ ت) اسے پیشِ نظر رکھ کر کلام باری تعالیٰ کی طرف چلئے، امکانِ کذب ماننے کے بعد مباحث مذکورہ دلیل دوم و فرق امور عادیہ وارادۂ غیبیہ سے قطع نظر بھی ہو تو غایت درجہ اس قدر کہ کلام ربانی و خبر اہل تواتر کانٹے کی تول ہم پلّہ ہوں گے، جیسا کہ احتمالِ کذب یعنی نافی قطع ومنافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اس سے خبر تواتر کا بھی دامن پاک اور بنظرِ امکان ذاتی جو احتمالِ عقلی خبرِ تواتر میں ناشی وہ بعینہٖ کلام الٰہی میں بھی باقی، پھر کلامِ الٰہی کا سب کلاموں سے اصدق ہونا اور کسی کی بات اس سے صدقاً بھی ہمسری نہ کرسکنا کہ مفادِ آیۂ کریمہ تھا معاذ اللہ کب درست آیا بخلاف عقیدہ مجیدہ اہلسنّت وقایۃ اللہ لہم دامت (ان کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت دائمی ہو۔ ت) یعنی امتناع عقلی کذب الٰہی کہ اس تقریر پر کلامِ مولیٰ جل وعلا میں کسی طرح احتمالِ کذب کا امکان نہیں بخلاف خبر تواتر کہ احتمال امکانی رکھتی ہے اور یہ بات قطعاً صرف اسی کے کلامِ پاک سے خاص، محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیر خدا پر کذب محال عقلی ہو جائے۔ عصمت اگر بمعنی امتناع صدور وعدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیرِ قدرت۔ اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی طرح روشن درخشندہ صادق آیا کہ من اصدق من اللہ قیلا[1] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) اور العزۃ للہ کیوں نہ صادق آئے کہ آخر من اصدق من اللہ حدیثاً[2] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) یہ دیکھو یہ منشا تھا علماء کے اس ارشاد کا کہ زیر آیت کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیونکر اصدق ہوسکے کہ اس پر تو کذب محال اوروں پر ممکن، والحمد للہ رب العٰلمین۔

دلیل بست ونہم : قال المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ :

قل ای شیئ اکبر شھادۃ ط قل اللہ[3]۔

اے نبی! تُو کافروں سے پُوچھ کون ہے جس کی گواہی سب سے بڑی ہے، تُو خود ہی فرما کہ اللہ۔ (ت)

اقول اللہ کے لئے حمد ومنّت کہ یہ آیۂ کریمہ آیۂ سابقہ سے بھی جلی واظہر، اور افادۂ مراد میں اجلیٰ وازہر، وہاں ظاہر نظم نفی اصدقیتِ غیر تھا اور اثبات اصدقیتِ کلام اللہ بحوالۂ عرف یہاں صراحۃً

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

[2] 〃 ۴/ ۸۷

[3] 〃 ۶/ ۱۹

ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی گواہی سب گواہیوں سے اکبر واعظم واعلیٰ ہے۔ اب اگر معاذ اللہ امکانِ کذب کو دخل دیجئے تو ہر گز شہادتِ الٰہی کو شہادت اہل تواتر پر تفوق نہیں کہ جو یقین اس سے ملے گا اس سے بھی مہیا اور جو احتمال اس میں بھی باقی اس میں بھی پیدا، تو قرآن پر ایمان لانے والے کو یہی چارہ کہ مذہب مہذب اہل سنت کی طرف رجوع کرے اور جناب عزت کے امکانِ کذب سے براءت پر ایمان لائے۔ باقی تقریر دلیل مثل دلیل سابق ہے، فافہم واعلم واللہ اعلم۔

دلیل نہم: قال ربنا عزمن قائل:

وتمت کلمت ربك صدقا وعدلا لا مبدل لکلمٰته ج وھو السمیع العلیم[1]

اور پُورا ہے تیرے رب کا کلام صدق وانصاف میں، کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سُننے والا جاننے والا۔

علماء فرماتے ہیں یعنی باری عزوجل کا کلام انتہا درجہ صدق وعدل پر ہے جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں۔ بیضاوی میں ہے:

بلغت الغایة اخبارہ واحکامه ومواعیدہ (صدقا) فی الاخبار والمواعید و عدلا فی الاقضیة والاحکام[2]

اللہ تعالیٰ کی اخبار، احکام اور مواعید انتہائی کامل ہیں، اخبار و مواعید صدق کے اعتبار سے اور قضایا واحکام عدل کے اعتبار سے۔ (ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے:

المعنی انها بلغت الغایة القاصیة صدقا فی الاخبار والمواعید وعدلا فی الاقضیة والاحکام لا احد یبدل شیئا من ذٰلك بما ھو اصدق و اعدل ولا بما ھو مثله[3]

مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کلمات اخبار و مواعید میں صدق کے اعتبار سے اور قضایا واحکام میں عدل کے اعتبار سے انتہائی درجہ پر ہیں اس سے بڑھ کر کوئی اصدق واعدل نہیں جو ان میں سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۵

[2] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۶/ ۱۱۵ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۴۵

[3] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) ″ ″ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۷۸

کسی حکم کو بدل ڈالے بلکہ اس کے مماثل بھی کوئی نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ۱۵ ص ۳۵۱ تا ۳۵۶)

(۳۵) صدقِ قائل کے درجات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

درجہ ۲: ان لغو وعبث جھوٹوں سے بھی بچے مگر نثر یا نظم میں خیالات شاعرانہ ظاہر کرتا ہو جس طرح قصائد کی تشبیبیں ع

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول[1]

(سعاد کی جدائی پر آج میرا دل مضطرب ہے۔ ت)

سب جانتے ہیں کہ وہاں نہ کوئی عورت سعاد نامی تھی نہ حضرت کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ اس پر مفتون، نہ وہ ان سے جدا ہوئی نہ یہ اس کے فراق میں مجروح، محض خیالات شاعرانہ ہیں، مگر نہ فضول بحث کہ تشحید خاطر وتشویق سامع وترقیق قلب وتزئین سخن کا فائدہ رکھتے ہیں تاہم ازانجا کہ حکایت بے محکی عنہ ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:

وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ[2]

نہ ہم نے اسے شعر سکھایا نہ وہ اس کی شان کے لائق۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

درجہ ۳: ان سے بھی تحرز کرے مگر مواعظ وامثال میں ان امور کا استعمال کرتا ہو جن کے لئے حقیقت واقعہ نہیں جیسے کلیلہ ودمنہ کی حکایتیں، منطق الطیر کی روایتیں، اگرچہ کلام قائل بظاہر حکایت واقع ہے مگر تغلیط سامع نہیں کہ سب جانتے ہیں وعظ ونصیحت کے لئے یہ تمثیلی باتیں بیان کی گئی ہیں جن سے دینی منفعت مقصود، پھر بھی انعدام مصداق موجود، ولہذا قرآن عظیم کو اساطیر الاولین[3] (پہلوں کے قصے۔ ت) کہنا کفر ہوا جیسے آج کل کے بعض کفار لئام، مدعیان اسلام، نئی روشنی کے پرانے غلام دعوٰی کرتے ہیں کہ کلام عزیز میں آدم وحوا کے قصے، شیطان وملک کے افسانے سب تمثیلی کہانیاں ہیں جن کی حقیقت مقصود نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۵۷)

(۳۶) رسالہ مذکورہ کی تنزیہ سوم میں نجدیوں وہابیوں کی ہٹ دھرمی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ہاں اے وہ سوراخو جو سر کے دونوں جانب گوہر سماعت کے کان بنے ہو، جن پر ہوا کی موجیں نیسان سخن سے بارور ہو کر مہین مہین پھوہار سے آوازوں کا جھالا برساتی اور ان قدرتی

---

[1] المجموعۃ النبہانیۃ فی المدائح النبویۃ قافیۃ اللام قال کعب بن زہیر دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۵

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۶۹

[3] ؍؍ ۶/ ۲۵

سیپوں میں ان ننھّی ننھّی بوندیوں سے سننے کے موتی بناتی ہیں کیا کوئی تم میں القی السمع وھو شھید[1] (کان لگائے اور متوجہ ہو۔ ت) کے قابل نہیں۔ ہاں اے گوشت کے وہ صنوبری ٹکڑو جو سینوں کے بائیں پہلوؤں میں ملک بدن کے تخت نشیں ہو جن کی سرکار میں آنکھوں کے عرض بیگی کانوں کے جاسوس بیرونی اخبار کے پرچے سناتے اور خرد کے وزیر فہم کے مشیر اپنی روشن تدبیر سے نظم و نسق کے بیڑے اٹھاتے ہیں، کیا تم میں کوئی یستمعون القول فیتبعون احسنہ[2] (کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ ت) کا قابل نہیں؟ جان برادر! یقین جان تعصب باطل و اصرار عاطل کا وبال شدید ہے، آج نہ کھلا تو کل کیا بعید ہے شب درمیان فردا لوکنا نسمع او نعقل[3] (اگر ہم سنتے یا سمجھتے۔ ت) کا، یوم عصیب[4] (یہ بڑی سختی کا دن ہے۔ ت) ان موعدھم الصبح الیس الصبح بقریب[5] (بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے کیا صبح قریب نہیں۔ ت) اس دن رب ارجعون ۥ لعلی اعمل صالحا[6] (اے میرے رب! مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں۔ ت) کا جواب کلّا[7] (ہرگز نہیں۔ ت) ہوگا اور طعن بے امان الم یاتکم نذیر[8] (کیا تمھارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا۔ ت) کے جگر دوز تیر میں بلا کا پلّا، ابھی سویرا ہے ہوش سنبھالو، آنکھیں مل ڈالو، راستہ سوجھنے کی راہ نکالو، چل تو دئے، یہ بھی دیکھتے ہو کہ اس جھکی اندھیری میں کس کے پیچھے ہو، جس نے صرف ایک مسئلہ کذب باری بلکہ خوارج، روافض، معتزلہ، مرجیہ، ظاہریہ، کرامیہ وغیرہم طوائف ضالہ کی بدعات شنیعہ اور ان کے علاوہ صدہا ضلالات قبیحہ قطعیہ کی خندقیں جھنکائیں، اور تمھیں ان قہر ٹھوکروں ستم لغزشوں کی خبر تک نہ ہوئی، چشم فہم میں وہ بلا کی نیندیں جھک آئیں اور پھر گمان یہ کہ اس بہٹر راہ کا ہدایت مآل، ہیہات ہیہات کہاں ہدایت اور کہاں یہ چال ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم   سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب کوا کسی قوم کا رہبر ہو تو وہ انھیں ہلاکت کی راہ پر ہی لے جائے گا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۳۷
[2] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۸
[3] 〃 ۶۷/ ۱۰
[4] 〃 ۱۱/ ۷۷
[5] 〃 ۱۱/ ۸۱
[6] 〃 ۲۳/ ۹۹، ۱۰۰
[7] 〃 ۲۳/ ۱۰۰
[8] 〃 ۶۷/ ۸

للہ اپنی حالت پر رحم کرو قبل اس کے کہ پھر معذرت ربنا ھٰؤلاء اضلونا[1] (اے ہمارے رب! انھوں نے ہم کو بہکایا تھا۔ ت) کام نہ آئے اور لا تختصموا لدی[2] (میرے پاس نہ جھگڑو۔ ت) کی غضب جھنجلاہٹ اذ تبرأ الذین اتبعوا[3] (جب بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیروؤں سے۔ ت) کا رنگ دکھائے ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین[4] (اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۶۰، ۳۶۱)

(۳۷) امام وہابیہ کے ہذیانات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :

اگر کذب الٰہی[ع] محال ہو اور محال پر قدرت نہیں تو اللہ تعالٰی جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا حالانکہ

ع علمائے دین نے جو ارشاد فرمایا کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال، حضرت اس کے رد میں یوں اپنا خبث ظاہر کرتے ہیں :

قولہ وھو محال لانہ نقص والنقص علیہ تعالٰی محال، اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرتِ الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ و انبیاء خارج از قدرتِ الٰہیہ نیست و الا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرتِ ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی ست، کذب مذکور آرے منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر ست، ولہذا عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ میشمارند الخ[5]

قولہ یہ محال ہے کیونکہ یہ نقص ہے اور نقص اللہ تعالٰی پر محال ہے اقول اگر محال سے مراد ممتنع لذاتہٖ ہے جو قدرتِ الٰہیہ کے تحت داخل تو ہم نہیں مانتے کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور ہوگا کیونکہ یہ قضیہ غیر مطابق للواقع ہے اور اس کا القاء ملائکہ و انبیاء پر قدرتِ الٰہیہ سے خارج نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ قدرت انسانی قدرتِ ربانی سے زائد ہو جائے کیونکہ یہ قضیہ غیر مطابق للواقع ہے اور اس کا القاء مخاطبین پر اکثر افراد انسانی کی قوت میں ہے، ہاں کذب مذکور اس حکمت کے منافی ہے لہذا یہ ممتنع بالغیر ہے اور اسی لئے عدم کذب کو اللہ تعالٰی کے کمالات سے شمار کرتے ہیں الخ (ت)

بقیہ عبارت سراپا شرارت زیر ہذیان دوم آئے گی ۱۲ عفا اللہ تعالٰی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۳۸ [2] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۸ [3] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۶

[4] القرآن الکریم ۷/ ۸۹

[5] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ص ۱۷

اگر آدمی اس پر قادر ہیں، تو آدمی کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ گئی، یہ محال ہے تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو۔

ایّھا المسلمون احماکم اللہ شر المجون (اے اہل اسلام! اللہ تعالٰی تمھیں اس خطرناک شر سے محفوظ فرمائے۔ ت) للہ! بنظرِ انصاف اس اغوائے عوام و طغوائے تمام کو غور کرو کہ اس بس کی گانٹھ میں کیا کیا زہر کی پڑیاں بندھی ہیں،

اوّلاً دھوکا دیا کہ آدمی تو جھوٹ بولتے ہیں خدا نہ بول سکے تو قدرتِ انسانی اس کی قدرت سے زائد ہو حالانکہ اہل سنّت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام اعمال و اقوال و اوصاف و احوال سب جناب باری عزوجل کے مخلوق ہیں، قال المولٰی سبحانہ، وتعالٰی:

واللہ خلقکم وما تعملون[1]

تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

انسان کو فقط کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے، اس کے سارے افعال مولٰی عزوجل ہی کی سچّی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادہ و تکوین کے پلک مار سکے۔ انسان کا صدق و کذب، کفر، ایمان، طاعت، عصیان جو کچھ ہے سب اسی قدیر مقتدر جل و علا نے پیدا کیا اور اسی کی عمیم قدرت عظیم ارادت سے واقع ہوتا ہے،

وما تشاءون الّا ان یشاء اللہ رب العٰلمین[2]

تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا۔

ع اس کا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا

ے ماشئت کان وما تشاء یکون لاما یشاء الدھر والافلاک

(جو تُو نے چاہا ہوگیا، جو آپ چاہیں گے ہو جائے گا، نہیں ہوگا جو دہر اور افلاک چاہیں گے۔ ت)

پھر کتنا بڑا فریب دیا ہے کہ آدمی کا فعل قدرتِ الٰہی سے جُدا ہے یہ خاص اشقیائے معتزلہ کا مذہب نامہذب ہے قرآن عظیم کا مردود و مکذب۔

ثانیاً اقول اس ذی ہوش سے پوچھو انسان کو اپنا جھوٹ بولنے پر قدرت ہے یا

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۹۶
[2] القرآن الکریم ۸۱/ ۲۹

معاذ اللہ اللہ عزوجل سے بلوانے پر، پھر قدرت بڑھنا[عہ] تو جب ہو تاکہ اللہ تعالٰی آدمی سے جھوٹ بلوانے پر قابو نہ رکھتا، اپنے کذب پر قادر نہ ہو تو انسان کو اس عزیز جلیل کے کذب پر کب قدرت تھی کہ قدرتِ الٰہی سے اس کی قدرت زائد ہوگئی ولکن "من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور[1]" (لیکن "جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں"۔ ت)

ثالثًا حضرت کو اسی "یکروزی" میں یہ تسلیم روزی کہ کذب عیب ومنقصت ہے اور بیشک باری عزوجل میں عیب ونقصان آنا محال عقلی، اور ہم اس رسالہ کے مقدمے میں روشن کرچکے کہ محال پر قدرت ماننا اللہ عزوجل کو سخت عیب لگانا بلکہ اس کی خدائی سے منکر ہوجانا ہے۔ حضرات مبتدعین کے معلم شفیق ابلیس خبیث علیہ اللعن نے یہ عجز وقدرت کا نیا شگوفہ ان دہلوی بہادر سے پہلے ان کے مقتدا ابن حزم فاسد العزم فاقد الجزم ظاہری المذہب ردی المشرب کو بھی سکھایا تھا کہ اپنے رب کا ادب و اجلال یکسر پس پشت ڈال کتاب الملل والنحل میں بک گیا کہ انہ تعالٰی قادر ان یتخذ ولدا اذ لولم یقدر لکان عاجزا[2] یعنی اللہ تعالٰی اپنے لئے بیٹے بنانے پر قادر ہے کہ قدرت نہ مانو تو عاجز ہوگا۔

عہ **فائدہ عائدہ ضروری الملاحظہ**: ایہا المسلمون پرُظاہر کہ قدرت بڑھنے کے یہ معنی کہ ایک شے پر اسے قدرت ہے اسے نہیں، نہ یہ کہ اسے جس شے پر قدرت ہے وہ تو اس کی قدرت میں بھی داخل، مگر ایک اور چیز اس کی قدرت سے خارج جو ہرگز اس کی قدرت میں بھی داخل نہ تھی اسے قدرت بڑھنا کوئی مجنون ہی سمجھے گا۔ یہاں بھی دو چیزیں ہیں ایک کذب انسانی، وہ قدرتِ انسانی میں مجازًا ہے اور قدرتِ ربانی میں حقیقۃً۔ دوم کذبِ ربانی، اس پر قدرتِ انسانی نہ قدرتِ ربانی، تو انسان کی قدرت کس بات میں معاذ اللہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی کی قدرت سے بڑھ گئی۔ ہوا یوں کہ ملاجی بغایت سفاہت وغباوت کہ تمغائے عامۂ اہل بدعت ہے، یوں خیال کیا کہ انسان کو اپنے کذب پر قدرت ہے اور بعینہٖ یہی لفظ جناب عزت میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی اپنے کذب پر قدرت چاہیے ورنہ جو چیز مقدورِ انسان تھی مقدورِ رحمٰن نہ ہوئی، ختم الٰہی کا ثمرہ کہ دونوں جگہ اپنے اپنے کا لفظ دیکھ لیا اور فرقِ معنٰی اصلًا نہ جانا، ایک جگہ اپنے سے مراد ذاتِ انسان ہے دوسری جگہ ذاتِ رحمٰن جل وعلا، پھر جو شے قدرتِ انسانی میں تھی قدرتِ ربانی سے کب خارج ہوئی۔ کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار[3] ۱۲ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰
[2] الملل والنحل لابن حزم
[3] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

10/10

تعالی اللہ عما یقولون الظالمون علوا کبیرا "لقد جئتم شیئا ادا ۰ تکاد السموٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ۰ ان دعوا للرحمٰن ولدا ۰ وما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدا ۰"[1]

ظالم جو کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے۔ بیشک تم حد کی بھاری بات لائے، قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھے کر اس پر کہ انھوں نے رحمٰن کے لئے اولاد بتائی اور رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۶۲ تا ۳۶۵)

(۳۸) مزید فرمایا:

مسلمان انصاف کرے کہ یہ تشنیعیں جو علمائے اس بدمذہب ابن حزم پر کیں اس بدمشرب عدیم الحزم سے کتنی بچ رہیں،

کذٰلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم[2] ط وان اللہ لایھدی کید الخائنین[3]۰

ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان سی بات ان کے اُن کے دل ایک سے ہیں اور اللہ تعالٰی دغابازوں کا مکر چلنے نہیں دیتا۔(ت)

رابعًا **اقول** العزۃ للہ، اگر دہلوی مُلّا کی یہ دلیل سچی ہو تو دو خدا، دس خدا، ہزار خدا، بے شمار خدا ممکن ہوجائیں، وجہ سُنئے جب یہ قرار پایا کہ آدمی جو کچھ کرسکے خدا بھی اپنی ذات کے لئے کرسکتا ہے، اور معلوم کہ نکاح کرنا' عورت سے ہم بستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ پہنچانا قدرت انسانی میں ہے تو واجب کہ مُلّاجی کا موہوم خدا بھی یہ باتیں کرسکے ورنہ آدمی کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ جائیگی، اور جب اتنا ہوچکا تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام اتخاذ ولد کو محال جانتے تھے امام الوہابیہ نے قطعًا جائز مان لیں۔ آگے نطفہ ٹھہرنے اور بچہ ہونے میں کیا زہر گھُل گیا ہے، وہ کون سی ذلت خواری باقی رہی ہے جس کے باعث انھیں مانتے جھجکنا ہوگا بلکہ یہاں آکر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دُنیا بھر میں بزعم مُلّاجی سب کے لئے اس کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائے گا آخر بچہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۸۹ تا ۹۲ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۸ [3] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۲

نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر رہے، یا یُوں کہ منی نا قابلِ عقد و انعقاد، یا مزاجِ رحم میں کوئی فساد، یا خللِ آسیب مانع اولاد، تو جب خدائی ہے، کیا ان موانع کا ازالہ نہ کر سکے گا، بہرحال جب امورِ سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچہ ہونا قطعاً ممکن، اور خدا کا بچہ خدا ہی ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی:

قل ان کان للرحمٰن ولدٌ فانا اول العابدین [1]

تم فرماؤ بفرضِ محال رحمٰن کے لئے بچہ ہو تو سب سے پہلے میں پُوجتا۔ (ت)

تو قطعاً دو خدا کا امکان ہُوا اگرچہ منافیٔ غیرت ہو کر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن تو کروڑوں ممکن کہ قدرتِ خدا کو انتہا نہیں، ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

خامساً مُلّائے دہلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا، آدمی کھانا کھاتا ہے پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے، پیشاب کرتا ہے، آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کرلے، سُننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے۔ آدمی قادر ہے کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دے، آگ سے جلالے، خاک پر لیٹے، کانٹوں پر لوٹے، رافضی ہو جائے، وہابی بن جائے، مگر مُلّائے ملوم کا مولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لئے کر سکتا ہوگا ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمالِ قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا۔

اقول غرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھنا ہے نہ کر سکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، کر سکا تو ناقص ہوا ناقص خدا نہیں، محتاج ہوا محتاج خدا نہیں، ملوث ہوا ملوث خدا نہیں، تو شمس و امس کی طرح اظہر و ازہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قولِ ابتر حقیقۃً انکارِ خدا کی طرف منجر۔

ماقدروا اللہ حق قدرہٖ [2]۔ والعیاذ باللہ من اضلال الشیطٰن۔

انھوں نے اللہ تعالٰی کی صحیح قدر نہیں کی۔ اور شیطان کی گمراہی سے اللہ تعالٰی کی پناہ۔ (ت)

مگر "سُبحان ربّنا" ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزہ عالم اور عالم کے اعیان، اعراض، ذوات، صفات، اعمال، اقوال، خیر، شر، صدق، کذب، حسن، قبح، سب اسی کی قدرتِ کاملہ و ارادۂ ازلیہ سے ہوتے ہیں، نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر، نہ اپنے لئے کسی عیب و منقصت پر قادر

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۱

[2] " " ۲۲/ ۷۴

ہونا اس کی شانِ قدوسی کے لائق و درخور،

تعالی اللہ عمّا یقول الظّالمون علوا کبیرا ○ وسبحٰن اللہ بکرۃ واصیلا، والحمد للہ حمدا کثیرا۔

اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں، صبح و شام اللہ تعالٰی کی تقدیس و پاکیزگی ہے اور تمام اور کثیر حمد اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۶۷، ۳۶۸)

(۳۹) امام وہابیہ کے ہذیان دوم کے شنائع و مفاسد پر تازیانوں کے عنوان سے رَدِّ بلیغ کرتے ہُوئے فرمایا:

تازیانہ ۱: اقول العزۃ للہ والعظمۃ للہ واللہ الذی لا الٰہ الّا ھو (عزت اللہ تعالٰی کے لئے اور عظمت اللہ تعالٰی کے ہے، اللہ تعالٰی کی وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ت) کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ط ان یقولون الّا کذبا[1] (کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھُوٹ کہہ رہے ہیں۔ ت) للہ! یہ ظلم شدید و ضلال بعید تماشا کردنی کہ جابجا خود اپنی زبان سے کذب کو عیب ولوث کہتا جاتا ہے پھر اسے باری عزوجل کے لئے ممکن بتاتا اور اللہ کے جھُوٹ نہ بولنے کی وجہ یہ ٹھہراتا ہے کہ حکیم ہے اور مصلحت کی رعایت کرتا ہے پھر ترفعاً عن عیب الکذب وتنزہا عن التلوث بہ یعنی اس لحاظ سے کہ کہیں عیب ولوث سے آلودہ نہ ہوجاؤں کذب سے بچتا ہے۔ دیکھو صاف صریح مان لیا کہ باری عزوجل کا عیب دار وملوث ہونا ممکن، وہ چاہے تو ابھی عیبی وملوث بن جائے، مگر یہ امر حکمت و مصلحت کے خلاف ہے اس لئے قصداً پرہیز کرتا ہے تعالی اللہ عمّا یقولون علوّا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے جو یہ کہتے ہیں۔ ت) اور خود سرے سے اصل مبنائے خودسری دیکھئے، مُلّائے مقبوح کا یہ املائے مقدوح اس کلام ائمہ کے رَد میں ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص باری تعالٰی پر محال، اس کے جواب میں فرماتے ہیں محال بالذات ہونا ہمیں تسلیم نہیں بلکہ ان دلیلوں (یعنی دونوں ہذیانوں) سے ممکن ہے تو کیسی صاف روشن تصریح ہے کہ نہ صرف کذب بلکہ ہر عیب و آلائش کا خدا میں آنا ممکن، واہ بہادر! کیا نیم گردش چشم میں تمام عقائد تنزیہ و تقدیس کی جڑ کاٹ گیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

عاجز، جاہل، احمق، کاہل، اندھا، بہرا، ہکلا، گونگا سب کچھ ہونا ممکن ٹھہرا۔ کھانا، پینا، پاخانہ پھرنا پیشاب کرنا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا بلکہ مرجانا، مرکے پھر پیدا ہونا سب جائز ہو گیا۔ غرض اصولِ اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولیٰ عزوجل پر نقص وعیب محال بالذات ہیں، دفعۃً سب باطل وبے دلیل ہو کر رہ گئے۔ فقیر تنزیہ دوم میں زیرِ دلیل ذکر کر آیا کہ یہ مسئلہ کیسی عظمت والا اصلِ دینی تھا جس پر ہزارہا مسئلہ ذات وصفات باری عزوجل متفرع ومبنی، اس ایک کے انکار کرتے ہی وہ سب اُڑ گئے، وہیں شرح مواقف سے گزرا کہ ہمارے لئے معرفت صفات باری کی طرف کوئی راستہ نہیں مگر افعالِ الٰہی سے استدلال یا یہ کہ اس پر عیوب ونقائص محال، اب یہ دوسرا راستہ تو تم نے خود بند کر دیا، رہا پہلا یعنی افعال سے دلیل لانا کہ اس نے ایسی عظیم چیزیں پیدا کر دیں اور ان میں یہ حکمتیں ودیعت رکھیں، تو لاجرم ان کا خالق بالبداہۃ علیم و قدیر وحکیم ومرید ہے۔

اقول اولاً یہ استدلال صرف انھیں صفات کمال میں جاری جن سے خلق وتکوین کو علاقہ داری باقی ہزارہا مسائل ثبوتیہ وسلبیہ پر دلیل کہاں سے آئے گی، مثلاً مصنوعات کا ایسا بدیع ورفیع ہونا ہرگز دلالت نہیں کرتا کہ ان کا صانع صفتِ کلام یا صفتِ صدق سے بھی متصف یا نوم واکل وشرب سے بھی منزہ ہے۔

ثانیاً جن صفات پر دلالت افعال وہاں بھی صرف ان کے حصول پر دال، نہ یہ کہ ان کا عدوث ممنوع یا زوال محال، مثلاً اس نظم حکیم وعظیم بنانے کے لئے بیشک علم وقدرت وارادہ وحکومت درکار، مگر اس سے صرف بناتے وقت ان کا ہونا ثابت، ہمیشہ سے ہونے اور ہمیشہ رہنے سے دلیل ساکت، اگر دلائل سمعیہ کی طرف چلئے۔

اقول اولاً بعض صفات سمع پر متقدم تو ان کا سمع سے اثبات دور کو مستلزم۔

ثانیاً سمع بھی صرف گنتی کے سلوب وایجابات میں وارد، ان کے سوا ہزاروں مسائل کس گھر آئیں گے مثلاً نصوص شرعیہ میں کہیں تصریح نہیں کہ باری عزوجل اعراض وامراض وبول وبراز سے پاک ہے، اس کا ثبوت کیا ہوگا۔

ثالثاً نصوص بھی فقط وقوع وعدم پر دلیل دیں گے، وجوب واستحالہ وازلیت وابدیت کا پتا کہاں چلے گا مثلاً بکل شیئ علیم[1] ○ علی کل شیئ قدیر[2] ○ (سب کچھ جانتا ہے، ہر شے پر

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۹
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

قادر ہے۔ ت) سچے بیشک ثابت کہ اس کے لئے علم و قدرت ثابت، یہ کب نکلا کہ ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے، اور ان کا زوال اس سے محال، یونہی وھو یطعم ولا یطعم[1] (اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے۔ ت) اور لا تاخذہ سنۃ ولا نوم[2] (اُسے نہ اُونگھ آئے نہ نیند۔ ت) کا اتنا حاصل کہ کھاتا پیتا سوتا اونگھتا نہیں، نہ یہ کہ یہ باتیں اس پر ممتنع، ہاں ہاں ان سب امور پر دلالت قطعی کرنے والا ان تمام دعوائے ازلیت و ابدیت و وجوب و امتناع پر بوجہ کامل ٹھیک اُترنے والا ہزاروں ہزار مسائل صفات ثبوتیہ و سلبیہ کے اثبات کا یکبارگی سچا ذمّہ لینے والا، مخالف ذی ہوش غیر مجنون و مدہوش کے منہ میں دفعۃً بھاری پتھر دے دینے والا نہ تھا مگر وہی دینی یقینی عقلی بدیہی اجماعی ایمانی مسئلہ کہ باری تعالٰی پر عیب و منقصت محال بالذات، جب یہی ہاتھ سے گیا سب کچھ جاتا رہا، اب نہ دین ہے نہ نقل نہ ایمان نہ عقل،

انا للہ و انا الیہ راجعون[3] ٥ کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار[4] ٥

ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے، اللہ یونہی مُہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔ (ت)

ہاں وہابیہ نجدیہ کو دعوتِ عام ہے اپنے مولائے مسلم و امام مقدم کا یہ ہذیان امکان ثابت مان کر ذرا بتائیں تو کہ ان کا معبود بول و براز سے بھی پاک ہے یا نہیں، حاش للہ! امتناع تو امتناع عدم وقوع کے بھی لالے پڑیں گے، آخر قرآن و حدیث میں تو کہیں اس کا ذکر نہیں، نہ افعالِ الٰہی اس نفی پر دلیل، اگر اجماعِ مسلمین کی طرف رجوع لائیں اور بیشک اجماع ہے، مگر جانِ برادر! یہ بیشک ہم نے یُوں ہی کہا کہ یہ عیب ہیں اور عیب سے تنزیہ ہر مسلمان کا ایمان، تو قطعاً کوئی مسلم ان امور کو روا نہ رکھے گا، جب عیب سے تلوث ممکن ٹھہرا تو اب ثبوتِ اجماع کا کیا ذریعہ رہا، کیا نقل و روایت سے ثابت کرو گے؟ حاشا نقلِ اجماع درکنار سلفاً و خلفاً کتابوں اس مسئلے کا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴

[2] " ۲/ ۲۵۵

[3] " ۲/ ۱۵۶

[4] " ۴۰/ ۳۵

ذکر ہی نہیں، اگر کہئے بول و براز کا وقوع ایسے آلاتِ جسمانیہ پر موقوف جن سے جناب باری منزّہ، تو اوّلاً ان آلات کے بطورِ آلات نہ اجزائے ذات ہونے کے استحالہ پر سوا اس وجوب تنزّہ کے کیا دلیل ہے جسے تمہارا امام و مولٰی رو بیٹھا۔

ثانیاً توقف ممنوع آخر بے آلات زبان و مردمک و پردۂ گوش کلام و بصر و سمع ثابت، یونہی بے آلات بول و براز سے کون مانع، اسی طرح لاکھوں کفریات لازم آئیں گے کہ تمہارے امام کا وہ بہتان امکان تسلیم ہو کر قیامت تک ان سے مفر نہ ملے گی،

کذٰلک "لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون"[1]

اسی طرح کہ اللہ سچ کو سچ کرے اور جھوٹ کو جھوٹا اگرچہ بُرا مانیں مجرم۔ (ت)

مسلمانوں نے دیکھا کہ اس طائفہ تالفہ کے سردار و امام مدعیِ اسلام نے کیا بس بویا اور کیا کچھ کھویا اور لاکھوں عقائدِ اسلام کو کیسے ڈبویا، ہزاروں کفر شُنیع و ضلال قطیع کا دروازہ کیسا کھولا کہ اس کا مذہب مان کر کبھی بند نہ ہوگا، پھر دعوٰی یہ ہے کہ دنیا بھر میں ہمیں موحد ہیں باقی سب مشرک، سُبحان اللہ! یہ منہ اور یہ دعوی۔ او ناقص و عیبی و ملوث خدا کے پُوجنے والے! کس منہ سے اس اپنے تراشیدہ باطل موہوم کو حضرت حق سبحانہ کہتا ہے، سبحان اللہ وہی تو سبحانہ کے قابل جس میں دنیا بھر کے عیبوں آلائشوں کا امکان حاصل، العزۃ للہ میں اپنے رب ملک سبوح قدوس عزیز مجید عظیم جلیل کی طرف بہزار جان و صد ہزار جان برا ءت کرتا ہوں تیرے اس عیبی آلائشی تراشیدہ معبود اور اس کے سب پُوجنے والوں سے۔ مسلمانو! تمہارے رب کی عزت و جلال کی قسم کہ تمہارا سچا معبود جل وعلا، وہ پاک و منزہ و سبّوح قدوس ہے جس کے لئے تمام صفاتِ کمالیہ ازلاً ابداً واجب للذات اور اصلاً کسی عیب و لوث سے ملوث ہونا جزماً قطعاً محال بالذات اُس کی پاک قدرت اس ناپاک شناعت سے بری و منزّہ کہ معاذ اللہ اپنے عیبی و ناقص بنانے پر حاصل ہو، نعم المولٰی ونعم النصیر[2] (کیا ہی اچھا مولا اور کیا ہی اچھا مددگار۔ ت)

یہ مُلّائے ملوم کا مولائے موہوم تھا جو اپنے لئے عیوب و فواحش پر قدرت تو رکھتا ہے مگر لوگوں کے شرم و لحاظ یا ہمارے سچے خدا کے قہر و غضب سے ڈر کر باز رہتا ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۸

[2] " " ۲۲/ ۷۸

ضعف الطالب والمطلوب[1]، لبئس المولیٰ ولبئس العشیر[2]

کتنا کمزور چاہنے والا اور جس کو چاہا، بیشک کیا ہی بُرا مولیٰ اور بیشک کیا ہی بُرا رفیق۔ (ت)

او سفیہ ملوم کذوب ظلوم! الوہیت و منقصت باہم اعلیٰ درجۂ تنافی پر ہیں، الٰہ وہی ہے جس کے لئے جمیع صفات کمال واجب لذاتہ ہوں تو کسی عیب سے اتصاف ممکن ماننا زوال الوہیت کو ممکن جاننا ہے پھر خدا کب رہا، ولکن الظالمین بآیٰت اللہ یجحدون[3] (بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔ ت) عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ تفسیر کبیر سے منقول ہوگا کہ باری تعالیٰ کے لئے امکانِ ظلم ماننے کا یہی مطلب کہ اس کی خدائی ممکن الزوال ہے، میں گمان نہیں کرتا کہ اس بیباک کی طرح (مسلمانوں کی تو خدا امان کرے) کسی سمجھ وال کافر نے بھی بے دھڑک تصریح کر دی ہو کہ عیب و لوث خدا میں تو آسکتے ہیں مگر بطور ترفع یعنی مشیخت بنی رکھنے کے لئے ان سے دُور رہتا ہے صدق اللہ (اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا۔ ت):

ومن اصدق من اللہ قیلا[4]۝ فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[5]۝

اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (ت)

والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۷۰ تا ۳۷۴)

(۴۰) مزید فرمایا:

تازیانہ ۵: رب عزوجل فرماتا ہے:

وما انا بظلام للعبید[6]، میں بندوں کے حق میں ستمگر نہیں۔

اور فرماتا ہے:

لا یظلم ربک احدا[7]، تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۷۳ — [2] القرآن الکریم ۲۲/۱۳
[3] 〃 ۶/۳۳ — [4] 〃 ۴/۱۲۲
[5] 〃 ۲۲/۴۶ — [6] 〃 ۵۰/۲۹
[7] 〃 ۱۸/۴۹

اور فرماتا ہے:

ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ[1]۔ بیشک اللہ تعالٰی ایک ذرّے برابر ظلم نہیں فرماتا۔

اقول ان آیات میں مولٰی عزوجل نے عدمِ ظلم سے اپنی مدح فرمائی، کیوں ع ملاجی! بھلا جو ظلم پر قدرت ہی نہ رکھے اس کی بے ظلمی کی کیا تعریف، یوں تو پتھر کی بھی ثنا کیجئے کہ ظلم نہیں کرتا۔ اسی طرح جو صوبہ ظلم چاہے مگر حاکمِ بالا کا خوف مانع آئے عقلاً اس کی بھی مدح نہ کریں گے، تو لاجرم باری عزوجل کو ظلم پر قادر رکھئے گا۔ سبحان اللہ! تم سے کیا دور جب کذب وغیرہ ہر عیب و آلائش پر قدرت مان چکے تو ظلم میں کیا ستم رکھا ہے، مگر اتنا سمجھ لیجئے کہ ظلم کہتے ہیں مِلکِ غیر میں تصرفِ بے جا کو۔ جب باری سبحانہٗ وتعالٰی کو اس پر قادر مانئے گا تو پہلے بعض اشیاء کو اس کی مِلک سے خارج اور غیر کی مِلکِ مستقل مان لیجئے۔ مسلمانوں کو

ع بحمد اللہ یہ نقض رفیع بدیع ملائے شنیع کی ساری تقریرِ فظیع کو سراپا حاوی جس سے اس کے ہذیانوں کا ایک حرف نہ بچ سکے، اس تقریرِ پریشاں کو پیشِ نظر رکھ لیجئے اور یوں کہہ چلئے ظلمِ الٰہی محال نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرتِ انسانی قدرتِ ربانی سے زائد ہو کہ ظلم وستم اکثر آدمیوں کی قدرت میں ہے، ہاں ظلم خلافِ حکمت ہے تو ممتنع بالغیر ہوا۔ اسی لئے عدمِ ظلم کو کمالاتِ حضرتِ حق سبحانہٗ سے گنتے اور اس سے اس کی تعریف کرتے ہیں بخلاف شجر و حجر کہ انھیں کوئی عدمِ ظلم سے ستائش نہیں کرتا، اور ظاہر ہے کہ صفتِ کمال یہی ہے کہ ظلم پر قدرت تو ہو مگر برعایتِ مصلحت و مقتضائے حکمت آلائش ستمگاری سے بچنے کو ظلم نہ کرے، ایسا ہی شخص سلبِ عیبِ ظلم و اتصالِ کمالِ عدل سے ممدوح ہوگا بخلاف اس کے جس کے اعضاء و جوارح بیکار ہو گئے ہوں کہ ظلم کر ہی نہیں سکتا یا قوتِ متفکرہ فاسد ہو گئی ہے کہ معنی ظلم سمجھنے اور اس کا قصد کرنے ہی سے عاجز ہے یا وہ شخص کہ جب عدل و انصاف کا حکم دے تو یہ حکم اس سے صادر ہو اور جب ظلم کا حکم چاہے آواز بند ہو جائے یا زبان نہ چلے یا کوئی منہ بند کرلے یا گلا دبا دے یا ایک شخص کسی سے سیکھ کر حکم کرتا ہے آپ حکم دینا جانتا ہی نہیں اور وہ بتانے والا اسے احکامِ عدل و انصاف ہی بتاتا ہے اس وجہ سے ظلم صادر نہیں ہوتا، یہ لوگ عقلاء کے نزدیک قابلِ مدح نہیں، بالجملہ عیبِ ظلم سے ترفع اور اس کی آلائش سے تنزہ کے لئے ظلم نہ کرنا ہی صفتِ مدح ہے اور عجز ہو تو کچھ مدح نہیں، یا اس کی مدح پہلے کی مدح سے بہت کم ہے انتہی ملاحظہ کیجئے، نقض اسے کہتے ہیں کہ نام کو لگی نہ رکھے۔ واللہ الموفق ۱۲ منہ سلمہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۰

توبزورِ زبان زور و بہتان مشرک کہتے ہو خود سچے پکے کافر مشرک بن جائیے۔

قال تعالٰی :

للہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض[1]

اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔

وقال تعالٰی :

قل لمن ما فی السمٰوٰت والارض قل للہ[2]

تو فرما کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تو فرما اللہ تعالٰی کا ہے۔

وقال تعالٰی :

ام لھم شرک فی السمٰوٰت والارض[3]۔

کیا ان کا ساجھا ہے آسمانوں اور زمین میں۔

ولہذا اہل سنت وجماعت کا اجماع قطعی قائم کہ باری جل مجدہٗ سے ظلم ممکن ہی نہیں۔

شرح فقہ اکبر میں ہے :

لا یوصف اللہ تعالٰی بالقدرۃ علی الظلم لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ وعند المعتزلۃ انہ یقدر ولکن لا یفعل[4]

باری تعالٰی کو ظلم پر قادر نہ کہا جائے گا کہ محال زیرِ قدرت نہیں آتا، اور معتزلہ کے نزدیک قادر ہے اور کرتا نہیں۔

بیضاوی وعمادی وغیرہما تفاسیر میں ہے :

الظلم یستحیل صدورہ عنہ تعالٰی[5] اھ ملخصًا۔

اللہ تعالٰی سے ظلم صادر ہونا محال ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴

[2] " ۶/ ۱۲

[3] " ۳۵/ ۴۰ و ۴۶/ ۴

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب لا یوصف اللہ تعالٰی بالقدرۃ علی الظلم دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۳۹۲

[5] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۳/ ۱۰۸ دار الفکر بیروت ۲/ ۷۷

ارشاد العقل السلیم " ۵۰/ ۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۱۳۲

تفسیر روح البیان میں ہے:

الظلم المحال منه تعالٰی[1] اللہ تعالٰی سے ظلم محال ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

الذی یدل علی ان الظلم محال من اللہ تعالٰی ان الظلم عبارۃ عن التصرف فی ملك الغیر، والحق سبحانه لایتصرف الا فی ملك نفسه فیمتنع کونه ظالماً، وایضاً الظالم لایکون الٰهاً والشیئ لایصح الا اذا کانت لوازمه صحیحة فلوصح منه الظلم لکان زوال الٰهیته صحیحا و ذٰلك محال[2] اھ ملخصًا۔

ظلمِ الٰہی محال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ظلم مِلکِ غیر میں تصرف[عه1] سے ہوتا ہے اور حق سبحانہ تعالٰی جو تصرف کرے اپنی ہی مِلک میں کرتا ہے تو اُس کا ظالم ہونا محال اور نیز ظالم[عه2] خدا نہیں ہوتا اور شئے جبھی ممکن ہوتی ہے کہ اس کے سب لوازم ذاتیہ ممکن ہوں، تو اگر ظلمِ الٰہی ممکن ہو تو لازم ظلم یعنی زوالِ الوہیت بھی ممکن ہو یہ محال ہے اھ ملخصًا۔

اسی میں زیر قولہ تعالٰی ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمة[3] الآیة لکھتے ہیں:

الظالم سفیه خارج عن الالٰهیة فلوصح منه الظلم لصح خروجه عن الالٰهیة۔[4]

ظالم بیوقوف ہے خدائی سے خارج تو اگر خدا سے ظلم ممکن ہو تو اس کا خدائی سے نکل جانا ممکن ہو۔

تفسیر کبیر کی وہی عبارت ہے جس کا ہم تازیانہ اوّل میں وعدہ کر آئے تھے۔

تازیانہ ۶: قال ربنا تبارك وتعالٰی:

وقل الحمد لله الذی لم یتخذ ولدا[5]

تُو کہہ سب تعریفیں اُس خدا کو جس نے اپنے لئے بیٹا نہ بنایا۔

عه1 لایخفی علی الفطن الفاهم فرق بین تعبیر الاصل وعبارۃ العبد المترجم۔

عه2 یعنی ظلم والوہیت کا جمع ہونا ناممکن کہ ظلم عیب ہے، اور الوہیت ہر عیب کو منافی تو صدورِ ظلم کو عدمِ الوہیت لازم ۱۲ منہ

[1] روح البیان تحت الآیة ۲۹/۵۰ المکتبة الاسلامیه لصاحبها الریاض ۹/۱۲۶

[2] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) ؍؍ ۴/۴۰ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۰/۸۳

[3] القرآن الکریم ۲۱/۴۷

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیة ۲۱/۴۷ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۲/۱۵۳

[5] القرآن الکریم ۱۷/۱۱۱

وقال تعالٰی حاکیا عن الجن :

وانه تعالٰی جدّ ربّنا ما اتخذ صاحبة ولا ولدا[1]۔

بے شک بڑی شان ہے ہمارے رب کی جس نے اپنے لئے نہ عورت اختیار کی نہ بچّہ۔

اقول ان آیات میں سبوح قدوس جل جلالہ نے یوں اپنی تعریف فرمائی۔ اب بھلا میاں جی کہیں اپنی دلیل سے چُوکتے ہیں، ضرور کہیں گے کہ ان کا خدائے موہوم چاہے تو بیاہ کرے، بچّے جنائے مگر عیب ولوث سے بچنے کو فرد رہتا ہے، جب توصفت مدح ٹھہری ورنہ سرے سے قدرت ہی نہ ہو تو خُوبی ہی کیا ہے۔ یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا گیا :

سیّدا وحصورا[2] سردار اور عورتوں سے پرہیز رکھنے والا۔

احیز نامرد کی کون تعریف کرے گا کہ عورتوں سے بچتا ہے۔

تازیانہ ۷ : قال المولٰی سبحانہ، وتعالٰی :

وما کان ربّك نسیّا[3] تیرا رب بھُولنے والا نہیں۔

اقول اب دہلوی مُلّا اپنی ہذیانی دلیل کو آیۂ کریمہ میں جاری کر دیکھے "رب تعالٰی ذکرہ، نے عدمِ نسیان سے اپنی مدح فرمائی اور صفت کمال و قابلِ مدح یہی ہے کہ باوجود امکان نسیان عیب ولوث سے بچنے کو اپنے علوم حاضر رکھے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ یہ بات نہیں بھُولتا حالانکہ عدمِ نسیان قطعاً اُسے بھی حاصل۔ یُونہی اگر ایک شخص بالقصد کسی مسئلہ کو بُھلا دینا چاہتا اور عمدًا اپنے دل کو اس کی یاد سے پھیرتا ہے، مگر جب بھُولنے پر آتا ہے کوئی یاد دلاتا ہے یوں بھلانے پر قدرت نہیں پاتا عقلاً ایسے شخص کو بھی عدمِ نسیان سے مدح نہ کریں گے تو لاجرم واجب کہ باری سبحانہ، کا نسیان ممکن ہو اور وہ اپنے علوم بُھلا دینے پر قادر" تعالی اللہ عن ذٰلك علوّا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ ت)

تازیانہ ۸ : آیۂ کریمہ لا یضلّ ربّی ولا ینسٰی[4] میرا رب نہ بہکے نہ بھُولے۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۲ / ۳

[2] 〃 ۳ / ۳۹

[3] 〃 ۱۹ / ۶۴

[4] 〃 ۲۰ / ۵۲

اقول موسیٰ کلیم علیٰ سیدہ وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عدمِ ضلال سے اپنے رب کی ثنا کی، "اگر دہلوی میاں جی کی دلیل سچی ہو تو لازم کہ باری عزّوجل کا بہکنا ممکن ہو کہ مدح اسی میں ہے کہ باوصف امکان عیب ولوث سے بچنے کو ضلال میں نہ پڑے، اگر ضلالت پر قدرت ہی نہ پائی تو مجبوری کی بات میں تعریف کا ہے کی، پتھر کو کوئی نہ کہے گا کہ یہ راہ نہیں بھولتا یا جب پھینکتے ہیں تو سیدھا زمین ہی پر آتا ہے، کبھی بہک کر آسمان کو نہیں چلا جاتا، اسی طرح جب کوئی شخص بہکنے کو ہو تو راہ بتا دی جائے، یوں بہکنے نہ پائے، اس میں بھی کوئی تعریف نہیں"، یہ چار تازیانے نقض کے لئے بس ہیں، اور جو شخص طرزِ تقریر سمجھ گیا اس پر اور نقوضِ کثیرہ کا استخراج آسان، مگر انصاف یہ ہے کہ جو گستاخ دہن دریدہ حیا پریدہ اپنے رب کے لئے دُنیا بھر کے عیب و آلائش روا کرچکا اس سے ان استحالوں کا ذکر بے حاصل کہ وہ سہو و ضلالت و جماع وولادت سب کچھ گوارا کرلے گا ؎

تیر بر جاہِ انبیا انداز	طعن در حضرت الٰہی کن
بے ادب شو و آنچہ دانی گوے	بیحیا باش و ہرچہ خواہی کن

(انبیاء علیہم السلام کے رتبہ پر تیر برسا، بارگاہِ الٰہی میں طعن کر، بے ادب ہو جا پھر جو چاہے کہہ، بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کر۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۸۵ تا ۳۸۹)

ع مثلاً قال اللہ تعالٰی:

وما اللہ بغافل عمّا تعملون[1]

اللہ غافل نہیں تمھارے کاموں سے۔

تو ملّا جی کے مسلک پر لازم کہ اس کی غفلت ممکن ہو۔ وقال اللہ تعالٰی:

اولم یروا ان اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض ولم یعی بخلقھن[2] الاٰیۃ۔

کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور نہ تھکا ان کے بنانے سے

اب ملّا جی کہیں گے کہ خدا کا تھکنا بھی ممکن، وعلیٰ ھٰذا القیاس ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۵ و ۱۴۰ و ۱۴۹ و ۳/ ۹۹

[2] ″ ۴۶/ ۳۳

(۴۱) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

اب یہ نفیس دلیل جو حضرت نے امکانِ کذبِ باری عزّوجل پر قائم کی حاشا ان کی اپنی تراشی نہیں کہ وہ دین میں نئی بات نکالنے کو بُرا جانتے تھے بلکہ اپنے اساتذہ کاملہ حضرات معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی سے سیکھ کر لکھی ہے، ان خبیثوں نے بعینہٖ حرف بحرف اسی دلیل سے مولٰی تعالٰی کا امکانِ ظلم نکالا تھا اور جو نقض فقیر نے ان حضرت پر کئے بعینہٖ ایسے ہی نقضوں سے ائمہ اہلسنت نے ان ناپاکوں کا رد فرمایا۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ عزّوجل ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ فرماتے ہیں:

قالت المعتزلۃ الاٰیۃ تدل علٰی انہ قادر علی الظلم لانہ تمدح بترکہ ومن تمدح بترک فعل قبیح لم یصح منہ ذٰلک التمدح الا اذا کان ھو قادرًا علیہ، الا ترٰی ان الزمن لایصح منہ ان یتمدح بانہ لایذھب فی اللیالی الی السرقۃ، والجواب انہ تعالٰی تمدح بانہ لاتأخذہ سنۃ و لانوم ولم یلزم ان یصح ذٰلک علیہ، وتمدح بانہ لاتدرکہ الابصار و لم یدل ذٰلک عند المعتزلۃ علٰی انہ یصح ان تدرکہ الابصار[1]

یعنی معتزلہ نے کہا آیت مذکورہ دلالت فرماتی ہے کہ اللہ تعالٰی ظلم پر قادر ہے، اس لئے کہ رب عزّوجل نے اس میں ترکِ ظلم سے اپنی مدح فرمائی اور کسی فعل قبیح کے ترک پر مدح جب ہی صحیح ہوگی کہ اسے اس کے کرنے پر قدرت ہو آخر نہ دیکھا کہ لنجھا اپنی تعریف نہیں کرسکتا کہ میں راتوں کو چوری کے لئے نہیں جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی مدح میں فرمایا کہ اسے نیند آئے نہ غنودگی، حالانکہ معتزلہ کے ہاں بھی اللہ تعالٰی کے لئے یہ ممکن نہیں۔ اور اپنی مدح میں یہ بھی فرمایا کہ ابصار اس کا احاطہ نہ کرسکیں، حالانکہ یہ بھی ان کے ہاں ممکن نہیں۔ (ت)

مسلمان دیکھیں کہ معتزلی ذلیل کی یہ بیہودہ دلیل بعینہٖ وہی ہذیان مُلّائے ضلیل ہے یا نہیں، فرق یہ ہے کہ انھوں نے اس قدیم العدل پر تہمتِ ظلم رکھی، انھوں نے اس واجب الصدق پر افترائے کذب اٹھایا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۹۰)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۴/۴۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۰/۸۳

(۴۲) مزید فرمایا:

اسی رسالہ یکروزی میں عبارت مذکورہ سے دو سطر اوپر جو نظر کروں تو وہاں تو خوب ہی سانچے میں ڈھلے ہیں یہاں عروس مذہب کے جمال پر پردہ تقیہ تھا وہاں حضرت بے نقاب چلے ہیں، اعتراض تھا کہ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام اوصاف کمالیہ میں حضور کا شریک من حیث ھو شریک ممکن ہو تو خبر الٰہی کا کذب لازم آئے کہ وہ فرماتا ہے:

ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔[1]

لیکن اللہ کے رسول اور انبیاء کے آخری ہیں۔ (ت)

اور وصف خاتمیت میں شرکت ناممکن، حضرت اس کا ایک جواب یوں دیتے ہیں:

بعد اختیار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول بامکان وجود مثل اصلاً منجر بتکذیب نص از نصوص نگردد و سلب قرآن مجید بوصف انزال ممکن ست داخل قدرت الٰہیہ، کما قال اللہ تعالٰی ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک بہ علینا وکیلا۔[2]

اختیار کے بعد یہ ممکن ہے کہ اس آیہ کریمہ کی بھول ہو جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثل کے وجود کے امکان والی بات نصوص میں سے کسی نص کی تکذیب بالکل نہ ہو گی جبکہ نازل شدہ قرآن کا سلب ممکن ہے جو اللہ تعالٰی کی قدرت کے تحت داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اگر ہم چاہیں تو آپ کی طرف کی ہوئی وحی کو اٹھا لیں پھر آپ ہمارے پاس کوئی دلالت کرنے والا نہ پاتے۔ (ت)

حاصل یہ کہ امکان کذب ماننا تکذیب قرآن کو اسی صورت میں مستلزم کہ آیات قرآن بھی محفوظ رہیں حالانکہ ممکن کہ اللہ تعالٰی قرآن ہی کو فنا کر دے، پھر تکذیب کاہے کی لازم آئے۔

اقول ایھا المؤمنون! دیکھو صاف صریح مان لیا کہ خدا کی بات واقع میں جھوٹی ہو جائے تو ہو جائے اس میں کچھ حرج نہیں، حرج تو اس میں ہے کہ بندے اُسے جھوٹا جانیں، یہ اسی تقدیر پر ہو گا کہ آیات باقی رہیں جن کے ذریعہ سے ہم جان لیں کہ خدا کی فلانی بات جھوٹی ہوئی اور جب قرآن ہی محو ہو گیا پھر جھوٹی پڑی تو کسی کو جھوٹ کی خبر بھی نہ ہو گی تکذیب کون کرے گا، غرض سارا ڈر اس کا ہے کہ بندوں کے سامنے کہیں جھوٹا نہ پڑے واقع میں جھوٹا ہو جائے تو کیا پروا، انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت)۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[2] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

اے سفیہ ملوم! یہ تیرا خدائے موہوم ہوگا جو بندوں کے طعنوں سے ڈر کر جھوٹ سے بچے اور ان سے چرا چھپا بہلا بھلا کر خوب پیٹ بھر کر بولے ہمارا سچا خدا بالذات ہر عیب و منقصت سے پاک ہے کہ کذب وغیرہ کسی نقصان کو اس کے سراپردۂ عزت تک بار ممکن نہیں، اور جو افعال اس کے ہیں حاشا وہ ان میں کسی سے نہیں ڈرتا یفعل اللہ ما یشاء[1] (اللہ جو چاہے کرے۔ت)، یحکم ما یرید[2] (وہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ت) اس کی شان ہے، اور لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون[3] (اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ت)۔ اس کے جلالِ عظیم کا بیان لہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض[4] سبحانہ وتعالٰی عما یصفون[5] (اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں، پاکی اور برتری ہے اس کو ان کی باتوں سے۔ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۰۰، ۴۰۱)

(۴۳) مزید فرمایا:

الحمدُ للہ! یہ حضرت کی چند سطری تحریر پر بالفعل پینتیس[۳۵] کوڑے ہیں اور پانچ ہذیان اول پر گزرے تو پورے چالیس[۴۰] تازیانے ہوئے، واقعی معلم طائفہ نے بغلامی معلم الملکوت ہمارے مولٰے پر کذب وعیوب کا افترائے ممقوت کیا اور شرع میں افتراء کی سزا اسّی[۸۰] کوڑے مگر غلام کے حق میں آدھی حد،

فعلیھن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب[6]۔

تو ان پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔(ت)

تو چالیس[۴۰] کوڑے نہایت بجا واقع ہوئے، اللہ عزوجل سے آرزو کہ قبول فرمائے اور ان تازیانوں کو متبوع کے حق میں نکال وعقوبت، تابع کے لئے ہدایت وعبرت، اہل سنت کے واسطے قوت واستقامت بنائے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۰۳)

(۴۴) رسالہ مذکورہ کی تنزیہ چہارم میں مجوزین امکان کذب کے خلفِ وعید سے استدلال کو رَد کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۷
[2] القرآن الکریم ۵/ ۱
[3] " ۲۱/ ۲۳
[4] " ۴۵/ ۳۷
[5] " ۶/ ۱۰۰
[6] " ۴/ ۲۵

وجہ ۲: فرماتے ہیں آیاتِ وعید آیاتِ عفو سے مخصوص و مقید ہیں یعنی آیتیں عفو و وعید دونوں میں وارد، توان کے ملانے سے آیاتِ وعید کے یہ معنیٰ ٹھہرے کہ جنھیں معاف نہ فرمائے گا وہ سزا پائیں گے، جب یہ معنی خود قرآن عظیم ہی نے ارشاد فرمائے توجوازِ خلف کو معاذ اللہ امکانِ کذب سے کیا علاقہ رہا، امکانِ کذب تو جب نکلتا کہ جزماً حتماً وعید فرمائی جاتی، اور جب خود متکلم جل وعلا نے اسے مقید بعدم عفو فرمادیا ہے تو چاہے وعید واقع ہو یا نہ ہو ہر طرح اس کا کلام یقیناً صادق جس میں احتمالِ کذب کو اصلاً دخل نہیں، یہ وجہ اکثر کتبِ علماء مثل تفسیر بیضاوی انوار التنزیل و تفسیر عمادی ارشاد العقل السلیم و تفسیر حقی روح البیان و شرح مقاصد وغیرہا میں اختیار فرمائی۔ لُطف یہ ہے کہ خود وہی رد المحتار جس سے مدعی جدید غیر مہتدی ورشید نے مسئلۂ خلف میں خلاف نقل کیا۔ اسی ردّ المحتار میں اسی جگہ اسی قول جواز کے بیان میں فرمایا:

حاصل ھذا القول جواز التخصیص لما دل علیہ اللفظ بوضعہ اللغوی من العموم فی نصوص الوعید[1]

اس قول کا حاصل یہ ہے کہ نصوصِ وعید میں جو ظاہر لفظ اپنے معنوی لغوی کی رُو سے عموم پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا یہ سزا پائے گا اس میں تخصیص جائز ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۰۷)

(۴۵) مزید فرمایا:

مسلمانو! دیکھا کہ خلفِ وعید جائز ماننے والے اس تفریع ناپاک سے جو مدعی بیباک نے گھڑی کس قدر دُور بھاگتے اور کس کس وجہ سے اسے علانیہ رَد کرتے ہیں، پھر اپنی جھُوٹی بات بنانے کے لئے ناکردہ گناہ ان کے سر ایسا الزام شدید باندھنا کس درجہ جرأت و بے حیائی ہے۔ قال اللہ سبحٰنہ وتعالٰی:

ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بھتانا واثما مبینا[2]۔

اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھُلا گناہ اٹھایا۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۰۸)

---

[1] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب فی خلف الوعید الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۲

11/11

(۴٦) مزید فرمایا:

حجّتِ خامسہ، اقول مجوزین خلفِ وعید اپنے مذہب پر بڑی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ باری عزّاسمہ نے فرمایا:

ان اللہ لایغفر ان یشرك بہ ویغفر مادون ذٰلك لمن یشاء[1]

بیشک اللہ تعالٰی شرک کو معاف نہیں فرماتا اور شرک سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا۔

اسی ردالمحتار میں اسی مقام پر اسی مسئلہ کے بیان میں آپ کی منقولہ عبارت سے چار ہی سطر بعد فرمایا:

ادلۃ المثبتین التی من انصھا قولہ تعالٰی ان اللہ لایغفر ان یشرك بہ ویغفر مادون ذٰلك[2]

اثبات کرنے والوں کی مضبوط ترین دلیل اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے، بے شک اللہ تعالٰی شرک کو معاف نہیں فرماتا اور شرک سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۰۸، ۴۰۹)

(۴۷) مزید فرمایا:

اقول امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قال ابوعمرو بن العلاء لعمرو بن عبید، ماتقول فی اصحاب الکبائر؟ قال اقول ان اللہ منجز ایعادہ کما ھو منجز وعدہ، قال ابوعمرو انك رجل اعجم، لا اقول اعجم اللسان ولکن اعجم القلب، ان العرب تعد الرجوع عن الوعد لؤما وعن الایعاد کرما، والمعتزلۃ حکوا ان اباعمرو بن العلاء لما قال ھٰذا الکلام قال لہ عمرو بن عبید یا اباعمرو فھل یسمی اللہ مکذب نفسہ؟ فقال لا، فقال عمرو بن عبید فقد سقطت حجتك، قالوا فانقطع ابوعمرو بن العلاء، وعندی انہ کان لابی عمرو ان یجیب عن ھذا السؤال ان ھذا انما یلزم لوکان الوعید ثابتا جزمًا من غیر شرط، وعندی جمیع الوعیدات مشروطۃ بعدم العفو، فلایلزم من ترکہ دخول

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱٦

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب فی خلف الوعید الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

الکذب فی کلام اللہ تعالٰی اھ[1] ملخصًا۔

یعنی امام ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ تعالٰی نے عمرو بن عبید پیشوائے معتزلہ سے فرمایا اہل کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ کہا میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی اپنی وعید ضرور پوری کرے گا جیسا کہ اپنا وعدہ بیشک پُورا فرمائے گا۔ امام نے فرمایا تو عجمی ہے میں نہیں کہتا کہ زبان کا عجمی بلکہ دل کا عجمی ہے، عرب وعدہ سے رجوع کو نالائق جانتے ہیں اور وعید سے درگزر کو کرم، معتزلہ حکایت کرتے ہیں۔ اس پر عمرو نے جواب دیا کیا خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرائیے گا۔ امام نے فرمایا نہ۔ عمرو نے کہا تو آپ کی حجت ساقط ہوئی، اس پر امام بند ہو گئے۔ امام رازی فرماتے ہیں میرے نزدیک امام یہ جواب دے سکتے تھے کہ اعتراض تو جب لازم آئے کہ وعید یقینی بلا شرط ہو اور میرے مذہب میں تو سب وعیدیں عدم عفو سے مشروط ہیں تو خلف وعید سے معاذ اللہ کلام الٰہی میں کذب کہاں سے لازم آیا۔

اب عاقل بنظرِ انصاف غور کرے، **اوّلًا** اگر تجویزِ خلف امکان کذب ماننا ہوتی تو برتقدیر صدق حکایت امام کا بند ہونا کیا معنی، انھیں صاف کہنا تھا میں جوازِ خلف مانتا ہوں تو امکانِ کذب میرا عین مذہب، اور برتقدیر کذب معتزلہ علمائے اہلسنت کیوں نہیں فرماتے کہ تم نے وہ حکایت گھڑی جو آپ ہی اپنے کذب کی دلیل ہے، مجوزینِ خلف تو امکانِ کذب مانتے ہی ہیں پھر امام اس الزام پر بند کیوں ہو جاتے۔

ثانیًا آگے چل کر امام رازی امام ابن العلاء کی طرف سے اچھا جواب دیتے ہیں کہ میرے مذہب میں سب وعیدیں مقید ہیں، سبحان اللہ! جب وعیدیں مقید ہوں گی تو امکان کذب کدھر جائے گا، کیوں نہیں کہتے کہ میرے مذہب میں کذب ممکن تو الزام ساقط، غرض بے شمار وجوہ سے ثابت کہ مدعی جدید غیر مہتدی ورشید نے علمائے کرام پر جیتا طوفان باندھا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۱۰، ۴۱۱)

(۴۸) اسی مبحث میں مزید فرمایا:

ثانیًا محققین کہ جوازِ خلف نہیں مانتے، آیۂ کریمہ ما یبدل القول لدی[2] (میرے ہاں قول میں تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ ت) سے استدلال کرتے ہیں کما فی شرح عقائد النسفی و شرح الفقہ الاکبر وغیرھما (جیسا کہ شرح عقائد نسفی، شرح فقہ اکبر اور دیگر کتب میں ہے۔ ت)، اور

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹/۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/۱۵۹ و ۱۶۰

[2] القرآن الکریم ۵۰/۲۹

پُر ظاہر کہ آیت میں نفی وقوع صرف استحالہ شرعی پر دلیل ہوگی نہ کہ امتناع عقلی پر، تو لازم کہ وہ علماء جواز شرعی مانتے ہوں ورنہ محققین کی دلیل محلِ نزاع سے محض اجنبی اور امر نزاعی کی نافہمی پر مبتنی ہوگی، وہ نہ کہہ دیں گے کہ اس سے صرف استحالۂ شرعی ثابت ہوا وہ امکان عقلی کے کب خلاف ہے جس کے ہم قائل ہیں۔

ثالثاً واحدی نے بسیط میں آیۂ کریمہ انك لا تخلف المیعاد[1] (بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ ت) سے صرف وعدہ مراد لیا اور وعید پر عمل کرنے سے انکار کیا کہ اس میں تو خلف جائز ہے۔

تفسیر کبیر میں فرمایا:

احتج الجبائی بھٰذہ الاٰیۃ علی القطع بوعید الفساق (ثم ذکر احتجاجہ و الاجوبۃ عنہ الٰی ان قال) وذکر الواحدی فی البسیط طریقۃ اخرٰی، فقال لم لا یجوز ان یحمل ھذا علٰی میعاد الاولیاء دون وعید الاعداء، لان خلف الوعید کرم عند العرب[2] الخ۔

جبائی نے وعید فساق کی قطعیت پر اسی آیہ مبارکہ سے استدلال کیا (پھر اس کا استدلال اور اس کے جوابات ذکر کئے پھر کہا) اور واحدی نے بسیط میں ایک اور طریقہ ذکر کرتے ہوئے کہا یہ کیوں جائز نہیں کہ اسے وعدۂ اولیاء پر محمول کرلیا جائے نہ کہ وعیدِ اعداء پر، کیونکہ خلفِ وعید عربوں کے ہاں سراپا کرم ہوتا ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ علمائے مجوزین اگر صرف امکانِ عقلی مانتے تو آیت میں اس حمل کی انھیں کیا حاجت تھی کہ انتفائے شرعی جواز عقلی کے کچھ منافی نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۱۷، ۴۱۸)

(۴۹) مزید فرمایا:

روح البیان میں ہے:

فاللہ تعالٰی لا یغفر ان یشرك بہ فینجز وعیدہ فی حق المشرکین ویغفر مادون ذٰلك لمن یشاء فیجوز ان یخلف وعیدہ فی حق المؤمنین[3]

اللہ تعالٰی شرک کو معاف نہیں فرماتا تو مشرکین کے حق میں وعید جاری وساری رہے گی اور اس سے نیچے کو معاف فرما دیتا ہے جس کو چاہے، تو اہلِ ایمان کے حق میں خلفِ وعید جائز

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۴

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳/ ۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۵۹

[3] روح البیان الجزء السادس والعشرون " " " المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض ۹/ ۱۲۵

ہوگی (ت)۔

سبحان اللہ! اگر صرف امکانِ عقلی میں کلام ہوتا تو وہ باجماعِ اشاعرہ بلکہ جماہیرِ اہلسنت حق کفار میں بھی حاصل۔ وھو التحقیق یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید (اور یہی تحقیق ہے اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۱۹)

(۵۰) مزید فرمایا:

ثابت ہُوا کہ وہ علماء جسے خلفِ وعید کہتے ہیں یقیناً واقع، اب تم خلف کو اس معنیٰ ناپاک پر حمل کرتے ہو تو معاذ اللہ کذبِ الٰہی کے بالیقین واقع و موجود ہونے میں کیا کلام رہا، صدق اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ ت):

فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[1]۔

بے شک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی (اللہ سبحانہٗ وتعالٰی کی پناہ۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۲۱)

(۵۱) مزید فرمایا:

ثانیاً تعیین تساوی سے قطع نظر بھی کیجئے تاہم آیۂ کریمہ ویغفر ما دون ذٰلک[2] (شرک سے نیچے گناہ معاف فرمادے گا۔ ت) سے ان کا استدلال دلیل قاطع کہ خلف عفو سے خاص یا مباین نہیں، لاجرم مساوی نہ سہی تو عام ہوگا، بہرحال وقوعِ مغفرت وقوعِ خلف اور تمہارے طور پر وقوعِ خلف وقوعِ کذب کو مستلزم ہو کر کذبِ الٰہی یقینی الوقوع ٹھہرے گا، اور کیا گمراہوں کے سر پہ سینگ ہوتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۲۱)

(۵۲) اسی سلسلہ میں فرمایا:

یونہی امام فخر الدین نے تفسیر کبیر میں باآنکہ کلام امام ابوعمرو ابن العلاء قائل جواز خلف کی وہ کچھ تائید کی جو اوپر گزر چکی، جب معنی تبدیل کی نوبت آئی جس پر ان حضرات نے تفریع کی ٹھہرائی اس پر

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۴۶

[2] 〃 ۴/۱۱۶

وہ شدید و عظیم نکیر فرماتی کہ کج فہمی جاہل پر قیامت ڈھاتی۔ اسی تفسیر میں فرماتے ہیں:
الخبر اذا جوز علی اللہ الخلف فیہ فقد جوز الکذب علی اللہ تعالٰی وھذا خطاء عظیم بل یقرب من ان یکون کفرا، فان العقلاء اجمعوا علی انہ تعالٰی منزہ عن الکذب، ومعلوم ان فتح ھذا الباب یقضی الی الطعن فی القرآن وکل الشریعۃ[1] اھ ملخصاً
یعنی جب خبر میں خلف اللہ تعالٰی پر جائز رکھا جائے تو بیشک کذبِ الٰہی کو جائز ماننا ہوگا، اور یہ سخت خطا ہے بلکہ قریب ہے کہ کفر ہو جائے اس لئے کہ تمام عقلاء (یعنی صرف اہل اسلام بلکہ سمجھ والے کافر بھی) اتفاق کئے ہوئے ہیں کہ باری تعالٰی کذب سے منزّہ ہے، اور معلوم ہے کہ اس دروازے کا کھولنا قرآن مجید اور تمام شریعت میں طعن تک لے جائے گا اھ ملخصاً۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۲۳)
(۵۳) مزید فرمایا:
اے حضرت! سب کچھ جانے دیجئے مگر یہ آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[2] (ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ ت) بھی معاذ اللہ کوئی وعید ہے جس کے امکان کذب کو جواز خلف پر متفرع کیجئے گا، یہ تو وعدہ ہے یعنی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بشارتِ عظیمہ کہ تمھیں اس فضل جلیل سے مشرف کیا گیا تمھاری شریعتِ مطہرہ کو شرفِ افضلیت بخشا تم ناسخ ادیان ہوئے تمھارے دینِ متین کا ناسخ کوئی نہ آئے گا تم سب سے بلند و برتر رہے تم سے بالا کوئی ہوا نہ ہوگا، اس میں خلف تو ہر طرح بالاجماع محال ہے پھر تمھارے امام کا کیا کام نکلا اور مخالف اجماع مسلمین و احداث بدعت ضالہ فی الدین کا داغ کیونکر مٹا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۲۸، ۴۲۹)
(۵۴) رسالہ مذکورہ کے آخر میں فرمایا:
التماس ہدایت اساس، میں جانتا ہوں کہ فقیر کے اس رسالے پر حسبِ معمول سخن پروری بحکم دستور تعصب و خودسری اگر بعض سلیم خاطریں شرمائیں گی، قبول و انصاف کو کام فرمائیں گی تو بہت عنادی طبیعتیں گرمائیں گی، جبلّی نزاکتیں غصہ لائیں گی، جاہلی حمیتیں جوش دکھائیں گی، تعصبی حمایتیں ہمّت پہ آئیں گی، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، نعم المولٰی ونعم الکفیل (ہمارے لئے اللہ کافی اور وہ سب سے بڑا کارساز، سب سے بہتر آقا اور سب سے بہتر

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۴/۹۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۰/۱۹۰
[2] القرآن الکریم ۳۳/۴۰

کفالت فرمانے والا ہے۔ ت) یہ سب کچھ قبول، کھسیانا عاجزوں کا قدیمی معمول، مگر انما اعظکم بواحدۃ[1] (میں تمھیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ ت) حقِ اسلام یاد دلا کر اتنا مامول کہ چند ساعت کے لئے تعصب و نفسانیت کو راہ بتائیں، مثنٰی و فرادٰی، تنہا یا دو دو صاحب بیٹھ کر غور فرمائیں اگر کلام خصم حق و صواب ہو تو للہ! حق سے کیوں اجتناب ہو، کیا قرآن نے نہ سنایا کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا:

سیذکر من یخشی o ویتجنبہا الاشقی o[2]

عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا۔(ت)

اے میرے پیارے بھائیو! کلمۂ اسلام کے ہمراہیو! اگرچہ نفسِ امّارہ رہزن عیارہ اور شیطان لعین اس کا معین، و لہذا خطا کا اقرار آدمی کو ناگوار، مگر واللہ! واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم[3] (اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔ ت) کی آفت سخت شدید، الیس منکم رجل رشید[4] (کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔ ت) خدارا ذرا انصاف کو کام فرماؤ، خلق کا کیا پاس خالق سے شرماؤ، کچھ دیکھا بھی کس پر امکانِ کذب کی تہمت دھرتے ہو، کس پاک بے عیب میں عیب آنے کا احتمال کرتے ہو۔ العظمۃ للہ! ارے وہ خدا ہے سب خوبیوں والا ہر عیب و نقصان سے پاک نرالا۔ ذرا تو گریبان میں منہ ڈالو جس نے زبان عطا فرمائی اس کے بارے میں تو زبان سنبھالو۔ وائے بے انصافی! تمھیں کوئی جھوٹا کہے تو آپے میں نہ رہو اور ملک جبّار واحد قہار کا جھوٹا ہونا یوں ممکن کہو، یہ کون سی دیانت ہے، کیا انصاف ہے، اس پر یہ قہر اصرار یہ بلا اعتساف ہے۔ اے طائفہ حائفہ! اے قوم مفتون! مانو تو ایک تدبیر تمھیں بتاؤں، میرا رسالہ تنہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۴۷، ۴۴۸)

(۵۵) مسایرہ، شرح مواقف اور حاشیہ عبد الحکیم سیالکوٹی کی عبارات سے قائلین امکانِ کذب کے استدلال کا رد کرتے ہوئے اعلحضرت علیہ الرحمہ نے رسالہ "القمع المبین لآمال المکذبین" تحریر فرمایا جس کے خطبے میں فرمایا:

الحمد للہ الواجب الصدق المستحیل الکذب المحال علیہ بذاتہ لذاتہ کل نقص و شین، فمن تقول علیہ بامکان کذبہ و تطرق علیہ بخلف

---

[1] القرآن الکریم ۳۴/۴۶ [2] القرآن الکریم ۸۷/۱۰، ۱۱
[3] 〃 ۲/۲۰۶ [4] 〃 ۱۱/۷۸

وعیدہ فقد استوجب لعنة اللہ علیه فی الدارین ، قل صدق اللہ [1] و من اصدق من اللہ قیلا [2] ہ ومن [عه] کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی و اضل سبیلا [3] ہ ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب [4] ہ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ہ متاع قلیل ولھم عذاب الیم [5] ہ ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب باٰیٰتہٖ [6] اولٰئك یعرضون علی ربھم ویقول الاشھاد ھٰؤلاء الذین کذبوا علی ربھم الا لعنة اللہ علی الظّٰلمین [7] ہ ھو الذی ارسل رسوله بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کله ولوکرہ المشرکون [8] ہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وعلٰی اٰله وصحبه وبارك وکرم کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون ، والحمد للہ رب العٰلمین ۔

سب تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لئے جو واجب، صادق، کذب جس کے لئے محال بذاتہ ہے، جس کی ذات کے لئے ہر نقص اور عیب محال بذاتہ ہے۔ اور جو شخص اس کے لئے امکانِ کذب کا قول کرے اور خلفِ وعید کے ذریعہ اس کا راستہ بنائے تو بیشک وہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالٰی کی لعنت کا مستحق ہوا، فرمادیجئے اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا، اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی، جو یہاں اندھا ہو آخرت میں اندھا اور زیادہ گمراہ ہے، تمھاری خرابی اللہ پر کذب کی تہمت نہ باندھو کہ تمھیں عذاب سے پیس ڈالے گا، بیشک جو اللہ پر کذب کی تہمت رکھتے ہیں انھیں چھٹکارا نہ ملے گا دنیا میں تھوڑا برتنا ہے اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب، اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر کذب کی تہمت رکھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا، سنتا ہے اللہ کی لعنت ان ظالموں پر، اور اللہ تعالٰی

عه آیۂ ہذا سے جناب گنگوہی کا فوٹو ملا دیکھئے ۱۲ اس عفاعنہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۹۵
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲
[3] " ۱۷/ ۷۲
[4] " ۲۰/ ۶۱
[5] " ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷
[6] " ۶/ ۲۱
[7] " ۱۱/ ۱۸
[8] " ۹/ ۳۳

وہ ذات ہے جس نے اپنا رسول ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کردے، اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔ اللہ تعالٰی اپنی رحمت فرمائے اس رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور ان کے صحابہ پر، اور ان پر برکتیں اور کرامتیں نازل فرمائے جب تک اس کو یاد کرنے والے یاد کرتے رہیں اور جب تک اس کے ذکر سے غافل لوگ غفلت کرتے رہیں، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی سب جہانوں کے پالنے والے کے لئے۔(ت)

اللہ عزّوجل کے غضب سے اسی کی پناہ، پھر اس کے حبیب اکرم رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پناہ، جب غضب الٰہی کسی قوم سے دین لیتا ہے عقل پہلے چھین لیتا ہے کہ عقل سلیم بفضلِ کریم باطل کو قبول نہیں کرتی، اور اگر کبھی شیطان نے کچھ دھوکا دینا چاہا تذکروا فاذا ھم مبصرون[1] (یاد دلاؤ تو جلد ان کی آنکھیں کُھل جاتی ہیں) مگر جب عقل نہ رہی یعنی دین متین کی سمجھ اگرچہ دنیا و دیگر علوم و فنون کی کتنی ہی دانش ہو لایعقلون شیئا ولا یھتدون[2] (نہ کسی چیز کو سمجھتے ہیں اور نہ ہدایت پاتے ہیں ت) اس وقت انسان شیطان کا مسخرہ ہوجاتا ہے کہ صورت میں آدمی اور باطن میں گدھا ہے کمثل الحمار یحمل اسفارا[3]، کانھم حمر مستنفرۃ[4] (گدھے کی مثل کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں، گویا بھاگتے ہوئے گدھے ہیں۔ ت) اپنی اغراضِ فاسدہ کے لئے اس کی کتاب بینی کی مثال بالکل سوئر اور سیرِ باغ کی ہوتی ہے، پھول مہکیں، کلیاں چٹکیں، تختے لہکیں، فوارے چھلکیں، بلبلیں چہکیں، اسے کسی لطف و سرور سے کام نہیں وہ اس تلاش میں پھرتا ہے کہ کہیں نجاست پڑی ہو تو نوشِ جان کرے بعینہٖ یہی حالت گمراہ بددین کی ہوتی ہے ہزار ورق کی کتاب میں لاکھ باتیں نفیس و جلیل فوائد کی ہوں ان سے اسے بحث نہ ہوگی، کتاب بھر میں اگر کوئی غلط و باطل و خطا جملہ اپنے مطلب کا سمجھے گا اسی کو پکڑ لے گا اگرچہ واقع میں وہ اس کے مطلب کا بھی نہ ہو اتنی بات اس میں خنزیر سے بھی بڑھ کر ہوئی کہ وہ نجاست لے گا تو اپنے مطلب کی اور اسے اس کی بھی تمیز نہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے سوا کوئی بشر معصوم نہیں اور غیر معصوم سے کوئی نہ کوئی کلمہ غلط یا بیجا صادر ہونا کچھ نادر کالعدم نہیں پھر سلف صالحین ائمہ دین سے آج تک اہلِ حق کا یہ معمول رہا ہے،

کل ماخوذ من قولہ و مردود علیہ الاصاحب ھذا القبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[5]

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۱ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۰
[3] ؍؍ ۵/ ۶۲ [4] ؍؍ ۷۴/ ۵۰
[5] الیواقیت والجواھر المبحث التاسع والاربعون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۸

اس روضہ پاک والے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا ہر ایک کا قول لیا جاسکتا ہے اور اس پر رَد بھی کیا جاسکتا ہے۔(ت)

جس کی جو بات خلافِ اہلِ حق وجمہور دیکھی وہ اسی پر چھوڑی اور اعتقاد وہی رکھا جو جماعت کا ہے کہ ید اللہ علی الجماعۃ اتبعوا السواد الاعظم[1] (اللہ تعالٰی کی حمایت جماعت کو حاصل ہے سوادِ اعظم کی پیروی کرو۔ت) نہ کہ اجماعِ اُمت کے خلاف کسی نے محض بطور بحث منطقی کوئی شگوفہ چھوڑ دیا اور دل کی میخ کر اس کے پیچھے ہولئے یا اندھے ملاعین کا طریقہ ہوتا ہے یا اندھے شیاطین کا کہ رب عزّ وجل فرماتا ہے:

وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا ذٰلک بانھم کذبوا باٰیٰتنا وکانوا عنھا غٰفلین[2]

اگر ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہوجائیں یہ اس لئے کہ وہ ہمارے کلام کی طرف کذب کی نسبت کرتے اور ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۶۶ تا ۴۶۸)

(۵۶) ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی کے قول "اللہ تعالٰی کو امورِ غیر متناہیہ کا علم تفصیلی حاصل نہیں" کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

ثانیاً جو حد مقرر کیجئے وہاں وُہ فارق بتائیے کہ حد بندی کرے، کیا سبب کہ یہاں تک کا علم ہوا بعد کا نہیں، علم کے لئے معلوم کا وجودِ خارجی درکار ہو تو آخرت درکنار معاذ اللہ کل آئندہ کا علم نہ ہو بلکہ ازل میں جملہ ما ورا سے عیاذاً باللہ جہل مطلق ہو پھر خلق کیونکر ہو اور جب وجود ضروری نہیں تو معدوم، معدوم سب یکساں، کسی حدِ خاص پر رُکنا ترجیح بلا مرجح ہے بخلاف علوم عالم کہ وہاں مرجح ارادۂ الٰہیہ ہے، جسے جتنا دیا اُتنا ملا لا یحیطون بشیئ من علمہ الا بما شاء[3] (اللہ تعالٰی کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتے مگر صرف اُتنا جتنا اللہ تعالٰی چاہے۔ت)

ثالثاً جو حد مقرر کیجئے یقیناً معلوم کہ ایام وایلام وانعام اس سے آگے بڑھیں گے کہ "لا تقف عند حد" ہیں، اب جو بعد کو آئے ان کا علم باری عزّ وجل کو ہوگا یا نہیں، اگر نہیں تو جہل موجود، اور جو

---

[1] المستدرک کتاب العلم دار الفکر بیروت ۱/۱۱۵
[2] القرآن الکریم ۷/۱۴۶ [3] القرآن الکریم ۲/۲۵۵

عذر کیا تھا زاہق و مردود کہ اب تو وہ خود عباد کو معلوم و مشہود، معہذا انھیں پیدا کون کرے گا، وہی خبیر شہید، تو نہ جاننا کیا معنی!

الا یعلم من خلق ط وھو اللطیف الخبیر [۱]

کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔ (ت)

اور اگر ہاں تم نے اور مانا کہ ان کا علم پہلے نہ تھا تو اس کا علم معاذ اللہ حادث ہُوا، متجدد ہوا، کیا یہ عقیدہ اہلسنت کا ہے جو ہمارے رب عزوجل نے فرمایا:

وکان اللہ بکل شیئ علیما [۲]

اللہ تعالٰی ہر شیئ کا عالم ہے۔ (ت)

عقیدہ وہ ہے جو خود سیالکوٹی نے حاشیہ شرح عقائد جلالی میں لکھا:

المعلومات فی انفسھا غیر متناھیۃ لشمولھا الموجودات والمعدومات [۳]

معلوماتِ باری تعالٰی اپنی ذات میں غیر متناہی ہیں کیونکہ وُہ موجودات اور معدومات سب کو شامل ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۷۴، ۴۷۵)

(۵۷) ابنِ ہمام کی اپنے قول سے رجوع کے لئے اعلٰحضرت علیہ الرحمہ کی امید اور پھر رجوع کی تحریر کی دستیابی پر ارشاد فرمایا:

فبحمد اللہ تعالٰی قد حقق اللہ رجائی وظھر رجوع المحقق عن اختیار ما بحثہ اذ علقہ ھٰھنا علٰی تعذر التفرقۃ بین الخلق والکسب وصرح ببطلان التعذر فاذا بطل المبنی وجب نہدم البناء وللہ الحمد وتصنیف التحریر متأخر عن تالیف المسایرۃ کما لا یخفٰی علٰی من طالعہ وذٰلک قولہ تعالٰی یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ [۴] والحمد للہ رب العٰلمین۔

اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ اس نے میری امید کو پورا فرما دیا اور محقق مذکور نے اپنی بحث کو مختار

---

[۱] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۴

[۲] " ۴۸/ ۲۶

[۳] حاشیہ شرح عقائد جلالی مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۱

[۴] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۷

قرار دینے سے رجوع فرمالیا جب انھوں نے خلق اور کسب میں فرق کے متعذر ہونے پر حاشیہ لکھ کر اس تعذر کو باطل قرار دیا، توجب مبنیٰ باطل ہوگیا تو اس پر بنی ہوئی عمارت بھی گرگئی، وللہ الحمد، اور ان کی کتاب التحریر مسایرہ سے بعد کی تصنیف ہے جیسا کہ مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کہ "اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا و آخرت میں حق پر ثابت قدمی عطا فرماتا ہے"، کا مظہر ہے، الحمد للہ رب العالمین۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۴۹۹)

(۵۸) خالق کے بارے میں عقیدۂ اہلسنت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عقیدہ وہی ہے جو خود ہمارے رب عزوجل نے فرمایا:

هل من خالق غیر الله[1]

کیا اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی خالق ہے۔ (ت)

اور فرمایا: الا له الخلق والامر[2]

صرف اسی کے لئے خلق اور امر ہے۔ (ت)

اور فرمایا:

افمن یخلق کمن لا یخلق[3]

توکیا پیدا کرنے والا اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا۔ (ت)

اور فرمایا:

لا یخلقون شیئا وهم یخلقون[4]

وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے جبکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۵۱۲)

(۵۹) بوقت ذکر دلائل و ابحاث و مناظرہ جو کچھ علماء ضمناً لکھ جاتے ہیں وہ معتمد و معتقد نہیں ہوتا بلکہ عقیدہ چیزے دیگر ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں فرمایا:

عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون یا تراجم ابواب و فصول یا فہرست و فذلکہ عقائد میں لکھتے ہیں وہی اہلسنت کا معتقد ہوتا ہے وہ ہی خود ان علما کا دین معتمد ہوتا ہے۔ ہنگام ذکر دلائل و ابحاث و مناظرہ جو کچھ ضمناً لکھ جاتے ہیں اس پر نہ اعتماد ہے نہ خود ان کا اعتقاد ہے، اور تو اور خود سب سے اعلیٰ و اجلیٰ مسئلہ توحید

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/۳
[2] القرآن الکریم ۷/۵۴
[3] 〃 ۱۶/۱۷
[4] 〃 ۱۶/۲۰

میں فرمائیے۔ اس کلام محدث میں اس کے دلائل پر کیا کیا نقض وارد کئے ہیں، دلائل عقلیہ بالائے طاق رکھئے خود برہان قطعی یقینی ایمانی قرآنی :

لوکان فیہما الٰھۃ الا اللہ لفسدتا۔[۱]

اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالٰی کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ آسمان و زمین تباہ ہو جاتے (ت)

پر کیا کچھ شور و شغب نہ ہوا، حتی کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے اسے محض اقناعی لکھ دیا جس پر نوبت کہاں تک پہنچی، کیا معاذ اللہ اس کے یہ معنٰے ہیں کہ ان کو توحید پر ایمان نہیں یا اس میں کچھ شک ہے، نہیں یہ صرف طبع آزمائیاں اور بحث و مباحثہ کی خامہ فرسائیاں ہیں جو گمراہوں کے لئے باعثِ ضلال و دستاویز اضلال ہو جاتی ہیں، اور اہلِ متانت و استقامت جانتے ہیں کہ :

ماضربوہ لک الا جدلا بل ھم قوم خصمون۔[۲]

انھوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑنے کو بلکہ وہ ہیں جھگڑالو لوگ۔ (ت)

ولہذا ائمۂ دین و کبرائے ناصحین ہمیشہ سے اس کلام محدث کی مذمت اور اس میں اشتغال سے ممانعت فرماتے آئے یہاں تک کہ سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا :

من طلب العلم بالکلام تزندق۔[۳]

جس نے علمِ کلام حاصل کیا وہ زندیق ہو گیا۔ (ت)

فقہائے کرام نے فرمایا جو وصیت علماء کے لئے کی جائے متکلمین اس سے کچھ حصہ نہ پائیں گے، میں نے القمع المبین میں متعدد نظائر اس کے ذکر کئے ہیں کہ ایمان و عقیدہ کچھ ہے، اور بحث و مباحثہ میں کچھ کا کچھ، حتی کہ کفر صریح تک لکھتے ہیں، مولوی نے حاشیہ خیالی میں خود خیالی سے کیسا ناپاک خیال نقل کیا اور خود اسے مسلّم و مقرر رکھا کہ باری عزوجل کا علم متناہی ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون[۴] (ہم اللہ کے مال ہیں ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت) یہ صریح مناقض ایمان ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۱۴، ۵۱۵)

(۶۰) بدعقیدہ وہابیہ کی تردید میں فرمایا :

---

[۱] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۲

[۲] " " ۴۳/ ۵۸

[۳] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر عن ابی یوسف فصل علم التوحید الخ دارالبشائر الاسلامیۃ بیروت ص ۲۹

[۴] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۶

ان مرتدین سے کیا شکایت، عجب اُن سے جو مسلمان کہلاتے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسی شدید ناپاک گالیاں سُنتے اور پھر اُن کی تاویل کرتے یا قائل کو کافر کہتے ہچکچاتے ہیں، لاواللہ وہ خود اپنا ایمان اُس دشنام دہندہ پر لٹاتے ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادّون من حادّ اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[1]۔

تو نہ پائے گا اُن لوگوں کو جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ دوستی کریں اُن سے جنھوں نے اللہ و رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۲۵، ۵۲۶)

(۶۱) مزید فرمایا:

تقیہ کی اجازت بلکہ حکم دینے کی کیا شکایت کہ آخر اُن بڑوں کی وراثت ہے جو بارگاہِ اقدس میں حاضر آکر شدید غلیظ قسمیں کھا کر کہتے:

نشھد انّک لرسول اللہ[2]

ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔

ربّ العزت نے اس پر ارشاد فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے بیشک تم اس کے رسول ہو، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ خبیث جھوٹے ہیں[3]۔

زبانی ادّعا یہ تھا اور دل کی خباثت وہ کہ لئن رجعنا الی المدینۃ[4] الاٰیۃ (کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے الاٰیۃ۔ ت)، یہی حال ان صاحبوں کا ہے مسلمانوں کے دکھاوے کو، حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعریفیں کریں گے، بات بات پر "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کہیں گے اور دلی خباثتیں وہ کہ چوڑھا چمار ہر ذرّہ ناچیز سے کمتر، ان کی سرداری ایسی جیسے گاؤں کا چودھری، عاجز، ناکارے، مر کر مٹی میں مل گئے وغیرہ وغیرہ۔

الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[5]۔ ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲
[2] القرآن الکریم ۶۳/ ۱
[3] " ۶۳/ ۱
[4] " ۶۳/ ۸
[5] " ۱۱/ ۱۸

فی الدنیا والاٰخرۃ واعدّ لھم عذاباً مھیناً[1]۔

خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کو، ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالٰی کی لعنت ہے اور اللہ تعالٰی نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۲۶)

(۶۲) رسالہ "باب العقائد والکلام" میں ناواقفوں کے ایک شبہہ کا جواب دیتے ہوئے ثابت فرمایا کہ کوئی کافر اللہ تعالٰی کو نہیں پہچانتا۔ چنانچہ فرمایا:

مولٰی عزوجل کو جمیع صفات کمال لازم ذات، اور جمیع عیوب و نقائص اس پر محال بالذات کہ اس کے کمال ذاتی کے منافی ہیں، کفار میں ہرگز کوئی نہ ملے گا جو اس کی کسی صفت کمالیہ کا منکر یا معاذ اللہ اس کے لئے عیب و نقص کا مثبت نہ ہو، تو دہریے اگر قسم اول کے منکر ہیں کہ نفسِ وجود سے انکار رکھتے ہیں، باقی سب کفار دو قسم اخیر کے منکر ہیں کہ کسی کمالِ لازم ذات کے نافی یا کسی عیب منافی ذات کے مثبت ہیں، بہرحال اللہ عزوجل کو جاننے میں وہ اور دہریے برابر ہوئے وہی لفظ اور طرز ادا کا فرق ہے، دہریوں نے سرے سے انکار کیا اور ان قہریوں نے اپنے اوہام تراشیدہ کا نام خدا رکھ کر لفظ کا اقرار کیا۔ مولٰی سبحنہ، وتعالٰی فرماتا ہے:

افرأیت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ[2]۔

دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا۔

ولہذا کریمہ لیقولن اللہ کے تتمہ میں ارشاد ہوا:

قل الحمد للہ بل اکثرھم لایعلمون[3]۔ اگر ان سے پوچھو کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ کہیں گے اللہ، قل الحمد للہ تم کہو حمد اللہ کو کہ اس کے منکر بھی ان صفات میں اسی کا نام لیتے ہیں اپنے معبودانِ باطل کو اس لائق نہیں جانتے، مگر کیا اس سے کوئی یہ سمجھے کہ وہ اللہ کو جانتے ہیں، نہیں نہیں بل اکثرھم لایعلمون بلکہ اکثر اسے جانتے ہی نہیں، ان ھم الا یخرصون[4] وہ تو یوں ہی اپنی سی اٹکلیں دوڑاتے ہیں، جیسے اور بہتیرے معبود گھڑ لئے کہ:

---

[1] القرآن الکریم ۳۳ / ۵۷
[2] القرآن الکریم ۴۵ / ۲۳
[3] ؍؍ ۳۱ / ۲۵
[4] ؍؍ ۴۳ / ۲۰

ان ھی الّا اسماء سمّیتموھا انتم و اٰباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطٰن[1]

وہ تو نرے نام ہیں کہ تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے دھرلئے اللہ نے اُن کی کوئی سند نہ اتاری۔

یُونہی اپنی اندھی اٹکل سے ایک سب سے بڑی ہستی خیال کرکے اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے حالانکہ وہ اللہ نہیں کہ جن صفات کی اسے بتاتے ہیں اللہ عزوجل اُن سے بہت بلند و بالا ہے تعالی اللہ عمّا یقول الظّٰلمون علوا کبیرا ○ سبحٰن ربك ربّ العرش عما یصفون ○

رہا یہ کہ یہاں اکثر سے نفیِ علم فرمائی **اقول اولاً** دفعِ شبہہ کو اتنا ہی کافی کہ آخر یہ ان کے اکثر سے نفی ہے جو اقرار کرتے تھے کہ آسمان اور زمین کا خالق اللہ ہی ہے، معلوم ہُوا کہ اُن کا اقرار باللہ منافیِ جہل باللہ نہیں اور ہمارے سالبہ کلیہ کی نفی نہ فرمائے گا کہ یہ مفہوم لقب سے استدلال ہُوا اور وہ صحیح نہیں اکثر سے نفی سلب جزئی ہوئی اور سلب جزئی سلب کلّی کو لازم ہے نہ کہ اُس کا منافی۔

ثانیاً ایسی جگہ اکثر پر حکم فرمانا قرآن عظیم کی سنّتِ کریمہ ہے حالانکہ وہ احکام یقیناً سب کفار پر ہیں۔

اوکلما عٰھدوا عھدا نبذہ فریق منھم بل اکثرھم لایؤمنون[2]○ و ان اکثرکم فٰسقون[3]○ ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب ط و اکثرھم لا یعقلون[4]○ ولکن اکثرھم یجھلون[5]○ یرضونکم بافواھھم وتأبیٰ قلوبھم و اکثرھم فٰسقون[6]○ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا و اکثرھم الکٰفرون[7]○

کافروں کو فرمایا ان میں اکثر ایمان نہیں رکھتے، ان کے اکثر فاسق ہیں، ان کے اکثر بے عقل ہیں، اُن کے اکثر جاہل ہیں، ان کے اکثر کافر ہیں، حالانکہ وہ سب ایسے ہی ہیں۔ یُونہی یہاں فرمایا کہ ان کے اکثر نہیں جانتے حالانکہ اُن میں کوئی بھی نہیں جانتا یہاں تک کہ شیاطین کے بارے میں فرمایا: یلقون السمع و اکثرھم کٰذبون[8]○ ان میں اکثر جھوٹے ہیں، حالانکہ یقیناً وہ سب جھوٹے ہیں، اور ان کے

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۰
[3] ؍؍ ۵/ ۵۹
[4] ؍؍ ۵/ ۱۰۳
[5] ؍؍ ۶/ ۱۱۱
[6] ؍؍ ۹/ ۸
[7] ؍؍ ۱۶/ ۸۳
[8] ؍؍ ۲۶/ ۲۲۳

سوا اور آیات کثیرہ۔ اب یا تو یہ کہ اکثر سے کُل مراد ہے جیسے کبھی کُل سے اکثر مراد ہوتا ہے کریمۂ و ما یتبع اکثرھم الا ظنا[1] کے تحت میں مدارک التنزیل میں ہے :

المراد بالاکثر الجمیع[2]۔ اکثر سے مراد کُل ہے۔ (ت)

معالم التنزیل میں ہے :

اراد بالاکثر جمیع من یقول ذٰلک[3]

اکثر سے مراد وہ سب ہیں جو یہ کہتے ہیں۔ (ت)

شہاب علی البیضاوی میں ہے :

یعنی ان الاکثر یستعمل بمعنی الجمیع کما یرد القلیل بمعنی العدم، وحمل النقیض علی النقیض حسن وطریقۃ مسلوکۃ[4] اھ اقول لکن لا شک ان منھم من لا یتبع ظنا ولا وھما ولا ادنی شبھۃ انما یتبع ھوی نفسہ عنادا و استکبارا یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم[5]، فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین[6]○ وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا[7] وقد سلفت الآیۃ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا[8]، نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالہ ابن عباس[9] رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

یعنی اکثر بمعنی کُل ہے جیسے قلیل بمعنی معدوم استعمال ہوتا ہے اور ایک نقیض کی مراد پر دوسری نقیض کو مراد لینا اچھا اور مروّج طریقہ ہے اھ میں کہتا ہوں لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کے بعض ظن اور وہم اور کسی ادنٰی شبہہ میں مبتلا نہیں وہ تو قطعاً عناد اور تکبر کی بنا پر نفسانی خواہش کے پیروکار ہیں (جس کو قرآن میں ہم نے یوں بیان فرمایا) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو وہ خوب جانتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۶

[2] مدارک التنزیل تحت الآیۃ ۱۰/ ۳۶ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۶۳

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) 〃 〃 〃 دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۹۹

[4] حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۵/ ۴۸

[5] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۶ و ۶/ ۲۰

[6] 〃 ۲/ ۸۹

[7] 〃 ۲۷/ ۱۴

[8] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۳

[9] الجامع لاحکام القرآن بحوالہ السدی تحت الآیۃ ۱۶/ ۸۳ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۱۴۴

جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (اور فرمایا) جب ان کی پہچان کے مطابق وہ تشریف لائے تو انھوں نے ان کا انکار کر دیا تو کافروں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے (نیز فرمایا) انھوں نے ان کا انکار کر دیا باوجودیکہ دلی طور پر وہ یقینی سمجھتے تھے یہ انکار ظلم اور تکبر کی بناء پر کیا۔ پہلے آیہ کریمہ گزری کہ اللہ تعالٰی کی نعمت کو پہچانتے ہیں اور پھر اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ ابن عباس کے قول کے مطابق نعمۃ اللہ سے مراد محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہیں۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یا یہ کہ ان میں سے جو علمِ الٰہی میں ایمان لانے والے ہیں ان کا استثناء فرمایا جاتا ہے۔

وهو مسلك حسن نفيس ذهب اليه خاطري بحمد الله تعالٰى اول وهلة ثم رأيت العلامة ابا السعود اشار اليه في "ارشاد العقل السليم" حيث قال تخصيص باكثرهم للتلويح بما سيكون من بعضهم من اتباع الحق والتوبة[1]

یہ نفیس اور خوب مسلک ہے، ابتداءً ہی میرا دل اس کی طرف مائل ہوا، پھر میں نے علامہ ابو السعود کو "ارشاد العقل السلیم" میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پایا جہاں انھوں نے فرمایا کہ خصوصیت سے اکثر کفار کا ذکر اس لئے کہ ان میں سے بعض حق کی اتباع اور توبہ کو پالیں گے۔ (ت)

مشرکین کا جہل باللہ تو اُسی کریمہ سے ثابت جس سے اُن کے جاننے پر شبہہ میں استدلال تھا مدعیانِ توحید پر کلام کیجئے جن میں نصارٰی بھی باوصفِ تثلیث اپنے آپ کو شریک کرتے ہیں اور شرع مطہر نے بھی ان کے احکام کو احکامِ مشرکین سے جدا فرمایا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۳۱ تا ۵۳۴)

(۶۳) وہابیوں کے خدا کے بارے میں عقائد ان ہی کی کتابوں سے اخذ کرکے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جس کی خدائی کی اتنی حقیقت کہ جو شخص ایک پیڑ کے پتّے گن دے اس کا شریک ہو جائے، جس نے اپنا سب سے بڑھ کر مقرب الیسوں کو بنایا جو اس کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو چُوڑھوں چماروں سے لائق تمثیل ہیں، ایسے کو جس نے اپنے کلام میں خود شرک بولے اور جا بجا بندوں کو شرک کا حکم دیا۔ قرآن عظیم تو فرمائے: اغنهم الله و رسوله من فضله[2] انھیں اللہ و رسول نے اپنے فضل سے

---

[1] ارشاد العقل السلیم تحت الآیۃ ۱۰/ ۳۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۵

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

دولتمند کردیا — اور مسلمانوں کو اس کہنے کی ترغیب دے کہ حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ و رسولہ[1] ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے — اور وہابیہ کا خدا اسمٰعیل دہلوی کے کان میں پھونک جائے کہ ایسا کہنے والا مشرک ہے۔ قرآن عظیم تو جبریل امین کو بیٹا دینے والا فرمائے کہ انھوں نے حضرت مریم سے کہا:

انما انا رسول ربک لاھب لک غلٰما زکیا۔[2]

میں تو تیرے رب کا رسول ہوں اس لئے کہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔

یعنی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول بخش ہیں، اور وہابیہ کا خدا ان کے کان میں ڈال جائے کہ رسول بخش کہنا شرک ہے۔ قرآن عظیم تو اس گستاخ پر جس نے کہا تھا رسول غیب کیا جانے حکم کفر فرمائے کہ:

لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔[3]

بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

اور وہابیہ کا خدا اسمٰعیل دہلوی کو یہی ایمان سجھائے کہ رسول غیب کیا جانے، اور وہ بھی اس تصریح کے ساتھ کہ اللہ کے دیئے سے مانے جب بھی شرک ہے۔ اب کہئے اگر رسول کو غیب کی خبر مانے تو وہابی خدا کے حکم سے مشرک، نہ مانے تو قرآن عظیم کے حکم سے کافر، پھر مفر کدھر، یہی ماننا بنے گی کہ یہ مسلمانوں کے خدا کے احکام ہیں جس نے قرآن کریم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر اتارا اور وہ وہابیہ کے خدا کے جس نے تقویۃ الایمان اسمٰعیل دہلوی پر اتاری، ہاں وہابیہ کا خدا وہ ہے جس کے سب سے اعلیٰ رسول کی شان اتنی ہے جیسے قوم کا چودھری یا گاؤں کا پدھان جس نے حکم دیا ہے کہ رسولوں کو ہرگز نہ ماننا رسولوں کا ماننا نرا خبط ہے وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ یہ ہے وہابیوں کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے لا الٰہ الا اللہ کیا وہ خدا کو جانتے ہیں، حاشَ للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۴۶، ۵۴۷)

(۶۴) غیر مقلدین کے جھوٹے خدا کے بارے میں فرمایا:

غیر مقلد کا خدا یہ سب کچھ ہے جو دیوبندی وہابی کا۔ قال اللہ تعالیٰ بعضھم من بعض[4]

---

[1] القرآن الکریم ۹/۵۹
[2] القرآن الکریم ۱۹/۱۹
[3] 〃 ۹/۶۶
[4] 〃 ۹/۶۷

اور وہ بعض نزاکتیں اور زیادہ رکھتا ہے ایسا کہ جس[1] کے دین میں کتا حلال، سؤر کی چربی حلال، سؤر کے گردے حلال، سؤر کی تلی حلال، سؤر کی کلیجی حلال، سؤر کی اوجھڑی حلال، سؤر کی کھال کا ڈول بناکر اس سے پانی پینا حلال وضو کرنا حلال، گندی خبیث شراب[2] سے نہاکر سارے کپڑے اس میں رنگ کر نماز پڑھنا حلال، ایک وقت میں ایک عورت[3] متعدد مردوں پر حلال، وہ جس نے آپ ہی[4] تو حکم دیا کہ خود نہ جانو تو جاننے والوں سے پوچھو، اپنے علماء کی اطاعت کرو، اپنے نیکوں کی پیروی کرو، جب پوچھا اور اطاعت و پیروی کی تو شرک کی جڑدی، وہ جس نے ائمہ دین کی تقلید حرام و شرک ٹھہرائی اور پُوربی[5] بنگالی پنجابی بھوپالی کی فرض۔ وہ جس نے اپنے اور رسولوں کے سوا کسی کی بات حجت نہ رکھی اور بیچ میں چند محدثوں[6] اور جارحوں معدلوں کو

ع[1] آیہ کریمہ قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ[1] میں کھانے کی صرف چار چیزوں میں حرمت کا حصر ہے جن میں کتا نہیں، اور سؤر کا گوشت ہے چربی گردے تلی کلیجی کھال نہیں، اور ان کی حرمت میں کوئی صحیح صریح حدیث بھی نہیں، اور ہو تو آیت کا رد نہیں کرسکتی لہذا غیر مقلدی دھرم میں یہ سب چیزیں حلال و شیر مادر ہیں۔

ع[2] روضہ ندیہ صدیق حسن بھوپالی ص ۱۲   ع[3] دیکھو ضمیمہ النیر الشہابی ص ۳۴ تا ۳۶۔

ع[4] قال اللہ تعالٰی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں۔ (ت)

وقال تعالٰی اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اطاعت کرو اللہ تعالٰی کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور ان کی جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (ت)

وقال تعالٰی واتبع سبیل من اناب الی[4]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

ع[5] کہ جو کچھ یہ کہہ دیں کہ قرآن حدیث سے ثابت ہے ان کے جاہلوں پر اس کا ماننا فرض ۱۲

ع[6] بخاری و مسلم فلاں فلاں نے حدیث روایت کردی صحیح ہوگئی، یحیی، نسائی، دار قطنی فلاں فلاں نے راوی کو ثقہ کہہ دیا ثقہ ہے، ضعیف کہہ دیا ضعیف ہے، اگرچہ یحیی وغیرہ تک سند خود مقطوع ہو۔ ذہبی و ابن حجر نے قال کہہ دیا سند صحیح ہے مُوی کہا ضعیف ہے۔ یہ سب نری تقلید جامد ہے جس پر اللہ نے کوئی سند نہ اتاری، قرآن و حدیث سے اس کا کہیں ثبوت نہیں ۱۲۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۵   [2] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳

[3] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[4] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۵

کھڑا کر کے اُن کے قول کو کتاب و سنت کے برابر ٹھہرا کر حجت دی یعنی یہ شریکِ الوہیت نہیں تو شریکِ رسالت ضرور ہیں، نہیں نہیں بلکہ شریکِ الوہیت ہی ہیں کہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ[1] (انھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا۔ ت) نہ کہ رسلا من دون النبی (نبی کے سوا اور رسول۔ ت) ہاں وہ جس نے آپ ہی تو اتباعِ ظن حرام اور افادۂ حق میں محض ناکام کیا پھر ان چند کی ظنی روایات ظنی جرح و تعدیلات کا اتباع عین دین کر دیا، تو بات کیا وہی کہ یہ مثل انبیاء معصوم ہیں، نہیں نہیں بلکہ دینِ غیر مقلدی کے اربابًا من دون اللہ جھوٹے خدا ہیں، وہ جس نے چند جاہلان عالم نما کے سوا جو ابوحنیفہ و شافعی کے منہ پر آتے اور اُن کے احکام پرکھنے کی اپنے میں طاقت بتاتے ہیں تمام عالم کو بے نتھا بیل کیا ہے، کیونکہ وُہ آپ دلیل سمجھ نہیں سکتے اور دوسرے کی کہی ہوئی اگرچہ بنگالی بھوپالی، دہلوی، امرتسری کی مان لیں کہ دلیل سے یہ ثابت ہے تو یہ وُہی تقلید ہوئی جو شرک ہے، لہذا ضرور بے نتھے بیل ہیں وہ کہ عام جہاں پر جس کے لئے کوئی حجت قائم نہیں ہوسکتی کہ حجت قائم ہو دلیل سے دلیل وہ خود سمجھ نہیں سکتے اور دوسرے کی سمجھ پر اعتماد شرک۔ وہ جس نے (خاک بدہن خبثا) کھلے مشرکوں کو خیر امۃ کہا اور ان کے تین قرنوں کو خیر القرون کہلوایا جن کا روزِ اوّل سے آج تک یہی معمول کہ عامی کو جو مسئلہ پوچھنا ہوا عالم سے پوچھا، عالم نے حکم بتا دیا سائل نے مانا اور کاربند ہوا، صحابہ سے آج تک کبھی دلیل بتانے اور اُسے عامی کے اس قدر ذہن نشین کرنے کا کہ وہ خود سمجھ لے کہ واقعی یہ حکم قرآن و حدیث سے ثابت بروجہ صحیح غیر معارض و غیر منسوخ ہے ہرگز نہ دستور تھا نہ ہوا ہے

ع۲ قال اللہ وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان میں اکثر تو نہیں چلتے مگر گمان پر، بیشک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا۔ (ت)

قال تعالٰی ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ (ت)

وقال تعالٰی لا تقف مالیس لک بہ علم[4] ۱۲

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۱
[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۶
[3] " ۵۳/ ۲۸
[4] " ۱۷/ ۳۶

تو پوچھنے والے بے علم دلیل تفصیلی اُن کا فتوی مانا کئے اور یہی تقلید ہے ۔ اور تقلید شرک تو عہد صحابہ سے آج تک سب عامی مشرک ہوئے اور وہ مفتی بے القائے دلیل اسی لئے فتوے دیتے رہے کہ یہ مانیں اور عمل کریں، تو صحابہ سے آج تک سب مفتیان و علماء مشرک گر و شرک دوست ہوئے اور ہر مشرک گر خود مشرک اور مشرکوں سے بدتر، تو غیر مقلد کے دھرم میں صحابہ سے اب تک تمام امت مشرک ۔ لیکن غیر مقلد کا خدا انھیں کو خیر الامۃ اور خیر القرون کہتا کہلواتا ہے ، پھر اس کی کیا شکایت کہ ایسوں کو کہا جو غیر مقلدی دھرم میں فرقوا دینھم و کانوا شیعا[1] تھے جنھوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور جدا جدا گروہ ہوگئے ۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما کے اتباع اُن سے فتوی لیتے اور اس پر چلتے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے اتباع انکی طرف تھے، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اتباع ان کے ساتھ تھے اور وہ اختلاف آج تک برابر قائم رہے ، سب فریق مشورہ کر کے ایک بات پر عامل نہ ہونے تھے نہ ہوئے ، قرآن عظیم میں ہمیشہ پڑھا کئے :

فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ و الرسول[2]

جب تم میں کسی بات میں اختلاف ہو تو اُسے اللہ ورسول کی طرف رجوع کرو۔

اس پر نہ عمل کرنا تھا نہ کیا ، اس پر عمل کرتے تو سب ایک نہ ہو جاتے کہ اللہ و رسول کا حکم ایک ہی تھا ، مگر وہ اپنے ہی عالموں کے قول پر اڑے رہے مسعودی عمری عباسی نام نہ کہلانا کوئی چیز نہیں ، کام وہی رہا جو حنفی شافعی مالکی حنبلی نے کیا ، کام کام سے ہے نہ کہ نام سے ۔ دین کے ایسے ٹکڑے کرنے والوں کو خیر امۃ و خیر القرون ٹھہرایا وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ ، کیا انھوں نے خدا کو جانا ، حاش للہ مالھم بذلک من علم ان ھم الا یخرصون[3] ○ فسبحن اللہ رب العرش عما یصفون[4] ○ (انھیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں ، پاکی ہے عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں ۔ ت)

تنبیہ : مسلمانو! تم نے دیکھا یہ ہیں گمراہ فرقے ، اور یہ ہیں ان کے ساختہ خدا ؛ ما قدروا اللہ حق قدرہ[5] (اور یہود نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہئے تھی ۔ ت) اور ایک عام بات

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۵۹ [2] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[3] 〃 ۴۳/ ۲۰ [4] 〃 ۲۱/ ۲۲

[5] 〃 ۶/ ۹۱

یہ ہے کہ کفر کیا ہے اس بات کی تکذیب جو بالقطع والیقین ارشادِ الٰہی عزوجل ہے اب یہ تکذیب کرنے والا اگر اُسے ارشادِ الٰہی عزوجل نہیں مانتا تو ایسے کو خدا سمجھا ہے جس کا یہ ارشاد نہیں حالانکہ خدا وہ ہے جس کا یہ ارشاد ہے اُس نے خدا کو کہاں جانا اور اگر اس کا ارشاد مان کر تکذیب کرتا ہے تو ایسے کو خدا سمجھا ہے جس کی بات جھٹلانا روا ہے اور خدا اس سے پاک و وراء و بلند و بالا ہے تو اس نے خدا کو کب جانا، حاصل وہی ہوا کہ اتخذ الٰھه ھوٰه[1] (اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا۔ ت) اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ اس جہل باللہ میں نِرے دہریوں کے بعد جو سرے سے وجودِ خدا کے منکر ہیں سب سے بھاری حصّہ ان وہابیوں اسمٰعیلیوں خصوصًا دیوبندیوں کا ہے کہ کافر تو اس سے کافر ہوئے کہ انھوں نے خدا کو جھٹلایا خدا کو عیب لگایا مگر اُن میں ایسا کھلا بیباک مشکل سے نکلے گا جو جو اپنی زبان سے خود ہی کہے کہ ہاں ہاں اس کا خدا جھوٹا ہونے اور نہ صرف جھوٹ بلکہ ہر سڑے سے سڑے عیب ہر ناپاک سے ناپاک گندگی میں سننے کے قابل ہے یہودی نصرانی بھی شاید اسے کہتے جھجکیں گے، یہ دھوئی دھائی دیدے کی صفائی، انھی صاحبوں کے حصہ میں آئی، کہ اپنے معبود کے کذاب عیبی آلودہ ہونے کو دھڑتے سے جائز کریں اور اس پہ تحریر کریں لکھیں چھاپیں، اسی پہ کمالِ اسلام کا مدار جانیں، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۴۹ تا ۵۵۳)

(۶۵) عظمت دینی رکھنے والوں کے مراتب کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وہ کہ عظمت دینی رکھتے ہیں جن کے سروسرور مطلق حضور سید المرسلین ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ و علیہم و بارک وسلم، پھر باقی حضرات انبیاء و ملائکہ و اولیاء و اہلبیت و صحابہ، پھر دیگر علماء و صلحاء و اتقیاء، پھر سلاطینِ اسلام، پھر عام مومنین، نیز صحائف دینیہ مثل مصحف شریف و کتبِ فقہ و حدیث، صفاتِ جمیلہ مثل ایمان و علم، اعمالِ صالحہ مثل نماز و حج، اخلاقِ فاضلہ مثل زہد و تواضع۔ اماکن مقدسہ مثل کعبۂ مکرمہ و روضۂ منورہ، غرض جملہ اشخاص و اشیاء جن کو مولٰے عزوجل سے علاقۂ قرب ہے، اس علاقہ کے سبب ان کی تعظیم اللہ عزوجل ہی کی تعظیم ہے اور ان کی عزت اسی کی عزت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳
[2] 〃 ۲۶/ ۲۲۷

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القران غیر الغالی فیہ والجافی عنہ واکرام ذا السلطان المقسط۔ رواہ ابوداؤد[1] بسند حسن عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک اللہ کی تعظیم سے ہے بوڑھے مسلمان کی عزت کرنی، اور حافظ قرآن کی کہ نہ اس میں حد سے بڑھے نہ اس سے دوری کرے، اور حاکم عادل کی (اسے ابوداؤد نے سندِ حسن کے ساتھ ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

مولٰی عزوجل فرماتا ہے:

فان العزۃ للہ جمیعا۔[2]

عزت ساری اللہ ہی کے لئے ہے۔

اور خود فرماتا ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لا یعلمون۔[3]

عزت اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

رسول اور مسلمانوں کی عزت اگر عزتِ الٰہی سے جُدا ہوتی تو عزت کے حصے ہوجاتے، ایک حصہ اللہ کے لئے، ایک رسول کا، ایک مومنین کا۔ حالانکہ رب عزوجل فرماچکا کہ عزت ساری اللہ ہی کے لئے ہے، تو قطعاً ان کی عزت اللہ ہی کی عزت سے ہے اور ان کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم۔ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ کرنے والوں کو قرآن عظیم کافر فرماتا ہے، ایک قوم کا حال ارشاد فرمایا:

یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ۔[4]

اللہ اور اس کے رسولوں میں جُدائی ڈالنی چاہتے ہیں۔

پھر فرمایا:

اولٰئک ھم الکٰفرون حقا۔[5]

یہی پکّے کافر ہیں۔

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلھم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۹ — [3] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[4] ؍؍ ۴/ ۱۵۰ — [5] ؍؍ ۴/ ۱۵۱

رسولوں کی عزت رسولوں کی عظمت اللہ عزوجل کی عزت و عظمت سے جدا ماننی، اللہ اور اس کے رسولوں میں جدائی ڈالنی ہے ؎

خاصانِ خدا خدا نباشند   لیکن ز خدا جدا نباشند

(اللہ تعالٰی کے خاص بندے خدا نہیں، لیکن خدا سے جدا بھی نہیں۔ت)

ولہذا ان کی تعظیم مدارِ ایمان ہوئی، اور ان کی ادنٰی توہین کفر۔ ارسالِ رسول کا ایک مقصدِ اعلٰی تعظیم و توقیرِ رسول ہے۔

قال اللہ تعالٰی انا ارسلناك شاھدا و مبشرا و نذیرا ۝ لتؤمنوا باللہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۶۱، ۵۶۲)

(۶۶) عظمت دینی نہ رکھنے والوں کے درجات میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وہ کہ عظمت دینی سے اصلاً بہرہ نہیں رکھتے کہ اللہ عزوجل سے انھیں کوئی علاقۂ قرب نہیں، ہے توبعد ہی ہے، ان کے بدتر و ذلیل تر کفار و مشرکین و مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ و غیر مقلدین ہیں، پھر باقی ضالین، نیز صفاتِ رذیلہ مثل کفر و ضلال، اعمال خبیثہ مثل زنا و شرب خمر، اخلاقِ رذیلہ مثل تکبر و عجب۔ اماکن نجسہ مثل معابدِ کفار، غرض دنیا و ما فیہا جس کو اللہ عزوجل سے علاقۂ قرب نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ما کان منہا للہ عزوجل۔[2] رواہ ابونعیم فی الحلیۃ والضیاء فی المختارۃ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

دنیا ملعون ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے ملعون ہے مگر وہ جو اس میں سے اللہ عزوجل کے لئے ہو۔ (اسے ابونعیم نے حلیہ میں اور ضیاء نے مختارہ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰے عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۸، ۹

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۳۰ محمد بن المنکدر حدیث ۳۶۳۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۸۳

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالماً او متعلماً۔[1] رواہ ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الاوسط عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

دنیا پر لعنت ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے سب پر لعنت ہے مگر اللہ کا ذکر اور جسے اس سے علاقہ قرب ہے اور عالم یا طالب علم دین (اس کو ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور طبرانی نے اوسط میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الدنیا ملعونۃ وملعون ما فیہا الا ما ابتغی بہ وجہ اللہ تعالٰی۔[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دنیا لعینہ ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب لعین ہے مگر جس سے رضائے الٰہی مطلوب ہو (اس نے طبرانی نے کبیر میں ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

رب عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولٰئک فی الاذلین۔[3]

بیشک اللہ ورسول کے مخالف وہی سب ذلیلوں سے ذلیل تروں میں ہیں۔

اور فرماتا ہے تبارک وتعالٰی:

ان الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین فی نار جھنم خٰلدین فیہا اولٰئک ھم شر البریۃ ٥ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک ھم خیر البریۃ ٥[4]

بیشک تمام کافر کتابی ومشرک جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہ تمام مخلوق الٰہی سے بدتر ہیں (اونٹ کی مینگنی سے بدتر، کتے سوّر کے غلیظ سے بدتر) بیشک جو ایمان لائے اور اچھے

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب مثل الدنیا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۲، ۳۱۳

[2] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الکبیر کتاب الزہد باب ماجاء فی الریاء دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۲۲۲

[3] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۰

[4] " " ۹۸/ ۶، ۷

کام کئے وہ تمام مخلوقِ الٰہی سے بہتر ہیں (کعبہ وعرش سے بہتر، ملائکہ سے بہتر)۔

جب یہ دونوں قسمیں معلوم ہوگئیں اور واضح ہوا کہ قسمِ اول کی تعظیم تعظیمِ الٰہی سے جُدا نہیں بلکہ بعینہٖ اسی کی تعظیم، تو محلِ تحقیر میں غیراللہ یا خلق سے یقیناً وہی مراد ہوتا ہے جسے مولٰی عزوجل سے علاقۂ قرب نہیں، علاقۂ قرب والے تو جانبِ خالق میں ہیں نہ کہ جانبِ غیر میں۔ دیکھو علماء فرماتے ہیں: غیرخدا کے لئے تواضع حرام ہے، ملتقط پھر درمختار میں قبیل فصل فی البیع نیز فتاوٰی عالمگیریہ باب ۲۸ میں ہے:

التواضع لغیر اللہ حرام[1]

غیراللہ کے لئے تواضع حرام ہے۔ (ت)

حالانکہ ماں باپ کے لئے تواضع کا قرآن عظیم میں حکم ہے:

واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ[2]

ماں باپ کے لئے نرم دلی سے ذلّت کا بازو بچھا۔

اپنے استاد بلکہ شاگردوں کے لئے بھی تواضع کا حدیث میں حکم ہے:

تواضعوا لمن تعلمون منہ وتواضعوا لمن تعلمونہ ولا تکونوا جبابرۃ العلماء[3]۔ رواہ الخطیب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور جسے سکھاتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور گردن کش عالم نہ بنو۔ (اسے خطیب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رب عزوجل نے صحابہ کی تواضع فرمانے کا حکم دیا ہے:

واخفض جناحك للمؤمنین[4]

مومنوں کے لئے اپنا پہلو جھکائیے۔

اور فرمایا:

---

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۴

[3] الجامع لاخلاق الراوی عن عمر باب ذکر ماینبغی للراوی والسامع دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۹

اتحاف السادۃ المتقین عن ابی ہریرۃ فضیلۃ الحلم دارالفکر بیروت ۸/ ۲۷

[4] القرآن الکریم ۱۵/ ۸۸

واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنين[1]

اپنے پیرو ایمان والوں کے لئے اپنا بازو نرم فرمائیے۔

بات وہی ہے کہ ایسی جگہ غیر اللہ سے وہی مراد جسے اللہ سے علاقہ نہ ہو، ولہذا ردالمحتار میں اس عبارتِ درمختار کی شرح کی:

ای اذلال النفس لنیل الدنیا۔[2]

یعنی تواضع لغیر اللہ کا یہ مطلب ہے کہ دنیا ملنے کے لئے اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلیل کرنا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۶۳ تا ۵۶۵)

(۶۷) مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد و نظریات کفریہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ان اقوال خبیثہ میں اولاً کلام الٰہی کے معنی میں صریح تحریف کی کہ معاذ اللہ آیۂ کریمہ میں یہ شخص مراد ہے نہ کہ حضور علیٰ اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

ثانیاً نبی اللہ و رسول اللہ و کلمۃ اللہ عیسٰے رُوح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افترا کیا وہ اس کی بشارت دینے کو اپنا تشریف لانا بیان فرماتے تھے۔

ثالثاً اللہ عزوجل پر افترا کیا کہ اس نے عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شخص کی بشارت دینے کے لئے بھیجا، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔[3]

بیشک جو لوگ اللہ عزوجل پر جھوٹ بہتان اُٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔

اور فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون۔[4]

ایسے افترا وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

رابعاً اپنی گھڑی ہوئی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ عزوجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالیٰ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/۲۱۵

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۶

[3] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

[4] " ۱۶/۱۰۵

نے براہینِ احمدیہ میں یوں فرمایا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا ط فویل لھم مما کتبت ایدیھم و ویل لھم مما یکسبون[1]

خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھیں پھر کہہ دیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اس کے بدلے کچھ ذلیل قیمت حاصل کریں، سو خرابی ہے ان کے لئے ان کے لکھے ہاتھوں سے اور خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی سے۔

ان سب سے قطع نظر ان کلماتِ ملعونہ میں صراحۃً اپنے لئے نبوت و رسالت کا ادعائے قبیحہ ہے اور وہ باجماعِ قطعی کفرِ صریح ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۷۷)

(٦٨) مزید فرمایا:

کفر ہشتم: ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو جن کا ذکر خداوند تعالٰی بطور احسان فرماتا ہے مسمریزم لکھ کر کہتا ہے: "اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابنِ مریم سے کم نہ رہتا۔"[2] یہ کفر متعدد کفروں کا خمیرہ ہے معجزات کو مسمریزم کہنا ایک کفر کہ اس تقدیر پر وہ معجزہ نہ ہوئے بلکہ معاذ اللہ ایک کسبی کرشمے ٹھہرے، اگلے کافروں نے بھی ایسا ہی کہا تھا،

اذ قال اللہ یٰعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلٰی والدتک، اذ ایدتک بروح القدس قف تکلم الناس فی المھد وکھلا ج واذ علمتک الکتٰب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل ج واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی ج واذ تخرج الموتٰی باذنی ج واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبینٰت فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین[3]

جب فرمایا اللہ سبحانہٗ نے اے مریم کے بیٹے! یاد کر میری نعمتیں اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تجھے قوت بخشی لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر اور

---

[1] القرآن الکریم ۲/۷۹

[2] ازالہ اوہام — ریاض الہند امرتسر بھارت ص ۱۱۶

[3] القرآن الکریم ۵/۱۱۰

جب میں نے تجھے سکھایا لکھنا اور علم کی تحقیقی باتیں اور توریت اور انجیل، اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی سی شکل میری پروانگی سے، پھر تو اس میں پھونکتا تو وہ پرند ہو جاتی میرے حکم سے، اور تو چنگا کرتا مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری اجازت سے، اور جب تو قبروں سے جیتا نکالتا مُردوں کو میرے اذن سے، اور جب میں نے یہود کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس یہ روشن معجزے لے کر آیا تو اُن میں کے کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

مسمریزم بتایا یا جادو کہا، بات ایک ہی ہوئی یعنی الٰہی معجزے نہیں کسبی ڈھکوسلے ہیں، ایسے ہی منکروں کے خیال ضلال کو حضرت مسیح کلمۃ اللہ صلے اللہ تعالٰی علٰی سیدہ وعلیہ وسلم نے بار بار بتاکید رد فرما دیا تھا اپنے معجزات مذکورہ ارشاد کرنے سے پہلے فرمایا:

انی قد جئتکم بایۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر[1] الایۃ۔

میں تمہارے پاس رب کی طرف سے معجزے لایا کہ میں مٹی سے پرند بناتا اور پھونک مار کر اُسے جِلاتا اور اندھے اور بدن بگڑے کو شفا دیتا اور خدا کے حکم سے مُردے جِلاتا اور جو کچھ گھر سے کھا کر آؤ اور جو کچھ گھر میں اٹھا رکھو وہ سب تمہیں بتاتا ہُوں۔

اور اس کے بعد فرمایا:

ان فی ذٰلک لاٰیۃ لکم ان کنتم مؤمنین[2]

بیشک ان میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ۔

پھر مکرر فرمایا:

جئتکم باٰیۃ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون[3]

میں تمہارے رب کے پاس سے معجزہ لایا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

مگر جو عیسٰی کے رب کی نہ مانے وہ عیسٰی کی کیوں ماننے لگا، یہاں تو اُسے صاف گنجائش ہے کہ اپنی بڑائی سبھی کرتے ہیں ع

کس نہ گوید کہ دوغ من ترش ست

(کوئی نہیں کہتا کہ میری لسّی ترش ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۴۹
[2] القرآن الکریم ۳/ ۴۹
[3] القرآن الکریم ۳/ ۵۰

پھر ان معجزات کو مکروہ جاننا دوسرا کفر یہ کہ کراہت اگر اس بنا پر ہے کہ وہ فی نفسہٖ مذموم کام تھے جب تو کفر ظاہر ہے، قال اللہ تعالیٰ:

تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض[1]

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔

اور اسی فضیلت کے بیان میں ارشاد ہوا:

واٰتینا عیسی ابن مریم البینٰت واید نٰہ بروح القدس[2]

اور ہم نے عیسٰی بن مریم کو معجزے دیئے اور جبریل سے اس کی تائید فرمائی۔ (ت)

اور اگر اس بنا پر ہے کہ وہ کام اگرچہ فضیلت کے تھے مگر میرے منصب اعلیٰ کے لائق نہیں تو یہ وہی نبی پر اپنی تفضیل ہے ہر طرح کفر و ارتداد قطعی سے مفر نہیں، پھر ان کلمات شیطانیہ میں مسیح کلمۃ اللہ صلے اللہ تعالٰے علٰی سیدہ وعلیہ وسلم کی تحقیر تیسرا کفر ہے اور ایسی ہی تحقیر اس کلام ملعون کفر ششم میں تھی اور سب سے بڑھ کر اس کفر نہم میں ہے کہ ازالہ صفحہ ۱۶۱ پر حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت لکھا: "بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ قریب ناکام رہے"[3]

انا للہ وانا الیہ راجعون، الا لعنۃ اللہ علی اعداء انبیاء اللہ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ انبیائہ وبارک وسلم۔

ہم اللہ کی ملکیت اور ہم اسی کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں، انبیاء اللہ کے دشمنوں پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہو، اللہ تعالےٰ کی رحمتیں ہوں اس کے انبیاء علیہم السلام پر اور برکتیں اور سلام (ت)

ہر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے جس کی تفصیل سے شفاء شریف و شروحِ شفاء و سیف مسلول امام تقی الملۃ والدین سبکی و روضہ امام نووی و وجیز امام کردری و اعلام امام حجر مکی وغیرہا تصانیفِ ائمۂ کرام کے دفتر گونج رہے ہیں، نہ کہ نبی بھی کون نبی مرسل نہ کہ مرسل بھی کیسا مرسل اولوالعزم نہ کہ تحقیر بھی کتنی کہ مسمریزم کے سبب نورِ باطن نہ نورِ باطن بلکہ دینی استقامت، نہ دینی استقامت بلکہ نفسِ توحید میں، نہ کم درجہ بلکہ ناکام رہے اس ملعون قول لعن اللہ قائلہ وقابلہ (اسے کہنے والے اور قبول کرنے والے پر اللہ کی لعنت۔ ت) نے اولوالعزمی و رسالت و نبوت درکنار اس عبداللہ و

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۳

[2] " ۲/ ۲۵۳

[3] ازالہ اوہام ریاض الھند امرتسر بھارت ص ۱۱۶

کلمۃ اللہ و روح اللہ علیہ وصلوات اللہ وسلام وتحیات اللہ کے نفس ایمان میں کلام کر دیا اس کا جواب ہمارے ہاتھ میں کیا ہے سوا اس کے کہ :

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدّ لھم عذابا مھینا[1]

بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ نے لعنت کی دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب ۔

کفر دہم: ازالہ صفحہ ۶۲۹ پر لکھتا ہے :

"ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشگوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے"[2]

یہ صراحۃً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب ہے، عام اقوامِ کفار لعنھم اللہ کا کفر، حضرت عزت عزجلالہٗ نے یوں ہی تو بیان فرمایا :

کذبت قوم نوحٍ المرسلین[3] کذبت عادٌ المرسلین[4] کذبت ثمود المرسلین[5] کذبت قوم لوطٍ المرسلین[6] کذب اصحٰب الایکۃ المرسلین[7]

نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا ، عاد نے رسولوں کو جھٹلایا ، ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا ، لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا ، بَن والوں نے رسولوں کو جھٹلایا ۔(ت)

ائمۂ کرام فرماتے ہیں : جو نبی پر اس کی لائی ہوئی بات میں کذب جائز ہی مانے اگرچہ وقوع نہ جانے باجماع کفر ہے نہ کہ معاذ اللہ چار سو انبیاء کا اپنے اخبار بالغیب میں کہ وہ ضرور اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے واقع میں جھوٹا ہو جانا ، شفا شریف میں ہے :

من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ ونبوۃ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولکن جوّز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا بہ ادعی فی ذٰلک المصلحۃ بزعمہ او لم یدعھا فھو کافر باجماع[8]

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷
[2] ازالہ اوہام ریاض الہند امرتسر بھارت ص ۶۲۹
[3] " ۲۶/ ۱۰۵
[4] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۲۳
[5] " ۲۶/ ۱۴۱
[6] " ۲۶/ ۱۶۰
[7] " ۲۶/ ۱۷۶
[8] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۷۱

یعنی جو اللہ تعالٰی کی وحدانیت، نبوت کی حقانیت، ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو یا نہ ہو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ان کی باتوں میں کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔

ظالم نے چارسو کہہ کر گمان کیا کہ اس نے باقی انبیاء کو تکذیب سے بچا لیا حالانکہ یہی آیتیں جو ابھی تلاوت کی گئی ہیں شہادت دے رہی ہیں کہ اس نے آدم نبی اللہ سے محمد رسول اللہ تک تمام انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کو کاذب کہہ دیا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام مرسلین کی تکذیب ہے۔ دیکھو قوم نوح و ہود و صالح و لوط و شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک ہی نبی کی تکذیب کی تھی مگر قرآن نے فرمایا؛ قوم نوح نے سب رسولوں کی تکذیب کی، عاد نے کل پیغمبروں کو جھٹلایا، ثمود نے جمیع انبیاء کو کاذب کہا، قوم لوط نے تمام رسل کو جھوٹا بتایا، ایکہ والوں نے سارے نبیوں کو دروغ گو کہا، یونہی واللہ اس قائل نے نہ صرف چارسو بلکہ جملہ انبیاء و مرسلین کو کذاب مانا۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۸۵ تا ۵۸۹)

(۶۹) رسالہ "قہر الدیان علی مرتد بقادیان" میں فرمایا؛

غرض اپنی مسیحیت قائم رکھنے کو نہایت کھلے طور پر تمام معجزاتِ مسیح و تصریحاتِ قرآن عظیم سے صاف منکر ہے اور پھر مہدی و رسول و نبی ہونے کا ادعاء، مسلمان تو مکذبِ قرآن کو مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے، قطعاً کافر مرتد زندیق بے دین ہے نہ کہ نبی و رسول بن کر اور کفر پر کفر چڑھے الالعنۃ اللہ علی الکفرین (خبردار! کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔ت) اور اس کذاب کا کہنا کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اپنے معجزے سے منکر تھے، رسول اللہ پر محض افتراء اور قرآنِ عظیم کی صاف تکذیب ہے، قرآن عظیم تو مسیحِ صادق سے یہ نقل فرماتا ہے کہ؛

انی قد جئتکم بایۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ و ابرئ الاکمہ و الابرص و احی الموتی باذن اللہ و انبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لایۃ لکم ان کنتم مؤمنین [1]

بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب سے یہ معجزے لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لئے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۴۹

فتاوی رضویہ جلد ۲

مٹی سے پرند کی سی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں وہ خدا کے حکم سے پرند ہو جاتی ہے اور میں بحکمِ خدا مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا اور مُردے زندہ کرتا ہوں، اور تمھیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں اٹھار کھتے ہو، بیشک اس میں تمھارے لئے بڑا معجزہ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

پھر مکرر فرمایا:

وجئتکم بایۃ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون[1]

میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے بڑے معجزات لے کر آیا تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

اور یہ قرآن کا جھٹلانے والا ہے کہ انھیں اپنے معجزات سے انکار تھا۔

کیوں مسلمانو! قرآن سچا یا قادیانی؟ ضرور قرآن سچا ہے اور قادیانی کذاب جھوٹا۔ کیوں مسلمانو! جو قرآن کی تکذیب کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ ضرور کافر ہے، ضرور کافر بخدا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۰۴، ۶۰۵)

(۷۰) مزید فرمایا:

مسلمانو! دیکھا کہ اس دشمنِ اسلام نے اللہ عزوجل کے سچے رسول کو کیسی مغلظ گالیاں دیں، کونسی ناگفتنی اس ناشدنی نے ان کے حق میں اٹھار کھی، ان کے معجزوں کو کیسا صاف صاف کھیل اور لہو ولعب شعبدہ وسحر ٹھہرایا، ابرائے اکمہ وابرص کو مسمریزم پر ڈھالا اور معجزۂ پرند میں تین احتمال پیدا کئے، بڑھئی کی کل یا مسمریزم یا کراماتی تالاب کا اثر، اور اسے صاف سامری کا بچھڑا بتادیا بلکہ اس سے بدتر کہ سامری نے جو اسپِ جبریل کی خاکِ سُم اٹھائی وہ اُسی کو نظر آئی دوسرے نے اطلاع نہ پائی۔ قال اللہ تعالٰی:

قال بصرت بما لم یبصروا بہ فقبضت قبضۃ من اثر الرسول فنبذتھا وکذلک سوّلت لی نفسی[2]

سامری نے کہا میں نے وہ دیکھا جو انھیں نظر نہ آیا تو میں نے اسپِ رسول کی خاکِ قدم سے ایک مُٹھی لے کر گوسالے میں ڈال دی کہ وہ بولنے لگا۔ نفسِ امارہ کی تعلیم سے مجھے یونہی بھلا معلوم ہوا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۰۷)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۵۰

[2] ؍؍ ۲۰/ ۹۶

(۷۱) مزید فرمایا:

مرزا کو ادعا ہے کہ اگرچہ اس پر وحی آتی ہے مگر کوئی نیا حکم جو شریعتِ محمدیہ سے باہر ہو، نہیں آسکتا، ہم تو قرآنِ عظیم میں یہ حکم پاتے ہیں کہ:

لا تسبّوا الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبوا اللّٰہ عدوا بغیر علم[1]

کافروں کے جھوٹے معبودوں کو گالی نہ دو کہ وہ اس کے جواب میں بے جانے بوجھے دشمنی کی راہ سے اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخی کریں گے۔

مرزا اپنی وہ وحی بتائے جس نے قرآن کے اس حکم کو منسوخ کردیا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۰۹)

(۷۲) آیاتِ کریمہ نمبر ۱۶/ ۲۰، ۲۱ اور بخاری شریف کی ایک حدیث سے حیاتِ عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں پیدا شدہ وہم پر مشتمل استفتاء کے جواب میں اعلٰحضرت علیہ الرحمہ نے رسالہ "الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی" تحریر فرمایا جس میں تمہیداً ارشاد فرمایا:

(۱) قبلِ جواب ایک امر ضروری کہ اِس سوال وجواب سے ہزار درجہ اہم ہے، معلوم کرنا لازم، بے دینوں کی بڑی راہِ فرار یہ ہے کہ انکار کریں ضروریاتِ دین کا، اور بحث چاہیں کسی ہلکے مسئلے میں جس میں کچھ گنجائشِ دست و پا زدن ہو۔

قادیانی صدہا وجہ سے منکرِ ضروریاتِ دین تھا اور اس کے پس ماندے حیات و وفاتِ سیّدنا عیسٰے رسول اللہ علٰے نبیّنا الکریم وعلیہ صلوات اللہ وتسلیمات اللہ کی بحث چھیڑتے ہیں جو ایک فرعی مسئلہ خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار ضلال بھی نہیں (فائدہ نمبر ۴ میں آئے گا کہ نزولِ حضرت عیسٰے علیہ السلام اہلِ سنّت کا اجماعی عقیدہ ہے) نہ ہرگز وفاتِ مسیح ان مرتدین کو مفید، فرض کردم کہ رب عزّ وجل نے اُن کو اُس وقت وفات ہی دی پھر اس سے ان کا نزول کیونکر ممتنع ہوگیا؟ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت محض ایک آن کو تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کیلئے ہوتی ہے، پھر وہ ویسے ہی حیاتِ حقیقی دنیاوی وجسمانی سے زندہ ہوتے ہیں جیسے اس سے پہلے تھے، زندہ کا دوبارہ تشریف لانا کیا دشوار؟ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون[2]

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۸

[2] مسند ابویعلٰی عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۴۱۲ مؤسسہ علوم القرآن بیروت ۳/ ۳۷۹

انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔(ت)

(۲) معاذ اللہ کوئی گمراہ بددین یہی مانے کہ اُن کی وفات اوروں کی طرح ہے جب بھی ان کا دوبارہ تشریف لانا کیوں محال ہوگیا؟ وعدہ وحرام علی قریۃ اھلکنٰھا انّھم لایرجعون[1] (اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کردیا کہ پھر لوٹ کر آئیں۔ ت) ایک شہر کے لئے ہے، بعض افراد کا بعد موت دُنیا میں پھر آنا خود قرآن کریم سے ثابت ہے جیسے سیدنا عزیر علیہ السلام۔ قال اللہ تعالٰی:

فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ[2]

تو اللہ نے اسے مُردہ رکھا سو برس، پھر زندہ کردیا۔(ت)

چاروں طائرانِ خلیل علیہ السّلام، قال اللہ تعالٰی:

ثم اجعل علٰی کل جبل منھن جزءًا ثم ادعھن یاتینک سعیا[3]

پھر اُن کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے، پھر انھیں بُلا، وہ تیرے پاس چلے آئیں گے دوڑتے ہوئے۔(ت)

ہاں مشرکین ملاعنہ منکرینِ بعث اِسے محال جانتے ہیں اور دربارۂ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیانی بھی اُس قادر مطلق عزّ جلالہ کو معاذ اللہ صراحۃً عاجز مانتا اور دافع البلاء کے صفحہ ۳۴ پر یُوں کُفر بکتا ہے:

"خدا ایسے شخص کو پھر دنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے فتنے ہی نے دُنیا کو تباہ کردیا ہے۔"[4]

مشرک و قادیانی دونوں کے رَد میں اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

افعیینا بالخلق الاول بل ھم فی لبس من خلق جدید[5]

تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بننے سے شبہہ میں ہیں۔(ت)

جب صادق و مصدوق صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُن کے نزول کی خبر دی اور وہ اپنی حقیقت پر

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۹۵
[2] 〃 ۲/ ۲۵۹
[3] 〃 ۲/ ۲۶۰
[4] دافع البلاء مطبوعہ ربوہ ص ۳۴
[5] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۵

ممکن و داخلِ زیرِ قدرت و جائز، تو انکار نہ کرے گا مگر گمراہ۔

(۳) اگر وہ حکم افراد کو بھی عام مانا جائے تو موت بعد استیفائے اجل کے لئے ہے، اس سے پہلے اگر کسی وجہ خاص سے اماتت ہو تو مانع اعادت نہیں بلکہ استیفائے اجل کے لئے ضرور اور ہزاروں کے لئے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم[1]

اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا انھیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے، تو اللہ نے اُن سے فرمایا مرجاؤ، پھر انھیں زندہ فرمادیا۔ (ت)

قتادہ نے کہا:

اماتھم اللہ عقوبۃ ثم بعثوا لیتوفوا مدۃ اٰجالھم ولوجاءت اٰجالھم ما بعثوا[2] (معنًا)۔

اللہ تعالٰی نے ان کو سزا کے طور پر موت دی پھر زندہ کردیئے گئے تاکہ اپنی مقررہ عمر کو پورا کریں، اگر ان کی مقررہ عمر پوری ہو جاتی تو دوبارہ نہ اٹھائے جاتے۔ (ت)

(۴) اس وقت حیات و وفاتِ حضرت مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام کا مسئلہ قدیم سے مختلف چلا آتا ہے مگر آخر زمانے میں ان کے تشریف لانے اور دجّال لعین کو قتل فرمانے میں کسی کو کلام نہیں، یہ بلاشبہہ اہلِ سنت کا اجماعی عقیدہ ہے تو وفاتِ مسیح نے قادیانی کو کیا فائدہ دیا اور مغل بچہ، عیسٰی رسول اللہ بے باپ سے پیدا ابنِ مریم کیونکر ہو سکا؟ قادیانی اُس اختلاف کو پیش کرتے ہیں، کہیں اِس کا بھی ثبوت رکھتے ہیں کہ اِس پنجابی کے ابتداع فی الدین سے پہلے مسلمانوں کا یہ اعتقاد تھا کہ عیسٰی آپ تو نہ اتریں گے کوئی ان کا مثیل پیدا ہوگا، اسے نزولِ عیسٰی فرمایا گیا اور اس کو ابنِ مریم کہا گیا؛ اور جب یہ عام مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہے تو آیہ:

یتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولّٰی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا[3]۔

جو مسلمانوں کی راہ سے جُدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۴۳

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر طبری) القول فی تاویل قولہ تعالٰی الم تر الی الذین خرجوا الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۷۰۴

الدر المنثور تحت الآیۃ ۲/ ۲۴۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۰۷

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵

میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔(ت)
کا صاف حکم ہے۔

(۵) مسیح سے مثیلِ مسیح مراد لینا تحریفِ نصوص ہے کہ عادتِ یہود ہے، بے دینی کی بڑی ڈھال یہی ہے کہ نصوص کے معنی بدل دیں،

یحرّفون الکلم عن مواضعہ[1]۔

اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدل دیتے ہیں۔(ت)

ایسی تاویل گھڑنی نصوصِ شریعت سے استہزاء اور احکام و ارشادات کو درہم برہم کردینا ہے، جس جگہ جس شیئ کا ذکر آیا کہہ سکتے ہیں وہ شیئ خود مراد نہیں اس کا مثیل مقصود ہے، کیا یہ اس کی نظیر نہیں جو اباحیہ ملاعنہ کہا کرتے ہیں کہ نماز و روزہ فرض ہے نہ شراب و زنا حرام بلکہ وہ کچھ اچھے لوگوں کے نام ہیں جن سے محبت کا ہمیں حکم دیا گیا' اور یہ کچھ بدوں کے جن سے عداوت کا۔

(۶) بفرضِ باطل انہم برعلم، پھر اس سے قادیان کا مرتد' رسول اللہ کا مثیل کیونکر بن بیٹھا؟ کیا اس کے کفر، اس کے کذب، اس کی وقاحتیں، اس کی فضیحتیں، اس کی خباثتیں، اس کی ناپاکیاں' اس کی بیباکیاں کہ عالم آشکار ہیں' چھپ سکیں گی؟ اور جہان میں کوئی عقل و دین والا ابلیس کو جبریل کا مثیل مان لے گا؟ اس کے خروار ہزار ہا کفریات سے مشتے نمونہ رسائل السوء والعقاب علی المسیح الکذاب و قہر الدیّان علی مرتدٍّ بقادیان و نور الفرقان و باب العقائد والکلام وغیرہا میں ملاحظہ ہوں کہ یہ نبیوں کی علانیہ تکذیب کرنے والا، یہ رسولوں کو فحش گالیاں دینے والا، یہ قرآن مجید کو طرح طرح رد کرنے والا' مسلمان بھی ہونا محال' نہ کہ رسول اللہ کی مثال، قادیانیوں کی چالاکی کہ اپنے مسیلمہ کے نامسلم ہونے سے یوں گریز کرتے اور اُس کے اُن صریح ملعون کفروں کی بحث چھوڑ کر حیات و وفاتِ مسیح کا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔

(۷) مسیح رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور اوصافِ جلیلہ اور وہ کہ قرآن عظیم نے بیان کئے یہ تھے کہ اللہ عزّ وجل نے اُن کو بے باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا کیا نشانی سارے جہان کے لئے:

قالت انّٰی یکون لی غلٰم ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا ہ قال کذٰلک

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۳

قال ربك هو علیّ هیّن ط ولنجعله اٰیة للناس ورحمة منا وکان امرًا مقضیا[1]

بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا، مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا، نہ میں بدکار ہوں۔ کہا یونہی ہے تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لئے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت، اور یہ امر ٹھہر چکا ہے۔(ت)

انھوں نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا،

فناداٰھا من تحتِھا الّا تحزنی قد جعل ربك تحتك سریّا[2]، الاٰیة

تو اس کے نیچے والے نے اسے آواز دی کہ تو غم نہ کر، تیرے رب نے تیرے نیچے نہر بہا دی ہے۔(ت)

علی قراءة مِن تَحتَها بالفتح فیهما وتفسیرہ بالمسیح علیه الصلوٰة والسلام[3] (معنًا).

اس قرارت پر جس میں من کی میم مفتوح اور تحتہا کی دوسری تاء مفتوح ہے اور اسکی ایک تفسیر حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کی گئی ہے۔(ت)

انھوں نے گہوارے میں لوگوں کو ہدایت فرمائی،

یکلم الناس فی المهد وکهلا[4]

لوگوں سے باتیں کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں۔(ت)

انھیں ماں کے پیٹ یا گود میں کتاب عطا ہوئی، نبوت دی گئی،

قال انی عبد اللّٰه اٰتٰنی الکتٰب وجعلنی نبیا[5]

بچے نے فرمایا: میں ہوں اللہ کا بندہ، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں دینے والا (نبی) کیا۔(ت)

وہ جہاں تشریف لے جائیں برکتیں اُن کے قدم کے ساتھ رکھی گئیں،

وجعلنی مبٰرکًا اینما کنت[6] اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۲۰ و ۲۱
[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۲۴
[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر طبری) القول فی تاویل قولہ تعالٰی فناداٰھا من تحتھا الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۶/ ۸۰
[4] القرآن الکریم ۳/ ۴۶
[5] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۰
[6] " ۱۹/ ۳۱

برخلاف کفرِ طاغیۂ قادیان کہ کہتا ہے جس کے پہلے فتنے ہی نے دنیا کو برباد کر دیا۔

اُنھیں اپنے غیبوں پر مسلط کیا،

عٰلم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدا ○ الا من ارتضٰی من رسول[1]۔

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (ت)

جس کا ایک نمونہ یہ تھا کہ لوگ جو کچھ کھاتے اگرچہ سات کوٹھڑیوں میں چھپ کر، اور جو کچھ گھروں میں ذخیرہ رکھتے اگرچہ سات تہ خانوں کے اندر، وہ سب اُن پر آئینہ تھا،

وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم[2]۔

اور تمھیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ (ت)

انھیں توراتِ مقدس کے بعض احکام کا ناسخ کیا،

ومصدقا لما بین یدی من التورٰىة ولاحل لکم بعض الذی حرّم علیکم[3]۔

اور تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی اور اس لئے کہ حلال کروں تمھارے لئے کچھ وُہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔ (ت)

انھیں قدرت دی کہ مادر زاد اندھے اور لاعلاج برص کو شفا دیتے،

وتبرئ الاکمه والابرص باذنی[4]۔

اور تُو مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا۔ (ت)

انھیں قدرت دی کہ مُردے زندہ کرتے،

واذ تخرج الموتٰی باذنی[5]۔

اور جب تو مُردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا۔ (ت)

واُحی الموتٰی باذن الله[6]۔

اور میں مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ (ت)

اُن پر اپنے وصفِ خالقیت کا پرتو ڈالا کہ مٹی سے پرند کی صورت خَلق فرماتے اور اپنی پھونک سے اس میں جان ڈالتے کہ اڑتا چلا جاتا،

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶، ۲۷ — [2] القرآن الکریم ۳/ ۴۹
[3] 〃 ۳/ ۵۰ — [4] 〃 ۵/ ۱۱۰
[5] 〃 ۵/ ۱۱۰ — [6] 〃 ۳/ ۴۹

واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیہا فتکون طیرًا باذنی[1]
اور جب تُو مٹی سے پرند کی سی مُورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اُڑنے لگتا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ قادیانی میں اِن میں سے کچھ نہ تھا پھر وہ کیونکر مثیلِ مسیح ہوگیا ؟
اخیر کی چار یعنی مادرزاد اندھے اور ابرص کو شفا دینا، مُردے جِلانا، مٹی کی مورت میں پھونک سے جان ڈال دینا، یہ قادیانی کے دل میں بھی کھٹکے کہ اگر کوئی پوچھ بیٹھا کہ تُو مثیلِ مسیح بنتا ہے اِن میں سے کچھ کر دکھا، اور وہ اپنا حال خوب جانتا تھا کہ سخت جھوٹا مُلوم ہے اور الٰہی برکات سے پورا محروم، لہٰذا اس کی یُوں پیش بندی کی کہ قرآن عظیم کو پسِ پشت پھینک کر، رسول اللہ کے روشن معجزوں کو پاؤں تلے مَل کر صاف کہہ دیا کہ معجزے نہ تھے مسمریزم کے شعبدے تھے، میں ایسی باتیں مکروہ نہ جانتا تو کر دکھاتا۔ وہی ملاعنہ مشرکین کا طریقہ اپنے عجز پر یوں پردہ ڈالنا کہ لونشاء لقلنا مثل ھذا[2]
ہم چاہتے تو اس قرآن کا مثل تصنیف کر دیتے، ہم خود ہی ایسا نہیں کرتے۔
الالعنۃ اللہ علی الکٰفرین۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۱۲ تا ۶۱۸)

(۲۷) استفتاء مذکور میں جس شبہہ کا تذکرہ ہوا اس کے جواب میں فرمایا :
اس کے بعد ہمیں حق تھا کہ ان ناپاک و بے اصل و پا در ہوا شُبہوں کی طرف التفات بھی نہ کرتے جو اُنھوں نے حیاتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کئے۔ ایسی مہمل عیاریوں کیّادیوں کا بہتر جواب یہی تھا کہ ہنشت پہلے قادیانی کے کفر اٹھاؤ یا اُسے کافر مان کر توبہ کرو، اسلام لاؤ، اس کے بعد یہ فرعی مسئلہ بھی پُوچھ لینا مگر ہم ان مرتدین سے قطع نظر کر کے اپنے دوست سائل سُنّی المذہب سے جوابِ شبہات گزارش کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

پہلا شُبہہ : کریمہ والذین یدعون من دون اللہ[3] الآیۃ۔

اقول اوّلاً یہ شبہہ مرتدانِ حال نے کافرانِ ماضی سے ترکہ میں پایا ہے، جب آیہ کریمہ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم انتم لہا واردون[4] نازل ہوئی کہ بیشک تم اور جو کچھ تم اللہ کے سوا پُوجتے ہو سب دوزخ کے ایندھن ہو تمھیں اس میں جانا ہے۔ مشرکین نے کہا کہ ملائکہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰
[2] القرآن الکریم ۸/ ۳۱
[3] ؍؍ ۱۶/ ۲۰
[4] ؍؍ ۲۱/ ۹۸

اور عیسٰی اور عزیر بھی تو اللہ کے سوا پُوجے جاتے ہیں۔ اس پر رب عزوجل نے ان جھگڑالو کافروں کو قرآن کریم کی مراد بتائی کہ آیت بُتوں کے حق میں ہے۔

ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولٰئک عنھا مبعدون ۝ لایسمعون حسیسھا[1] وہ جن کے لئے ہم بھلائی کا وعدہ فرما چکے وہ جہنّم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سنیں گے۔

قرآن کریم نے خود اپنا محاورہ بتایا جب بھی مرتدوں نے وہی راگ گایا۔

ابوداؤد کتاب الناسخ والمنسوخ میں اور فریابی وعبد بن حمید و ابن جریر و ابن ابی حاتم وطبرانی و ابن مردویہ اور حاکم مع تصحیح مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

لمّا نزلت انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم انتم لھا واردون فقال المشرکون الملٰئکۃ وعیسٰی وعزیر یُعبدون من دون اللہ فنزلت ان الذین سبقت لھم منّا الحسنٰی اولٰئک عنھا مُبعدون[2]

جب یہ آیت نازل ہوئی انکم وما تعبدون الاٰیۃ تو مشرکین نے کہا ملائکہ، حضرت عیسٰی اور حضرت عزیر کو بھی اللہ تعالٰی کے سوا پُوجا جاتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی ان الذین سبقت الاٰیۃ بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہوچکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں۔

ثانیًا یدعون من دون اللہ یقینًا مشرکین ہیں اور قرآنِ عظیم نے اہلِ کتاب کو مشرکین سے جُدا کیا، اُن کے احکام اُن سے جدا رکھے، اُن کی عورتوں سے نکاح صحیح ہے مشرکہ سے باطل، اِن کا ذبیحہ حلال ہوجائے گا اُن کا مردار۔ قال اللہ تعالٰی:

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البیّنۃ[3]۔

کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس دلیل نہ آئے۔ (ت)

وقال تعالٰی:

ان الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین فی نار جھنم خٰلدین فیھا اولٰئک ھم شر البریّۃ[4]

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱، ۱۰۲

[2] المستدرک کتاب التفسیر تفسیر سورۃ انبیاء دارالفکر بیروت ۲/ ۳۸۵

[3] القرآن الکریم ۹۸/ ۱

[4] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

بیشک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہی تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔(ت)

وقال تعالٰی:

مایود الذین کفروا من اھل الکتٰب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم[1]

وہ جو کافر ہیں کتابی یا مشرک، وہ نہیں چاہتے کہ تم پر کوئی بھلائی اُترے تمہارے رب کے پاس سے۔(ت)

وقال تعالٰی:

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین اٰمنوا الذین قالوا انا نصٰرٰی[2]

ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جنھوں نے کہا کہ بیشک ہم نصارٰی ہیں۔

وقال تعالٰی:

الیوم احل لکم الطیبٰت وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم[3]

آج تمہارے لئے پاک چیز حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی۔(ت)

وقال تعالٰی: ــــ ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن[4]

اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں۔(ت)

جب قرآن عظیم یدعون من دون اللہ میں نصارٰی کو داخل نہیں فرماتا اس الذین میں مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کیونکر داخل ہوسکیں گے؟

ثالثاً سورت مکیہ ہے اور سوائے عاصمؒ قرائِ سبعہ کی قراءت تدعون بہ تائے خطاب،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۵
[2] القرآن الکریم ۵/ ۸۲
[3] ″ ۵/ ۵
[4] ″ ۲/ ۲۲۱

تو بُت پرست ہی مراد ہیں اور الذین یدعون اصنام (جنھیں وہ پوجتے ہیں وہ بُت ہیں ۔ ت)۔

رابعًا خود آیۂ کریمہ طرح طرح دلیل ناطق کہ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء عمومًا اور حضرتِ مسیح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خصوصًا مراد نہیں، جہاں فرمایا اموات غیر احیاء[1] (مُردے ہیں زندہ نہیں ۔ ت) اموات سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ پہلے زندہ تھے پھر موت لاحق ہوئی لہذا ارشاد ہوا غیر احیاء یہ وہ مردے ہیں کہ نہ اب تک زندہ ہیں نہ کبھی تھے نِرے جماد ہیں، یہ بُتوں ہی پر صادق ہے۔ تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے:

حیث کان بعض الاموات مما یعتریہ الحیاۃ سابقا اولاحقا کاجساد الحیوان والنطف التی ینشئہا اللہ تعالٰی حیوانا احترز عن ذٰلک فقیل غیر احیاء ای لا یعتریہا الحیٰوۃ اصلا فھی اموات علی الاطلاق[2]

بعض اموات وہ تھے جنھیں زندگی حاصل تھی جیسے مُردہ حیوان کا جسم، اور بعض وہ ہیں جنھیں زندگی ملنے والی ہے مثلاً نطفہ جسے اللہ تعالٰی مستقبل میں حیوان بنائے گا اس لئے ایسے اموات سے احتراز کیا اور فرمایا غیر احیاء یعنی یہ وہ اموات ہیں جنھیں زندگانی (ماضی یا مستقبل میں) بالکل حاصل نہیں لہذا یہ علی الاطلاق اموات ہیں۔

خامسًا رب عزّوجل فرماتا ہے:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ط بل احیاء عند ربھم یرزقون ○ فرحین بما اٰتٰھم اللہ من فضلہ[3]

خبردار! شہیدوں کو ہرگز مُردہ نہ جانیو بلکہ وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں، اللہ نے جو اپنے فضل سے دیا اس پر خوش ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولٰکن لا تشعرون ○[4]

جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں ہاں تمھیں خبر نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۲۱

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت الآیۃ ۱۶/ ۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۰۶

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۹ و ۱۷۰ [4] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۴

محال ہے کہ شہید کو تو مردہ کہنا حرام، مردہ سمجھنا حرام، اور انبیاء معاذ اللہ مُردے کہے سمجھے جائیں، یقیناً قطعاً ایماناً وہ احیاءٌ غیرُ امواتٍ (زندہ ہیں مُردے نہیں۔ت) ہیں نہ کہ عیاذاً باللہ امواتٌ غیرُ احیاءٍ[1] (مُردے ہیں زندہ نہیں۔ت)، جس وعدۃ الٰہیہ کی تصدیق کے لئے اُن کو عروضِ موت ایک آن کے لئے لازم ہے قطعاً شہداء کو بھی لازم ہے کل نفس ذائقۃ الموت[2] (ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ت) پھر جب یہ احیاءٌ غیرُ امواتٍ ہیں تو وہ یقیناً ان سے لاکھوں درجے زائد اَحیاءٌ غیرُ امواتٍ ہیں نہ کہ امواتٌ غیرُ اَحیاءٍ۔

سادساً آیہ کریمہ میں وَھُمْ قَدْ خُلِقُوْا بصیغہ ماضی نہیں بلکہ وَھُمْ یُخْلَقُوْنَ[3] بصیغہ مضارع ہے کہ دلیل تجدّد و استمرار ہو یعنی بنائے گھڑے جاتے ہیں اور نئے نئے بنائے گھڑے جائیں گے، یہ یقیناً بُت ہیں۔

سابعاً آیہ کریمہ میں اُن سے کسی چیز کی خلق کا سلبِ کلّی فرمایا کہ لا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا[4] (وہ کوئی چیز نہیں بناتے۔ت) اور قرآن عظیم نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بعض اشیاء کی خلق ثابت فرمائی، وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ[5] (اور جب تو مٹی سے پرند کی مورت بناتا۔ت) اور ایجاب جزئی نقیض سلبِ کلّی ہے تو عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صادق نہیں، نامناسب سے قطع نظر ہو تو اَمْوَاتٌ قضیہ مطلقہ عامہ ہے یا دائمہ، برتقدیر ثانی یقیناً اِنس و جن و مَلک سے کوئی مراد نہیں ہوسکتا کہ ان کے لئے حیات بالفعل ثابت ہے نہ کہ ازل سے ابد تک دائم موت، برتقدیر اول قضیہ کا اتنا مفاد کہ کسی نہ کسی زمانے میں ان کو موت عارض ہو، یہ ضرور عیسٰی و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کے لئے ثابت، بیشک ایک وقت وہ آئے گا کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پائیں گے اور روزِ قیامت ملائکہ کو بھی موت ہے، اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ موت ہو چکی، ورنہ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ[6] میں ملائکہ بھی داخل ہیں، لازم کہ وہ بھی مر چکے ہوں، اور یہ باطل ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۲۱
[2] القرآن الکریم ۳/۱۸۵ و ۲۱/۳۵
[3] " ۱۶/۲۰
[4] " ۱۶/۲۰
[5] " ۵/۱۱۰
[6] " ۱۶/۲۰

تفسیر انوار التنزیل میں ہے :

(اَمْوَاتٌ) حالاً او مآلاً غَیْرُ اَحْیَاءٍ بالذات لیتناول کُلَّ معبودٍ[1]

مُردے حال میں یا آئندہ زمانہ میں غیر زندے بالذات تاکہ ہر معبود کو شامل ہو ۔ (ت)

تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے :

فالمراد مالاحیٰوۃ لہ سواءٌ کان لہ حیٰوۃ ثم مات کعزیر او سیموت کعیسٰی والملٰئکۃ علیہم السلام، اولیس من شانہ الحیٰوۃ کالاصنام[2]

یعنی اِن اموات سے عام مراد ہے خواہ اس میں حیات کی قابلیت ہی نہ ہو جیسے بُت، یا حیات بھی اور موت عارض ہوئی جیسے عزیر، یا آئندہ عارض ہونے والی ہے جیسے عیسٰے و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ۔

منکرین دیکھیں کہ اُن کا شُبہہ ہر پہلو پر مردود ہے ، وللہ الحمد۔

شُبہہ دوم : لَعَنَ اللہُ الْیَہُوْدَ وَالنَّصَارٰی[3] (اللہ تعالٰی یہود و نصارٰی پر لعنت فرمائے ۔ ت) **اقول** وَالْمِرْزَائِیَّۃَ لَعَنَہُمْ لَعْنًا کَبِیْرًا (میں کہتا ہوں کہ مرزائیوں پر بھی بڑی لعنت ہو)

اَنْبِیَآئِہِمْ[4] میں اضافت استغراق کے لئے نہیں کہ موسٰی سے یحیٰے علیہما الصلوٰۃ والسلام تک ہر نبی کی قبر کو یہود و نصارٰی سب نے مسجد کرلیا ہو، یہ یقیناً غلط ہے ، جس طرح قَتْلِہِمُ الْاَنْبِیَآءَ بِغَیْرِحَقٍّ[5] (انھوں نے انبیاء کو ناحق شہید کیا ۔ ت) میں اضافت ولام کوئی استغراق کا نہیں کہ نہ سب قاتل اور نہ سب انبیاء شہید کئے ۔ قال تعالٰے :

ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون[6]

انبیاء کے ایک گروہ کو تم نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کرتے ہو ۔(ت)

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۱۶/ ۲۱ دار الفکر بیروت ۳/ ۳۹۲

[2] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۱۶/ ۲۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۵۶۹

[3] و [4] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۷

[5] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۵

[6] " ۲/ ۸۷

اور جب استغراق نہیں تو بعض میں مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا داخل کر لینا ادعائے باطل ومردود ہے۔ یہود کے سب انبیاء نصاریٰ کے بھی انبیاء تھے، یہود و نصاریٰ کا اُن میں بعض قبورِ کریمہ کو (مسجد بنالینا) صدقِ حدیث کے لئے بس، اور اس سے زیادہ مرتدین کی ہوس۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۶۲۰ تا ۶۲۵)

(۷۴) ایک نبی کا منکر تمام انبیاء کا منکر ہے، چنانچہ فرمایا:

یہ اس مرتد کے اکٹھے چار سو کفر کہ ہر نبی کی تکذیب کفر ہے، بلکہ کروڑوں کفر ہیں کہ ایک نبی کی تکذیب تمام انبیاء اللہ کی تکذیب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

کذبت قوم نوح المرسلین[1]

نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔(ت)

تو اس نے چار سو ہر نبی کی تکذیب کی، اگر انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں تو قادیانی کے چار کروڑ چھیانوے لاکھ کفر ہیں، اور اگر دو لاکھ چوبیس ہزار ہیں تو اس کے آٹھ کروڑ چھیانوے لاکھ کفر ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۶۲۶، ۶۲۷)

(۷۵) خصائص مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

نبی توبہ: اقول وہ نبیِ توبہ ہیں، بندوں کو حکم ہے کہ ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ و استغفار کریں، اللہ تو ہر جگہ سنتا ہے اس کا علم اس کا سمع، اس کا شہود سب جگہ ایک سا ہے مگر حکم یہی فرمایا کہ میری طرف توبہ چاہو تو میرے محبوب کے حضور حاضر ہو۔ قال تعالیٰ:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما[2]

اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول ان کی مغفرت مانگے تو ضرور خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

حضور کے عالمِ حیات ظاہری میں حضور ظاہر تھا، اب حضور مزار پُر انوار ہے، اور جہاں یہ بھی میسر نہ ہو تو دل سے حضور پُر نور کی طرف توجہ، حضور سے توسل، فریاد، استغاثہ، طلبِ شفاعت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۰۵
[2] " " ۴/ ۶۴

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بیوت اھل الاسلام[1]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۵۴)

(۷۶) مزید فرمایا:

ان کا رب عزوجل فرماتا ہے:

وما ارسلنٰك الا رحمۃ للعٰلمین[2]

ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۵۵)

(۷۷) مزید فرمایا:

اقول توبہ کے معنٰی ہیں نافرمانی سے باز آنا، جس کی معصیت کی ہے اس سے عہد اطاعت کی تجدید کرکے اُسے راضی کرنا، اور نص قطعی قرآن سے ثابت کہ اللہ عزوجل کا ہر گنہگار حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا گنہ گار ہے۔ قال اللہ تعالےٰ:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[3]

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

ویلزمہ عکس النقیض من لم یطع اللہ لم یطع الرسول وھو معنی قولنا من عصی اللہ فقد عصی الرسول۔

اس کو عکس نقیض من لم یطع اللہ لم یطع الرسول لازم ہے اور ہمارے قول من عصی اللہ فقد عصی الرسول کا یہی معنٰی ہے۔ (ت)

اور قرآن عظیم حکم دیتا ہے کہ اللہ و رسول کو راضی کرو۔ قال اللہ تعالےٰ:

واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[4]

---

[1] شرح الشفاء للملا علی القاری فصل فی المواطن التی تستحب فیہا الصلوٰۃ والسلام الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۱۸

[2] القرآن الکریم ۲۱/۱۰۷

[3] " " ۴/۸۰

[4] " " ۹/۶۲

سب سے زیادہ راضی کرنے کے مستحق اللہ و رسول ہیں اگر یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۵۶)

(۷۸) مزید فرمایا:

ابن سعد طبقات اور ابن لال مکارم الاخلاق میں قتادہ سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیۂ کریمہ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم و منک و من نوح و ابراھیم و موسٰی و عیسٰی بن مریم کی تفسیر میں فرمایا:

کنت اول النبیین فی الخلق و اٰخرھم فی البعث۔

میں سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب کے بعد بھیجا گیا۔

قتادہ نے کہا: فبدأ بہ قبلھم[1]۔ اسی لئے رب العزت تبارک و تعالٰی نے آیۂ کریمہ میں انبیائے سابقین سے پہلے حضور پُرنور کا نام پاک لیا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۶۲)

(۷۹) صاحب تحذیر الناس مولوی قاسم نانوتوی کے خاتم النبیین کے بارے میں مؤقف کا ردِ بلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

مسلمانو! دیکھا اس ملعون ناپاک شیطانی قول نے ختم نبوت کی کیسی جڑ کاٹ دی، خاتمیت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والتحیۃ کہ وہ تاویل گھڑی کہ خاتمیت خود ہی ختم کر دی صاف لکھ دیا کہ اگر حضور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو ختم نبوت کے کچھ منافی نہیں۔ اللہ اللہ جس کفر ملعون کے موجد کو خود قرآن عظیم کا وخاتم النبیین فرمانا نافع نہ ہوا کما قال تعالیٰ (جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

وننزل من القراٰن ماھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظالمین الا خسارا[2]۔

اتارتے ہیں ہم اس قرآن سے وہ چیز کہ مسلمانوں کے لئے شفاء و رحمت ہے اور ظالموں کو اس سے کچھ نہیں بڑھتا سوا زیان کے۔

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۳/۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۳۸
الدر المنثور تحت الآیۃ ۳۳/۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۵۰۳

[2] القرآن الکریم ۱۷/۸۲

فوائد تفسیر جلد ۲

اُسے احادیث میں خاتم النبیین فرمانا کیا کام دے سکتا ہے فبای حدیث بعدہ یؤمنون[1] قرآن کے بعد اور کون سی حدیث پر ایمان لائیں گے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۳ ۷)

(۸۰) اسی کے بارے میں مزید فرمایا :

مگر یہ ضال مضل محرفِ قرآن مغیرِ ایمان ہے کہ نہ ملائکہ کی سُنے نہ انبیاء کی، نہ مصطفٰی کی مانے نہ اُن کے خدا کی۔ سب کی طرف سے ایک کان گونگا ایک بہرا، ایک دیدہ اندھا ایک پھوٹا۔ اپنی ہی ہانک لگائے جاتا ہے کہ یہ سب نافہمی کے اوہام، خیالاتِ عوام ہیں، آخر الانبیاء ہونے میں فضیلت ہی کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۰

کذٰلک یطبع اللہ علٰی کل قلب متکبر جبار[2] ۰ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب[3] ۰

اللہ یونہی مُہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے دل پر۔ اے رب ہمارے! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک تُو ہی بڑا دینے والا۔

ہاں ان نوّے[۹۰] حدیثوں میں تین[۳] حدیثیں صرف بلفظ خاتمیت بھی ہیں، دو[۲] حدیث سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ اے چچا! جس طرح اللہ تعالٰی نے مجھ پر نبوت ختم کی تم پر ہجرت کو ختم فرمائے گا، جیسے میں خاتم النبیین ہوں تم خاتم المہاجرین ہو[4]۔

شاید وہ گمراہ یہاں بھی کہہ دے کہ تمام مہاجرین کرام بالعرض تھے حضرت عباس مہاجر بالذات ہوئے۔

ایک اور حدیث الٰہی جل وعلا کہ میں ان کی کتاب پر کتابوں کو ختم کروں گا اور ان کے دین وشریعت پر ادیان وشرائع کو۔

او گمراہ! اب یہاں بھی کہہ دے کہ اور دین دین بالعرض تھے یہ دین دین بالذات ہے، توریت و انجیل و زبور اللہ تعالٰی کے کلام بالعرض تھے قرآن کلام بالذات ہے مگر ہے یہ کہ؛

---

[1] القرآن الکریم ۷/۱۸۵ و ۷۷/۵۰ [2] القرآن الکریم ۴۰/۳۵

[3] القرآن الکریم ۳/۸

[4] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر اخذ العباس من مال البحرین وعجزہ من حملہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۲۳۵

من لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور[1]

جس کے لئے اللہ تعالٰے نور نہ بنائے تو اس کے لئے کوئی نور نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۵، ۱۶)

(۸۱) کافر سیّد نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کو سیّد کہنا چاہیئے۔ چنانچہ فرمایا:

اور جو کافر ہو وہ قطعاً سیّد نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح[2]

وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۰)

(۸۲) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

ائمۂ دین اولیائے کاملین علمائے عاملین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تصریح فرماتے ہیں کہ ساداتِ کرام بحمد اللہ تعالٰے خباثتِ کفر سے محفوظ و مصؤن ہیں جو واقعی سیّد ہے اس سے کبھی کفر واقع نہ ہوگا۔

قال اللہ تعالٰے:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا[3]

اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے نجاست دُور رکھے اے نبی کے گھر والو! اور تمھیں خوب پاک کردے ستھرا کرکے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۱)

(۸۳) اسی سلسلہ میں ایک وہم کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا:

اگر کہئے بعض کٹر نیچری بیشمار اشد غالی رافضی بہت سچے ملحد جھوٹے صوفی کچھ ہفت خاتم شمش مثل والے وہابی غرض بکثرت کفار کہ صراحۃً منکرینِ ضروریاتِ دین ہیں سیّد کہلاتے میر فلاں لکھے جاتے ہیں۔

اقول کہلانے سے واقعیت تک ہزاروں منزل ہیں نسب میں اگرچہ شہرت پر قناعت والناس امناء علٰی انسابھم (لوگ اپنے نسبوں میں امین ہیں۔ ت) مگر جب خلاف پر

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۴۰

[2] 〃 ۱۱/۴۶

[3] 〃 ۳۳/۳۳

دلیل قائم ہو تو شہرت بے دلیل نامقبول و علیل اور خود اس کے کفر سے بڑھ کر نفی سیادت پر اور کیا دلیل درکار، کافر نجس ہے،

قال تعالیٰ انما المشرکون نجس[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک مشرک نِرے ناپاک ہیں۔(ت)

اور ساداتِ کرام طیب و طاہر،

قال اللہ تعالیٰ ویطھرکم تطھیرا[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔(ت)

اور نجس و طاہر باہم متباین ہیں کہ ایک شئ پر معًا ان کا صدق محال۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۳۷)

فتاوٰی رضویہ جلد ۱۶

(۱) جائداد موقوفہ پر ظالم قبضہ کرنا چاہے تو مسلمانوں پر اس کا دفاع کرنا فرض ہے، اس سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

صورتِ مذکورہ میں ضرور مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صَرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے، قال تعالیٰ:

لا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ (الیٰ قولہ تعالیٰ) الا کتب لھم بہ عمل صالح[3]ط

ان کو پیاس، مشقت اور بھوک نہ پہنچے گی (الیٰ قولہ تعالیٰ) مگر ان کے لئے نیک عمل لکھے جائینگے (ت)

(فتاوٰی رضویہ جلد ۱۶ ص ۱۵۷)

(۲) مال وقف سے ضرورتمند متولی دستور کے مطابق کھا سکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۹/۲۸

[2] " ۳۳/۳۳

[3] " ۹/۱۲۰

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

من کان فقیرا فلیأکل بالمعروف[1]

جو حاجتمند ہے وُہ موافق دستور کھائے۔

اور فرماتا ہے:

واللہ یعلم المفسد من المصلح[2]

خدا خوب جانتا ہے کہ کون بگاڑنے والا ہے اور کون سنوارنے والا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۱۵)

(۳) قدیم اوقاف میں نئے مصارف بڑھانے سے متعلق ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں یہ نئی بدعتیں کہ مشاورین وقف میں حادث کیا چاہتے ہیں ٹیلیفون اور برقی پنکھا اور برقی روشنی مال وقف پر بار ڈالنا محض حرام ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

امرنا بابقاء الوقف علٰی ما کان[3]

ہمیں حکم ہے کہ وقف کو گزشتہ حال پر قائم رکھیں۔ (ت)

یہ وہاں فرمایا ہے جہاں منافع وقف کیلئے مصارف مشروطہ پر زیادت کی جائے نہ کہ بے حاجت نہ کہ اپنا تعیش و ترفع یہ حرام در حرام ہے، مالِ وقف حکمِ مالِ یتیم میں ہے۔ اور رب عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یأکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا[4]

جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔ (ت)

یہ اسراف ہے اور اللہ مسرفوں کو دوست نہیں رکھتا انہ لا یحب المسرفین[5] (اللہ تعالٰے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۶

[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۰

[3] فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۴۰

[4] القرآن الکریم ۴/۱۰

[5] 〃 ۶/۱۴۱

اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ت) یہ تبذیر ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطٰن لربہ کفورا[1]۔

بیشک مال بیجا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

یہ ان کو فرمایا جو اپنا مال بیجا اڑائیں نہ کہ وقف کا۔ ایسے مشاوروں کو معزول کرنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے:

ینزع وجوبا لوالواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مأمون[2]۔

لازمی طور پر معزول کیا جائے اگرچہ واقف ہو، درر۔ تو دوسرے اگر قابل اعتماد نہ ہوں تو وہ بطریق اولٰی معزول ہوں گے۔(ت)

یعنی اگر خود واقف کی طرف سے مال وقف پر کوئی اندیشہ ہو تو واجب ہے کہ اسے بھی نکال دیا جائے اور وقف اس کے ہاتھ سے لیا جائے تو غیر واقف بدرجۂ اولٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ایسے اقوالِ ملعونہ بکنے والا کافر مرتد ہے، اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، مسلمانوں پر اس سے میل جول حرام ہے، وقفِ مسلمانان میں اسے دخل دینا حرام ہے، اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا حرام ہے، وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جانا حرام، مرجائے تو اس کا جنازہ اٹھانا حرام ہے، جنازہ کے ساتھ جانا حرام ہے، اسے مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا حرام ہے، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام ہے، اسے کسی قسم کا ایصالِ ثواب کرنا کفر ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ"[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان میں سے فوت ہونے والے پر نمازِ جنازہ ہرگز نہ پڑھو اور نہ آپ ان کی قبر پر قیام فرمائیں۔(ت)

جو اُسے اب بھی مسلمان جانے یا اس کے کافر مرتد ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اُس کے لئے بھی یہی احکام ہیں۔ شفائے امام قاضی عیاض وبزازیہ وبحرالرائق ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہا کتبِ کثیرہ میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۷

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

[3] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[1]۔

جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے تو وہ کافر ہے۔ (ت)

نسأل الله العفو والعافیة ولاحول ولاقوۃ الا بالله العلی العظیم۔

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور درگزر کرنے کی درخواست کرتے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (ت)

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمة انك انت الوھاب[2]۔

اے ہمارے رب! ہدایت فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے فضل سے ہمیں رحمت عطا کر، بیشک تُو بہت عطا کرنے والا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۱۹ تا ۲۲۱)

(۴) مالِ وقف کو اپنا مال سمجھ کر ذاتی مقاصد کے لئے خرچ کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

مالِ وقف مثل مالِ یتیم ہے جس کی نسبت ارشاد ہوا کہ جو اسے ظلماً کھاتا ہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب جہنم میں جائے گا ان الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا[3]۔ اگر وہ لوگ اس حرکت سے باز نہ آئیں اُن سے میل جول چھوڑ دیں، اُن کے پاس بیٹھنا روا نہ رکھیں۔

قال الله تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب کبھی شیطان تجھے بھلا دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۲۳)

(۵) مسجد میں فرشی پنکھا لگوانا جبکہ اس کی ہوا طبعاً مضر ہو کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اوّلاً ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے کہ مسجد میں فرشی پنکھا لگانا مطلقاً ناپسندیدہ ہے، مدخل الی الشرعیة میں ہے:

قد منع علماؤنا رحمھم الله تعالٰی، اذان اتخاذھا فی المسجد

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] القرآن الکریم ۳/۸

[3] " ۴/۱۰

[4] " ۶/۶۸

بدعۃ۔[1]

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے فرشی پنکھا مسجد میں لگانا ناجائز کہا ہے کیونکہ مسجد میں ایسا کرنا بدعت ہے۔ (ت)

ثانیًا جب یہ حالت ہے کہ حاجت اصلاً نہیں تو اپنے مال سے بھی جائز نہیں، نہ کہ مالِ وقف سے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولاتسرفوا انہ لایحب المسرفین۔[2]

اسراف نہ کرو اللہ تعالٰی اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۳۸)

(۶) مزاراتِ اولیاء کی نگہداشت کے لئے وقف کرنا درست ہے۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

ہاں قبورِ اولیاء کرام کے حفظ ونگہداشت کو جبکہ انکی تعظیم وتکریم کے تحفظ اور توہین و پامالی سے بچانے اور مسلمانوں کے وہاں حاضر ہوکر فیض ثواب وتبرکات پانے کے لئے ہو قربت کہنا اقرب بفقہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین۔[3]

یہ پہچان سے قریب تر ہے تاکہ ان کو اذیت سے بچایا جائے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۴۸)

(۷) خود ساختہ متولی کا تعمیر مسجد سے اہلِ محلہ کو روکنا جائز نہیں اور نہ ہی اس سلسلہ میں کسی کی اجازت کی ضرورت ہے۔ چنانچہ فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں واقعی متولی کو بھی ہرگز حق نہ تھا کہ تعمیرِ مسجد سے اہلِ محلہ کو روکتا، نہ کہ یہ شخص جو صرف اس بنا پر کہ مسجد اس کے بزرگوں کی تعمیر ہے اپنے آپ کو متولی ٹھہراتا ہے، تعمیرِ سابق کہ مسلمانانِ اہلِ محلہ نے بے اجازت شخص مذکور کی ضرور جائز ہوئی کہ وہ باجازت قرآن عظیم ہے اللہ عزوجل کی اجازت کے بعد زید وعمرو کی اجازت وعدم اجازت کیا چیز ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی ذکر البدع التی الخ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۲۲۲

[2] القرآن الکریم ۶/۱۴۱

[3] 〃 ۳۳/۵۹

انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ[1]

خدا کی مسجدیں وہی عمارت کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز برپا رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۸۹)

(۸) ولی مذکور کے بارے میں مزید فرمایا:

ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ شخص مذکور آبادی و عمارت مسجد میں خلل انداز ہے اور وہ ضرور منّاع للخیر معتد اثیم[2] (نیکی سے بہت زیادہ منع کرنے والا حد سے تجاوز کرنے والا گنہگار ہے۔ ت) میں داخل ہے آپ تعمیر نہ کرتا ہے نہ کرسکتا ہے کہ خود اپنی مقدرت سے انکار رکھتا ہے اور مسلمانوں نے جو تعمیر کی جس سے نماز و جماعت ہونے لگی اُسے روکتا ہے توصاف ویرانیِ مسجد کا خواستگار اور من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[3] (اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو مساجد میں اللہ تعالٰی کے ذکر سے منع کرے اور مساجد کی بربادی میں کوشاں ہو۔ ت) کی وعید شدید کا سزاوار ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۹۰)

(۹) مسجد کے مینارے کنگرے وغیرہ بنانے کے بارے میں فرمایا:

ان میں ایک منفعت یہ بھی ہے کہ مسافر یا ناواقف منارے کنگرے دور سے دیکھ کر پہچان لے گا کہ یہاں مسجد ہے، تو اس میں مسجد کی طرف مسلمانوں کو ارشاد و ہدایت اور امرِ دین میں ان کی امداد و اعانت ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

تعاونوا علی البر والتقوٰی[4]

نیکی اور تقوٰی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۹۴)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۸

[2] القرآن الکریم ۶۸/ ۱۲

[3] " " ۲/ ۱۱۴

[4] " " ۵/ ۲

(۱۰) ایک مسجد کے ہوتے دوسری بنانے کے بارے میں فرمایا:

اگر معلوم ہو کہ اس مسجد کا بننا اسے ویران کردے گا تو ہرگز نہ بنائے کہ مسجد کا ویران کرنا حرام قطعی ہے اور اسے شہید کرنا حرام قطعی، اور آباد مسجد کی اینٹ وغیرہ دوسری مسجد میں لگا دینا حرام قطعی۔

قال اللہ تعالٰی "ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اس سے ظالم تر کون ہو سکتا ہے جو مساجد میں اللہ کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی کی سعی کرے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۳۰۰)

(۱۱) طاقت کے باوجود لوگوں کو گناہ سے نہ روکنے والوں کے بارے میں فرمایا:

پہلا نقص بنی اسرائیل میں یہ آیا کہ اُن میں ایک گناہ کرتا دوسرا اسے منع تو کرتا مگر اس کے نہ ماننے پر اُس کے پاس اُٹھنا بیٹھنا اس کے ساتھ کھانا پینا نہ چھوڑتا، اس کے سبب اللہ تعالٰی نے اُن سب کے دل یکساں کر دئے اور ان سب کے دل یکساں کر دیئے اور ان سب پر لعنت اتاری رواہ ابوداؤد والترمذی[2] وحسنہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ (اس کو ابوداؤد و ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا۔ ت) اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:

کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ ط لبئس ما کانوا یفعلون[3]

یعنی ان پر لعنت اس لئے ہوئی کہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرے کاموں سے روکتے نہ تھے، بیشک یہ اُن کا بہت ہی بُرا کام تھا۔

اللہ تعالٰی مسلمانوں کو توفیقِ توبہ نصیب فرمائے، آمین!

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۳۱۶)

(۱۲) مسجد قدیم کو شہید کر کے کچھ فاصلے پر مسجد جدید بنانے کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مسجد کو اس لئے شہید کرنا کہ وہ جگہ ترک کر دیں گے اور دوسری جگہ مسجد بنائیں گے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ المائدۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۳۰
سنن ابوداؤد کتاب الملاحم باب الامر والنہی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۴۰

[3] القرآن الکریم ۵/۷۹

مطلقاً حرام ہے۔ قال تعالیٰ:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[1]۔

اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا ذکر کرنے سے روکے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے۔ (ت)

اور اگر اس لئے شہید کی کہ یہیں از سرِ نو اس کی تعمیر کرائے تو اگر یہ امر بے حاجت و بلا وجہ صحیح شرعی ہے تو لغو و عبث و بے حرمتیِ مسجد و تضییعِ مال ہے اور یہ سب ناجائز ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ان اللہ تعالیٰ کرہ لکم ثلثا قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال[2]" وقال تعالیٰ "ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین"[3]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند بنایا: قیل وقال، کثرتِ سوال اور مال کو ضائع کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فضول خرچی مت کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۳۵۴، ۳۵۵)

(۱۳) فتنہ انگیزی اور نقضِ امن کے بارے میں فرمایا:

فتنہ پردازی اور امنِ عام میں خلل اندازی اور مسلمانوں کو بلا اور اسلام کی توہین کے لئے پیش کرنا ہرگز نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً ٹھیک۔ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

والفتنۃ اشد من القتل[4]

فتنہ وفساد تو قتل سے بھی سخت ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[5]۔

اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۳۶۷)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النھی عن کثرۃ المسائل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶، ۲۷ [4] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱ [5] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

(۱۴) مسجد کانپور کے بارے میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے فیصلہ کا رَدِّ بلیغ کرتے ہوئے اعلحضرت علیہ الرحمہ نے رسالہ "ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری" تحریر فرمایا، اس کے شروع میں فرمایا:

ناچار جواب خلافِ احباب دینا پڑا کہ اظہارِ حق لازم تھا، عالم مذکور سے مراسم قدیم حفظ حرمتِ اسلام و رفع غلط فہمیِ عوام پر بحمداللہ تعالٰی غالب نہ آسکتے تھے کہ ہمارے رب عزوجل نے فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للّٰہ ولو علٰی انفسکم[1]

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے، چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۳۷۱)

(۱۵) کیا کفار مکلّف بالفروع ہیں؟ اس مسئلہ کے بارے میں فرمایا:

صحیح یہ ہے کہ کفار بھی مکلّف بالفروع ہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

یتساءلون عن المجرمین ○ ماسلککم فی سقر ○ قالوا لم نك من المصلین ○ ولم نك نطعم المسکین ○ وکنّا نخوض من الخائضین ○ وکنّا نکذب بیوم الدین ○[2]

پوچھتے ہیں مجرموں سے تمھیں کیا بات دوزخ میں لے گئی، وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ فکریں کرتے تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۳۸۲)

(۱۶) مساجد کو بےحرمتی سے بچانے کی مسلمانوں کو تلقین و تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے منصب کے لائق اس میں سعیِ جمیل بجالائیں، اور بے تکان انتھک جائز کوششیں کرکے اپنی مساجد کو بےحرمتی سے بچائیں، ایسا کروگے تو ضرور حضرت عزت جلالہ سے ان شاء اللہ القدیر المستعان کامیاب ہوگے، دنیا میں سرفرو، آخرت میں مثاب ہوگے وہ فرماتا ہے:

وکان حقا علینا نصر المؤمنین[3]، ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین[4]۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۵ [2] القرآن الکریم ۷۴/ ۴۰ تا ۴۶

[3] " ۳۰/ ۴۷

[4] " ۹/ ۱۲۰ و ۱۱/ ۱۱۵ و ۱۲/ ۹۰

اور ہمارے ذمۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا ، بیشک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۰۰)

(۱۷) چھوٹی مسجد گرا کر دوسری جگہ وسیع مسجد بنانا اور چھوٹی پرانی مسجد کی لکڑی وغیرہ اس میں لگا دینا کیسا ہے ؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

مسجد جب تک مسجد ہے قرآن عظیم کی نص قطعی ، ہمارے ائمہ کرام کے اجماع سے اسے ویران کرنا سخت حرام وکبیرہ ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اولٰئک ماکان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[1]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الٰہی کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ، ایسوں کو ان میں جانا ہی نہ پہنچتا تھا مگر ڈرتے ہوئے ، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۰۱)

(۱۸) ایک مسجد سنّی نے بنوائی اور ایک شیعہ رافضی نے بنوائی جس کو ایک سنّی نے خرید کر مسجد کر دیا ، دونوں کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا :

وہ مسجد کہ سنّی نے بنوائی تھی بلاشبہ مسجد ہے اور اس کا رکھنا فرض ہے اور اس میں نماز کا ثواب وہی ہے جو مسجد میں نماز کا ثواب ہے ، روافض زمانہ مرتد ہیں کما حققناہ فی رد الرفضہ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق رد الرفضہ میں بیان کی ہے ۔ ت) تو وہ مسجد بنانے کے اہل نہیں ۔

قال اللہ تعالٰی ماکان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللہ شٰھدین علٰی انفسھم بالکفر (الٰی قولہ تعالٰی) انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر[2] الاٰیۃ ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا : مشرکوں کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالٰی کی مساجد تعمیر کریں اس حال میں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] " ۹/ ۱۷ ، ۱۸

کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں (اللہ تعالٰی کے اس ارشاد تک کہ) بیشک اللہ تعالٰی کی مسجدیں تو وہی لوگ تعمیر کرتے ہیں جو اللہ تعالٰی اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۰۳ و ۴۰۴)

(۱۹) زید نے مسجد کی زمین کا کچھ حصہ دبا کر اپنے مکان کی تعمیر میں جبراً شامل کر لیا ہے۔ اب زید کے ساتھ شرعاً کیا معاملہ کیا جائے، اس کے جواب میں فرمایا:

اس صورت میں زید سخت گناہ کبیرہ و ظلم شدید کا مرتکب اور اس آیہ کریمہ کی وعید کا مستوجب ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الاخائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[1]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں سعی کرے، انھیں روا نہ تھا کہ اس میں قدم رکھیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دُنیا میں رسوائی اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

مسجد کا ہر ٹکڑا مسجد ہے تو جتنا پارۂ زمین اس نے دبا لیا اسے نماز سے روکا اور اس کی ویرانی میں ساعی ہوا اور دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذابِ عظیم کا استحقاق لیا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں فرمایا ہے کہ:

"جو بالشت بھر زمین ناحق دبا لے گا قیامت کے دن اتنا حصۂ زمین کے ساتوں طبقے توڑ کر اس کے گلے میں ڈالے جائیں گے۔"[2]

ہر مسلمان خصوصاً متولیانِ مسجد کو اس پر حقِ مواخذہ حاصل ہے اور فرض ہے کہ ہر جائز چارہ جوئی اس سے زمین نکال کر شاملِ مسجد کرنے کے لئے حد کو پہنچائیں، جو باوصفِ قدرت اس سے باز رہے گا شریکِ عذاب ہوگا تا حدِ قدرت ہرگز حلال نہیں کہ اس سے کچھ روپیہ اس کے عوض لے کر چھوڑ دیں کہ یہ مسجد کا بیچنا ہوگا اور مسجد کی بیع باطل و حرام و ناممکن ہے قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للہ[3] (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ بیشک مساجد اللہ عزوجل کی ہیں۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] صحیح البخاری باب ماجاء فی سبع ارضین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۴ و ۴۵۳

[3] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۸

اگر وہ لاکھ روپے ہرگز کے بدلے دے جب بھی لینا حرام ہے ، نہ ہرگز زید کسی طرح عنداللہ مواخذہ سے بری ہوگا جب تک زمینِ مسجد مسجد کو واپس نہ دے ۔ زید اگر ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول ، سلام کلام ، نشست برخاست قطع کردیں ۔

قال اللہ تعالیٰ "واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین[1]"

اللہ تعالےٰ نے فرمایا : اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر قومِ ظالمین کے پاس مت بیٹھ ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۰۸ ، ۴۰۹)

(۲۰) جھگڑے سے بچنے کے لئے سُنّیوں اور غیر مقلدین کے لئے الگ الگ مساجد نامزد کردینا شرعًا کیسا ہے ؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

جو مساجد غیر مقلدوں کی بنائی ہوئی ہیں ان کے نامزد کردی جائیں مگر جو مساجد اہلسنت کی بنائی ہوئی ہیں ان میں سے کوئی مسجد غیر مقلدوں کے لئے خاص کردینا اور اہلسنت کو ان سے ممنوع کرنا شرعًا محض ظلم و حرام ہے ۔

قال اللہ تعالیٰ "ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ[2]"

اللہ تعالےٰ نے فرمایا : اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کا نام لینے سے روکے ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۱۱)

(۲۱) جس شخص سے شر و فساد کا خطرہ ہو اس کو شرکت جماعت سے روکنا جائز ہے ۔ چنانچہ فرمایا :

ہاں شرعًا حکم ہے کہ ایسے لوگ مسجد سے باز رکھے جائیں ۔

قال اللہ تعالیٰ اولٰئک ما کان لھم ان ید خلوھا الا خائفین[3]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ انھیں مساجد میں داخل نہیں ہونا چاہئے مگر ڈرتے ہوئے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۱۲)

---

[1] القرآن الکریم ۶ / ۶۸
[2] ؍؍ ۲ / ۱۱۴
[3] ؍؍ ۲ / ۱۱۴

(۲۲) مسجد قدیم کے اردگرد مسلمانوں کے مکان نہیں رہے۔ اب کوئی صاحب مسلمانوں کی آبادی کے درمیان جدید پختہ مسجد بنانا چاہتے ہیں، اس سلسلہ میں حکم شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

حتی الامکان مسجد کا آباد کرنا فرض ہے اور ویران کرنا حرام۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[1]

اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالٰی کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے روکتا ہے اور ان کی بربادی کی کوشش کرتا ہے۔ (ت)

ہندوستان کی آبادی کا قاعدہ یہ ہے شہر ہو یا گاؤں کہ مکانات قریب قریب ہوتے ہیں بیس پچیس گھر کا گاؤں اتنے فاصلہ کی آبادی نہ رکھے گا کہ مسلمانوں کو قدیم مسجد تک جانا دشوار ہو، تو جو صاحب پختہ بنانا چاہتے ہیں اسی کو پختہ کریں اور آباد کریں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۱۳)

(۲۳) چار چھوٹی مساجد کو اکھاڑ کر ایک بڑی جامع مسجد بنانے کے بارے میں فرمایا:

یہ حرام ہے کہ اور مسجدوں کو برباد کرکے جامع مسجد بنائی جائے، نہ ان مسجدوں کے ٹین وستون اس کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

لایجوز نقلہ و نقل مالہ الٰی مسجد اٰخر[2]

مسجد اور اس کے مال کو دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں۔ (ت)

نہ اُن مسجدوں کی زمینوں کا کسی دوسرے تصرف میں لانا حلال ہو سکتا ہے، جو ایسا کرے گا سخت ظالم و مستحقِ سخت عذاب ہوگا۔

قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالٰی کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے منع کرتا ہے اور ان کی بربادی کی کوشش کرتا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۲۰)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴
[2] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۷۱
[3] القرآن الکریم ۲/۱۱۴

(۲۴) غیر شریف النسب کی بنائی ہوئی مسجد کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا :

مسجد ضرور مسجد ہے اور اس میں نمازیں بیشک جائز اور بنانے والے کا شریف النسب نہ ہونا اگر ثابت بھی ہو تو کوئی حرج نہیں ۔ بانی کی شرافت نسب کوئی شرطِ مسجد نہیں ۔

قال اللّٰہ تعالٰی انما یعمر مسٰجد اللّٰہ من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر[۱] الخ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : مسجدیں تو وہی لوگ تعمیر کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۳۵)

(۲۵) زید نے مسجد تعمیر کی اور عمرو یہ دعوٰی کرے کہ اس کی چھ انگل زمین مسجد میں آرہی ہے تعمیرِ مسجد کو روکتا ہے ۔ اس مسئلہ کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا :

سائل نے نہ بتایا کہ واقع میں زید نے چھ انگل ملک عمرو زمین میں شامل کر کے اسے مسجد کرنا چاہا ہے یا واقع میں ایسا نہیں اور عمرو کا دعوٰی جھوٹا ہے اگر فی الواقع صورت اولیٰ ہے تو مسجد مسجد نہیں ، اور عمرو نے جو کچھ برتاؤ برتے اس صورت میں اس پر الزام نہیں، اور اگر ایسا نہیں تو بلاشبہ عمرو بدخواہ مسجد اور سخت سے سخت ظالموں میں ہے ۔

قال اللّٰہ عزوجل " ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا ط اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین ط لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[۲] "

اللہ تعالےٰ نے فرمایا : اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں یادِ الٰہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ، ایسوں کو نہیں پہنچتا تھا کہ اس میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے ، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ۔

اس حالت میں اس کے ساتھ کھانا پینا ، میل جول نہ چاہئے ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۴۱)

(۲۶) ایک مسجد توڑ کر دوسری بنانے اور پرانی مسجد کی لکڑی وغیرہ ذاتی مصرف میں لانے والے کے بارے میں فرمایا :

---

[۱] القرآن الکریم ۹ / ۱۸

[۲] " " ۲ / ۱۱۴

یہ فعل کہ زید نے کیا حرام محض ہے، مسجد نہ توڑی جاسکتی ہے نہ بدلی جاسکتی ہے، نہ اس کی لکڑی وغیرہ کوئی چیز اپنے مصرف میں لائی جاسکتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ما کان لہم ان یدخلوھا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[1]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں یادِ الٰہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ایسوں کو نہیں پہنچتا کہ اس میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۴۲)

(۲۷) سابق متولی مسجد کی بدعنوانیوں کا پتھر نصب کرنے کے بارے میں فرمایا:

اگر ان باتوں میں ان کا قصور نہ تھا بلکہ اور لوگوں نے نقصان پہنچائے تو ان افعال کی ان کی طرف نسبت بُہتان و افترا ہے اور اس کی اشاعت اشاعت فاحشہ ہے اور وہ حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لہم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ[2]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: بیشک وہ لوگ جو مومنوں میں اشاعتِ فاحشہ چاہتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۷۳)

(۲۸) اللہ تعالٰی سے کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

اللہ واحد قہار سے وعدہ کرکے پھرنا بہت سخت ہے اور اس پر شدید وعید۔ قال تعالٰی:

فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون[3]۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

تو اس کے پیچھے اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انھوں نے اللہ تعالٰی سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ وہ جھوٹ

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴
[2] " " ۲۴/۱۹
[3] " " ۹/۷۷

بولتے تھے ۔ اللہ تعالٰی کی پناہ ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۸۱)

(۲۹) صحن مسجد کے کچھ حصہ میں مسجد کی آمدنی کے لئے دکانیں بنانے سے متعلق فرمایا :

جو زمین مسجد ہو چکی اس کے کسی حصہ کسی جُز کا غیر مسجد کر دینا اگرچہ متعلقاتِ مسجد ہی سے کوئی چیز ہو حرام قطعی ہے ۔

قال اللہ تعالٰی وان المسجد للہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : بیشک مسجدیں اللہ تعالٰی کی ہیں ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۸۲)

(۳۰) مالِ وقف ناحق کھانے والوں کے بارے میں فرمایا :

وقف کا مال مثل مال یتیم ہے جسے ناحق کھانے پر فرمایا :

انما یاکلون فی بطونھم نارا ط وسیصلون سعیرا[2]

اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور عنقریب جہنم میں جائیں گے ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۸۷)

(۳۱) مسجد کی مسجدیت ختم کر کے کچھ اور بنانا ممنوع اور مسلمانوں پر مسجد کا دفاع فرض ہے ، چنانچہ فرمایا :

مسلمانوں پر اسے مسجد باقی رکھنا اور تا حدِ قدرت ہر جائز طریقہ سے اسے مسجد رہنے میں پوری کوشش کرنا فرض قطعی ہے جو اس میں کوتاہی کرے گا سخت عذابِ الٰہی کا مستحق ہوگا ۔

قال اللہ تعالٰی " ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا ط اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین ط لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں ذکرِ الٰہی ہونے سے ، اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ، انھیں روا نہ تھا کہ ان میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۲ / ۱۸
[2] القرآن الکریم ۴ / ۱۰
[3] " " ۲ / ۱۱۴

والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ ۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۹۲)

(۳۲) ادھار بیع کی صورت بنسبت نقد کے زیادہ قیمت رکھنا ممنوع نہیں ۔ چنانچہ فرمایا:

قرضوں بیچنے میں نقد بیچنے سے دام زائد لینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا، یہ باہمی تراضی بائع و مشتری پر ہے۔

قال تعالیٰ "الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر یہ کہ تمھارے درمیان باہمی رضامندی سے تجارت ہو (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۹۴، ۴۹۵)

(۳۳) مسلمان عورتوں کی تعمیر کی ہوئی مساجد کے بارے میں حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وہ مسجدیں شرعاً مساجد ہیں اور ان میں نماز قطعاً جائز، اور ان کا ہدم ظلم شدید، اور ان میں نماز پڑھنے سے روکنا، ان کی ویرانی میں کوشش کرنا حرام۔

قال اللہ تعالیٰ "ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ و سعٰی فی خرابھا"[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الٰہی لینے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۱۱)

(۳۴) نواب اور راجے کچھ عورتوں کو اپنے ہاں محبوس رکھتے اور حرام کاری کرتے ہیں، ان کے بارے میں فرمایا:

یہ حبس ضرور ظلم و حرام ہے اور اگر برضائے زناں ہو تو قطعاً یہ بھی عاصیہ کہ رضا بالحرام حرام ہے لیکن جب بالجبر ہے تو اس کی طرف سے معصیت نہیں،

قال تعالیٰ "ومن یکرہھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم"[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ان پر جبر و اکراہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے مجبور ہونے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۱۳)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۹
[2] ″ ۲/۱۱۴
[3] ″ ۲۴/۳۳

(۳۵) دو قدیم مساجد کے بجائے اہلِ محلہ باہمی اتفاق سے ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں اور قدیم مسجدوں کے اسباب کو اس مسجد میں لگانا چاہتے ہیں، اس بارے میں فرمایا:

اگر یہ چاہتے ہیں کہ دونوں مسجدوں کو معدوم کرکے تیسری جگہ بنائیں تو یہ حرام حرام سخت حرام اشد ظلم ہے،

قال اللہ تعالیٰ "ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا[1]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

اور اگر دونوں مسجدیں متصل ہیں یہ چاہتے ہیں کہ بیچ کی دیوار ہٹا کر دونوں کو ایک کرلیں تو یہ جائز ہے۔ اشباہ و درمختار میں ہے:

لاھل المحلۃ جعل المسجدین واحدا[2]

اہلِ محلہ کو اختیار ہے کہ دو مسجدوں کو ایک کرلیں (ت) (فتاوی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۲۱)

(۳۶) کسی مسجد اہلسنت میں روافض اس لئے اذان و نماز ادا کرنا چاہتے ہیں کہ اس کی تعمیر میں ان کے آباء و اجداد شامل تھے۔ اس بارے میں فرمایا:

روافض زمانہ علی العموم کفار مرتدین ہیں کما حققناہ فی رد الرفضۃ بما لا مزید علیہ (جیسا کہ ہم اس کی تحقیق اپنے رسالہ "ردّ الرفضہ" میں اس انداز سے کرچکے جس پر اضافہ کی ضرورت نہیں۔ ت) فتاوی خلاصہ و فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

الرافضی اذا کان یسب الشیخین اویلعنھما والعیاذ باللہ فھو کافر[3]

رافضی جب شیخین کریمین (صدیق و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو گالیاں بکے یا ان پر لعنت بھیجے (اللہ بچائے) تو وہ کافر ہے۔ (ت)

قال اللہ تعالیٰ ان اولیاؤہ الا المتقون[4]

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴

[2] درمختار کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[3] فتاوی ہندیہ کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴

[4] القرآن الکریم ۸/۳۴

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۔ (ت)

نہ ان کی اذان اذان، نہ ان کی نماز نماز۔

قال اللہ تعالیٰ وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ہباء منثورا[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ (ت)

اور ان کے باپ دادا جبکہ اہلسنت تھے اور انھوں نے مذہبِ رفض اختیار کیا تو نہ وہ ان کے باپ رہے نہ یہ ان کی اولاد، نہ ان کے ذریعہ سے انھیں کوئی دعویٰ پہنچتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صٰلح[2]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۲۴، ۵۲۵)

(۳۷) گناہ گار کا مددگار بھی ویسا ہی مجرم ہے، چنانچہ فرمایا:

جو شخص ناحق پر اس کی تائید کرتے ہیں سب اسی کی طرح مرتکبِ جرم و مستحقِ سزا ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گناہ اور ظلم پر تعاون مت کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۴۰)

(۳۸) مشاورینِ مسجد احاطہ مسجد کو جس میں عیدین و یوم جمعہ کو نمازیں پڑھی جاتی ہیں باغیچہ بنانا چاہتے ہیں، ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

باغیچہ امراء کے مکانوں کی زینت ہوتا ہے، بیت اللہ کی زینت ذکر اللہ ہے، ولہذا علماء نے مساجد میں پیڑ لگانا منع فرمایا اور فرمایا کہ مساجد کو یہود و نصارٰی کے کنیسوں گرجوں سے مشابہ نہ کرو، پھر اس میں نمازیوں پر جمعہ و عیدین میں تنگی ہے اور جو مسلمانوں پر تنگی کرے اللہ اس پر تنگی کرے گا من ضیق ضیق اللہ علیہ (جس نے تنگی کی اللہ تعالیٰ اس پر تنگی فرمائیگا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۵ / ۲۳
[2] 〃 ۱۱ / ۴۶
[3] 〃 ۵ / ۲

اس میں منع خیر ہے اور مناع للخیر کی مذمت کلام اللہ میں ہے، اس میں زمین متعلق مسجد کو نماز سے روکنا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا ط اولٰئک ماکان لہم ان یدخلوہا الّا خائفین ط لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[۱]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نامِ الٰہی لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ان کو ان مساجد میں قدم دھرنا نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے، ایسوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۴۵)

(۳۹) زید نے کچھ زمین وقف کرنے کی نیت کی تھی اور اب اس کے بدلے اس سے بہتر زمین وقف کرنا چاہتا ہے، اس کے بارے میں فرمایا :

اگر واقعی اس سے بہتر اور زیادہ منافع کی زمین وقف کرنا چاہتا ہے تو اس پر کچھ الزام نہیں۔

قال اللہ تعالٰی "ما علی المحسنین من سبیل[۲]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا : نیکی کرنے والوں پر (مواخذہ کی) کوئی راہ نہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۴۷)

(۴۰) سود کی ڈگریاں دلوانے والے اور عقائدِ سرسیّد کے مدّاح وکیل کے بارے میں سوال آیا جو ایک انجمن اسلامیہ کا سیکرٹری ہے، اس کے جواب میں فرمایا :

امورِ بالا سے تو یہ شخص صرف فاسق فاجر ہوتا مگر عقائد کفریہ کا فر کا مداح خود کافر و مرتد ہے اور کافر کسی طرح مسلمانوں کے کاموں کا والی نہیں ہو سکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا[۳]

اور ہرگز اللہ تعالٰی کافروں کو مومنوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ (ت)

ان سے استعانت ناجائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

انّا لا نستعین بمشرک[۴]

بیشک ہم کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۶۲)

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴ — [۲] القرآن الکریم ۹/ ۹۱

[۳] ؍؍ ؍؍ ۴/ ۱۴۱ — [۴] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹

(۴۱) ایک انجمن اسلامیہ کی کچھ رقم کسی کے ذمّے لازم تھی جو اس نے ادا کر دی۔ اب وہ مرگیا اور اس کے مرنے کے بعد اس کے ذمّے انجمن کے حسابات میں کچھ کمی بیشی ثابت ہوئی، اس کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جس قدر مطالبہ واجبی ثابت ہو اگر اس سے کم ادا ہوا ہے باقی ان کے ترکہ سے لیا جائے گا اور اگر اول سے زیادہ لے لیا گیا ہے تو جتنا زیادہ ہو انھیں واپس دینا واجب ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "علی الید ما اخذت حتی تردھا"[۱] وقال تعالٰی "ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم"[۲]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اس نے لی یہاں تک کہ وہ اس کو ادا کر دے۔ اور اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ اور نہ اُن کا مقدمہ حاکموں کے پاس اس لئے لے جاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناحق کھالو۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۷۷، ۵۷۸)

(۴۲) کیا اہل سنّت وجماعت اپنی مساجد وغیرہ کا متولی ومتصرف روافض کو بنا سکتے ہیں اور انھیں اپنے ساتھ نمازوں میں شریک کر سکتے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

مساجد واوقاف کا متولی بنانا کیسے عظیم دینی کاموں میں ان سے استعانت ہے اور یہ ان تشریحات جلیلہ پر کہ المحجۃ المؤتمنہ میں مذکور ہوئیں حرام ہے۔ قرآن عظیم فرماتا ہے:

لا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا۔[۳]

غیروں میں سے کسی کو نہ اپنا دوست بناؤ نہ مددگار۔

تفسیر ارشاد العقل السلیم علامہ ابو سعود عمادی وتفسیر فتوحات الٰہیہ میں ہے:

نھوا عن موالاتھم لقرابۃ او صداقۃ جاھلیۃ ونحوھما من اسباب المصادقۃ والمعاشرۃ وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ۔[۴]

---

[۱] جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء ان العاریۃ مؤداۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۵۲
[۲] القرآن الکریم ۲/۱۸۸ [۳] القرآن الکریم ۴/۸۹
[۴] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت الآیۃ ۳/۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳
الفتوحات الالٰہیۃ الشہیر بالجمل " " " دار الفکر بیروت ۱/۴۲۶

یعنی مسلمان منع کئے گئے کافروں کی دوستی سے خواہ وہ رشتہ داری کے سبب ہو یا اسلام سے پہلے کے یارانے خواہ یاری اور میل جول کے اور کسی سبب سے، اور منع کئے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت کریں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۶۱۱)

(۴۳) مزید فرمایا:

مسلمانوں کا ایسا عظیم کام اس کے سپرد کرنے میں اسے رازدار و دخیل کار بنانا ہے اور یہ حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ ط واللہ خبیر بما یعملون ۝[1]

کیا اس گھمنڈ میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی وہ لوگ علانیہ ظاہر نہ ہوئے جو تم میں سے راہِ خدا میں پوری کوشش کریں اور اللہ و رسول و مسلمین کے سوا کسی کو اپنا رازدار و دخیل نہ بنائیں اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

نھی اللہ تعالٰی المؤمنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المؤمنین فیکون ذٰلک نھیا عن جمیع الکفار، ومما یؤکد ذٰلک انہ قیل لعمر رضی اللہ عنہ ھٰھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لایعرف اقوی حفظا ولا احسن خطا منہ، فان رأیت ان نتخذہ کاتبا فامتنع عمر من ذٰلک وقال اذن اتخذت بطانۃ من غیر المومنین۔[2]

یعنی اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بناؤ تو یہ تمام کفار سے ممانعت ہے اور تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی گئی کہ شہر حیرہ میں ایک نصرانی ہے اس کا سا حافظہ اور عمدہ خط کسی کا معلوم نہیں حضور کی رائے ہو تو ہم اسے محرر بنالیں، امیر المومنین نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ایسا ہو تو میں غیر مسلم کو رازدار بنانے والا ٹھہروں گا۔

تفسیر لباب التاویل وغیرہ پارہ ۶ میں ہے:

روی ان اباموسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قلت لعمر بن الخطاب

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۶

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۳/ ۱۱۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۱۷۲

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لی کاتبا نصرانیا فقال مالک ولہ قاتلک اللہ الا اتخذت حنیفا؟ یعنی مسلما اما سمعت قول اللہ عزوجل یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود والنصٰری اولیاء قلت لہ دینہ ولی کتابتہ قال لا اکرمھم اذ اھانھم اللہ ولا اعزھم اذ اذلھم اللہ ولا ادنیھم اذ ابعدھم اللہ قلت لا یتم امر البصرۃ الابہ فقال مات النصرانی والسلام یعنی ھب انہ مات فما تصنع بعد فما تعمل بعد موتہ فاعلمہ الاٰن واستغن عنہ بغیرہ من المسلمین[1]

یعنی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا کہ میں نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم سے عرض کی میرا ایک محرر نصرانی ہے۔ فرمایا: تمھیں اس سے کیا علاقہ، خدا تم سے سمجھے، کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا، کیا تم نے یہ ارشادِ الٰہی نہ سنا کہ اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو یار نہ بناؤ۔ میں نے عرض کی، اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے تو اس کی محرری سے کام ہے۔ فرمایا: میں کافروں کو گرامی نہ کروں گا جبکہ انھیں اللہ نے خوار کیا، نہ انھیں عزت دوں گا جب کہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا، نہ اُن کو قرب دوں گا جبکہ اللہ نے انھیں دُور کیا۔ میں نے عرض کی: بصرہ کا کام بے اس کے پورا نہ ہوگا۔ فرمایا: مرگیا نصرانی والسلام یعنی فرض کرلو کہ وہ مرگیا اس کے بعد کیا کروگے جو جب کروگے اب کرو اور کسی مسلمان کو مقرر کرکے اس سے بے پروا ہوجاؤ۔

شرح سیر کبیر پھر ردّ المحتار علی الدر المختار میں ہے:

بہ ناخذ فان الوالی ممنوع من ان یتخذ کاتبا من غیر المسلمین لقولہ تعالیٰ لا تتخذوا بطانۃ من دونکم[2]

ہم امیر المومنین کے اسی ارشاد پر فتویٰ دیتے ہیں بیشک والی کو جائز نہیں کہ کسی کافر کو محرر بنائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے سوا اوروں کو راز دار نہ بناؤ۔

سبحان اللہ! جب ان کو محرر تک بنانا ناجائز وخلافِ قرآن عظیم ہے تو مساجد مسلمین ان کے ہاتھ میں سپرد کرنا اور اتنا عظیم منصب دینا کس درجہ سخت حرام ہونا لازم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۶۱۱ تا ۶۱۳)

---

[1] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۵/ ۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۳

[2] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العاشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۸

(۴۴) مزید فرمایا:

متولی کرنا حرام ہے مگر اسے کہ امین و خیر خواہ ہو، یہاں تک کہ خود واقف پر اگر اطمینان نہ ہو وقف سے اسے باہر نکال دینا واجب ہے۔ اسعاف فی حکم الاوقاف میں ہے:

لا یولی الا امین لان الولایۃ مقیدۃ بشرط النظر ولیس من النظر تولیۃ الخائن لانہ یخل بالمقصود[۱]

متولی نہ کیا جائے مگر جس پر پورا اطمینان ہو کہ تولیت میں وقف کا فائدہ دیکھنے کی شرط ہے اور جس پر اطمینان نہ ہو اس کا متولی کرنا رعایت فائدہ سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا کہ وہ اصل مقصود میں خلل ڈالتا ہے۔

فتاوٰی بزازیہ و درر و غرر و تنویر الابصار و درمختار وغیرہا میں ہے:

ینزع وجوبا الواقف فغیرہ اولیٰ غیر مأمون[۲]

یعنی اگر خود واقف قابلِ اطمینان نہ ہو تو اسے نکال دینا واجب، پھر دوسرے کا کیا ذکر۔

اور قرآن عظیم شاہد ہے کہ غیر مسلم ہرگز کسی معاملہ میں مسلم کا خیر خواہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[۳]

اے ایمان والو! اپنے غیروں سے کسی کو راز دار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے ان کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں دبی ہے وہ بڑی ہے، ہم نے تمھارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرما دیں اگر تمھیں عقل ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۶۱۳، ۶۱۴)

(۴۵) مزید فرمایا:

اگر اسے کوئی اختیار دیا جائے مثلاً امام یا مؤذن یا فراش یا اور کسی ملازم کی موقوفی یا بحالی یا

---

[۱] رد المحتار بحوالہ الاسعاف فی حکم الاوقاف کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۸۵

[۲] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

[۳] القرآن الکریم ۳/۱۱۸

اضافہ یا کمی یا رخصت یا معطلی میں کچھ دخل۔ جب تو اس کی تولیت نہ صرف حرام بلکہ باطل محض ہے ہو سکتی ہی نہیں جیسا کہ ابھی اسی ردالمحتار و بحرالرائق و غایۃ البیان سے گزرا اور انھیں کتابوں میں اس پر اس آیۂ کریمہ سے دلیل لائے؛

لن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا۔[1]

یعنی شریعتِ الٰہیہ ہرگز کسی کافر کو کسی مسلمان پر کوئی اختیار نہ دے گی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۶۱۷)

فتاوٰی رضویّہ جلد ۱۷

(۱) بیعانہ کی رقم مشتری کو واپس کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ فرمایا؛

بیشک واپس پائے گا، بیع نہ ہونے کی حالت میں بیعانہ ضبط کرلینا جیسا کہ جاہلوں میں رواج ہے ظلم صریح ہے،

قال اللہ تعالٰی "لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[2]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۹۴)

(۲) بائع کا ثمن کو کارِ معصیت میں خرچ کرنے کا وبال مشتری پر نہیں۔ اس سلسلہ میں فرمایا؛

مشتری جب عقد صحیح شرعی سے کوئی شئے خریدے تو بائع کے فعل کا کہ وہ اس زرِ ثمن کو طاعت میں خرچ کرے گا یا معصیت میں مشتری سے کچھ مطالبہ نہیں،

لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی۔[3]

کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ (ت)

زرِ ثمن کا معاذ اللہ سود میں دیا جانا تمامی عقد بیع کے بعد ہوگا تو مشتری سے کیا تعلق، اور

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۴۱

[2] " ۲/۱۸۸

[3] " ۶/۱۶۴

اس وقت اگر ہے تو بائع کی نیت کہ ثمن لے کر وہاں دے گا، اس نیت کو بھی عقد سے علاقہ نہیں، بہرحال مشتری اس الزام سے بری ہے لتخلل فعل فاعل مختار (کہ درمیان میں فاعل مختار کا فعل ہے۔ ت) ہاں اگر کوئی صورتِ خاصہ ایسی ہو کہ بائع سُود وغیرہ مصارف حرام میں صرف کرنے کے لئے بیچتا ہے اور مشتری شراء سے نیت کرے کہ اس امر حرام میں اس کی اعانت کرے تو فسادِ نیت کے باعث خود اپنے اوپر الزام شرعی لے گا شمول ربا کا جواب تو یہ ہے مگر یہاں محلِ نظر یہ امر ہے کہ نیلام ایک بیع ہے اور بیع بے رضائے مالک شرعاً جائز نہیں،

قال اللہ تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ سوائے اس کے کہ تمہارے درمیان باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ (ت)

پس اگر نیلام جائز صحیح شرعی خود مالک کرے یا باذنِ مالک ہو تو اس کے جواز میں کلام نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۱۰۸، ۱۰۹)

(۳) بعد از تقسیم ایک شریک دوسرے کا مال کم داموں پر خریدے۔ اگر تراضیِ طرفین ہو تو جائز ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا:

یہ خریداری جبکہ برضائے بائع ہو بیشک جائز ہے اگرچہ ہزار روپے کم کو خریدا ہو، اسے اس وجہ سے خطاوار کہنے والا خطاوار ہے۔

قال اللہ تعالٰی الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: مگر یہ کہ تمہارے درمیان باہمی رضامندی سے کوئی سودا ہو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۱۳۷)

(۴) سرکاری اسٹامپ کی بیع کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

نسأل اللہ ھدایۃ الحق والصواب اللّٰھم اغفر (ہم اللہ تعالٰی سے حق اور درستگی کی ہدایت مانگتے ہیں اے اللہ! مغفرت فرما۔ ت) یہ تجارت اکثر صورتوں میں خالی از خباثت نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

[2] ایضاً ۴/ ۲۹

اللہ عزوجل نے جوازِ تجارت کے لئے تراضیِ باہمی شرط فرمائی،

قال تعالٰی عزمن قائل "یایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[1]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! نہ کھاؤ اپنے مال آپس میں ناحق طور پر مگر یہ کہ کوئی سودا ہو تمھارے آپس کی رضامندی سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۱۴۴)

(۵) افیون اور بھنگ کی بیع کے بارے میں فرمایا:

پس صحت درینہا مطلق ست و اگر برائے تداوی از بیرون بدن می خواہد جواز بمعنی حل نیز باشد واگر برائے معصیت میخواہد روا نیست قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔[2]

لہذا صحت تو ان میں مطلق ہے اور اگر بیرون بدن ان سے علاج معالجہ مطلوب ہو تو جواز بمعنی حل بھی ہوگا اور اگر معصیت کے لئے ان کی بیع مطلوب ہو تو جائز نہیں۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور ظلم پہ تعاون مت کرو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۱۷۰، ۱۷۱)

(۶) جنین پر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولایت کا اثبات کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ جل جلالہ کا ولی و والی جملہ عالم ہونا ظاہر، اور اس کی خلافت سے حضور پر نور سیدِ عالم خلیفۂ اعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولایت بھی ہر شئی پر ہے اور خود جنین پر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولایت فقیر قرآن عظیم و حدیث صحیح سے ثابت کر سکتا ہے، آیت تو قول الٰہی عزّ وجل النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم[3] جس میں ارشاد ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر مسلمان پہ اس کی جان سے زیادہ ولی و والی و مولٰی و مختار و صاحب تصرف و اقتدار ہیں، اور شک نہیں کہ جنین بھی انسان ہے اور وہ یقیناً کافر نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل مولود یولد علٰی فطرۃ الاسلام[4] ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹
[2] 〃 ۵/ ۲
[3] 〃 ۳۳/ ۶
[4] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی فمات الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱
صحیح مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ 〃 〃 〃 ۲/ ۳۳۶

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا۔[1]

اللہ کی فطرت وہ ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا۔ (ت)

اہلِ سنّت کے نزدیک ایمان و کفر میں واسطہ نہیں تو جنین ضرور مومن ہے اور بحکم آیت رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہر مومن کے ولی و والی ہیں، یہ ثبوت آیت سے ہوا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۷ اص ۲۱۲، ۲۱۳ حاشیہ)

(۷) پنچوں کے فیصلہ کے لئے طرفین سے رقم جمع کرانا اور پھر کسی ایک فریق کو دے دینا باطل وظلم ہے۔ ایسی ہی ایک صورت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

پنچوں نے جو فریقین سے پچاس روپے جمع کرائے اور وہ بے معنی فیصلہ قرار دیا سخت باطل و مردود تھا وہ پچاس روپے بکر پر حرام ہیں، اس پر فرض ہے کہ زید کو واپس کر دے۔

قال اللہ تعالیٰ "لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[2]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے پر مت کھاؤ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۷ اص ۲۱۸)

(۸) تاجروں کا کاریگروں سے مال خریدتے ہوئے ایک پیسہ روپیہ کٹوتی کرنا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

ناراضی کی حالت میں حرام ہے،

قال اللہ تعالیٰ "الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔"[3]

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا، مگر یہ کہ ہو وہ تمہارے درمیان تجارت باہمی رضامندی سے۔ (ت)

اور رضا سے ہو یا ناراضی سے، مال جتنے کو اسے پڑا اس سے زیادہ کو بتانا جائز نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۷ اص ۲۶۳)

(۹) کسی کے ذمہ قرض تھا یا دنہیں کہ لے چکا ہے یا نہیں۔ مقروض نے اس شرط پر دے دیا کہ اس کو خیرات کر دینا، اب اس کے بارے میں کیا حکمِ شرعی ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/۳۰
[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۸
[3] القرآن الکریم ۴/۲۹

اگر اس رقم کا واجبی ہونا معلوم نہیں جب تو اس کا اپنے تصرف میں لانا ہرگز جائز نہیں سب خیرات کر دیا جائے، اور اگر معلوم ہے کہ ہماری یہ رقم اس پر آتی تھی لکھنے سے رہ گئی تھی تو اگرچہ وہ اس کا مال ہے اور اپنے صرف میں لانا حرام نہ ہوگا مگر جب اللہ کے لئے وعدہ کر چکا ہے تو اس سے پھرنا سخت شامت کا موجب ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون"[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک جب وہ اس کو ملیں گے اس سبب سے کہ انھوں نے خلاف ورزی کی اس وعدہ کی جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اور اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۲۶۴)

(۱۰) ادھار بیع کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ سود نہیں، نہ اس میں کوئی حرج ہے جبکہ برضائے مشتری ہو، اور اجل یعنی میعاد ادا معین کر دی جائے،

قال اللہ تعالیٰ "الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر یہ کہ ہو وہ تمھارے درمیان تجارت باہمی رضامندی سے (ت)

غرض یہ بیع بلاکراہت ہے، ہاں خلافِ اولویت ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۲۶۷)

(۱۱) کمی بیشی کے ساتھ نوٹ کی بیع کے بارے میں فرمایا:

نوٹ کی بیع روپے (سکّے) کے عوض جائز ہوگی اگرچہ دس کا نوٹ سَو کو بیچے، اور دونوں صورتوں میں فرق وہی ہے جو قرآن عظیم نے فرمایا کہ:

واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[3]

اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سُود کو حرام کیا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۲۷۵)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۷

[2] " ۴/ ۲۹

[3] " ۲/ ۲۷۵

(۱۲) قرضخواہ پر لازم ہے کہ مفلس قرضدار کو مہلت دے۔ چنانچہ فرمایا:

قرضدار جب مفلس ہو تو شرع قرضخواہ پر واجب کرتی ہے کہ انتظار کرے اور جب تک اسے استطاعت نہ ہو مہلت دے،

قال اللہ تعالیٰ "وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ"[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر قرضدار تنگدست ہو تو اس کو کشادگی اور آسانی مہیا ہونے تک مہلت دو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۰۱)

(۱۳) زید نے سود پر قرض دیا اور وصولی سے قبل مرگیا اب ورثاء زید کو اس کی تاریخ وفات تک کا سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

حرام قطعی ہے،

قال المولیٰ سبحانہ و تعالیٰ "یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربٰوا ان کنتم مؤمنین ○ فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ"[2]

مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہا ہے چھوڑ دو اگر تم مسلمان ہو پھر جو ایسا نہ کرو تو خبردار ہو جاؤ خدا و رسول کے لڑنے سے یا اعلان کردو اللہ و رسول سے لڑائی کا۔

یہ اس بقیہ کی نسبت ارشاد ہوا جو تحریم سے پہلے کا رہ گیا تھا مسلمانوں نے خیال کیا یہ تو حرمت سے پیشتر کا ہے اسے لے لیں آئندہ سے باز رہیں گے اس پر یہ حکم آیا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ہم میں خدا و رسول سے لڑنے کی طاقت نہیں، وہ بقیہ بھی چھوڑ دیا نہ کہ معاذ اللہ یہ بقیہ شقیہ کہ سرے سے بعد تحریم الٰہی کے لینا دینا ٹھہرا، اور اس کا لینے والا اللہ عزیز مقتدر قہار اور اس کے رسول جلیل جبار جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑائی کا پورا سامان کرلے اور قرآن پر ایمان رکھتا ہو تو یقین جانے کہ خدا و رسول عز مجدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑنے والا سخت ہلاکت میں پڑنے والا ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین (اللہ کی پناہ جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۰۵، ۳۰۶)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۰

[2] " " ۲/ ۲۷۸ تا ۲۷۹

(۱۴) ہنود سے سود لینے کو جائز کہنے والے شخص کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

سود لینا نہ مسلمان سے جائز ہے نہ ہندو سے،

لاطلاق قولہ تعالٰی "وحرم الربوا"[1] اما یؤخذ من الحربی فی دار الحرب فمال مباح لیس بربا۔" واللہ تعالٰی اعلم۔

اس ارشادِ باری تعالٰی کے اطلاق کی وجہ سے کہ "اللہ تعالٰی نے سود کو حرام کردیا" لیکن جو کچھ دار الحرب میں حربی سے لیا جاتا ہے تو وہ مباح مال ہے سود نہیں۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۳۰۸)

(۱۵) عورت کو ماں بہن کہنا ظہار نہیں۔ اس بارے میں فرمایا:

جیسے اپنی عورت کو ماں یا بہن کہنا کہ اس کا نام رکھنے سے نہ وہ حقیقۃً اس کی ماں بہن ہو جائے گی،

ان امھاتھم الا اللائی ولدنھم[2]۔

نہیں ہیں ان کی مائیں مگر وہ جنھوں نے ان کو جنا۔(ت)

نہ اس کی مقاربت میں اس پر اصلاً کوئی مواخذہ کہ اس کہنے سے وہ اس پر حرام نہ ہوگئی۔

ابوداؤد فی سننہ عن ابی تمیمۃ الھجیمی ان رجلا قال لامرأتہ یا اخیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اختك ھی فکرہ ذلك ونھی عنہ[3]، قال فی الفتح الحدیث افاد کونہ لیس ظھارا حیث لم یبین فیہ حکما سوی الکراھۃ والنھی[4]

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابوتمیمہ ہجیمی سے روایت کیا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو کہا کہ اے میری بہن، تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ تیری بہن ہے، آپ نے اس کی بات کو ناپسند جانا اور اس سے منع فرمایا۔ فتح میں کہا کہ حدیث اس قول کے ظہار نہ ہونے کا فائدہ دیتی ہے کیونکہ اس میں ناپسندیدگی اور ممانعت کے سوا کوئی حکم بیان نہیں کیا گیا۔(ت)

ہاں صرف اتنی قباحت ہوگی کہ اس نے بے کسی ضرورت و مصلحت کے ایک جائز و حلال شے کو حرام نام سے تعبیر کیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۷۵ [2] القرآن الکریم ۵۸/۲

[3] سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی الرجل یقول لامرأتہ یا اختی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۰۱

[4] فتح القدیر باب الظہار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۹۱

كما قال الله تعالٰی "وانّھم لیقولون منکرا من القول و زورا[1]"
جیساکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بیشک وہ بُری بات اور جھُوٹ کہتے ہیں۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۱۲)

(۱۶) دارالاسلام میں حرمتِ ربا شرف دار کی وجہ سے نہیں۔ اس مسئلہ کی مکمل تحقیق کرتے ہوئے فرمایا:

تنبیہ: اگرچہ ہمارے کلام سابق سے متبین ہوا کہ مسلم و حربی میں دارالحرب میں نفی ربا بر بنائے انتفائے عصمت و وجود اباحت ہے نہ بر بنائے انتفائے شرف دار مگر ہم تتمیم فائدہ کو اس مطلب کی مزید توضیح کرتے ہیں **فاقول** و باللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی ہی سے توفیق ہے۔ ت) اگر اس سے یہ مقصود کہ تحریم محرمات بوجہ شرف دار تھی دار الحرب میں کہ یہ شرف مفقود حرمت مفقود، و لہذا وہاں غصب و ربا حلال و موجب ملک ہے تو بداہۃً باطل، احکامِ الٰہیہ دارٍ دون دارٍ (ایک ملک سوائے دوسرے ملک کے۔ ت) پر موقوف نہیں، نہ اختلافِ زمین کسی حرام شئی کو حلال کرسکتا ہے،

فان العباد للہ والبلاد للہ والحکم للہ والملک للہ "تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا ۰[2]"، وقال اللہ تعالٰی "وحیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ (لمسجد الحرام)[3]" وقال اللہ تعالٰی "واقتلوھم حیث ثقفتموھم[4]"، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلاۃ فلیصل[5]"

کیونکہ تمام بندے اور شہر اللہ تعالٰی کے ہیں، حکم اور بادشاہی اللہ تعالٰی کی ہے، برکت والا وہ ہے جس نے حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب اپنے بندے پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈر سنانے والا ہو جائے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جہاں کہیں تم ہو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو قتل کرو جہاں کہیں ان کو پاؤ۔ اور

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲
[2] القرآن الکریم ۲۵/۱
[3] " " ۲/۱۴۴
[4] " " ۲/۱۹۱ و ۴/۹۱
[5] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلوٰۃ باب اینما ادرکتک الصلوٰۃ دار صادر بیروت ۲/۴۳۳

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے چنانچہ میری امت کے کسی شخص پر جب نماز کا وقت ہو جائے تو وہ نماز پڑھے (جہاں بھی ہو)۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۱۶، ۳۱۷)

(۱۷) کفار کے خزانہ میں جمع شدہ روپے پر سُود کی حُرمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سُود لینا قطعاً حرام ہے، اللہ عزّوجل نے مطلقاً فرمایا:

واحل اللّٰہ البیع وحرم الربٰو[1]

اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود۔

اس میں ربّ العزّت جل جلالہٗ نے کوئی تخصیص نہ فرمائی کہ فلاں سے سُود لینا حرام اور فلاں سے حلال ہے بلکہ مطلقاً حرام فرمایا، اور وہ مطلقاً ہی حرام ہے کافر سے ہو خواہ مسلم سے۔ ہاں اپنا کسی پر آتا ہوا یا اور کوئی مال جائز شرعی کسی حیلہ شرعیہ سے حاصل کرنا دوسری بات ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۲۳)

(۱۸) بنک سے سُود لینے کے بارے میں فرمایا: سُود لینا مطلقاً حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالٰی وحرّم الرّبٰو[2]

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے سُود کو حرام کیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۲۳)

(۱۹) روپیہ اور غلّہ قرض لینے کے بارے میں فرمایا:

روپیہ قرض لینا جائز ہی ہے اور خود غلّہ قرض لینا صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور ربّ العزّت جل وعلا فرماتا ہے:

یایّھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمّی فاکتبوہ[3] الاٰیۃ۔

اے ایمان والو! جب تم ایک مقررہ مدّت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۲۴)

(۲۰) غیر مسلموں سے سُود لینے کے بارے میں فرمایا:

سُود مطلقاً حرام ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۷۵
[2] القرآن الکریم ۲/۲۷۵
[3] 〃 ۲/۲۸۲

قال اللہ تعالیٰ "وحرم الربوا" [1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ نے سود کو حرام کیا۔ (ت)

ہاں جو مال غیر مسلم سے کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن بغیر اپنی طرف سے کسی عذر اور بدعہدی کے ملے اگرچہ عقود فاسدہ کے نام سے اسے اسی نیت سے نہ نیت ربا وغیرہ محرمات سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ دینے والا کچھ کہے یا سمجھے کہ اس کے لئے اس کی نیت بہتر ہے نہ کہ دوسرے کی، لکل امرئ ما نوی [2] (ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۲۵)

(۲۱) جُوئے کی ایک نئی صورت کے بارے میں استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

معاملۂ مذکورہ محض حرام وقمار، ہزاراں ہزار محرمات بے شمار کا تودہ وانبار، بلکہ حراموں کا سلسلہ ناپیدا کنار، طرفہ اختراع ابلیس مکار ہے،

قال اللہ تعالیٰ "وکذلك جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الیٰ بعض زخرف القول غرورا ط ولوشاء ربك ما فعلوہ فذرھم وما یفترون ○ ولتصغی الیه افئدۃ الذین لایؤمنون بالاٰخرۃ ولیرضوہ ولیقترفوا ما ھم مقترفون ○" [3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے کچھ دشمن بنائے شیطان آدمی اور جن کہ ایک دوسرے کے دل میں جھوٹی بات ملمع کی ہُوئی ڈالتے ہیں (ایک تو) فریب دینے کو اور تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو تُو چھوڑ دے انھیں اور ان کے باندھے جھوٹ کو (دوسرے) اس لئے کہ جُھک آئیں اس باطل کی طرف ان کے دل جنھیں آخرت پر ایمان نہیں اور اسے پسند کریں اور اس کے ذریعہ سے کمالیں جو انھیں کمانا ہے۔

آخرت میں وبال وعذاب اور دنیا میں مثلاً صورتِ مسئولہ میں کوئی روپے اور کوئی گھڑی یا گہنا وغیرہ، اور کوئی خسر الدنیا والاٰخرۃ [4] (دنیا و آخرت میں اس نے گھاٹا پایا۔ ت) کہ روپیہ گیا

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[2] صحیح البخاری کتاب الایمان باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۲، ۱۱۳

[4] ؍؍ ۲۲/ ۱۱

اور کچھ نہ ملا۔

قل اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[1]

اے نبی! تُو ان لوگوں سے فرما کیا اللہ نے تمھیں اس کی پروانگی دی ہے یا خدا پر بُہتان اُٹھاتے ہو۔

یعنی پروانگی تو ہے نہیں ضرور افتراء ہی ہے،

ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یأذن بہ اللہ[2]

کیا ان کے لئے کچھ ساختہ خدا ہیں جنھوں نے ان کو وہ دین گھڑ دیا جس کی اجازت اللہ نے نہ دی۔

اللہ عزوجل مسلمانوں کو شیطان کے فریب سے بچائے آمین! اس اجمال کی تفصیل مجمل یہ کہ حقیقت دیکھئے تو معاملہ مذکورہ بنظر مقاصد ٹکٹ فروش و ٹکٹ خراں ہرگز بیع وشرا وغیرہ کوئی عقد شرعی نہیں بلکہ صرف طمع کے جال میں لوگوں کو پھانسنا اور ایک امید موہوم پر پانسا ڈالنا ہے اور یہی قمار ہے، پر ظاہر کہ اس طمع دلائی ہوئی گھڑی یا گہنے وغیرہ کی خرید و فروخت کا تو اصلاً نہ ذکر نہ اس شئی کی جنس ہی متعین، بلکہ تاجر کہتا ہے جب ایسا ہوگا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم کو ایک چیز ان چیزوں سے بھیجیں گے، یہ وعدہ ہے اور بیع عقد، اور وعدہ وعقد میں زمین وآسمان کا بُعد۔ اب رہی سند اور ٹکٹ، سند تو خود مع قیمت واپس مانگتا ہے اور بیع میں مبیع مع قیمت واپس ہونے کے کوئی معنی نہیں، علماء نے صبی لایعقل البیع والشراء (وہ بچّہ جو بیع وشراء کی سمجھ نہیں رکھتا۔ ت) کی پہچان لکھی کہ چیز لے کر پیسہ بھی واپس مانگنے لگے فیعلم انہ لایعرف معنی المبادلۃ وما البیع الا مبادلۃ (پس معلوم ہوگیا کہ وہ مبادلہ کا معنیٰ نہیں جانتا اور بیع تو ہے ہی مبادلہ۔ ت) ہاں ٹکٹ کی بیع کا نام لیا مگر اس پر وہ عبارت چھاپی جس نے صاف بتا دیا کہ یہ مبیع نہیں ایک اقراری سند ہے جس کے ذریعہ سے ایک روپے والا بعد موجود شرائط تینتیس روپے کا مال تاجر سے لے سکے گا اگر ٹکٹ ہی بکتا تو خریدار کیا ایسے احمق تھے کہ روپیہ دے کر دو انگل کا محض بیکار پرچہ کاغذ مول لیتے جسے کوئی دو کوڑی کو بھی نہ پُوچھے گا، لاجرم بیع وغیرہ سب بالائے طاق ہے، بلکہ تاجر تو یہ سمجھا کہ مفت گھر بیٹھے میرے مال کی نکاسی میں جان لڑا کر سعی کرنے والے ملک بھر میں پھیل جائیں گے اور محض بے وقت

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۹ [2] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۱

مُنہ مانگے دام پے درپے آیا کریں گے تو کردام لے کر کام کرتے ہیں اور غلام بے دام، مگر یہ ایسے پھنسیں گے کہ آپ دام دیں گے اور میرا کام کریں گے، انسان کسی امر میں دو ہی وجہ سے سعی کرتا ہے خوف یا طمع، یہاں دونوں مجتمع ہوں گے، ایک کے تینتیس ملنے کی طمع میں جس نے ایک ٹکٹ لے لیا اس پر خواہی نخواہی لازم ہوگا کہ یہاں سے جانے پانچ احمق اور پھانسے چھ تو یہ نقد بلا معاوضہ آئے، اب وہ نو گرفتار پانچ میں ہر ایک اسی تینتیس کی طمع اور اپنا روپیہ مفت مارے جانے کے خوف سے اور پانچ پانچ پر ڈورے ڈالے گا، یُونہی یہ سلسلہ بڑھتا رہے گا اور ملک بھر کے بے عقل میرا مال نکلنے میں بجان ساعی ہوجائیں گے پھر جب تک سلسلہ چلا فبہا، گھر بیٹھے بے محنت دُونے ڈیوڑھے چھناچھن آرہے ہیں اور جہاں تھکا تو اپنا کیا گیا، ان ٹکٹ خروں کا گیا جنھوں نے روپے کو ہوا خریدی، ہمیں یُوں بھی صدہا مفت بچ رہے، بہر حال اپنا احمق کہیں نہیں گیا، تاجر کے تو یہ منصوبے تھے ادھر مشتری سمجھا کہ گیا تو ایک اور ملے تو تیس، لاؤ قسمت آزمادیکھیں یہاں تک نِری طمع تھی اب کہ روپیہ بھیج چکے مارے جانے کا خوف بھی عارض ہوگیا اور ہر طرح لازم ہوا کہ اوروں پر جال ڈالیں اپنا روپیہ ہرا ہو، دُوسرے سُوکھے گھاٹ اتریں تو اتریں، یُونہی یہ امید وبیم کا سلسلہ قمار ترقی پکڑے گا، اوّل کے دو چار کچھ حرام مال کی جیت میں رہیں گے آخر میں بگڑے گا جس جس کا بگڑے گا یہی اکل مال بالباطل ہے جسے قرآن عظیم نے حرام فرمایا کہ:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1]

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۲۹ تا ۳۳۱)

(۲۲) ہندوستانی مسلمانوں کو اپنی حالت سنوارنے کے لئے غیر مسلم سے سُود کا لین دین کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

سُود لینا دینا مطلقاً حرام ہیں،

قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اللہ تعالٰی نے سُود کو حرام کیا۔ (ت)

حدیثِ صحیح میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکل الربٰو وموکلہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۹ [2] القرآن ۲/۲۷۵

وکاتبہ وشاھدہ وقال ھم سواء[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سود دینے والے اور سُود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والوں پر۔ اور فرمایا: وہ سب برابر ہیں۔

اللہ کی لعنت کے ساتھ دینی حالت سنورے گی یا اور بدتر ہوگی۔ اور قومی دنیوی حالت سنبھلنا بھی معلوم۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یمحق اللہ الربٰو ویربی الصدقٰت[2]

اللہ مٹاتا ہے سُود کو اور بڑھاتا ہے زکوٰۃ کو۔

جسے اللہ تباہ و برباد کرے وہ کیونکر بڑھ سکتا ہے، اور بالفرض کچھ دن کو ظاہری نگاہ میں بڑھے بھی تو جتنا بڑھے گا اللہ کی لعنت بڑھے گی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۳۵، ۳۳۶)

(۲۳) سُودی معاملہ میں بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

حرام حرام حرام قطعی، یقینی حرام۔ دس برس تو بہت ہوتے ہیں سُود ایک لمحہ ایک آن کو حلال نہیں ہوسکتا۔ احکامِ الٰہیہ کسی کی ترمیم سے بدل نہیں سکتے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[3]

اور اللہ تعالےٰ نے بیع کو حلال اور سُود کو حرام کیا (ت)

صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٰکل الربٰو ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[4]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور سُود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر، اور فرمایا: وہ سب برابر ہیں (ت)

یہاں تک کہ سُود دہندہ ہی سُود گیرندہ بھی ہے معنیٰ یہ کہ ڈبل ملعون ہے جو براہِ شامتِ نفس

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

[2] القرآن الکریم ۲/۲۷۶

[3] ۲/۲۷۵

[4] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

اس کا ارتکاب کریں اور حرام جانیں وہ فاسق فاجر ہیں، اور جو حلال سمجھیں وہ مرتد کافر، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ہاں اگر اس میں بھی اسی طریقہ بیع نوٹ کا اجراء کریں جو ہم نے تحریر سابق میں ذکر کیا تو بلا وقت اس حرام قطعی سے بچ جائیں مگر حلال حرام کی آج فکر کسے ہے الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم[1] (مگر وہ جس پر میرا رب رحم فرمائے، بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ ت)۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۷ اص ۳۴۰، ۳۴۱)

(۲۴) ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:
اللہ عزوجل نے مطلق فرمایا:
وحرم الربٰو[2] اللہ نے سود حرام کیا۔

اس میں کوئی تخصیص مسلم، کافر، سنی، بدمذہب کسی کی نہیں۔ سود لینا کسی سے حلال نہیں، جو حلال ہے وہ سود نہیں اور جو سود ہے وہ حلال نہیں کافر غیر ذمی کا مال بلا غدر جو حاصل ہو وہ مال مباح سمجھ کر لینا حلال ہے سود جان کر لینا حرام، قصدِ معصیت خود معصیت ہے، مثلاً کافر سے کوئی مال سو روپیہ کو خریدا اور قیمت دبالی یا دھوکا دے کر کھوٹے دام دیئے یہ ناجائز ہے کہ خلافِ معاہدہ ہوا،

قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو۔ (ت)

اور اگر چاندی کا دو سو روپیہ بھر مال سو روپیہ کو مول لیا اور یہ سمجھا کہ سو روپیہ ہی کے بدلے سو روپے ہوگئے باقی کافر کا مال بلا غدر اس کی مرضی سے ملتا ہے تو جائز جبکہ وہ کافر ذمی یا مستامن نہ ہو۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۷ اص ۳۴۱، ۳۴۲)

(۲۵) سودی بنک کا ممبر بننے والے امام کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
امام مذکور کا اس بنک کی ممبری قبول کرنا گناہ و حرام ہوا،

قال اللہ تعالیٰ "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[4]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۳ [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵
[3] " ۵/ ۱
[4] " ۵/ ۲

حدیث میں ہے :

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خلع من عنقہ ربقۃ الاسلام [1]

جو دانستہ ظلم پر اعانت کرے اس نے اسلام کی رسّی اپنی گردن سے نکال دی (ت)

اور شک نہیں کہ سُود لینا ظلم شدید ہے اور اس کا ممبر بننا اور اس کے ان سود خوروں کو روپیہ دینا اس ظلم شدید پر اعانت ہے اور معین مثل فاعل ہے ولہذا کاتب پر بھی لعنت فرمائی، تو اس کا رُکن بننے والا اور اس کے لئے روپیہ دینے والا ضرور کاتب سے بدرجہا زائد لعنت کا مستحق ہوگا اور امام مذکور کا اس پر اصرار حرام پر اصرار اور علانیہ فسق و استکبار ہے ، اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ اور اسے معزول کرنا واجب اور جتنی اس کے پیچھے پڑھی ہوں ان کا پھیرنا لازم ، پھر اگر بلا ضرورتِ شرعیہ محض جاہلانہ ضرورتوں کے لئے سودی قرض لے گا تو ضرور وہ بھی سود کھانے کے مثل ہوگا اور یہ لعنت کا دوسرا حصہ ملے گا ، اور عوام کے فعل سے سند لانا اور حکمِ الٰہی کے مقابل اسے سنانا محض جہالت و ضلالت ہے ہاں اگر محض مجبوری شرعی کے لئے سُودی روپیہ بقدرِ ضرورت قرض لے تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ مواضع ضرورت شرع نے خود استثناء فرما دیئے ہیں ،

قال اللہ تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم [2] ، وقال اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا [3]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا : اور ڈرو اللہ تعالےٰ سے جس قدر تم استطاعت رکھتے ہو ، اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا : اللہ تعالےٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۴۳ ، ۳۴۴)

(۲۶) سُود کی ایک اُلجھی ہوئی صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا :

اللہ کے بندو ! اللہ سے ڈرو ، اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

یاایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما [4]

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۷
شعب الایمان حدیث ۷۶۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۱۲۲
[2] القرآن الکریم ۶۴/۱۶ [3] القرآن الکریم ۲/۲۸۶ [4] القرآن الکریم ۴/۲۹

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال بلاوجہ شرعی نہ کھاؤ ہاں تجارت میں آپس کی رضا سے نفع اُٹھانے کی ممانعت نہیں اور اپنی جانیں ہلاکت میں نہ ڈالو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے (ت)

بکر نے جو وہ پانسو زید سے لئے حرام اور قطعی سُود ہیں اور جو عمرو کو ۲۵ سو دیئے اور عمرو نے ۲۸ سو کی رسید لکھ دی یہ تین سو بھی سُود اور حرام قطعی ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل قرض جر منفعة فهو ربا[1]

جو قرض نفع کھینچے وُہ سُود ہے (ت)

قرض پر جو کچھ زیادہ لیا جائے وُہ سُود ہے، بکر پر فرض ہے کہ زید کے پانچسو واپس کرے اور عمرو سے صرف پچیس سو لے ایک پیسہ زیادہ حرام ہے اور اگر لیا ہے تو اسے بھی واپس دے، عمرو کا ان پانسو میں سے دو سو مانگنا بھی حرام ہے کہ وہ مال حرام ہے اس کا کہنا کہ سود کی رقم اسے دو میرا حق ہے مجھے جائز ہے، بہت سخت اشد کلمہ ہے۔ عمرو پر لازم ہے کہ توبہ و تجدید اسلام و تجدید نکاح کرے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۵۵)

(۲۷) ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

دس کا نوٹ بارہ یا پندرہ یا جتنے پر باہم رضامندی ہو بیچنا جائز ہے تو دس کا نوٹ قرض دے اور پیسہ اوپر دس ٹھہرائے یہ سُود ہے اور دس کا نوٹ سَو کو بیچے یہ جائز ہے، اور اگر کوئی فرق پوچھے تو اس کا جواب قرآن عظیم نے دیا ہے:

واحل الله البيع وحرم الربٰو[2]

اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سُود۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۵۶)

(۲۸) حُرمتِ سُود کے بارے میں ایک اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

سُود حرام قطعی ہے اور اس پر سخت شدید وعیدیں قرآن و احادیث صحیحہ متواترہ میں وارد، اور یہ کہ وُہ کیوں حرام ہوا، اور اس قدر اس پر سختی کیوں ہے، قرآن عظیم نے اس کے دو جواب عطا فرمائے،

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

ایک عام اور ایک خاص، عام تو یہ کہ:

لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون[1]

اللہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور ان سب سے سوال ہوگا۔

ان الحکم الا للہ[2] لہ الحکم والیہ ترجعون[3]، وماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراان یکون لھم الخیرۃ من امرھم و من یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔[4]

حکم نہیں مگر اللہ کا، اسی کی حکومت ہے اور تمھیں اسی کی طرف پھرنا ہے، کسی مسلمان مرد یا عورت کو یہ گنجائش نہیں کہ جب اللہ و رسول کسی بات میں کچھ حکم کریں تو انھیں کچھ اپنا اختیار باقی رہے اور جو اللہ و رسول کے حکم پر نہ چلے بیشک وہ صریح گمراہی میں بھٹکا۔

اور خاص یہ کہ کافروں نے اعتراض کیا تھا انما البیع مثل الربٰو[5] (بیشک بیع سود کی مثل ہے۔ ت) تم جو خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام کرتے ہو ان میں کیا فرق ہے بیع میں بھی تو نفع لینا ہوتا ہے، اس کا جواب ارشاد فرمایا:

واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[6]

اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود۔

تم ہوتے ہو کون، بندے ہو سرِ بندگی خم کرو، حکم سب کو دیئے جاتے ہیں، حکمتیں بتانے کے لئے سب نہیں ہوتے، آج دنیا بھر کے ممالک میں کسی کی مجال ہے کہ قانون ملکی کی کسی دفعہ پر حرف گیری کرے کہ یہ بیجا ہے یہ کیوں ہے، یوں نہ چاہیئے، یوں ہونا چاہیئے تھا۔ جب جھوٹی فانی مجازی سلطنتوں کے سامنے چون وچرا کی مجال نہیں ہوتی تو اس ملک الملوک بادشاہ حقیقی ازلی ابدی کے حضور کیوں اور کس لئے کا دم بھرنا کیسی سخت نادانی ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ سود لینا مطلقاً عموماً سخت کبیرہ ہے اور سود دینا اگر بضرورت شرعی ومجبوری ہو تو جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۶/ ۵۷ و ۱۲/ ۴۰
[3] " " ۲۸/ ۸۸
[4] " " ۳۳/ ۳۶
[5] " " ۲/ ۲۷۵
[6] " " ۲/ ۲۷۵

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح[1]

محتاج سُود پر قرض لے سکتا ہے۔ (ت)

ہاں بلاضرورت جیسے بیٹی بیٹے کی شادی یا تجارت بڑھانا یا پکا مکان بنانے کے لئے سودی روپیہ لینا حرام ہے، سُود خور کے یہاں کھانا نہ چاہئے مگر حرام و ناجائز نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چیز جو ہمارے سامنے کھانے کو آئی بعینہٖ سُود ہے مثلاً ان گیہوؤں کی روٹی جو اس نے سود میں لئے تھے یا سُود کے روپے سے اس طرح خریدی گئی ہے کہ اس پر عقد و نقد جمع ہو گئے یعنی سُود کا روپیہ دکھا کر اس کے عوض خریدی اور وہی روپیہ اسے دے دیا، جب تک یہ صورتیں تحقیق نہ ہوں وُہ کھانا حرام ہے نہ ممنوع۔

فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن محمد بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ[2]

فتاوٰی ہندیہ میں بحوالہ ذخیرہ امام محمد سے منقول ہے کہ ہم اسی (قولِ جواز) کو لیتے ہیں جب تک بعینہٖ کسی شیئ کا حرام ہونا معلوم نہ ہو جائے۔ (ت)

تو نہ خلق پر تنگی ہے نہ علماء پر اعتراض، ہاں تجارت حرام کے دروازے آج کل بکثرت کھلے ہیں ان کی بندش کو اگر تنگی سمجھا جائے تو مجبوری ہے وہ تو بیشک شرع مطہر نے ہمیشہ کے لئے بند کئے ہیں جو آج بے قیدی چاہے کل نہایت سخت شدید قید میں گرفتار ہو گا اور جو آج احکام کا مقید رہے کل بڑے چین کی آزادی پائے گا۔ دنیا مسلمان کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔ مسلمانوں سے کس نے کہا کہ کافروں کی اموال کی وسعت اور طرقِ تحصیل کی آزادی اور کثرت کی طرف نگاہ پھاڑ کر دیکھے، اے مسکین! تجھے تو کل کا دن سنوارنا ہے،

یوم لاینفع مال ولا بنون ○ الا من اتی اللہ بقلب سلیم[3]

جس دن نہ مال نفع دے گا نہ اولاد، مگر جو اللہ کے حضور سلامتی والے دل کے ساتھ حاضر ہوا۔

اے مسکین! تیرے رب نے پہلے ہی تجھے فرما دیا ہے:

---

[1] الاشباہ والنظائر بحوالہ القنیہ الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[3] القرآن الکریم ۲۶/۸۸ و ۸۹

ولا تمدن عینیك الی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحیٰوة الدنیا لنفتنهم فیه ط ورزق ربك خیر وابقی [1]

اپنی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ اس دنیوی زندگی کی آرائش کی طرف جو ہم نے کافروں کے کچھ مردوں و عورتوں کے برتنے کو دی تاکہ وہ اس کے فتنہ میں پڑے رہیں اور ہماری یاد سے غافل ہوں اور تیرے رب کا رزق بہتر ہے اور باقی رہنے والا۔

چندہ کا جواب اُوپر آگیا کہ اگر ہم کو تحقیق سے معلوم ہو کہ یہ روپیہ جو دے رہا ہے بعینہٖ سُود کا ہے تو لینا حرام ورنہ جائز۔ ربا اس صورت میں متحقق ہوتا ہے کہ عقد میں مشروط ہو اگرچہ شرط نصًا نہ ہو، یا عرفاً ہو، ورنہ احسانًا قرار داد سے زائد دینا نہ ربا ہے نہ جرم، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک پاجامہ خریدا اور قیمت کی چاندی وزن کرنے والے سے فرمایا: زن وارجح [2] تول اور زیادہ دے۔ یہ احسان ہے ما علی المحسنین من سبیل [3] (احسان کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں۔ ت) پھر امام رازی پر کیا اعتراض ہے، سود لینا شرع نے مطلقاً حرام فرمایا ہے مسلم سے ہو یا کافر سے۔ قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو [4] (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی نے سُود کو حرام کیا۔ ت) اس میں کوئی تخصیص نہیں مگر مدار اعمال نیت پر ہے، اگر کسی کافر کا مال کہ نہ ذمّی ہو نہ مستامن، بلا غدر و بدعہدی اور بغیر کسی نیت ناجائز کے حاصل ہو تو بہ نیت شئے مباح اسے لینا ممنوع نہیں اگرچہ وہ دینے والا اپنے ذہن میں سُود ہی سمجھ کر دے یہ مال مساجد و مدارس و مصارفِ یتامٰی میں بھی صَرف ہو سکتا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۵۸ تا ۳۶۱)

(۲۹) مزید فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰایها الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربٰوا ان کنتم مؤمنین، فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسوله [5]۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سُود باقی رہا چھوڑ دو اگر مسلمان ہو پھر ایسا نہ کرو تو اللہ و رسول سے

---

[1] القرآن الکریم ۲۰ / ۱۳۱
[2] سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی الرجحان فی الوزن آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۱۱۸
[3] القرآن الکریم ۹ / ۹۱
[4] القرآن الکریم ۲ / ۲۷۵
[5] القرآن الکریم ۲ / ۲۷۸ تا ۲۷۹

لڑائی کا اعلان کردو، یعنی اللہ و رسول سے لڑنے کو تیار ہو جاؤ اگر سود نہیں چھوڑتے۔

خالد پر ایک حبّہ سود کا لینا حرام ہے، حدیث میں فرمایا: "جس نے دانستہ ایک درہم سود کا لیا اس نے گویا چھتیس [۳۶] بار اپنی ماں سے زنا کیا۔" [۱]

(فتاوی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۶۳)

(۳۰) نفع منقح کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا:

قرآن کریم اس نفع منقح کی تحریم سے ساکت نہیں خود سائل نے علت تحریم ربا تلاوت کی لا تظلمون ولا تظلمون [۲] (نہ تم ظلم کرو اور نہ ظلم کئے جاؤ۔ ت) اور یہاں تظلمون و تظلمون دونوں ہیں، ان مذکور صورتوں میں کہ ہزار ہی نفع کے ہوئے اور سب ان سو حصہ داروں نے لئے یا نفع کے پندرہ سو ہوئے اور نصف والوں نے دونے لئے، یہ ظالم ہیں اور وہ مظلوم، اور اگر پانچ ہزار نفع کے ہوئے تو ان نصف والوں کو پانچواں حصہ ملا اور ان دو چند ہی والوں کو چہار چند، یہ مظلوم ہوئے اور وہ ظالم، اور اگر یہ حصے سرمایہ سے تھے تو ظلم اشد ہے، اور دونے اور آدھے کو چار۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۷۳)

(۳۱) سرکاری بنک سے سود لینے اور اس سے کنواں وغیرہ بنوانے والے کے بارے میں فرمایا:

سود لینا مطلقاً حرام ہے،

قال اللہ تعالیٰ "وحرم الربٰو" [۳] وقال تعالیٰ "وذروا ما بقی من الربٰو" [۴]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چھوڑ دو جو باقی رہا ہے سود سے۔ (ت)

تو یہ شخص جس نے سود کی نیت سے لیا اپنی نیتِ فاسدہ پر گنہگار ہوا، ہاں جبکہ وہ روپیہ برضامندیِ گورنمنٹ حاصل کیا اور گورنمنٹ کی طرف سے اسے یا اس سے لینے والوں کو کسی ضرر کے پہنچنے کا اندیشہ نہیں تو فقراء وغرباء اسے نہ یہ سمجھ کر کہ سود کا روپیہ ہے بلکہ یہ جان کر کہ از خزانہ برضائے حاکمِ وقت حاصل ہوا ہے لے سکتے ہیں ان کے لئے طیب وحلال ہے یونہی اس سے بنوایا ہوا کنواں۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۷۴، ۳۷۵)

---

[۱]

[۲] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۹ — [۳] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[۴] " ۲/ ۲۷۸

(۳۲) سیونگ بنک یعنی ڈاکخانہ جات سرکاری کے سُود کے بارے میں فرمایا:

سُود مطلقاً حرام ہے،

قال اللہ تعالیٰ وحرم الربٰو[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے سُود کو۔(ت)

ہاں اگر کسی کا اپنا مطالبہ واجبہ یا مباحہ جائزہ زید پر آتا ہو اور ویسے نہ ملے تو صرف بقدر مطالبہ جس طریقہ کے نام سے مل سکے لے سکتا ہے کہ اس صورت میں یہ اپنا حق لیتا ہے نہ کہ کوئی چیز ناجائز، دینے والے کا اسے ناجائز نام سے تعبیر کرنا یا سمجھنا اسے مضر نہ ہوگا جبکہ اس کی نیت صحیح اور حق جائزہ واجبی ہے واللہ یعلم السر واخفی (اللہ تعالیٰ رازوں اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ت) اس امر میں مسلم و غیر مسلم سب کا حکم یکساں ہے بشرطیکہ غدر نہ کرے فتنہ نہ ہو۔

قال اللہ تعالیٰ والفتنۃ اکبر من القتل[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فتنہ قتل سے بڑا (گناہ) ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷، ص ۳۷۶)

(۳۳) سود کے بارے میں ہی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

دینے والے کا اسے اپنے زعم میں سود سمجھنا اسے مضر نہ ہوگا جبکہ وہ نہ واقع میں سود لینے والے کو سُود مقصود،

الا تری الی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکل امرئ مانوی[3]، فقد جعل کلا ونیۃ وقال تعالیٰ لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم[4]، وقال تعالیٰ قل کل یعمل علٰی شاکلتہ[5]

کیا تو نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف نہیں دیکھتا کہ ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ تحقیق حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہر شخص کو اس کی نیت کے ساتھ چھوڑ دیا، اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا: تمھیں نقصان نہیں پہنچاتا وہ جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا: (اے میرے محبوب!) آپ فرما دیں کہ ہر ایک اپنے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵ — [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۷

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

[4] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵ — [5] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۴

طریقے پر عمل کرتا ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۷۷، ۳۷۸)

(۳۴) سود خور کے بارے میں فرمایا:

سُود خور کہ علانیہ سُود کھائے اور توبہ نہ کرے، باز نہ آئے، اس کے ساتھ میل جول نہ چاہئے، اسے شادی وغیرہ میں نہ بُلایا جائے۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر شیطان تجھے بھُلادے تو یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھ۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۸۰، ۳۸۱)

(۳۵) بیمہ کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ نرا قمار ہے اس میں ایک حد تک روپیہ ضائع بھی جاتا ہے اور وہ منافع موہوم جس کی امید پر دین اگر ملے بھی تو کمپنی بیوقوف نہیں کہ گرہ سے ہزار ڈیڑھ ہزار دے بلکہ وہی روپیہ ہوگا جو اوروں کا ضائع گیا، اور ان میں مسلمان بھی ہوں گے تو کوئی وجہ اس کی علت کی نہیں۔

قال اللہ تعالٰی "لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۸۱)

(۳۶) بیع کا نفع جائز اور قرض کا نفع ناجائز ہے۔ چنانچہ فرمایا:

بلکہ نوٹ صد روپیہ بہر نرخے کہ باہم تراضی شود بمیعاد و اجل مسمّٰی بدست او فروشند مثلاً بیک صد و دہ روپیہ بوعدۂ یک سال ایں نرخ نرخ بیع باشد و نرخ بیع حلال است و نرخ قرض حرام قال اللہ تعالٰی قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[3] ایں مسئلہ را در کتاب خود کفل الفقیہ الفاھم ہر چہ تمامتر رنگ تفصیل دادہ ایم بایں وجہ ہم نرخ حلال بدست آید وہم آں مستقرض بمراد خود برسد۔

بلکہ سو روپے کا نوٹ اس نفع کے لئے جس پر دونوں باہم رضامند ہوں مدت مقررہ تک

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

[3] 〃 〃 ۲/ ۲۷۵

فتاویٰ رضویہ جلد ۲

اس کے ہاتھ فروخت کریں مثلاً وہ سو کا نوٹ ایک سال کے لئے ایک سو دس روپے کے بدلے فروخت کریں تو اس طرح یہ نفع بیع کا نفع ہوگا اور بیع کا نفع حلال ہے جبکہ قرض کا نفع حرام۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہا ان لوگوں نے بیع تو سود کی طرح ہی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام۔ اس مسئلہ کو ہم نے اپنی کتاب "کفل الفقیہ الفاھم" میں مکمل طور پر تفصیلی رنگ دیا ہے، اس طریقے سے حلال نفع بھی ہاتھ آئے گا اور وہ قرض لینے والا بھی اپنے مقصد کو حاصل کرلے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ، ا ص ۳۸۸)

(۳۷) گورنمنٹ سے قرض پر نفع لینے کے بارے میں فرمایا:

سود کی نیت سے لینا جائز نہیں لاطلاق قولہ عزوجل وحرم الربٰو[1] (کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا" مطلق ہے۔ ت) اور اگر کسی گورنمنٹ پر اس کی رعیت خواہ اور شخص کا شرعاً کچھ آتا ہے اس میں وصول سمجھنا بلاشبہہ روا لانہ ظفر بجنس حقہ کما فی ردالمحتار[2] وغیرہ (اس لئے کہ یہ اپنے حق کی جنس کو حاصل کرنے کی کامیابی ہے جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) یونہی اگر بیت المال میں حقدار ہو تو اس میں لے سکتا ہے کما فی ردالمحتار عن السید السمھودی وغیرہ (جیسا کہ سید سمہودی وغیرہ سے ردالمحتار میں ہے۔ ت) فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۸۸، ۳۸۹)

(۳۸) ایک دیوبندی مفتی کے فتوٰی پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا:

کونسی شریعت کا مسئلہ ہے کہ مظلوم دوسرے پر ظلم کرے، عقد نہیں وراثت نہیں مال مباح نہیں کوئی وجہ شرعی اس سے لینے کی نہیں تو نہ ہوا مگر باطل، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بہا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون[3]

آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ اور اس کو حاکموں کے پاس اس نیت سے مت لے جاؤ کہ تم لوگوں کا کچھ مال جان بوجھ کر گناہ کے ساتھ کھا جاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۹۱)

(۳۹) جوازِ حیلہ کے بیان میں فرمایا:

وان شئت الزیادۃ فی امر الحیل فھذا ربنا تبارک وتعالیٰ قائلا لعبدہ ایوب

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵
[2] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۲
[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

علیہ الصلوٰۃ والسلام "خذ بیدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث"[1]

اور اگر تو مسئلہ حیلہ میں زیادت چاہے تو یہ ہے ہمارا رب عزّ وجل اپنے بندہ ایوب علیہ السلام سے فرماتا ہوا اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے اس سے مار اور قسم نہ توڑ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۴۹۸)

(۴۰) مشرکین کے ایک اعتراض کے بارے میں فرمایا:

اقول هذا اعتراض اورده المشركون وقد تكفل الجواب عنه ربنا تبارك و تعالٰی فی القراٰن العظیم، قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل الله البیع وحرم الربٰو[2] الم یر المعترض انا انما احللنا الربح فی بیع جنسین متخالفین فان حرم هذا لانسد باب البیاعات ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ وہ اعتراض ہے کہ کفار نے کیا تھا اور خود رب العزۃ تبارک و تعالٰی نے قرآن عظیم میں اس کا جواب دیا، کافر بولے بیع بھی تو ایسے ہی ہے جیسے ربا، اور ہے یہ کہ اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود، کیا معترض نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے نفع وہیں حلال کیا جہاں دو جنسوں کی بیع ہو تو اگر یہ حرام ہو تو خرید و فروخت کا دروازہ ہی بند ہو جائے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۵۰۱)

(۴۱) مولانا عبدالحی صاحب کے حدیث انما الاعمال بالنیات سے ایک غلط استدلال کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

اقول نوٹ کا بعینہٖ سونا چاندی ہونا کوئی عمل نہیں، بیع و شراء وغیرہ معاملات عمل ہیں اور نوٹ ان کا محل اور محل تابع نیت نہیں ورنہ عندیہ کا مذہب لازم آئے زوجہ میں ماں ہونے کی نیت اسے حرام ابدی کر دے حالانکہ بنص قطعی قرآن اسے ماں کہنے کی صریح تصریح بھی حرام نہیں کرتی صرف یہ قول باطل و گناہ ہوتا ہے۔

قال تعالٰی "الذین یظهرون منكم من نسائهم ما هن امهٰتهم ان امهٰتهم الا الّٰئی ولدنهم وانهم لیقولون منكرا من القول وزورا وان

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/۴۴

[2] " " ۲/۲۷۵

اللہ لعفو غفور"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم میں جو اپنی عورتوں کو اپنی ماں کہیں وہ ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں، اور وہ بیشک ضرور بُری اور جُھوٹی بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنیوالا اور بخشنے والا ہے۔

اور عکس کی نیت اور بھی شنیع وناپاک تر ہے یوں ہی اگر بفرض غلط تسلیم کرلیا جائے کہ اہل عرف نے نیت کرلی کہ نوٹ بعینہ ثمن خلقی اور بذاتہ سونا چاندی ہے تو اُن کی نیت سے نہ وہ کاغذ سے سونا چاندی ہوجائے گا نہ اصطلاحی سے خلقی، ان کا اختیار اصطلاح تک ہے، ——

—— تو اس سے ثمن اصطلاحی ہوگا، نہ خلق وآفرینش پر کہ ثمن خلقی ہوجائے لاتبدیل لخلق اللہ[2] (اللہ تعالٰی کی خلق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ ت) پھر فرمائیے حدیث کو یہاں سے کیا علاقہ ہوا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۵۳۰)

(۴۲) پیشگی کچھ روپے دے کر غلّہ کی خریداری سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ صورت بیع سلم کی ہے اگر اس کے سب شرائط پائے گئے تو بلاشبہہ جائز ہے اور کسی طرح سود نہیں اگرچہ دس سیر کی جگہ دس من قرار دے، ہاں اگر جبر ہے تو حرام ہے اگرچہ دس سیر کی جگہ سیر ہی بھر لے،

لقولہ تعالٰی "الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[3]

اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے، مگر یہ کہ ہو تمھارے درمیان تجارت تمھاری باہمی رضامندی سے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۵۷۹)

(۴۳) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

اگر شرائط مجتمع ہوں تو جائز ہے اگرچہ ایک پیسہ کو ہزار من گیہوں خریدے،

قال اللہ عزوجل "الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[4]، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم"[5]

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲ — [2] القرآن الکریم ۳۰/۳۰

[3] 〃 ۴/۲۹ — [4] 〃 ۴/۲۹

[5] نصب الرایہ کتاب البیوع النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۴/۴

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: مگر یہ کہ ہو تمھارے درمیان تجارت باہمی رضامندی سے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: جب بدلین مختلف نوعوں کے ہوں تو جیسے چاہو بیچو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۵۸۲)

(۴۴) عقد میں طے شدہ قیمت سے کچھ کم لینا جائز ہے، چنانچہ فرمایا:

جبکہ باہمی تراضی سے ایک امر متعین منقطع ہو کوئی حرج نہیں۔

قال اللہ تعالٰی "الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[1]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: مگر یہ کہ ہو تمھارے درمیان تجارت باہمی رضامندی سے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۶۰۶)

(۴۵) نوٹ کی بیع کے بارے میں فرمایا:

نوٹ اگر قرض دیا جائے اور ایک پیسہ زیادہ لینا ٹھہرا لیا جائے تو قطعی حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو[2]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: اور اللہ تعالٰے نے سُود کو حرام کیا۔ (ت)

اور اگر نوٹ روپیہ کے عوض بیع کریں اور اس پر جو قیمت مکتوب ہے اس سے کم یا زیادہ برضائے باہمی معجل خواہ مؤجل باجل معلوم ثمن قرار دیں تو ضرور حلال ہے۔

قال اللہ تعالٰی "واحل اللہ البیع"[3]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: اور اللہ تعالٰے نے بیع کو حلال کیا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۶۰۸)

(۴۶) مزید فرمایا:

بیع میں حلال ہے یعنی دس۱۰ کا نوٹ بارہ۱۲ یا بیس۲۰ کو برضائے مشتری بیچے تو کچھ مضائقہ نہیں، فتح القدیر و ردالمحتار وغیرہما کتب معتمدہ میں ہے:

لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ[4]

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹
[2] " ۲/ ۲۷۵
[3] " ۲/ ۲۷۵
[4] فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۲۴

اگر کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچا تو جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔ (ت)
اور اصطلاحی طور پر اس کی قیمت معین ہونا بائع اور مشتری کے باہمی رضا کو نہیں روکتا، ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنا مال جو عام نرخ سے دس روپے کا ہو برضائے مشتری سو روپیہ کو بیچے یا ایک ہی پیسہ کو دے دے۔
قال اللہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر یہ کہ ہو تمھارے درمیان تجارت باہمی رضامندی سے۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۶۱۰، ۶۱۱)

(۴۷) مزید فرمایا:
اور یہ خیال کہ بیع میں زیادہ کو بیچنا کیوں جائز ہوا اور قرض دے کر زیادہ ٹھہرا لینا کیوں حرام ہوا یہ تو دونوں ایک ہی سے ہیں، یہ مہمل اعتراض ہے کہ کافروں نے شریعتِ مطہرہ پر کیا، اور قرآن عظیم نے اس کا جواب دیا:
قال اللہ "قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل اللہ البیع وحرم الربٰو"[2]
اللہ تعالےٰ نے فرمایا: کافر بولے بیع تو ایسے ہی ہے جیسے سُود، اور ہے یہ کہ اللہ نے حلال فرمائی بیع اور حرام فرمایا سُود۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۶۱۴)

(۴۸) مزید فرمایا:
جبکہ حقیقۃً بائع و مشتری دونوں کو فی الواقع بیع صحیح شرعی مقصود ہو اور فریقین کی سچی رضامندی سے عقد واقع ہو اور نوٹ اسی جلسہ میں مشتری کے قبضہ میں دے دیا جائے تو اختلاف جنس کی حالت میں شرع مطہر نے بازار کے بھاؤ پر کمی بیشی منع نہ کی، اور جہاں قرض دینا اور اس پر زیادہ لینا ہو وہ ضرور سُود اور حرام ہے، جُہّال اگر اس فرق کو نہ جانیں تو یہ وہی امر ہے جس کی خود قرآن عظیم میں تصریح ہے:
قال اللہ تعالیٰ "قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل اللہ البیع وحرم الربٰو"[3]
اللہ تعالےٰ نے فرمایا: کافر بولے بیع تو ایسے ہی ہے جیسے سود، اور ہے یہ کہ اللہ نے حلال فرمائی بیع اور حرام فرمایا سُود۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵
[3] " " ۲/ ۲۷۵

اور خالی استغراق بے قبضہ شرعاً کوئی چیز نہیں،

قال اللہ تعالٰی فرھٰن مقبوضۃ۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: پس رہن قبضہ کیا ہوا۔ (ت)

اور بعد قبضہ اس سے نفع اٹھانا حلال نہیں مثلاً زید کو اس مکان میں رہنا یا کرائے پر دے کر اس کا کرایہ لینا حرام ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۶۱۴)

(۴۹) دس روپے دے کر پندرہ[15] روپے کے پیسے لینا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

بیع میں جائز ہے،

قال اللہ تعالٰی "واحل اللہ البیع"۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور حلال کیا ہے اللہ تعالٰی نے بیع کو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

صح بیع درھمین ودینار بدرھم ودینارین بصرف الجنس بخلاف جنسہ ومثلہ بیع کر بر وکر شعیر بکری بر وکری شعیر وکذا بیع احد عشر درھما بعشرۃ دراھم ودینار۔[3]

جنس کو خلافِ جنس کی طرف پھیرنے کی وجہ سے دو درہموں اور ایک دینار کو دو دیناروں اور ایک درہم کے عوض بیچنا صحیح ہے، اور اسی کی مثل ہے ایک بوری گندم اور ایک بوری جَو کو دو بوری گندم اور دو بوری جَو کے عوض فروخت کرنا، اور اسی طرح گیارہ[11] درہموں کو دس درہم اور ایک دینار کے عوض بیچنا۔ (ت)

اور قرض میں حرام،

قال اللہ تعالٰی "وحرم الربٰو"۔[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس نے سُود کو حرام کیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۶۱۵)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۳

[2] ؍؍ ۲/ ۲۷۵

[3] درمختار کتاب البیوع باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۵

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

فتاوی رضویہ جلد ۱۸

(۱) کیا صوم وصلوٰۃ کی پابندی نہ کرنے والے مسکرات کے عادی شخص کی شہادت مقبول ہے؛ اس کے جواب میں فرمایا:

ہرگز نہیں کہ وہ فاسق ہے اور فاسق کی شہادت مردود ہے،

قال اللہ تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا"[1]

اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو چھان بین کرلو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۲۱)

(۲) کافر کی شہادت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کسی مسلمان مرد خواہ عورت پر نکاح، طلاق، بیع، ہبہ، اجارہ، وصیت، جہاں بھر کے کسی معاملہ میں کافر کی شہادت اصلاً کسی طرح مسموع نہیں،

قال اللہ تعالٰی "ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا"[2]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: اللہ تعالٰے کافروں کے لئے مومنوں پر ہرگز کوئی سبیل نہ بنائے گا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۲۳)

(۳) فاسق کی شہادت کے بارے میں فرمایا:

اس میں تین شہادتیں ہیں اگر ان کے بیان اور شرائط کو جامع بھی ہوں تو ان میں دو با قرارِ خود داڑھی خشخاش کراتے ہیں اور یہ فسق ہے اور فاسق کی شہادت مقبول نہیں،

قال تعالٰی "ذوا عدل منکم"[3]، وقال تعالٰی ممن ترضون من الشھداء[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۶
[2] " " ۴/۱۴۱
[3] " " ۵/۹۵
[4] " " ۲/۲۸۲

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم میں سے دو عادل گواہ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان میں سے جنھیں گواہوں میں سے تم پسند کرتے ہو۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم اتم واحکم ہے۔(ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۲۶)

(۴) طلاق کے بارے میں ایک غلط فیصلے کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

اس بنائے باطل پر فیصلہ میں لکھا حکم شریعت ہے کہ جب طلاق کے متعلق ایک ذرا بھی ثبوت پہنچ جائے تو پھر کسی صورت میں بھی شریعت زن وشوہر کو باہم زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی ہے، یہ محض غلط ہے، شریعت نے ایک سے دو طلاق رجعی تک بلاتکلف زن وشوہر کو زندگی بسر کرنے کی اجازت دی ہے، اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے:

الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسريح باحسان[1]۔

طلاق دو مرتبہ ہے پھر اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔(ت)

بلکہ تین طلاق میں بھی یہ کہنا غلط ہے کہ اس کی اجازت کسی صورت میں نہیں، صورتِ حلالہ میں ضرور اجازت ہے، قرآن عظیم میں ہے:

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره[2]۔

پھر اگر تیسری طلاق دے تو اب وہ عورت اس (خاوند سابق) کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ کسی اور سے نکاح نہ کرلے۔(ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۲۸)

(۵) دار الافتاء کی حیثیت اور ذمہ داری کے بارے میں فرمایا:

دار الافتاء شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتگار ہے حکم اللہ ورسول کے لئے ہے ان الحکم الا للہ[3] (نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے۔ ت) کسی شخص کو جب کہ مسلمان ہو رعیت ہو خواہ حاکم وافسر والیِ ملک ہو خواہ سلطان ہفت کشور، حکم خدا ورسول کے حضور اصلاً مجالِ دم زدن نہیں' الاسلام گردن نہادن نہ کہ گردن کشیدن (اسلام گردن جھکانے کا نام ہے نہ کہ گردن کھینچنے کا۔ ت) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وماكان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹
[2] " ۲/ ۲۳۰
[3] " ۶/ ۵۷ و ۱۲/ ۴۰

من امرھم ط ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلٰلاً مبیناً[1]

کسی مسلمان مرد یا عورت کو نہیں پہنچتا کہ جب اللہ ورسول کو حکم فرمادیں تو انھیں اپنا ذاتی کوئی اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑا۔

شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا وآلہٖ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ شریعت ابدیہ غیر منسوخہ ہے قیامت تک جس کا کوئی حکم بدلا نہیں جاسکتا، سلطان بلکہ سلطان سے بھی بڑھ کر خلیفہ روئے زمین کو اصلاً اختیار نہیں کہ روبکار یا دستور العمل اس کے کسی حکم کے خلاف نافذ کریں، نہ ہرگز حکام کو حلال ہے کہ ایسے روبکار وغیرہ پر عمل کریں، نہ ہرگز حاکمان مرافعہ کو جائز ہوسکتا ہے کہ ایسے کسی حکم کو برقرار رکھیں، مسلمان حاکم یا رئیس یا سلطان کیونکر ان سخت جانگداز وعیدوں کو سہو ومحو کرسکتے ہیں جو واحد قہار عزّ جلالہٗ نے قرآن عظیم میں من لم یحکم بما انزل اللہ[2] (جو اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے پر فیصلہ نہ کرے۔ت) پر فرمائی ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۳۱، ۱۳۲)

(۶) عاق کرنے سے وارثِ حق میراث سے محروم نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرمایا:

میراثِ حق مقرر فرمودۂ رب العزّۃ جل وعلا ہے جو خود لینے والے کے اسقاط سے ساقط نہیں ہوسکتا بلکہ جبراً دلایا جائے گا اگرچہ وہ لاکھ کہتا رہے مجھے اپنی وراثت منظور نہیں میں حصہ کا مالک نہیں بنتا میں نے اپنا حق ساقط کیا، پھر دوسرا کیونکر ساقط کرسکتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین"[3]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھیں اولاد کے متعلق وصیت فرماتا ہے بیٹے کو دو بیٹیوں کا حصہ ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۶۸)

(۷) کیا قاضی کا مسلمان ہونا شرط ہے؟ اس بارے میں فرمایا:

ہاں مسلمانوں کے معاملات اور اطفال مسلمین کے ولایات میں قاضی کا مسلمان ہونا شرط ہے ہندو وغیرہ کفار کو مسلمان پر اصلاً ولایت نہیں ہوسکتی،

قال اللہ تعالیٰ "ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلاً"[4]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی ولایت نہ دے گا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۷۶)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۶
[2] القرآن الکریم ۵/ ۴۴ و ۴۵ و ۴۷
[3] ؍؍ ۴/ ۱۱
[4] ؍؍ ۴/ ۱۴۱

(۸) اسی نوعیت کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:
شریعتِ مطہرہ میں مسلمانوں پر کوئی عہدۂ حکومت کسی کافر کو دینا روا نہیں،
قال اللہ تعالیٰ "لن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا"[1]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو مومنین پر ولایت نہ دے گا۔ (ت)
نہ مسلمان کے نکاح بطریقۂ کفار کرنے روا ہیں۔
قال اللہ تعالیٰ "ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن"[2]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شیطانوں کے راستوں کی پیروی نہ کرو۔ (ت)
نہ مسلمانوں کو دینی کام میں مدد لی جا سکتی ہے۔ حدیث میں ہے:
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا لا نستعین بمشرک[3]
رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کسی مشرک سے مدد نہ لیں گے۔ (ت)
جو مسلمان اس ہندو کے طرفدار و مددگار ہیں شرعاً مستحقِ تعزیر و گنہگار ہیں۔
قال اللہ تعالیٰ "لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین"[4]
اللہ تعالےٰ نے فرمایا: مومن کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں مومنین کے علاوہ۔ (ت)
ان پر اس ناجائز طرفداری سے توبہ لازم ہے،
قال اللہ تعالیٰ "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"[5]
اللہ تعالےٰ نے فرمایا: گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۷۹)

(۹) "باہر جانے" کے لفظ سے فرار ثابت نہیں ہوتا، اس سلسلہ میں قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

الفاظِ مذکورہ سے فرارِ عمرو ہرگز ثابت نہیں، "باہر جانا" ترجمہ خروج کا ہے اور فرار کا ترجمہ "بھاگ جانا"۔ خروج سے "فرار" ہرگز لازم نہیں۔ اللہ عزوجل زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۴۱ [2] القرآن الکریم ۲/۱۶۸
[3] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب السیر حدیث ۳۳۱۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۴۹۱
[4] القرآن الکریم ۳/۲۸ [5] القرآن الکریم ۵/۲

کے حق میں فرماتا ہے :

فخرج علٰی قومه من المحراب[1]

اپنی قوم پر محراب سے باہر آئے۔

سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے :

ومن حیث خرجت فول وجھك شطر المسجد الحرام[2]

تم جہاں سے باہر جاؤ تو اپنا منہ کعبے کی طرف کرو۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرماتا ہے :

ان کنتم خرجتم جھادا فی سبیلی وابتغاء مرضاتی۔[3]

اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری مرضی چاہنے تو کافروں سے دوستی نہ کرو۔

ظاہر ہے کہ بھاگ جانے میں باہر جانے سے ایک امر زائد ہے اور زیادت بے ثبوت زائد ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔ ہدایہ وغیرہا کتبِ مذہب میں جابجا ہے الاقل ھو المتیقن (قلیل یقینی امر ہوتا ہے۔ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۲۳۶، ۲۳۷)

(۱۰) مرد گواہوں میں قاضی تفریق کرسکتا ہے مگر دو عورتوں کی شہادت میں ایسا جائز نہیں۔ چنانچہ فرمایا :

حق یہ کہ یہ امر رائے قاضی پر مفوض ہے، اگر گواہوں پر کوئی بدگمانی ہو تو قاضی پر واجب ہے کہ انھیں جُدا جُدا ادائے شہادت کا حکم دے مگر دو عورتوں کہ ان کی شہادت مل کر شرعاً بجائے شہادت واحدہ ہے ان میں تفریق نہیں لقولہ تعالٰی ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخرٰی[4] (اللہ تعالٰی کے ارشاد کے مطابق کہ عورتوں میں سے ایک غلطی کرے تو دوسری یاد دلائے۔ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۲۴۵)

(۱۱) زید عمرو کا حصۂ زمین اسکی اجازت کے بغیر بیچ کر کھا گیا اور طلب کرنے پر تمادی کا عذر پیش کرتا ہے کیا حق عمرو عنداللہ بذمۂ زید ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا :

بیشک ہے اور عذر تمادی محض باطل ومہمل،

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۱۱
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۹
[3] " ۶۰/ ۱
[4] " ۲/ ۲۸۲

فی الاشباہ الحق لایسقط بتقادم الزمان[1]

اشباہ میں ہے کہ زمانہ قدیم ہونے پر حق ساقط نہ ہوگا۔(ت)

زید سخت گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوا کہ عمرو کا حصہ بے اس کی اجازت کے بیچ کر کھاگیا،

قال اللہ تعالیٰ "لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۲۸۸)

(۱۲) عمداً و قصداً غیر حکمِ شرع کو حکمِ شرع قرار دینے والے کے بارے میں فرمایا:

اگر جانتا ہے کہ یہ حکمِ شرع نہیں اور قصداً اللہ و رسول پر جھوٹی شریعت کا افترا کرتا ہے تو حکمِ کفر عائد ہوتا ہے اس لئے کہ قرآن عظیم میں ہے:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[3]

جھوٹ کا افترا وہ لوگ کرتے ہیں جو مومن نہ ہوں(ت)

اور فرماتا ہے:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[4]

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افترا باندھتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۳۰۸، ۳۰۹)

(۱۳) عدمِ ذکر و ذکر کا اختلاف قرآن مجید میں بھی ہے۔ دراصل یہ اختلاف ہے ہی نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

رب العزت جل وعلا نے سورۂ نمل میں فرمایا:

یٰموسٰی لاتخف انی لایخاف لدی المرسلون[5]

اے موسٰی (علیہ السلام)! آپ خوف نہ کریں میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔(ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۵۳

[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۸ [3] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۵

[4] 〃 ۱۶/۱۱۶

[5] 〃 ۲۷/۱۰

اور سورۂ قصص میں فرمایا:

یٰموسٰی اقبل ولا تخف انک من الاٰمنین[1]

اے موسٰی (علیہ السلام)! آگے بڑھو خوف نہ کرو آپ بیشک امن والوں میں ہیں۔(ت)

اور سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوا:

قال خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتہا الاولٰی[2]

فرمایا اسے پکڑو اور خوف نہ کرو ہم اسے عنقریب پہلی حالت پر پھیر دیں گے۔(ت)

ان دونوں صورتوں میں ذکر ندا ہے یہاں نہیں بلکہ جملہ لا تخف کے سوا ہر جگہ نیا کلام نقل فرمایا ہے، کیا معاذ اللہ یہ قرآن مجید کا اختلاف ٹھہرے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۳۳۰، ۳۳۱)

(۱۴) لفظ "اور" معیت و ترتیب وغیرہ پر دلالت نہیں کرتا۔ چنانچہ فرمایا:

لفظ "اور" حرف "و" کا ترجمہ ہے جس سے نہ معیت مفہوم ہو نہ ترتیب نہ تراخی نہ تعقیب، صرف اشتراک پر دلیل ہے کما صرح بہ جمیع کتب الاصول (جیسا کہ تمام کتبِ اصول میں اس کی تصریح ہے۔ت) یہاں تو محمد حسین نے اپنے اور اپنے لڑکے کے لئے دو فعل جدا جدا ذکر کئے کہ میں آیا اور میرا لڑکا آیا، اگر ایک ہی فعل میں لفظ "اور" کے ساتھ جمع کرتا ہرگز معیت مفہوم نہ ہوتی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وجاء فرعون ومن قبلہ والمؤتفکٰت بالخاطئۃ[3]

فرعون آیا اور اس سے پہلے والے اور گناہ کا ارتکاب کرنے والے۔(ت)

ایک کلمۂ جاء میں سب کو جمع فرمایا یہاں اس بیان کی کیا ضرورت کہ فرعون و قومِ لوط میں تقریباً دو ہزار برس کا فاصلہ تھا کہ خود من قبلہ فرعون پر واو کے ساتھ معطوف ہے قبلیت و معیت کیونکر جمع ہوئیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۳۳۸)

(۱۵) وقت کے جزء قلیل و کثیر کو پورا وقت کہنا جائز ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

الحج اشھر معلومٰت[4] زمانۂ حج چند ماہ معلوم ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۱

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۲۱

[3] 〃 〃 ۶۹/ ۹

[4] 〃 〃 ۲/ ۱۹۷

اشھر بصیغہ جمع فرمایا جس کا اقل تین ہے حالانکہ وہ صرف یکم شوال سے دہم ذی الحجہ تک ۲ دو مہینے دس دن، اور امام شافعی کے نزدیک نہم تک ۲ دو مہینے ۹ نو دن ہیں۔ ردالمحتار میں علامہ مصطفٰی رحمتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کے حاشیہ درمختار سے ہے:

اطلاق اشھر فی قولہ تعالٰی الحج اشھر معلومٰت علی شھرین و بعض الثالث[1]

اشھر جمع کا اطلاق اللہ تعالٰی کے قول "اشھر معلومات" میں ۲ دو ماہ اور ایک ماہ کے کچھ حصے پر کیا گیا ہے۔ (ت)

جب ۲ دو مہینے نو دن کو ۳ تین مہینے کہنا جائز ٹھہرا تو سات مہینے نو دن کو آٹھ مہینے کہنے میں کیا گناہ ہوا، ہاں اگر محمد حسن خاں قید لگاتا کہ پورے آٹھ مہینے ہوئے یا بے کم وبیش یا کامل، تو ضرور اعتراض کا محل تھا۔ معالم التنزیل میں ہے:

شوال وذوالقعدۃ وتسع من ذی الحجۃ وانما قال اشھر بلفظ الجمع لان العرب تسمی الوقت تاما بقلیلہ وکثیرہ فیقول اتیتك یوم الخمیس وانما اتاہ فی ساعۃ منہ ویقولون زرتك العام وانما زارہ فی بعضہ[2] اھ مختصرا۔

شوال، ذوالقعدہ اور ۹ نو دن ذی الحجہ کے ہیں، اس کے باوجود اشھر جمع کا لفظ فرمایا، کیونکہ عرب لوگ کچھ وقت کا تمام وقت پر اطلاق کرتے ہیں، وہ کہتا ہے میں جمعرات کو تیرے پاس آیا حالانکہ آنا صرف ایک ساعت میں ہوا، یونہی کہتے ہیں میں نے اس سال تیری زیارت کی حالانکہ زیارت کچھ حصہ میں کی ہے اھ مختصراً (ت)۔

ولہذا جب احتمالِ مجاز رفع کرنا چاہا قرآن عظیم نے قیدِ کمال بڑھا کر تلك عشرۃ کاملۃ[3] (یہ دس کامل ہیں۔ ت) فرمایا، کشاف میں زیر قولہ تعالٰی حولین کاملین (دو سال کامل۔ ت) لکھا۔

---

[1] ردالمحتار باب الرضا دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۰۳

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/۱۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۲۳

[3] القرآن الکریم ۲/۱۹۶

توکید کقولہ تعالیٰ :

(تلك عشرة كاملة) لانه مما يتسامح فيه فتقول اقمت عند فلان حولين ولم تستكملهما[1]

یہ دس کامل ہیں کیونکہ یہ ان امور میں سے ہے جن میں تسامح سے کام لیا جاتا ہے، تو کہتا ہے میں نے فلاں کے پاس دو سال قیام کیا حالانکہ تُو نے پُورے دو سال نہ کیا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۳۴۹ و ۳۵۰)

(۱۶) ذکر و عدمِ ذکر میں اختلاف نہیں، اس سلسلہ میں فرمایا :

آیاتِ قرآنیہ سُنا چکے ہیں کہ ایک ہی قصّے کے بیان میں رب عزّ وجل نے ایک جگہ ایک بات ذکر فرمائی دوسری جگہ ترک فرمائی کیا معاذ اللہ اسے قرآن عظیم کا اختلاف قرار دیا جائے گا حالانکہ رب عزّ وجل فرماتا ہے :

افلا یتدبرون القراٰن ط ولو کان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلا فا کثیرا۝[2]

کیا قرآن میں تدبّر نہیں کرتے، اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں اختلاف کثیر پاتے۔ (ت)

اور اس کی تو لاکھوں مثالیں ملیں گی کہ بہت باتیں جو قرآن عظیم نے ذکر قصص میں ترک فرمائیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم وصحابہ کرام نے بیان فرمائیں، کیا یہ اللہ و رسول کا اختلافِ بیان ٹھہرے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۳۷۰، ۳۷۱)

(۱۷) ایک مسئلہ کے جواب سے قبل فریقینِ مقدمہ اور حکام کو حکمِ شرع کے سامنے گردن جھکانے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا :

اللّٰهم هداية الحق والصواب (یا اللہ! حق اور درستی عطا فرما۔ ت) قبل اس کے کہ ہم بتوفیقِ الٰہی یہاں حکمِ شرعی بیان کریں اتنی گزارش فریقین مقدمہ و حکام سب سے ضرور کہ معاملہ اہلِ اسلام کا ہے ریاست مسلمانوں کی ہے، ابتداءً ہی ہر فریق پر فرض تھا کہ حکمِ شرع پر گردن رکھتا حکام پر فرض تھا کہ شرع مطہر کے موافق فیصلہ کرتے،

قال اللّٰہ تعالیٰ فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۝[3]

---

[1] الکشاف للزمخشری تحت الآیۃ ۲/۲۳۳ مکتب الاعلام الاسلامی قم ایران ۱/۲۷۸

[2] القرآن الکریم ۴/۸۲ [3] القرآن الکریم ۴/۶۵

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اے نبی! تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنی باہمی نزاع میں تجھے حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تُو حکم فرمائے اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔

وقال تعالیٰ "الم تر الی الذین یزعمون انھم اٰمنوا بما انزل الیك و ما انزل من قبلك یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہٖ و یرید الشیطٰن ان یضلھم ضلٰلاً بعیدا" [۱]

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) کیا تُو نے انھیں نہ دیکھا جن کا دعوٰی ہے کہ وہ ایمان لائے قرآن مجید اور اگلی کتابوں پر، پھر یہ چاہتے ہیں کہ مخالفانِ خدا و رسول کی بات پر فیصلہ رکھیں حالانکہ انھیں تو ان سے منکر ہونے کا حکم تھا اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں دُور کی گمراہی میں ڈال دے۔

وقال تعالیٰ "یایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین" [۲]

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے آجاؤ یعنی ہر بات میں احکامِ اسلام ہی کی پیروی کرو اور شیطانی راہ کے پیچھے نہ جاؤ بیشک وہ تمھارا صریح دشمن ہے۔

وقال تعالیٰ "ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك ھم الفٰسقون" [۳] ۔ وقال تعالیٰ فاولٰئك ھم الظٰلمون [۴]"

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) جو شریعتِ مطہرہ کے مطابق حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) وہی لوگ ظالم ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۴۲۸، ۴۲۹)

(۱۸) شخص واحد مجہول العدالۃ کا بیان شرعاً معتبر نہیں، اس سلسلہ میں فرمایا:

کیا شرع میں کسی کا اقرار ایک شخص واحد مجہول العدالۃ کے بیان سے ثابت ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ "واشھدوا ذوی عدل منکم" [۵]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے میں سے دو عادل گواہ بناؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۴۳۵)

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۶۰ [۲] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸ [۳] القرآن الکریم ۵/ ۴۷
[۴] ؍؍ ۵/ ۴۵ [۵] ؍؍ ۶۵/ ۲

(۱۹) کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف شرعاً مقبول نہیں، اس سلسلہ میں فرمایا:

یہاں کی کچہریوں میں کفار کی گواہیاں مسلمانوں پر عموماً سُنی جاتی ہیں اور ان پر فیصلے ہوتے ہیں اور وہ دعوے مثبت ٹھہرائے جاتے ہیں اسے کون سے اصولِ شرع سے تطبیق دی جائے گی حالانکہ رب العزت جل وعلا فرماتا ہے:

لن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلاً[1]۔

اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۴۶۳)

(۲۰) مزید فرمایا:

حالانکہ شرع مطہر اسے حرام بتاتی ہے، فاسق کی نسبت تو ارشاد ہوا:

یٰایھا الذین اٰمنوا ان جاء کم فاسق بنبأٍ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نٰدمین[2]۔

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۴۶۳، ۴۶۴)

(۲۱) پنچایت نے فریقین سے چار چار ہزار روپے اس شرط پہ لئے کہ اگر ان میں سے کوئی ہمارا فیصلہ نہیں مانے گا تو اس کی رقم دوسرے کو دے دی جائے گی۔ اس کے بارے میں فرمایا:

(ا) اگر فیصلہ مطابقِ شرع ہو تو ہر فریق کو ماننا لازم ہے اور باطل و خلافِ شرع ہو تو کسی پر اس کی پابندی نہیں،

قال اللہ تعالٰی "ان الحکم الا للہ"[3]۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: حکم صرف اللہ تعالٰی کا ہے۔ (ت)

اور ماننے نہ ماننے پر کوئی خاص معاہدہ کر لیا ہو تو اس کی پابندی ضروری نہیں کہ ایک مہمل شرط ہے کوئی عقدِ شرعی نہیں۔

شرط اللہ احق و اوثق[4] قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱ [2] القرآن الکریم ۴۹/ ۶

[3] ؍؍ ۶/ ۵۷ و ۱۲/ ۴۰

[4] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۷

تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کی شرط کردہ زیادہ پختہ اور قوی حق ہے۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم (ت)

(۲) وہ شرط حرام باطل تھی اور وہ روپیہ ہر ایک کو اس کا واپس دینا فرض اور دوسرے کو دینا حرام،

قال اللہ تعالیٰ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کے مال کو باطل طور پر مت کھاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۴۶۷، ۴۶۸)

(۲۲) تشریع مشاورت کی حکمت کے بارے میں فرمایا:

علماء نے تشریع مشورہ ونزول کریمہ وشاورھم فی الامر[2] کی ایک مصلحت یہ بھی لکھی ہے[ع] معالم میں ہے:

قال قتادۃ ومقاتل فان سادات العرب کانوا اذا لم یشاور فی الامر شق ذٰلک علیھم فامر اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یشاورھم فان ذٰلک اعطف لھم واذھب لاضغانھم واطیب لنفوسھم[3]

حضرت قتادہ اور مقاتل نے فرمایا: عرب سرداروں سے جب مشورہ نہ ہوا تو ان پر یہ بات گراں گزری اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ان سے مشورہ کا حکم فرمایا کیونکہ اس سے ان پر شفقت کا اظہار اور ان کے دل کی خلش دور، اور ان کے نفوس مطمئن ہونے کا سامان ہوگا۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ابتداءً ترکِ مشورہ وہ ایحاش نہیں جو بعد مشورہ رائے اکثر پہ عمل نہ کرنے میں ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ع۔۵ اصل کی عبارت پڑھی نہ جا سکی پھر بھی مطلب میں خلل نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

[2] " " ۳/ ۱۵۹

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳/ ۱۵۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۸۷

بشّروا و لا تنفّروا۔[1]

خوشخبری دو اور نفرت پیدا نہ کرو۔(ت)

ہاں اگر خلاف میں کوئی مصلحت اس مصلحت سے اعظم اور اس کے ترک میں کوئی مفسدہ اس مفسدہ سے اشد ہو تو من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما[2] (جو دو مصیبتوں میں مبتلا ہو تو آسان کو اپنائے۔ت) پر عمل کرے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۰۰)

(۲۳) ولایت عرفیہ وشرعیہ میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مقدمہ اولٰی حقیقت امر یہ ہے کہ ولایت مجبرہ کی تعریف ہے:

تنفیذ القول علٰی غیرہ شاء او ابی۔

دوسرے پر اپنا قول نافذ کرنا وہ مانے یا نہ مانے۔(ت)

دو قسم ہے:

۱ عرفیہ دنیویہ کہ بادشاہ کو رعایا حکام کو محکومین پر ہوتی ہے اسی کے سبب سلاطین کو والیانِ ملک کہا جاتا ہے۔

اور ۲ شرعیہ دینیہ کہ حقیقۃً اللہ عزوجل پھر اس کی عطا سے اس کے رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہے وبس، جس کی حقیقت ذاتیہ کا بیان اس آیہ کریمہ میں ہے:

مالھم من دونہ من ولی۔[3]

اللہ تعالٰی کے سوا ان کا کوئی ولی نہیں۔(ت)

اور حقیقت عطائیہ کا بیان اس آیہ کریمہ میں:

النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم۔[4]

نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔(ت)

---

[1] صحیح مسلم — کتاب الجہاد — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۲/ ۸۲
صحیح البخاری — کتاب العلم — 〃 〃 — ۱/ ۱۶

[2] الاسرار المرفوعۃ — حدیث ۸۵۲ — دار الکتب العلمیۃ بیروت — ص ۲۱۵

[3] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۶

[4] 〃 ۳۳/ ۶

اور دونوں کا جمع اس آیۂ کریمہ میں :

وماکان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ط ومن یعص الله ورسوله فقد ضل ضلٰلا مبینا [1]

مومن مرد یا عورت کسی کو اپنا اختیار نہیں ہے جب اللہ تعالٰی اور اس کا رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی معاملہ کا فیصلہ فرما دیں، اور جو اللہ تعالٰے اور اس کے رسول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی کا مرتکب ہوگا۔ (ت)

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تشریح و تفویض و انابت سے اُسے ہے جسے انہوں نے جتنی بات میں اپنی ولایت اصلیہ سے اختیار ظلی عطا فرمایا، ماذون مطلق کو مطلق اور ماذون امر خاص کو اس امر خاص میں، جس کا بیان آیۂ کریمہ الذی بیدہ عقدة النکاح [2] (وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ ت) اور کریمۂ واسمعوا واطیعوا [3] (سنو اور اطاعت کرو۔ ت) میں ہے اور ان انواع ثلٰثہ یعنی ذاتیہ و عطائیہ و ظلیہ کا اجتماع اس کریمہ میں اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم [4] (اللہ تعالٰے کی اطاعت کرو اور اس کے رسول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور اولی الامر کی۔ ت)۔

اقول یہی سر ہے کہ نوعِ دوم پر اطیعوا مکرر آیا کہ ذاتیہ و عطائیہ دو حقیقتیں ہیں اور اور نوع سوم کو اسی اطیعوا دوم کے نیچے مندرج فرمایا کہ ظل، اصل سے جُدا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۱۹، ۵۲۰)

(۲۴) مبحث مذکور میں مزید فرمایا :

مقدمۂ چہارم : شریعتِ مطہرہ اسلامیہ علٰی صاحبہا وآلہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ نے ولایت عرفیہ کو جس سے آدمی والیِ ملک اور حاکم و بادشاہِ وقت ہو جاتا ہے اور رعایا کو اس کی پابندی لازم ہوتی ہے اس کے حال پر چھوڑا ہے، اسے مسلم نامسلم کسی سے خاص نہ فرمایا جس طرح وہ عرف میں کسی سے خاص نہیں اس لئے کہ وُہ زیرِ اثر احکامِ تکوینیہ ہے جسے خدا دے اسے ملے اور شریعت کی بحث صرف احکامِ تشریعیہ سے ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۶
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۷
[3] " ۶۴/ ۱۶
[4] " ۴/ ۵۹

قال اللہ تعالیٰ "قل اللھم ملك الملك تؤتی الملك من تشاء و تنزع الملك ممن تشاء[1]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ فرما دیجئے اے ملک کے مالک! تُو جسے چاہے ملک عطا فرمائے اور جس سے چاہے واپس لے لے۔ (ت)

اس من تشاء میں کوئی خصوصیت اسلام کی نہیں، ولہذا قرآن مجید نے زمانۂ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بادشاہِ مصر کو جا بجا بلفظِ ملك تعبیر فرمایا،

وقال الملك انی اریٰ[2]، وقال الملك ائتونی بہ[3]، ماکان لیاخذ اخاہ فی دین الملك[4]۔

بادشاہ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں، بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ، بادشاہ کے دین میں بھائی کو پکڑنا جائز نہیں تھا۔ (ت)

اور وہ غلط تعبیر سے پاک و منزّہ ہے، یوں ہی حضرت بلقیس کو ان کے اسلام سے پہلے قولِ ہُدہُد میں بلفظ انی وجدت امرأۃ تملکھم[5] (میں نے ایک عورت کو ان کا بادشاہ پایا۔ ت) ذکر فرمایا اور وُہ تقریر علی الغلط سے طاہر و مبرّا ہے، تو ثابت ہُوا کہ بادشاہ اگرچہ نامسلم ہو ضرور والیِ ملک اور ولایت قسم اول رکھتا ہے، مگر مسلمان پر ولایت قسم دوم دینیہ شرعیہ جس سے مسلمان کے حق میں حکم غیر موجود شرعی مذہبًا موجود ہو جائے، اور دینی حیثیت سے آخرت میں اس کے کام آئے صرف مسلمان کے ساتھ خاص فرمائی ہے اور کلمۂ حصر و تصریح نفی دونوں طور پر اسے صاف فرما دیا ہے کہ کسی کو مجالِ تاویل و ابدائے احتمال نہ رہے اول اس آیۂ کریمہ میں انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا[6] (تمہارا ولی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے۔ ت) اور اس آیۂ کریمہ میں ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا[7] (اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر ہرگز اختیار نہ دے گا۔ ت) یہاں قطعًا وہی سبیل دینی شرعی مراد ہے کہ سبیل دنیوی کا انتفاع خلافِ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۲۶
[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۳
[3] " ۱۲/ ۵۰ و ۵۴
[4] " ۱۲/ ۷۶
[5] " ۲۷/ ۲۳
[6] " ۵/ ۵۵
[7] " ۴/ ۱۴۱

مشاہدہ واشہاد ہے، قرآن عظیم اس معنی کی آیات سے مشحون ہے۔ حلبی علی الدر پھر شامی میں ہے:

الکافر لایلی ولدہ المسلم لقولہ تعالٰی ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا۔[1]

کافر اپنے مسلم بیٹے کا ولی نہیں کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اللہ تعالٰی کافروں کو مومنوں پر ہرگز اختیار نہ دے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۲۴، ۵۲۵)

(۲۵) اسی بحث میں مزید فرمایا:

محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ حکم دیا کہ مسلمان اپنی ایسی دینی حاجتوں کے لئے اپنی تراضی سے ان امور کا قاضی شرع مقرر کرلیں، اور ایک لفظ یہ فرمایا کہ کوئی مسلمان والی تلاش کریں کہ وہ قضائے شرعی کا افادہ کرے اس صورت دوم کا وجوب تو یہاں حسب نص قرآن عظیم ساقط ہے،

قال اللہ تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[2]، وقال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اپنی استطاعت کے مطابق اللہ سے ڈرو۔ اور فرمایا: اللہ تعالٰی صرف وسعت کے مطابق کسی کو تکلیف دیتا ہے۔ (ت)

بلکہ وجوب درکنار، یہاں اس کا جواز بھی نہ ہونا چاہئے کہ اس میں اثارت فتنہ ہے اور فتنہ جائز نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۴۸، ۵۴۹)

(۲۶) مزید فرمایا:

بفرض باطل اگر یہ دو عام ہوتیں ہرگز تام نہ ہوتیں کہ کلام تو قاضی نامسلم میں ہے ان دو نے اگر بفرض غلط بادشاہ نامسلم سے تقلد قضائے شرعی مسلم کے لئے مطلقاً جائز رکھا تو نامسلم کے لئے جواز کیونکر ہوگیا، کیا قاضی مسلم و نامسلم کا شرعاً ایک حکم ہے،

قال اللہ تعالٰی "افنجعل المسلمین کالمجرمین ۝ ما لکم

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۲
[2] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۶
[3] " " ۲/ ۲۸۶

کیف تحکمون [1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کر دیں، تمھیں کیا ہوا کیسا فیصلہ کرتے ہو۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۵۰)

(۲۷) غلط فتوٰی جاری کرنے والے اور تصدیق کرنے والے حضرات کو پند و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

بست وہشتم: مفتی و مصدقین و مستفتی و اہل معاملہ سب صاحبوں سے خیر خواہانہ معروض۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

فبشر عبادۙ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ط اولٰئک الذین ھدٰھم اللہ و اولٰئک ھم اولوا الالباب [2]

اے نبی! خوشی کی خبر دے میرے بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر بہتر کی پیروی کریں وہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور وہی عقلمند ہیں۔

اور فرماتا ہے:

والذین اذا فعلوا فاحشۃ اوظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللہ قف ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون ٥ اولٰئک جزاؤھم مغفرۃ من ربھم وجنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ط ونعم اجر العٰملین ٥ [3]

اور جنت ان کے لئے تیار کی گئی ہے کہ جب کوئی بدی یا گناہ کر بیٹھیں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اور اللہ کے سوا کون گناہ بخشے اور اپنے کئے پر دانستہ ہٹ نہ کریں ان کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے معافی ہے اور باغ جن کے نیچے نہریں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور کام والوں کا کیا اچھا نیگ۔

ابوداؤد، ترمذی نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۵ و ۳۶

[2] " ۳۹/ ۱۷، ۱۸

[3] " ۳/ ۱۳۵، ۱۳۶

علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما اصر من استغفر[1] جس نے معافی مانگ لی اس نے ہٹ نہ کی۔

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

ان الحق قدیم ولا یبطل الحق شیئ و مراجعۃ الحق خیر من التمادی فی الباطل رواہ الدار قطنی والبیہقی[2] وابن عساکر عن ابی العوام البصری۔

بیشک حق قدیم ہے حق کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی حق کی طرف رجوع باطل پر قائم رہنے سے بہتر ہے (اس کو دارقطنی، بیہقی اور ابن عساکر نے ابو العوام البصری سے روایت کیا ہے۔ ت)

یہ فرمان امیر المومنین نے اپنے قاضی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارسال فرمایا۔

خوشی و شادمانی ہے انھیں جو سُنیں اور گردن رکھیں انسان سے خطا مستبعد نہیں مگر خیر الخطائین التوابون خطاکار کی خیر اس میں ہے کہ توبہ کرے رواہ احمد والترمذی[3] و ابن ماجۃ والحاکم وصححہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اس کو احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح کہہ کر انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ ت) حق کی طرف رجوع سے عار وسوسۂ ابلیس ہے اس کا ساتھ بہتر یا اس کے ارشاد کی اطاعت جو قرآن مجید میں فرماچکا کہ خطا پر اصرار نہ کیا تو میں نے تمہارے لئے جنت تیار کر رکھی ہے، شیطان سمجھاتا ہے کہ رجوع کی تو علم و عقل کو بٹّا لگے گا۔ دشمن جھوٹا ہے اور اللہ سچّا کہ اچھی بات سُن کر ماننے والے ہی ہدایت پر ہیں اور وہی عقل والے ہیں اللہ توفیق دے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۶۲، ۵۶۳)

(۲۸) مزید فرمایا :

مفتی و مصدقین پر فرض ہے کہ جس طرح اپنے غلط فتوے سے یہ آتشِ دوزخ کا ٹکڑا ورثہ کو دلایا یونہی اپنی صحیح ولوجہ اللہ کوششوں سے انھیں اس سے بچانے کی فکر کریں ورنہ انما علیک اثم الاریسیین (کاشتکاروں کا گناہ تجھی پر ہے۔ ت) اللہ واحد قہار سے ڈریں اور ولیحملن اثقالھم واثقالا

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات احادیث شتی من ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۵

[2] سنن الدارقطنی کتاب عمر الی ابی موسٰی الاشعری حدیث ۴۳۹۱ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۴۴۹
السنن الکبرٰی للبیہقی باب لایحیل حکم القاضی علی المقضی لہ الخ دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۵۰

[3] جامع الترمذی ابواب صفۃ القیامۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۳

مع اثقالھم ولیسئلن یوم القیٰمۃ عمّا کانوا یفترون[1] (اور وُہ اپنا بوجھ اور اپنے بوجھ کے ساتھ مزید بوجھ اٹھائیں گے، اور ضرور ان سے قیامت کے روز ان کی افترا بازی پر سوال ہوگا۔ت) کی جانگزا آفت سے پرہیز کریں۔ یہ ضرور ہے کہ بہت ابنائے دنیا کو ملا ہوا مال چھوڑنا سخت دشوار بلکہ ناممکن ہوتا ہے مگر زمانہ اللہ کے ڈر والے بندوں سے خالی نہیں اور نصیحت نفع دیتی ہے وذکر فان الذکرٰی تنفع المؤمنین[2] (آپ یاددہانی کرائیں توبیشک یاددہانی مومنوں کو نفع دے گی۔ت) ابلیس کہ دشمن راہ خدا ہے دوسروں کے بتانے میں آپ کے باطل فتووں کا حیلہ سکھائے گا کہ اتنے مولوی حلال کر رہے ہیں عذاب ہے تو ان کی گردن پر، مگر جب آپ حضرات خود ہی خوفِ خدا کرکے حقِ حکم ان پر ظاہر کریں گے تو کیا عجب کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو حرام مال سے بچنے اور وقف خدا پر تصرف نہ کرنے کی توفیق بخشے اور جب وہ رئیس جاگیردار ہیں تو شاید اسی پر ان کا ذریعہ رزق منحصر نہ ہو اور ہو تو رزق اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے حرام کھانے سے فاقہ لاکھ جگہ بہتر ہے اور اس میں حکام کی کچھ مخالفت نہیں جس پر ڈگری ہو وہ مجبور کیا جاتا ہے جس کی ڈگری ہو اگر خدا سے ڈرے اور اس مال کو چھوڑ دے حکام کو ہرگز اس سے تعرض نہ ہوگا۔ کیا اچھا ہو کہ روزِ قیامت اللہ واحد وقہار کے حضور کھڑے ہونے سے ڈریں اور قلیل و ذلیل و فانی مال چھوڑ کر جلیل وجزیل وباقی ثواب لیں۔ بہرحال مفتی ومصدقین پر اپنے فرض سے ادا ہونا فرض ہے یہ محض خالص اسلامی عرض ہے۔ دیکھیں کون بندہ خدا سبقت کرتا اور رضائے الٰہی وثوابِ عقبٰی وثنائے دنیا کا مستحق ٹھہرتا ہے، اللہ عزوجل توفیق دے۔

فستذکرون ما اقول لکمؕ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد[3] وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

تو عنقریب یاد کروگے جو تمھیں کہہ رہا ہوں، میں اپنا معاملہ اللہ تعالٰی کے سپرد کرتا ہوں، تحقیق اللہ تعالٰی بندوں کو دیکھتا ہے۔ ہم کو اللہ تعالٰی کافی ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۶۵، ۵۶۶)

(۲۹) ہندو پنچایت نے فیصلہ دیا کہ مسلمان رحمت علی نہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے اور

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/ ۱۳

[2] " ۵۱/ ۵۵

[3] " ۴۰/ ۴۴

نہ ہی دوسری شادی کرسکتا ہے اور نان ونفقہ میں اپنی جائداد بیوی کو دے۔ اس پنچایت اور اس کے فیصلہ کے بارے میں فرمایا:

وہ فیصلہ محض مردود و باطل اور خلافِ شرع و ناقابلِ قبول ہے، اس کا کوئی اثر فریقین میں سے کسی پر نہیں پڑ سکتا، علاوہ بریں وہ پنچایت سرے سے مردود و باطل ہے،

کما فی الهداية والدر المختار والعالمگيرية وغيرها عامة الكتب قال الله تعالٰی "ولن يجعل الله للكفرين على المؤمنين سبيلا"[1]

جیساکہ ہدایہ، درمختار اور عالمگیریہ وغیرہا عام کتب میں ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہرگز کافروں کو مومنوں پر راہ نہ دے گا۔ (ت)

ہاں شرعاً رحمت علی خاں پر یہ فرض ہے کہ یا تو عورت کو اچھی طرح رکھے یا اچھی طرح طلاق دے دے،

قال تعالٰی "فامسكوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا ان کو بھلائی کے ساتھ جدا کردو (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۸۸، ۵۸۹)

(۳۰) بعض لوگوں نے خان محمد کو ولد الزنا قرار دے کر اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دی بعد ازاں اپنے بیان سے رجوع کرکے معافی مانگ لی، ان لوگوں کے بارے میں فرمایا:

ان لوگوں کا پہلا بیان جھوٹا اور سراسر جھوٹ ہے،

قال الله تعالٰی "فاذلم ياتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكذبون"[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب وہ گواہ پیش نہ کریں تو وہ اللہ تعالٰی کے ہاں جھوٹے ہیں (ت)

اور وہ اس بیان کے سبب ضرور حدِ قذف کے مستحق ہیں،

قال الله تعالٰی "فاجلدوهم ثمانين جلدة"[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو اسّی کوڑے مارو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱
[2] " ۶۵/ ۲
[3] " ۲۴/ ۱۳
[4] " ۲۴/ ۴

گواہی کا وُہ مردود ہونا کہ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابداً[1] (اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو۔ ت) اس حالت میں ہے کہ حدِ قذف لگ جائے یہاں نہیں ہوسکتا البتہ وہ مردود ہونا حاصل ہے جو جھوٹے کذاب کی گواہی کے لئے ہے جبکہ وہ بار بار یہ جھوٹ بک چکے ہوں ۔ عاجز آکر خان محمد نے پنچایت کی ہو یا اس کے سوا اور جھوٹوں کے ساتھ معروف و مشہور ہوں کہ جھوٹ ان کی عادت ہو تو کبھی ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اگرچہ توبہ کرلیں ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۶۲۳)

(۳۱) فعل کبھی مباشر اور کبھی آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے ، اس کی تائید میں فرمایا :

قال اللہ تعالیٰ "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی[2]"، فتح الامیر الحصن و لم یفتح ھو بل العسکر کل صحیح کما قد علم فی محلہ ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : جب آپ نے مارا آپ نے نہ مارا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ امیر نے قلعہ فتح کیا اس نے نہ کیا بلکہ لشکر نے فتح کیا ، یہ کلام ہر طرح صحیح ہے ، جیسا کہ وہ اپنے محل میں معلوم ہے (ت)

ایسے امور کا صاحبِ خانہ کی طرف نسبت کرنا شائع و ذائع ہے لانہ الاصل و عن رأیہ یصدر (کیونکہ صاحبِ خانہ اصل اور صاحب رائے ہے ۔ ت) ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۶۴۳ ، ۶۴۴)

(۳۲) عدمِ ذکر ذکرِ عدم نہیں ہوتا ۔ اس کی تائید میں فرمایا :

کلامِ غلام محی الدین خاں میں بگا کو ندا کی نفی بھی تو نہیں صرف عدمِ ذکر ہے وہ ذکرِ عدم کیونکر ہوا ۔ رب العزت جل وعلا نے سورۂ نمل میں فرمایا :

یٰموسٰی لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون[3]

اے موسٰی علیہ وعلٰی نبینا الصلوٰۃ والسلام ! مت خوف کرو میں وہ ذات ہوں کہ میرے ہاں رسولوں کو خوف نہیں ہوتا ۔ (ت)

اور سورۂ قصص میں ہے :

یٰموسٰی اقبل ولا تخف انک من الاٰمنین[4]

اے موسٰی علیہ السلام ! آگے بڑھو اور خوف نہ کرو آپ امن والوں میں سے ہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴
[2] القرآن الکریم ۸/ ۱۷
[3] " " ۲۷/ ۱۰
[4] " " ۲۸/ ۳۱

اور سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہوا :

قال خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولٰی [1]

فرمایا : اسے پکڑو اور خوف نہ کرو ہم اس کو عنقریب پہلی حالت پر پھیریں گے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۴۴۶)

(۳۲) ایک شخص نے دعوٰی کیا کہ یہ جائداد میری ہے پھر دعوٰی کیا کہ یہ وقف ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا :

ادعی انہ وکیل عن فلان بالخصومۃ فیہ ثم ادعاہ لنفسہ لایقبل لان ماھو لہ لا یضیفہ الٰی غیرہ، بخلاف ما اذا ادعاہ لنفسہ ثم ادعی انہ وکیل لفلان بالخصومۃ لعدم المنافاۃ فان الوکیل بالخصومۃ قد یضیف الٰی نفسہ یکون المطالبۃ لہ۔ [2]

کسی نے کہا کہ میں فلاں کی طرف سے اس معاملہ کی جواب دہی کا وکیل ہوں پھر اسی چیز کو اپنی ملکیت ہونے کا دعوٰی کرے تو یہ مقبول نہ ہوگا کیونکہ اپنی چیز کو دوسرے کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا، اس کے برعکس پہلے اپنی ملکیت کا دعوٰی کیا پھر بعد میں یہ دعوٰی کرے کہ اس چیز کی جواب دہی کے لئے میں فلاں کی طرف سے وکیل ہوں تو جائز ہوگا، اس صورت میں منافات نہیں ہے کیونکہ وکیل بالخصومۃ کبھی چیز کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کو مطالبے کا حق ہے (ت)۔

اسی میں ہے :

ادعی علیہ انہا لہ ثم ادعی انہا وقف علیہ یسمع لصحۃ الاضافۃ بالاخصیۃ انتفاعا۔ [3]

پہلے دعوٰی کیا کہ یہ میری ملکیت ہے، پھر دعوٰی کیا کہ یہ مجھ پر وقف کی گئی ہے تو دعوٰی مقبول اور قابلِ سماعت ہوگا کیونکہ اپنے لئے انتفاع کی خصوصیت کی بناء پر اپنی طرف منسوب کرسکتا ہے (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے :

ادعی المحدود لنفسہ ثم ادعی انہ وقف الصحیح من الجواب ان کان دعوی الوقفیۃ

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۲۱

[2] فتاوٰی بزازیہ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیۃ نوع فی التناقض نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۹

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۵/ ۳۱۸

بسبب التولیۃ یحتمل التوفیق لان فی العادۃ یضاف الیہ باعتبار ولایۃ التصرف والخصومۃ۔[1]

دعوٰی کیا یہ محدود جائداد میری ہے پھر دعوٰی کیا کہ یہ وقف ہے، تو صحیح جواب یہ ہے کہ اگر اس وقف کی تولیت کی وجہ سے اپنی طرف منسوب کیا تو دونوں دعووں میں موافقت ہوسکتی ہے کیونکہ عادۃً متولی کو تصرف اور خصومت کی ولایت ہوتی ہے اس کی بنا پر اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ (ت)

رب عزوجل فرماتا ہے:

ولا تؤتوا السفهاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیٰما۔[2]

اپنے وہ مال جن کا اللہ تعالٰی نے تمہیں منتظم بنایا ہے بے سمجھ لوگوں کو نہ دو۔ (ت)

امام سعید بن جبیر تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں:

ھو مال الیتیم یکون عندك یقول لا تؤتہ ایاہ وانفقہ علیہ حتی یبلغ وانما اضاف الی الاولیاء فقال اموالکم لانہم قوامہا ومدبروھا۔[3]

یہ یتیم کا مال ہے جو تیرے پاس ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ مال یتیم کو نہ دو اور اس پر خرچ کرو حتی کہ بالغ ہوجائے، اس مال کو اللہ تعالٰی نے اولیاء کی طرف اس لئے منسوب فرمایا کہ وہ اس کے نگران اور منتظم ہیں۔ (ت)

یہ تفسیر عکرمہ سے منقول کما فی المعالم وغیرھا (جیسا کہ معالم وغیرہ میں ہے۔ ت)

بلکہ رب العزت نے فرمایا:

ووجدك عائلا فاغنی۔[4]

اور آپ کو محتاج پایا تو اس نے غنی کردیا۔ (ت)

یہ مال اُم المؤمنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ہے جسے مولٰی تعالٰی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مال فرمایا کہ غنا بمال غیر نہیں۔ محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف والشہادۃ علیہ قلمی نسخہ ۱/ ۲۲۵

[2] القرآن الکریم ۴/ ۵

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۴/ ۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۱۱

[4] القرآن الکریم ۹۳/ ۸

قال اللہ تعالٰی ووجدك عائلا فاغنٰی ٥ ای بمال خدیجۃ و انما کان منہا ادخالہ علیہ الصلٰوۃ والسلام فی المنفعۃ علی وجہ الاباحۃ والتملیك احیانا۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا آپ کو اس نے محتاج پایا تو اس نے غنی کر دیا یعنی حضرت خدیجہ کے مال سے، اور اس لئے کہ آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی طرف سے ان کے مال میں دخل اختیار تھا، یہ اختیار آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے مباح اور کبھی ملک کے طور پر تھا (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۶۸۸ تا ۶۹۰)

(۳۴) آیتِ کریمہ میں بین احد من رسلہ کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لا نفرق بین احد من رسلہ[2] ای بین احد و احد۔

ہم رسولوں میں سے کسی ایک کا فرق نہیں کرتے یعنی اللہ تعالٰی کے رسولوں میں ہر ایک ایک میں فرق نہیں کرتے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۷۱۴، ص ۷۱۴)

فتاوٰی رضویّہ جلد ۱۹

(۱) بے تراضی جائداد کو قرضہ کے عوض میں لینا ظلم ہے۔ چنانچہ فرمایا:

بطور خود اخذ عین بعوض دین، تجارت بے تراضی ہے کہ بنصِ قطعی قرآنِ عظیم ممنوع و ناجائز،

یایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[3]

(ہمارے رب تعالٰی نے فرمایا:) اے ایمان والو! آپس کے مال کو ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ رضامندی پر مبنی تجارت ہو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۱۰۰، ۱۰۱)

---

[1] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ باب من یجوز دفع الصدقۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۰۹

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

[3] " ۴/ ۲۹

(۲) عاریت میں رجوع کے بارے میں فرمایا :

وارثانِ معیر کو بلاشبہہ عاریت میں رجوع کا اختیار ہے اور وارثانِ مستعیر پر واپس دینا فرض ہے جبکہ عاریت ثابت ہے۔

قال اللہ تعالٰی اِنّ اللہ تعالٰی یامرکم ان تؤدوا الامانات الٰی اھلھا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اللہ تعالٰی حکم فرماتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے سپرد کردو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۱۱۱)

(۳) زید نے کچھ زیورات عاریتاً لئے جو گم ہو گئے اب وہ بخوشی نیا زیور بنا کر دینا چاہتا ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا :

جبکہ وہ زیور بغیر اس شخص کی تقصیر کے گم ہو گئے تو اس کے بدلے میں اس سے کچھ لینا ہی ناجائز و تاوان ہے اور ناجائز بات میں کسی کی خوشی و ناخوشی کو دخل نہیں، بہت لوگ سود بخوشی دیتے ہیں پھر کیا اس کا لینا حلال ہو جائے گا،

اتاخذونہ بھتانا واثما مبینا[2] لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[3]

کیا جھوٹ اور گناہ سے مال لیتے ہو۔ آپس کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ (ت)

لہذا علماء فرماتے ہیں اگر باہم شرط قرار پائی ہو کہ جاتا رہے تو تاوان دیں گے تو یہ شرط بھی مردود و باطل ہے، درمختار میں ہے :

لاتضمن بالھلاک من غیر تعدّ وشرط الضمان باطل[4]

تعدی کے بغیر ہلاکت پر ضامن نہ ہوں گے اور ضمان کی شرط باطل ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۱۵۶)

(۴) اپنی زندگی میں اولاد کو ہبہ کرنے والے کے بارے میں فرمایا :

صورتِ مستفسرہ میں مذہب مفتیٰ بہ پر افضل یہی ہے کہ بیٹوں بیٹیوں سب کو برابر دے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۸

[2] " ۴/ ۲۰

[3] " ۲/ ۱۸۸

[4] درمختار کتاب العاریۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۶

یہی قول امام ابو یوسف کا ہے۔ اور للذکر مثل حظ الانثیین[1] (مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔ ت) دینا بھی جیساکہ قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے ممنوع و ناجائز نہیں اگرچہ ترک اولیٰ ہے۔ ردالمحتار میں علامہ خیرالدین رملی سے ہے:

الفتوی علی قول ابی یوسف من ان التنصیف بین الذکر والانثی افضل من التثلیث الذی ھو قول محمد[2]

فتوٰی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے کہ مرد اور عورت کو نصف نصف دینا، مرد کو دو اور عورت کو ایک، تین حصے بنانے سے بہتر ہے، اور یہ تین حصے امام محمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۲۳۱)

(۵) فقیر باپ نابالغ اولاد کے مال سے بقدر کفایت کھا سکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اور زید کہ اب فقیر ہو گیا وہ بھی بقدرِ کفایت اپنا کھانا پہننا اس سے کر سکے گا،

قال تعالیٰ "من کان غنیا فلیستعفف و من کان فقیرا فلیأکل بالمعروف"[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو حاجتمند ہو وہ بقدرِ مناسب کھائے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۳۳۶)

(۶) متبنّٰی کے بارے میں فرمایا:

شریعت میں متبنّٰی کوئی چیز نہیں،

قال اللہ تعالیٰ "وما جعل ادعیاءکم ابناءکم"[4]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے نہ بنا دیا (ت)

وقال تعالیٰ "لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیاءھم"[5]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تاکہ مومنین پر ان کے لئے پالکوں کی بیویوں میں کچھ حرج نہ رہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۳۵۵)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱

[2] ردالمحتار کتاب الھبۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۳

[3] القرآن الکریم ۴/ ۶ [4] القرآن الکریم ۳۳/ ۴

[5] 〃 ۳۳/ ۳۷

(۷) ایک تنگدست معلمِ قرآن کو اس کے مطالبے کے بغیر طلبہ کچھ پیسے دے دیتے ہیں اس پر ایک غیر مقلد شخص نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ پیسے لینا ہر طرح حرام ہے چاہے طلبہ بطور اجرت دیں یا بطور للہ، اس کے بارے میں حکم شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

معترض کا اعتراض محض بیجا ہے اور اس کا یہ کہنا کہ للہ سمجھ کر دیتے ہیں جب بھی حرام ہے، شریعتِ مطہرہ پر کھلا ہوا افتراء ہے اگر پڑھنے والوں نے اتنے تنگدست استاد کی لوجہ اللہ خدمت کی کیا گناہ ہوا، اور استاد کو اس کا لینا کیونکر حرام ٹھہرا، یہ محض جہالت و تعصب ہے۔ اللہ جل وعلا فرماتا ہے:

لاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون [1]

اپنی زبانوں پر جاری جھوٹ والا قول نہ کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالٰی پر جھوٹ افتراء بناؤ، بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ افتراء بناتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

اور اس سے بڑھ کر اس کا جہل مرکب یہ ہے کہ مسائلِ شرع سے انکار رکھتا ہے، سبحان اللہ جہالت کی یہ حالت اور فقہاء سے نفرت، بیشک ایسے ہی لوگ حدیث سے احکام سمجھنے کے قابل ہیں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون ○ خیر اگر وہ حدیث ہی مانگیں تو خاص صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان احق ما اخذتم علیہ اجرًا کتاب اللہ [2]

یعنی قرآن مجید سب چیزوں سے زیادہ اس لائق ہے کہ تم اس پر اُجرت لو۔

امام علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ تیسیر شرح جامع صغیر حدیثی میں اس حدیث کی شرح لکھتے ہیں:

فاخذ الاجرۃ علی تعلیمہ جائز الخ [3]

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن پڑھانے پر اُجرت لینا جائز ہے الخ (ت)

معترض پر فرض ہے کہ ان جہالتوں سے باز آئے اور مسائلِ شرع میں بے علم و فہم زبان کھولنے سے توبہ کرے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۲۱، ۴۲۲)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب الشرط فی الرقیۃ بقطیع من الغنم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۴

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی تحت حدیث ان احق ما اخذ علیہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۰۹

(۸) سنی حنفی عالمِ دین مبلغ دین کی خدمت و معاونت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اس کی جو خدمت ہو سکے صلاح و فلاحِ دارین و رضائے رب المشرقین و خوشنودیِ سید الکونین ہے جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم۔

قال تعالٰی "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر" الآیۃ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: لوگوں کے لئے تمھیں بہترین اُمت ہونے کی حیثیت سے ظاہر کیا، تم بھلائی کا حکم کرتے اور بُرائی سے روکتے ہو۔ الآیۃ۔ (ت)

اور جبکہ حسبِ اظہارِ سوال اُس کی نیت خالص لوجہ اللہ ہے، اور ہرگز نہ کسی سے سوال کرتا نہ طمع رکھتا ہے بلکہ مسلمان بطورِ خود علماء کی اعانت اور اپنی سعادت کی نیت سے خدمت کرتے ہیں، تو (بشرطیکہ یہ مال جو اسے دیا جائے بعینہٖ وجہ حرام سے نہ ہو) بلا شبہہ اس کا لینا جائز، اور وہ اس کے لئے حلال و طیّب۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۳۳، ۴۳۴)

(۹) فاسقوں اور فاجروں کو مکان کرایہ پر دینے سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

باقی دیانۃً اس میں شک نہیں کہ جس کی سکونت سے مسلمانوں کے عقائد یا اعمال میں فتنہ و ضلال کا اندیشہ و خیال ہو اسے جگہ دینا معاذ اللہ مسلمانوں کو فتنہ پر پیش کرنا ہے، تو یحبون ان تشیع الفاحشۃ[2] (وہ چاہتے ہیں کہ فحاشی پھیلے۔ ت) حقیقۃً نہ سہی اس کی طرف منجر ہے، و انما الدین النصح لکل مسلم[3] دین تو یہی ہے کہ سب مسلمانوں کی خیر خواہی کیجئے۔ و باللہ التوفیق۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۴۲)

(۱۰) مرتکبِ معصیت کو مکان کرایہ پر دینے کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جائز ہے اگرچہ معصیت کا خوف نہیں بلکہ صراحۃً معصیت کرتا ہے، یہ اپنی جائز نیت سے کرایہ پر دے، اس کی معصیت کا وبال اُس پر ہے، عمرو پر کوئی مواخذہ نہیں لتخلل فعل فاعل مختار (فاعل مختار کا فعل درمیان میں آنے کی وجہ سے۔ ت)

قال اللہ تعالٰی "لا تزر وازرۃ وزر اخری"[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائیگی۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۴۶)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۰ [2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۹

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان ۱/ ۱۳ و کتاب الشروط ۱/ ۳۷۵ قدیمی کتب خانہ کراچی

صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحۃ " " " ۱/ ۵۴، ۵۵

[4] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

(۱۱) اجارۂ تدریس مطلقاً مہینہ کے نام سے مقرر ہوا، کون سے مہینہ مراد ہوگا، نیز اجرت پر تفسیر و حدیث پڑھانے والے استاذ کی تعظیم اُجرت دینے والے طلبہ پر لازم ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہُوئے فرمایا:

قال اللہ تعالٰی عزوجل "یسئلونك عن الاھلۃ ط قل ھی مواقیت للناس والحج"[1]

اے نبی! یہ تجھ سے پُوچھتے ہیں نئے چاندوں کا حال، تو فرما وہ وقت ٹھہرائے ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے واسطے۔

آیۂ کریمہ شاہد ہے کہ اہلِ اسلام کے نہ صرف عبادات بلکہ معاملات میں بھی یہی قمری مہینے معتبر ہیں۔ مدارک شریف میں ہے:

مواقیت للناس والحج ای معالم یوقّت بھا الناس مزارعھم ومتاجرھم ومحال دیونھم وصومھم وفطرھم وعدۃ نسائھم وایام حیضھن ومدۃ حملھن وغیر ذٰلك ومعالم للحج یعرف بھا وقتہ[2]

مواقیت للناس والحج یعنی علامات جن سے لوگ اپنی مزارعت، اجارہ، قرض اور دیون کی ادائیگی، روزہ، افطار، عورتوں کی عدّت، حیض کے ایام اور حمل کی مدت وغیرہ کا وقت معلوم کریں گے اور حج کی علامات جن سے لوگ اس کا وقت پہچان سکیں گے۔ (ت)

عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی حاشیہ خفاجی علی البیضاوی میں ہے:

اجیبوا ببیان الغرض من ھذا الاختلاف من بیان مواقیت العبادات والمعاملات[3]۔

صحابہ کو چاند کے بڑھنے اور گھٹنے کی غرض سے جواب بیان فرمایا کہ عبادات اور معاملات کے مقرر اوقات کا بیان ہے (ت)

وقال تبارك وتعالٰی "ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم"[4]

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۹

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲/ ۱۸۹ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۹۷

[3] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۴۷

[4] القرآن الکریم ۹/ ۳۶

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک گنتی مہینوں کی اللہ کے نزدیک بارہ[۱۲] مہینے ہیں کتاب اللہ میں جس دن سے اس نے بنائے آسمان اور زمین، ان میں سے چار ماہ حرام ہیں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب)۔

یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک یہی بارہ[۱۲] مہینے قمری ہلالی عربی معتبر ہیں کہ چار ماہ حرام انھیں مہینوں میں ہیں، تو اہلِ اسلام کو انھیں کا اعتبار چاہئے کہ شرع مطہرہ کے سب احکام عبادات و معاملات انھیں پر مبنی ہیں، معالم میں ہے:

المراد منہ الشھور الھلالیۃ وھی الشھور التی یعتد بھا المسلمون فی صیامھم وحجھم واعیادھم وسائر امورھم[۱]۔

اس سے مراد قمری مہینے ہیں اور ان مہینوں کے ذریعہ مسلمان اپنے روزوں، حج، عیدوں اور تمام امور کا حساب لگاتے ہیں (ت)

تفسیر نسفی میں ہے:

المراد بیان ان احکام الشرع تبتنی علی الشھور القمریۃ المحسوبۃ بالاھلۃ دون الشمسیۃ[۲]۔

مراد یہ ہے کہ شرعی احکام قمری مہینوں پر مبنی ہیں جو چاند کے حساب سے ہوتے ہیں شمسی مہینوں پر نہیں (ت)

ولہذا بحمد اللہ اب تک عامۂ مسلمین اپنے عامہ امور میں انھیں شہور کو جانتے، انھیں پر مدار کار رکھتے ہیں کہ ان کے رب کے نزدیک مہینے یہی ہیں بلکہ حقیقۃً مہینہ کا لفظ انھیں پر صادق، مہینہ منسوب بماہ ہے، شہر شمسی مہینہ نہیں، مہرینہ ہے۔ بلکہ تفسیر کبیر میں زیر کریمۂ ثانیہ ہے:

اللہ تعالٰی امرھم من وقت ابراھیم واسمٰعیل علیھما الصلٰوۃ والسلام ببناء الامر علی رعایۃ السنۃ القمریۃ فھم ترکوا امر اللہ تعالٰی فی رعایۃ السنۃ القمریۃ واعتبروا السنۃ الشمسیۃ لمصالح الدنیا[۳]۔

---

[۱] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹/۳۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۴۴

[۲] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) 〃 〃 〃 〃 〃 دار الکتاب العربی بیروت ۲/۱۲۵

[۳] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) 〃 ۹/۳۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۶/۴۶

اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے قمری سال پر اپنے امور کی بناء کا حکم دیا تو انھوں نے قمری سال کی رعایت سے متعلق حکمِ باری تعالیٰ کو ترک کرکے اپنے مصالح کی بناء شمسی سال پر کر لی۔ (ت)

بلکہ اسی میں ہے:

قال اھل العلم الواجب علی المسلمین بحکم ھذہ الاٰیۃ ان یعتبروا فی بیوعھم ومدد دیونھم واحوال زکاتھم وسائر احکامھم السنۃ العربیۃ بالاھلۃ ولایجوز لھم اعتبار السنۃ العجمیۃ والرومیۃ اھ[1]۔

اہلِ علم نے فرمایا اس آیۂ کریمہ کے حکم پر مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے کاروبار اور لین دین، زکوٰۃ اور تمام احکام میں عربی قمری سال کا اعتبار کریں اور ان کو عجمی اور رومی شمسی سال کا اعتبار جائز نہیں اھ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۴۷ تا ۴۴۹)

(۱۲) سب رجسٹراری کی نوکری سے متعلق عربی میں ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

نعم ھی حرام شرعا، والحال ماوصف فانھا احدی الشھادات علی تلک الصکوک بل اعظمھا فی القانون الرائج حیث لایقبل کثیر من الصکوک الابھا، فکان القائم بھا معینا فی ثبوت الربا الحرام شرعا، وقد قال تعالٰی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان[2]، ثم ھو ینسخ الصک ویحفظ نسختہ فی قمطرہ، فکان احد الکاتبین بل الکاتب الاعظم کما مر۔

ہاں یہ شرعاً حرام ہے جبکہ صورت وہی ہو جو ذکر کی ہے، کیونکہ یہ عہدہ ان سُودی چیکوں و رسیدوں پر بڑی شہادت ہے، بلکہ رائج قانون میں کوئی بھی رسید و چیک وغیرہ اس عہدہ کی شہادت کے بغیر قبول نہیں کئے جاتے تو اس عہدہ پر قائم شخص شرعی طور پر سُودی اور حرام معاملات پر معاون ہوتا ہے، اور بیشک اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: گناہ اور زیادتی پر باہمی تعاون نہ کرو، پھر یہ عہدیدار ان چیکوں کو لکھتا اور اپنے محافظ خانہ میں اس کی تحریر کو محفوظ کرتا ہے تو بھی ایک کاتب بلکہ بڑا کاتب ہے، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۷۵، ۴۷۶)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹/۳۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۶/۴۳

[2] القرآن الکریم ۵/۲

(۱۳) قرآن خوانی اور مولود خوانی پر اُجرت بلا طلب دینے اور لینے کے بارے میں فرمایا:

پس اگر قرار داد کچھ نہ ہو، نہ وہاں لین دین معہود ہوتا ہو تو بعد کو بطورِ صلہ وحُسنِ سلوک کچھ دے دینا جائز بلکہ حسن ہوتا ہے،

هل جزاء الاحسان الا الاحسان[1] ۝ والله یحب المحسنین[2] ۝

احسان کی جزا صرف احسان ہے، اور اللہ تعالٰی احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۸۷)

(۱۴) وکیلوں کے محرر کے بارے میں فرمایا:

وکلاء کے یہاں کی محرری میں کچھ خیر نہیں، سُودی معاملہ کے سوا اُن کے یہاں اور معاملات بھی اکثر خلافِ شرع مطہر ہوتے ہیں، اکثر دعاوی باطل ہوتے ہیں جن کو وہ حق کرنا چاہتے ہیں، جو حق ہوتے ہیں انھیں بھی باطل کی آمیزش بغیر اپنے لئے سرسبزی نہیں جانتے۔ غرض ان کے معاملات ناحق سے شاذ و نادر ہی شاید خالی ہوتے ہیں، اور تحریر اعانت ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3]۔

گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو (ت)

اور حدیث میں ہے:

وعلی الکاتب مثلہ[4]۔

اور کاتب پر بھی اس کی مثل ہے (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۰۰، ۵۰۱)

(۱۵) میلاد خوانی وغیرہ پر اُجرت پہلے سے طے کرلینا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لا تشتروا بایٰتی ثمنًا قلیلا[5]۔

میری آیات کے بدلے حقیر مال نہ لو (ت)

یہ ممنوع ہے اور ثواب عظیم سے محرومی مطلق۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۰۲)

---

[1] القرآن الکریم ۵۵/ ۶۰ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۳۴

[3] ۵/ ۲

[4] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷ [5] القرآن الکریم ۲/ ۴۱

(۱۶) بنک کی ایک صورت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
بنک کی صورتِ مذکورہ حرام قطعی ہے، اور یہ فائدہ کہ بنیوں سے آدھا یا چہارم سُود لیا جائے گا سُود دینے والے کا ایک دنیوی فائدہ سہی مگر دینے والے اور لینے والے کے اخروی مضرت اور حرمت میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:
یٰایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربٰو[1] فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ[2]
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سُود باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو۔ پھر اگر نہ مانو تو اللہ و رسول سے لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۱۳)

(۱۷) مزید فرمایا:
ازاں جملہ آسان تر یہ کہ مثلاً کوئی شخص سو روپیہ سال بھر کے وعدہ پر قرض لینا چاہتا ہے اور بنک یہ چاہے کہ اسے روپیہ مل جائے اور مجھے نفع ہاتھ آئے تو اسے روپیہ قرض نہ دے بلکہ سو روپے کا نوٹ اس کے ہاتھ ایک سال کے وعدہ پر مثلاً ایک سو دس یا ایک سو بارہ کو بیع کرے، یہ بیع ہے ربا نہیں،
قال اللہ تعالٰی "قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل اللہ البیع وحرّم الربٰو"[3]
(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) کافر بولے بیع بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود، (اس کا جواب یہ ہے کہ) اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سُود۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۱۴)

(۱۸) جس دکان میں سُودی روپیہ لگا ہوا ہو اس پر ملازمت کے بارے میں فرمایا:
اُس دکان کی ملازمت اگر سُود کی تحصیل وصول یا اس کا تقاضا کرنا یا اس کا حساب لکھنا، یا کسی اور فعل ناجائز کی ہے تو ناجائز ہے،
قال تعالٰی "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"[4]
اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۲۲)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۸
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۹
[3] " ۲/ ۲۷۵
[4] " ۵/ ۲

(۱۹) مقدمہ میں مستاجر نے جو خرچ کیا یا جرمانہ دیا، مالکان سے وہ وصول کرنا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

جرمانہ و خرچ مقدمہ ذمۂ مالکان ڈالنا ظلم محض ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اخری[۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۹ ص ۵۲۴)

(۲۰) ایصالِ ثواب کے لئے اُجرت پر قرآن خوانی کے بارے میں فرمایا:

اُجرت پر کلام اللہ شریف بغرضِ ایصالِ ثواب پڑھنا پڑھوانا دونوں ناجائز، اور پڑھنے والا اور پڑھوانے والا دونوں گنہ گار، اور اس میں میّت کے لئے کوئی نفع نہیں، بلکہ اس کی مرضی وصیت سے ہو تو وہ بھی وبال میں گرفتار،

قال اللہ تعالیٰ "لا تشتروا بایٰتی ثمنا قلیلا"[۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو۔ (ت)

اور یہ کہنا کہ ہم اللہ کے لئے پڑھتے ہیں اور دینے والے بھی اللہ کے لئے دیتے ہیں، محض جھوٹ ہے۔ اگر یہ نہ پڑھیں تو وہ ایک حبہ ان کو نہ دیں، اور اگر وہ نہ دیں تو یہ ایک صفحہ نہ پڑھیں، اور شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ المعروف کالمشروط[۳] (معروف مشروط کی طرح ہے۔ ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۱۹ ص ۵۲۸)

(۲۱) ختم ملازمت کے بعد پراویڈنٹ فنڈ کی رقم کے بارے میں حکمِ شرعی کی وضاحت کے ضمن میں فرمایا:

بہرحال اس میں شک نہیں کہ یہ رقم اصل جو گورنمنٹ و ریاست سے لے کر بنک میں بنام ملازم جمع ہوتی مِلکِ ملازم ہے، رہی وہ زیادت کہ ڈاکخانہ بنام سُود دیتا ہے اسے بہ نیت سود لینا ہرگز جائز نہیں،

---

[۱] القرآن الکریم ۶/۱۶۴

[۲] القرآن الکریم ۲/۴۱

[۳] ردالمحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۹

الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السادسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۳۱

قال اللہ تعالیٰ "واحل اللہ البیع وحرم الربوٰ"[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سُود کو حرام کیا۔ (ت)

اور خود یہ نیت نہ کرے بلکہ مال گورمنٹ سے برضائے گورمنٹ ایک رقم جائز بحال استحقاق خود اپنے لئے ورنہ اپنے بھائیوں فقراء و مساکین و دیگر اہل استحقاق کے لئے بیت المال سے لینا سمجھے تو حرج نہیں، اگرچہ دینے والے اُسے کسی لفظ سے تعبیر کریں یا اپنے نزدیک کچھ سمجھیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۳۶)

(۲۲) کچہری کی ججی، سب ججی، منصفی اور رجسٹراری کی نوکری سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا:

جس نوکری میں خلاف ما انزل اللہ حکم کرنا پڑتا ہو ہرگز جائز نہیں اگرچہ سلطنت اسلام کی ہو۔ ائمۂ دین نے تیسری صدی کے آخر میں اپنے زمانہ کے سلاطینِ اسلام کی نسبت فرمایا:

من قال لسلطان زماننا عادل فقد کفر۔[2]

جس نے ہمارے زمانہ کے حاکم کو عادل کہا وہ کافر ہے۔ (ت)

ان قضاۃ کی نسبت قرآن عظیم کے تین الفاظ ارشاد ہوئے:

ظالمون[3]، فاسقون[4]، کافرون[5]

جب قاضیانِ اسلام سلطنت کی نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنت غیر اسلامیہ کے حکام تو مقرر ہی اس لئے کئے جاتے ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں۔ رہی رجسٹراری، اس میں اگرچہ حکم نہیں مگر وہ دستاویزوں پر شہادت ہے اور انھیں رجسٹر پر چڑھانا، اور ان میں بہت دستاویزیں سود کی بھی ہوتی ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۳۹)

(۲۳) میت کے قرض کی ادائیگی ورثاء پر لازم ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

نعم یجب علی وارثہ القابض بعدہ علی اموالہ ان یؤدی ما علیہ قال تعالیٰ "من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین[6]" وان کان قد ابقاہ ھذا جاریا فیجب علیہ ایضا اداء ما علیٰ نفسہ الی الان قال تعالیٰ "یایھا الذین

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[2] الفتاوی الہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۸۱

[3] القرآن الکریم ۵/ ۴۵ [4] القرآن الکریم ۵/ ۴۷

[5] " ۵/ ۴۴ [6] " ۴/ ۱۱

أمنوا اوفوا بالعقود[1]" وهذا وقع العقد بحسب الشرع و وفى به صاحبه كما هو المرجوء - والله تعالٰی اعلم۔

ہاں میّت کا وارث جس نے میّت کے مال کو قبضہ میں لیا ہے اس پر میّت کے ذمہ قرض کو ادا کرنا واجب ہے، اللہ تعالٰے نے فرمایا "میّت کی وصیّت یا قرضہ کو ادا کرنے کے بعد"۔ اور اگر وہ معاہدہ پر تا حال عمل پیرا ہو اور وارث نے اسے باقی رکھا ہے تو وارث پر اپنی طرف سے بھی اس مدت کی یہ ادائیگی واجب ہے، اللہ تعالٰے نے فرمایا: "اے ایمان والو اعقود کو پورا کرو"۔ تو اس نے شریعت کی رُو سے یہ عقد واقع کیا ہے اور دوسرے فریق کے لئے اپنے ذمّہ کو پورا کر دے جیسا کہ امید ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۱۴۱۶)

(۲۴) زید غنی نے اپنے جوان پسر کی آمدنی لے کر اپنے مصارف میں خرچ کر لی تو کیا اس پر تاوان لازم ہے؟ اس بارے میں فرمایا:

بیشک تاوان دے گا، اور اگر رضائے پسر نہ تھی تو گناہ علاوہ۔

قال تعالٰی "ولا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپس کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ (ت)

باپ بیٹے کے مال کا اس کی زندگی میں ہرگز مالک نہیں،

وقوله صلى الله تعالٰی علیه وسلم انت ومالك لابيك[3] من باب البر۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کہ تُو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے، تو یہ بھلائی کے باب میں ہے قانون نہیں ہے (ت)

فتح القدیر کے باب الوطی الذی یوجب الحد میں ہے:

لم تكن له ولاية تملك مال ابنه حال قيام ابنه[4]

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱ [2] القرآن الکریم ۲/۱۸۸

[3] کنز العمال حدیث ۴۵۴۷۱ و ۴۵۹۲۷ و ۴۵۹۲۸ و ۴۵۹۳۲ و ۴۵۹۳۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۹، ۵۸۰

السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النفقات دار صادر بیروت ۷/۴۸۰ و ۴۸۱

سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب ماللرجل من مال ولدہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۷

[4] فتح القدیر کتاب الحدود باب الوطی الذی یوجب الحد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۳۷

اس کو یہ ولایت نہیں ہے کہ بیٹے کی زندگی میں اس کے مال کا باپ کو مالک بنادے۔ (ت)

نہ باپ کو بے رضاو اجازتِ پسر اس کے مال سے ایک حبہ لینے کا اختیار،

قال تعالٰی "الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بغیر اس کے کہ تمھاری رضامندی سے تجارت ہو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۴۳، ۶۴۴)

(۲۵) مکروفریب اور ڈرانے دھمکانے سے کسی کا مال لینے والے کے بارے میں فرمایا:

بمکر وحیلہ و وعید و تہدید بناحق زر از کسے گرفتن حرام قطعی ست، باز اگرایں بزور ستاند غصب باشد، و اگر آں بترس مضرت خویش دہد رشوت بود ہر دو حرام و فی النار، ومستوجب غضب جبار قہارست، و العیاذ باللہ تعالٰی۔ قال اللہ تعالٰی "لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[2] الآیۃ۔

مکروفریب اور ڈرادھمکا کر کسی سے مال لینا قطعی حرام ہے، پھر اگر طاقت کے ذریعہ لیتا ہے تو یہ غصب ہے، اور اگر اپنے شر سے ڈراکر لیتا ہے تو یہ رشوت ہوگی تو دونوں طریقے حرام، جہنم اور اللہ تعالٰی کے غضب کے مستوجب ہیں، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپس کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ الآیۃ (ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۵۳)

(۲۶) سُود و رشوت سے حاصل شدہ روپے سے نیازِ بزرگاں کرنے کے بارے میں فرمایا:

ایسے مال سے نیازِ بزرگاں کرنا بھی جائز نہیں، نہ ہرگز اس سے کچھ حاصل، کہ نیاز کا مطلب ایصالِ ثواب ہے، اور ثواب ثمرۂ قبول ہے، اور قبول مشروط بپاکی۔ حدیث میں ہے،

اِنَّ اللہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا الطَّیِّبَ[3]

اللہ عزوجل پاک ہے پاک ہی چیزوں کو قبول فرماتا ہے۔ (ت)

خود قرآنِ عظیم ارشاد ہوا:

ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون[4]

قصد نہ کرو خبیث کا کہ اس سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلوٰۃ صلوٰۃ الاستسقاء دار صادر بیروت ۳/ ۳۴۶

کشف الخفاء حدیث ۶۸۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۶۰

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۷

علماء فرماتے ہیں: جو حرام مال فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھے اس پر کفر عائد ہو۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۵۷، ۶۵۸)

(۲۷) مسجد کی چٹائی قبر میں لگا دینے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

وہ گنہگار اور مجرم خاص حقیقی سرکار ہوا لغصبہ الوقف فلیس فی تاثیمہ وقف (اس کے وقف کو غصب کرنے میں گناہ میں کوئی شک نہیں ہے۔ ت) اس کا کفارہ صدقِ دل سے توبہ ہے، ویتوب اللہ علی من تاب (اللہ تعالٰی توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ ت) اور ویسی ہی چٹائی یا اس سے بہتر مسجد میں ڈالنا، اور وسعت رکھتا ہے تو خدمتِ مسجد و حاجت روائی صلحاء و مساکین میں بقدرِ قدرت پاک نیت سے صرف کرے کہ اس کی خدمت پسند سرکار ہو، اور رحمت توجہ فرما کر گناہ دھو دے۔

قال اللہ تعالٰی "ان الحسنٰت یذھبن السیئات ذٰلک ذکرٰی للذاکرین"[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: نیکیاں ختم کر دیتی ہیں برائیوں کو، یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۷۸)

(۲۸) والد کے ترکہ میں زید کے ناجائز تقسیم، تصرف اور قبضہ کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

وہ تقسیم باطل محض ہے اور زید سخت ظالم، فاسق، فاسق، مرتکب کبائر، مستحقِ عذاب نار و غضب جبار ہے، مسلمانوں کو اس سے وہی برتاؤ چاہئے جو ظالموں موذیوں سے چاہئے۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ اسے وعظ کہنا حرام ہے، اس کا وعظ سننا جائز نہیں، وہ اگر ایک کوڑی کے معاملہ پر ہزار ہا بار شہادت دے شرعًا مردود ہے، جو اس کی گواہی قبول کرے گا گنہگار ہوگا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۸۱)

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۴ [2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

(۲۹) زید نے چندہ دینے کے لئے سو روپے کا چیک بکر کو دیا کہ بنک سے نکلوالے بکر نے چند دن سُستی کی اور بنک دیوالیہ ہوگیا، اس صورت میں وہ رقم کس کے ذمہ ہوگی۔ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

دیوالیہ بننا بنک والے کا ظلم ہے، بکر پر اس کا کچھ الزام نہیں آسکتا،

لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[1]۔

کوئی بوجھ اُٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی۔ (ت)

اور چوبیس[۲۴] روز کے تساہل میں بھی اس پر الزام نہیں، وہ کیا جانتا تھا کہ اتنی مدت میں بنک دیوالیہ ہوجائیگا

وما کنا للغیب حفظین[2]۔

اور ہم غائب پر حفاظت کرنے والے نہ تھے۔ (ت)

اور بالفرض اگر وہ جانتا بھی اور بالقصد تکاسل کرتا، جب بھی روپے کا الزام اس پر آنے کے کوئی معنٰی نہ تھے کہ وہ نہ سبب ہے نہ مباشر۔ قاعدہ شرعیہ تو یہ ہے کہ:

اذا اجتمع السبب والمباشر اضیف الحکم الی المباشر[3]۔

جب سبب اور ارتکاب کرنے والے میں معاملہ دائر ہو تو حکم ارتکاب والے کی طرف منسوب ہوگا۔ (ت)

دوسرا قاعدہ ہے:

تخلل فعل الفاعل المختار یقطع النسبۃ۔

فاعلِ مختار کا فعل حائل ہوجائے تو نسبت منقطع ہوجاتی ہے۔ (ت)

تو بکر کے روپیہ جانے کی کوئی وجہ نہیں، روپے زید کے گئے۔ رہا چندہ، زید اس میں متبرع تھا،

لاجبر علی المتبرع (مفت میں دینے والے پر جبر نہیں ہوتا۔ ت)

تو اس سے بھی مطالبہ نہیں ہوسکتا، نہ اس میں اس کا کوئی قصور ہے کہ اس نے تو چیک لکھ دیا تھا، اور اگر نہ بھی لکھتا اور وعدہ کرکے پھر جاتا جب بھی شرعاً بُرا تھا، مگر جبر کا اختیار کسی کو نہ تھا۔ اشباہ میں ہے:

لاجبر علی الوفاء بالوعد[4]۔ وعدہ کے وفا پر جبر نہیں ہوسکتا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

[2] 〃 ۱۲/ ۸۱

[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ التاسعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۹۶

ہاں اگر زید اپنی طرف سے دوبارہ دے تو یہ اس کا تطوّع ہے،
ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکرٌ علیم[1]
جو شخص مفت میں بھلائی کرے تو اللہ تعالٰی قبول فرمانے اور جاننے والا ہے (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۸۶، ۶۸۷)

(۳۰) کسی کے مال سے اس کی رضامندی کے بغیر نفع اُٹھانے کے بارے میں فرمایا:
مال غیر سے بے رضاء غیر تمتّع اور اس پر مخالفانہ قبضہ حرام و حرام خوری ہے،
قال اللہ تعالٰی "لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[2]
اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپس کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۸۷)

(۳۱) خیانت و عہد شکنی کے بارے میں فرمایا:
امانت میں خیانت اور معاہدہ میں غدر کسی کے ساتھ جائز نہیں،
قال اللہ تعالٰی "یایہا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود"[3]
اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! عقود کو پُورا کرو۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۸۸)

فتاوٰی رضویّہ جلد ۲۰

(۱) اشہاد کے معنی کی تحقیق اور اس پر قرآنی آیات سے تائید پیش کرتے ہوئے فرمایا:
خاص اس لفظ کی، کہ گواہ ہوجاؤ کچھ حاجت نہیں، نہ یہ کہنا داخل حقیقت اشہاد ہے، اشہاد اعطائے ماخذ ہے یعنی دوسرے کے لئے اپنے تصرف پر تحصیل شہادت، اور بدیہی ہے کہ حصول شہادت کے لئے شاہد کے سامنے صرف وقوع درکار ہے، نہ یہ کہ متصرف اُسے اشہاد باللسان بھی کرے یہاں تک

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۵۸
[2] ″ ۲/۱۸۸
[3] ″ ۵/۱

کہ اگر متصرف بعد تصرف شاہد کو شہادت سے منع بھی کر دے، اصلاً مؤثر نہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

الاتفاق علی ان من سمع اقرار رجل، لہ ان یشھد علیہ بما سمع منہ، وان لم یشھدہ بل ولو منعہ من الشھادۃ بما سمع منہ[1]

اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کسی شخص کا اقرار سنا تو اس کو یہ حق ہے کہ اس کی سنی بات پر گواہی دے اگرچہ اقرار کرنے والا اس کو گواہ نہ بنائے، بلکہ وہ گواہی سے منع کرے تو بھی گواہی دے سکتا ہے (ت)

اور جب حصولِ شہادت بے اس قول کے گواہ ہو جاؤ ثابت ہے، تو جو تصرف متصرف بمشہد شہود اس لئے کرے کہ وہ شاہد ہو جائیں، قطعاً وہ شاہد ہو جائیں گے، اور قطعاً ان کے لئے اس وصف شہادت کا حصول اس نے چاہا، اور اسی کے فعل مذکور سے یہ وصف اُن کو حاصل ہوا، تو بلاشبہہ اس نے دونوں کے لئے تحصیل شہادت کی، اور اسی قدر حقیقتِ اشہاد ہے،

قال اللہ تعالیٰ "واشھدوا اذا تبایعتم"[2]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) خرید و فروخت کرتے وقت اشہاد کرلو۔

وقال اللہ تعالیٰ "واشھدوا ذوی عدل منکم"[3]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) جب طلاق دو یا رجعت کرو اپنے میں سے دو ثقہ کو گواہ کرلو۔

عالم میں کوئی اس کا قائل نہیں کہ عقود و فسوخ میں گواہ کرتے وقت متصرف کا زبان سے یہ کہنا ضرور ہے کہ گواہ ہو جاؤ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۱۶۵، ۱۶۶)

(۲) باہمی رضامندی سے کوئی شئی جتنی زائد قیمت پر بیچی جائے جائز ہے۔ چنانچہ فرمایا:

خریدار کو اختیار ہے جتنے پر چاہے رضا دے۔

قال اللہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[4]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر یہ کہ کوئی سودا تمھاری باہمی رضامندی کا ہو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۱۷۳)

---

[1] فتح القدیر کتاب الشہادات باب الشھادۃ علی الشھادۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۵۲۷

[2] القرآن الکریم ۲/۲۸۲

[3] " " ۶۵/۲

[4] " " ۴/۲۹

(۳) زمین کی مالگزاری ادا نہ کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

جو مالگزاری مقرر ہوئی اس کا نہ ادا کرنا ظلم و حرام ہے اگرچہ زمین والا کافر ہو۔

قال اللہ تعالیٰ "یایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود"[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! عقود کو پورا کرو۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۰۶)

(۴) مزید فرمایا:

یہاں کے مشرکین کے ساتھ اگر ابتدائً معاہدۂ کاشت اس صورت پر کیا جائے کہ یہ زمین مثلاً اتنے سال کے لئے روپے بیگھے پر تمھیں دی، اگر کسی فصل یا سال تمام پر (جو باہم ٹھہر جائے) بقایا رہے گی، تو سوائی یا ڈیوڑھی یا دُونی (جو قرار پائے) اُس زمین کی اُجرت متصور ہوگی، تو حسبِ قرار داد لے سکتا ہے، اور اگر پہلے معاہدہ صرف روپے بیگھے پر ہوا، اور باقی ٹوٹنے کے بعد باقی میں اس سے زیادہ کیا جائے تو یہ حرام ہے کہ خلافِ معاہدہ ہے،

قال اللہ تعالیٰ "یایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود"[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! عقود کو پورا کرو (ت) (فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۰۸)

(۵) ظاہر کے نام کا بکرا مسلمان نے تسمیہ پڑھ کر ذبح کیا اس کا حکم شرعی کیا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

ذابح اگر غیر خدا کے نام پر ذبح کرے یعنی وقتِ ذبح جس طرح تکبیر کا حکم ہے یہ غیر خدا کا نام لے، مثلاً بسم اللہ کی جگہ باسم فلاں کہے تو ذبیحہ قطعاً حرام ہے،

قال اللہ تعالیٰ "وما اھل بہ لغیر اللہ"[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا۔ (ت)

اسی طرح اگر مسلمان کلمہ گو نے اُس ذبح سے غیر خدا کی عبادت کا قصد کیا اور اہلِ اسلام اراقۂ دم لوجہ اللہ

ع خصصت الکلام بالمسلم لان الشرك لا تحل ذبیحتہ مطلقا وان سمی اللہ تعالیٰ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱
[2] القرآن الکریم ۵/۱
[3] " " ۲/۱۷۳

سے جس طرح کا تقرب اللہ جل جلالہ کی طرف چاہتے ہیں، اس نے اس ذبح سے اسی نوع کا تقرب غیر خدا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وقصد به التقرب اليه وحده عزوجل والكتابى تحل ذبيحته اذا سمى الله تعالٰى وحده وان قصد به التقرب الى غيره تعالٰى، قال النيشاپورى فى تفسيره قال مالك والشافعى وابوحنيفة واصحابه، اذا ذبحوا على اسم المسيح فقد اهلوا به لغير الله فوجب ان يحرم واذا ذبحوا على اسم الله فظاهر اللفظ يقتضى الحل، ولاعبرة بما لوارادبه المسيح[1] اھ وقال فى الهندية عن البدائع لوسمع منه (يعنى من الكتابى) ذكر اسم الله تعالٰى لكنه عنى بالله تعالٰى وعزوجل المسيح عليه السلام قالوا توكل الا اذا نص فقال بسم الله الذى هو ثالث ثلثة فلا يحل[2] الخ اقول و السرفيه ماأشرنا اليه ان الكتابى لا يخرج بهذا عن كونه كتابيا فتحل اذا جرد التسمية لله تعالٰى كما ان المشرك لايخرج عن الاشراك بتجريد التسمية فلا تحل وان سمى الله تعالٰى، اما المسلم فيخرج بهذا القصد عن الاسلام فلا تحل هكذا ينبغى ان يفهم هذا المقام ۱۲ منه قدس سره العزيز.

میں نے مسلمان کا خاص ذکر کیا کیونکہ مشرک اگرچہ اللہ وحدہٗ تعالٰی کے نام اور اسی کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کرے تب بھی اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا، اور اہلِ کتاب (یہودی یا عیسائی) اگر اللہ تعالٰی کے نام پر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا اگرچہ وہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کرے۔ علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ امام مالک، شافعی، ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ اگر عیسائی مسیح کے نام پہ ذبح کریں تو انھوں نے یقیناً غیر اللہ کے نام پہ ذبح کیا، لہذا ضروری ہے کہ وہ ذبیحہ حرام ہو اور اگر وہ اللہ تعالٰی کے نام پہ ذبح کریں تو ظاہر الفاظ کے اعتبار پہ وہ ذبیحہ حلال ہوگا اور غیر لفظ کا اعتبار نہ ہوگا اھ، ہندیہ میں فرمایا کہ بدائع میں ہے اگر کتابی عیسائی سے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت الآیۃ ۲/ ۱۷۳ مصطفی البابی مصر ۲/ ۷۲

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۵

کی طرف چاہا تو بھی حُرمتِ ذبیحہ میں کلام نہیں، اگرچہ اس پر زبان سے خالص تکبیر ہی کہی ہو کہ جب اس نے غیر خدا کو معبود قرار دیا، یا اس ذبح سے اس کی عبادت کا قصد کیا مرتد ہو گیا، اور مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں، مگر نازلہ مسئولہ سائل ان صورتوں سے بری ہے کہ یہ تو یقیناً معلوم کہ کوئی کلمہ گو ذبح کرتے وقت بسم اللہ کی جگہ باسم ظاہر ہرگز نہیں کہتا، نہ زنہار کسی مسلمان پر یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ غیر خدا کی عبادت چاہے اور ظاہر و اہر بھنگیوں وغیرہم کفار کے باطل معبودان کو معاذ اللہ معبود قرار دے، تو لاجرم اس نے اللہ ہی کے نام ذبح کیا اور عبادتِ غیر خدا کا خیال بھی اس کے دل میں نہ آیا، بلکہ اصلاً اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ اس کی جان دینے سے فقیر مسلم اس معبود باطل کی مجرد تعظیم (جو مثل تعظیم اہل دنیا بوجہ غنا انحائے تعظیم الٰہی سے نہیں ہو سکتی) منظور رکھی ہو کہ مسئلہ ذبح عند قدوم الامیر کو اس سے تعلق ہو سکے، انصاف یہ ہے کہ اس طرح کے فقیروں کو صرف اپنے کھانے سے غرض ہوتی ہے، کافر بلا کر لے گیا انھوں نے تکبیر کہہ کر بطورِ مسلمانان ذبح کیا اور اپنے کھانے کے قابل کر دیا، اس کے سوا اُنھیں دُوسری نیتِ فاسدہ کا مرتکب جاننا مسلمان پر نری بدگمانی ہے جو بنصِ قطعی قرآن حرام،

قال اللہ تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم"[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۲۸ تا ۲۳۰)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ذبح کے وقت اللہ تعالٰی کا نام سُنا لیکن اس نے اللہ تعالٰی سے مراد مسیح علیہ السلام کو لیا تو فقہائے نے فرمایا کہ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا جب تک کہ صریح الفاظ میں یُوں نہ کہے اللہ کے نام سے جو تین میں سے تیسرا ہے، اگر صریح طور پر ایسے کہے تب حرام ہو گا الخ، **اقول** (میں کہتا ہوں) اس میں نکتہ یہ ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے کہ عیسائی و کتابی خالص اللہ تعالٰی کا نام لینے اور مراد مسیح علیہ السلام لینے پر کتابی ہونے سے باہر نہ ہو گا، لہٰذا اس کا ذبیحہ حلال جس طرح مشرک خالص اللہ تعالٰی کا نام لینے اور اسی کا تقرب ادا لینے سے شرک سے باہر نہ ہو گا لہٰذا اس کا ذبیحہ حلال نہ ہو گا جبکہ مسلمان غیر اللہ کا تقرب و عبادت مراد لینے پر اسلام سے باہر ہو جاتا ہے لہٰذا وہ ذبیحہ حلال نہ ہو گا، اس مقام کو یُوں سمجھنا مناسب ہے ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

(۶) اسی مسئلہ مذکورہ میں مزید فرمایا:

اور دل کے ارادے پر حکم کرنا خصوصاً ایسا کہ صراحۃً خلاف ظاہر و موہوم مضمحل بلکہ محض غلط باطل ہے، بیشک جرم عظیم ہے،

قال اللہ تعالٰی "ولا تقف مالیس لك بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك کان عنہ مسئولا"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے یقین بات کے پیچھے نہ پڑ، بیشک کان، آنکھ، دل، سب سے سوال ہونا ہے۔(ت)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم اقالہا ام لا۔[2] اخرجہ مسلم عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

(رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:) تُو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ دل کے عقیدے پر اطلاع پاتا (اس کو مسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

سیّدی عارف باللہ احمد زروق روّح اللہ تعالٰی روحہ، فرماتے ہیں:

انما ینشؤ الظن الخبیث عن القلب الخبیث۔ ذکرہ سیدی عبدالغنی النابلسی فی الحدیقۃ الندیۃ۔[3]

خبیث گمان خبیث دل سے نکلتا ہے (اس کو سیّدی عبدالغنی النابلسی نے حدیقۃ الندیہ میں ذکر کیا ہے۔ت)

تفسیر کبیر میں فرمایا:

انما کلفنا بالظاہر لا بالباطن فاذا ذبحہ علی اسم اللہ وجب ان یحل ولا سبیل لنا الی الباطن۔[4]

ہم ظاہر کے مکلّف ہیں باطن کے نہیں، تو جب اس نے اللہ تعالٰی کے نام پر ذبح کیا تو ضرور

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الٰہ الا اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۸

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الخُلق الرابع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۸

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/ ۱۷۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۱۹

حلال ہوگا، ہمیں اس کے باطن کی طرف راہ نہیں ہے۔ (ت)

غنیہ و ذخیرہ و شرح وہبانیہ و دُرمختار وغیرہا میں ہے:

انا لانسیئ الظن بالمسلم انه یتقرب الی الآدمی بهذا النحر[1]

ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ اس نے اس ذبح سے کسی آدمی کا تقرب چاہا ہے (ت)

دیکھو ائمہ دین وعلمائے معتمدین کیونکر صاف تصریحیں فرماتے ہیں کہ ہمیں باطن کی طرف کوئی راہ نہیں، ظاہر پر عمل کا حکم ہے، جب مسلمان نے خدا کا نام لے کر ذبح کیا واجب ہُوا کہ ذبیحہ حلال ہو، ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ اس نے ذبح سے آدمی کی طرف تقرب چاہا ہو، جبکہ فقہائے عدول کے یہ اقوال، خدا و رسول کے وُہ ارشاد، تو اب سُوئے ظن پر بنا نہ کرے گا مگر خبیث الباطن کج نہاد،

وما الله بغافل عما تعملون[2]، والله لایحب الفساد[3]۔

اللہ تعالٰی غافل نہیں اس سے جو تم کرتے ہو، اور اللہ تعالٰی فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں وہ ذبیحہ قطعاً حلال ہے، اور اس فقیر اور اس کے ساتھ والوں نے لحمِ مذکی کھایا نہ مردار۔ فقہائے کرام نے خاص اُس جزئیہ کی تصریح فرمائی کہ مثلاً مجوسی نے اپنے آتشکدے یا مشرک نے اپنے بُتوں کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے خدا کا نام پاک لے کر ذبح کی بکری حلال ہے، کھائی جائے۔ فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی تاتارخانیہ و جامع الفتاوٰی میں ہے:

مسلم ذبح شاة المجوسی لبیت نارھم، او الکافر لألهتهم توکل، لانه سمی الله تعالٰی[4]

مسلمان نے مجوسی کی بکری اس کے آتشکدہ کے لئے یا کافر کی بکری اُن کے بُتوں کے لئے اللہ تعالٰی کے نام سے ذبح کی تو وہ کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالٰی کے نام کو ذکر کیا ہے (ت)

البتہ مسلمان کے لئے اس صورت میں کراہت لکھتے ہیں، ہندیہ میں عبارتِ مذکورہ کے بعد ہے:

ویکرہ للمسلم[5] (مسلمان کے لئے اس میں کراہت ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ مسلمان کو ایسا فعل

---

[1] درمختار | کتاب الذبائح | مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۵ [3] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۵

[4] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ التتارخانیہ عن جامع الفتاوٰی | کتاب الذبائح | نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۶

[5] فتاوٰی ہندیہ | کتاب الذبائح | نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۶

کرنا نہ تھا کہ اس میں بظاہر گویا اُس کافر کا کام پُورا کرنا اور اس کے زعم میں اس کے قصد مذموم کا آلہ بننا ہے، اگرچہ حقیقتِ امر بالکل اس کے مباین ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) بالجملہ اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ یہاں صرف وقتِ ذبح قول ونیتِ ذابح کا اعتبار ہے، اگر ذابح مسلم نے اللہ ہی کے لئے ذبح کیا اور وقتِ ذبح اللہ ہی کا نام لیا تو ذبیحہ قطعاً حلال، اگرچہ مالک نے کسی کے نام پر مشہور کر رکھا ہو۔

قال اللہ تعالٰی وما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمھیں کیا ہوا کہ تم اللہ تعالٰی کے نام پر ذبیحہ کو نہیں کھاتے۔ (ت)

یُونہی کتابی کا ذبیحہ، اگر بوقتِ ذبح خالص نامِ خدا لے۔

قال تعالٰی طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم[2]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اہلِ کتاب کا طعام تمھارے لئے حلال ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۳۱ تا ۲۳۳)

(۷) حلال جانوروں کے اعضاءِ مکروہہ کے بیان کے ضمن میں فرماتے ہیں:

ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: خُون تو حرام ہے کہ قرآنِ عظیم میں اس کی تحریم منصوص، اور باقی چیزیں مکروہ سمجھتا ہوں کہ سلیم الطبع لوگ اُن سے گھن کرتے ہیں اور انھیں گندی سمجھتے ہیں، اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ویحرم علیھم الخبٰئث[3] یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان پر سب گندی چیزیں حرام فرمائے گا۔

حاشیۂ علامہ طحطاوی میں ہے:

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اما الدم فحرام بالنص واکرہ الباقیۃ لانھا مما تستخبثہ الانفس، قال اللہ تعالٰی ویحرم علیھم الخبٰئث[4]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا لیکن خون تو وہ حرام ہے یہ قرآنی نص سے ثابت ہے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۹
[2] " ۵/ ۵
[3] " ۷/ ۱۵۷
[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار مسائل شتی دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۶۰

اور باقی کو میں مکروہ تحریمہ سمجھتا ہوں کیونکہ ان سے نفوس نفرت کرتے ہیں، اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، ویحرم علیہم الخبٰئث اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان پر سب گندی چیزیں حرام فرمائے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۳۴، ۲۳۵)

(۸) بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
مشرکین اپنے بتوں کے لئے سانڈ چھوڑتے اسے سائبہ کہتے، جسے کان چیر کر چھوڑتے اُسے بحیرہ کہتے، اور ان جانوروں کو حرام جانتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا رد فرمایا کہ:

ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام و لکن الذین یفترون علی اللہ الکذب ط واکثرھم لا یعقلون[1]

اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور نہ بحیرہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی، ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افتراء باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔ (ت)

یعنی یہ باتیں اللہ نے تو ٹھہرائیں نہیں لیکن کافر اس پر جھوٹ باندھتے ہیں، تو ان جانوروں کو حرام بنانا کافروں کا قول اور قرآن مجید کے خلاف ہے، اور آیہ ما اھل بہ لغیر اللہ اس جانور کے لئے ہے جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا جائے، چھوڑے ہوئے جانور سے اسے کوئی تعلق نہیں، نہ کہ مٹھائی تک پہنچے، یہ تعصب وہابیوں کے جاہلانہ خیال ہیں کہ "جاندار یا بے جان، ذبیحہ ہو یا غیر، جس چیز کو غیر خدا کی طرف منسوب کرکے پکاریں گے حرام ہو جائے گی"۔ ایسا ہو تو اُن کی عورتیں بھی اُن پر حرام ہوں کہ وہ انھیں کی عورتیں کہہ کر پکاری جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا نام ان پر نہیں لیا جاتا، ایسے بیہودہ خیالوں سے بچنا لازم ہے، ہاں بُت کے چڑھاوے کی مٹھائی پرشاد مسلمانوں کو نہ لینا چاہئے کہ کافر اسے صدقہ کے طور پر بانٹتے ہیں، وہ لینا ذلت بھی ہے اور معاذ اللہ جو چیز انھوں نے تعظیم بُت کے لئے بانٹی اس کا اُن کے موافق مراد استعمال بھی ہے بخلاف چھوڑے ہوئے جانور کے کہ اس کا کھانا کافروں کے خلاف مراد اور ان کی ذلت ہے، اس میں حرج نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ فتنہ نہ ہو، ورنہ فتنہ سے بچنا لازم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "الفتنۃ اشد من القتل"[2] واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فتنہ قتل سے شدید تر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۶۰، ۲۶۱)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱۰۳
[2] " ۲/۱۹۱

(۹) مزید فرمایا:

حلال ہے،

قال اللہ تعالیٰ "ومالکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ"[1] واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمھیں کیا ہوا کہ نہیں کھاتے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام پکارا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۰ ص ۲۶۲)

(۱۰) مزید فرمایا:

سانڈ اگر اللہ کے لئے ذبح کرلیا جائے گا تو اس کے گوشت کی حلت میں تو کوئی کلام ہی نہیں،

قال اللہ تعالیٰ "ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ"[2]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اللہ تعالےٰ نے بحیرہ اور سائبہ نہیں بنائے۔ (ت)

کافروں کا یہ اعتقاد تھا کہ کان چیر کر چھوڑ دیا یا بجار کردیا تو اس کا کھانا حرام ہے، قرآن عظیم نے اس کا رد فرمادیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۰ ص ۲۶۲، ۲۶۳)

(۱۱) مزید فرمایا:

اس چھوڑ دینے سے وہ جانور حرام نہیں ہوجاتا،

قال اللہ تعالیٰ "ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لایعقلون"[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام اللہ تعالےٰ نے نہیں بنائے لیکن کافروں نے اللہ تعالےٰ پر جھوٹ افترا باندھا جبکہ ان کی اکثریت بے عقل ہے۔ (ت)

تفسیر مدارک شریف میں ہے:

یفترون علی اللہ الکذب فی نسبتھم ھذا التحریم الیہ، واکثرھم لایعقلون ان اللہ تعالیٰ لم یحرم ذلک[4]

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۹

[2] ؍؍ ۵/ ۱۰۳

[3] ؍؍ ۵/ ۱۰۳

[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۵/ ۱۰۳ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۳۰۵

اللہ تعالیٰ پر ان کے حرام کرنے کی نسبت میں افتراء باندھتے ہیں جبکہ ان کی اکثریت بے عقل ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام نہیں کیا۔ (ت)
(فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۶۳، ۲۶۴)

(۱۲) مزید فرمایا:

اصل کلی اس میں یہ ہے کہ ذابح کی نیت اور وقت ذبح اس کے تسمیہ کا اعتبار ہے، اس کے سوا کسی بات کا لحاظ نہیں، اگر مالک نے خاص اللہ عزوجل کے لئے نیت کی اور ذابح نے بسم اللہ کی جگہ بسم فلاں کہا، یا بسم اللہ ہی کہا اور اراقتِ دم سے عبادت غیر خدا مقصود رکھی ذبیحہ مردار ہوگیا، اور اگر مالک نے کسی غیر خدا اگرچہ بُت یا شیطان کے لئے نیت کی اور اسی کے نام کی شہرت دی اور اسی کیلئے ذبح کرنے کے واسطے ذابح کو دیا، اور ذابح نے خاص اللہ عزوجل کے لئے اس کا نام پاک لے کر ذبح کیا بنصِ قطعی قرآن حلال ہوگیا،

قال اللہ تعالیٰ وما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ[1]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: تمھیں کیا ہُوا کہ اس چیز میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا (ت)
(فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۶۵)

(۱۳) اللہ کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانور کے بارے میں فرمایا:

جانور جو اللہ عزوجل کے نام پر ذبح کیا جائے اور اس سے اللہ عزوجل ہی کی طرف تقرب مقصود ہو، اگرچہ اس پر باعث مسلمان کا اکرام یا اولیاء کرام کا، خواہ امواتِ مسلمین کو ایصالِ ثواب یا اپنے کوئی جائز مثل تقریب شادی نکاح وغیرہ یا جائز انتفاع مثل گوشت فروشی قصاباں ہو تو اس کے جائز و حلال ہونے میں شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ[2]

تمھیں کیا ہُوا کہ اس چیز سے نہ کھاؤ جس پر اللہ سبحٰنہٗ کا نام پاک لیا گیا۔
(فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۶۶)

(۱۴) بدگمانی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۹
[2] " " ۶/ ۱۱۹

يا ايها الذين اٰمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]

اے ایمان والو! بہت سے گمان سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ولا تقف ما ليس لك به علم ط ان السمع والبصر والفؤاد كل اولٰئك كان عنه مسئولا[2]

بے یقین بات کے پیچھے نہ پڑ، بیشک کان، آنکھ اور دل سب سے سوال ہونا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۷۴)

(۱۵) آیۂ کریمہ وما لکم ان لا تاکلوا الاٰیۃ کی تفسیر میں امام رازی کا ارشاد ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

وما لكم ان لا تاكلوا مما ذكر اسم الله عليه[3]

تمھیں کیا ہوا کہ نہ کھاؤ اس جانور سے جس کے ذبح میں اللہ کا نام یاد کیا گیا۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

انما كلفنا بالظاهر لا بالباطن فاذا ذبحه على اسم الله وجب ان يحل، ولا سبيل لنا الى الباطن[4]

یعنی ہمیں شرع مطہر نے ظاہر پر عمل کا حکم فرمایا ہے باطن کی تکلیف نہ دی، جب اس نے اللہ عزّوجل کا نامِ پاک لے کر ذبح کیا جانور حلال ہوجانا واجب ہوا کہ دل کا ارادہ جان لینے کی طرف ہمیں کوئی راہ نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۷۸، ۲۷۹)

(۱۶) شریعت کے احکام کو بناوٹی کہنے والے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

جو حکمِ شرع کو بناوٹی بتائے اگر جاہل ہے سمجھایا جائے، ورنہ اس پر لزومِ کفر ہے توبہ کرے، تجدیدِ اسلام کرے، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاحِ جدید، یہی حکم اس کے ساتھیوں کا ہے، یہ لوگ جب تائب ہوں

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] " ۱۷/ ۳۶

[3] " ۶/ ۱۱۹

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶/ ۱۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۱۹

مسلمان ان سے میل جول نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وامّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اور جب کبھی شیطان تجھ کو بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم قوم کے پاس مت بیٹھ ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ٢٠ ص ٢٨٢)

(١٧) ضد کے طور پر مسلمان قصائی کو چھوڑ کر ہندو سے گوشت خریدنے والے مسلمان کے بارے میں فرمایا :

ایسا شخص حرام خوار، حرام کار، مستحقِ عذابِ پروردگار، سزاوارِ عذابِ نار ہے، تعزیرِ شرعی یہاں کون کسے دے سکتا ہے یہی بس ہے کہ مسلمان اس سے یک لخت قطع تعلق کر دیں۔

قال اللہ تعالیٰ "لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار"[2]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا :) ظلم کرنے والوں کی طرف میلان نہ کرو کہ تم کو آگ مس کرے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ٢٠ ص ٢٨٢)

(١٨) آیت کریمہ "ما اھلّ بہ لغیر اللہ" کی تفسیر کے بارے میں فرمایا :

عند التحقیق کریمہ "ما اھلّ بہٖ لغیر اللہ"[3] میں اہلال وقتِ ذبح مقصود، یعنی اُس وقت اگر نام غیرِ خدا لیا گیا حرام ہے، اس معنیٰ پر آیۂ کریمہ کو صورتِ مسئولہ سے کچھ علاقہ ہی نہیں، اور بعض نے جو پیش از ذبح جانور پر نامِ غیرِ خدا پکار دینا مراد رکھا اُن کے نزدیک بھی استمرار اُسی کا تا دمِ ذبح شرطِ حرمت ہے، استدلال شاہ عبد العزیز صاحب کا حدیث "ملعون من ذبح لغیر اللہ"[4] (جس نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا وہ ملعون ہے۔ ت) اور عبارت نیشاپوری :

اجمع العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد۔[5]

علماء کا اجماع ہے کہ اگر مسلمان نے جانور کو غیر اللہ کے تقرب کے لئے قصد کرتے ہوئے ذبح کیا تو

---

[1] القرآن الکریم ٦/ ٦٨ — [2] القرآن الکریم ١١/ ١١٣

[3] 〃 ٢/ ١٧٣

[4] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ٢/ ١٧٣ مطبع مجتبائی دہلی ص ٦١٠

[5] 〃 〃 〃 〃 ٦١١

وہ مرتد ہو جائے گا اور اس کا ذبیحہ مرتد کے ذبیحہ کی طرح ہوگا۔ (ت)

سے اس کا صاف مؤید ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب ایک بار اس پہ نام غیر خدا کا پکار دیا گیا نجس العین ہوگیا اب اگرچہ وہ نیت جاتی بھی رہے اور وقتِ ذبح تقرب الی اللہ ہی مقصود ہو اور نام بھی خدا ہی کا لیا جائے حرام رہے گا، حالانکہ علتِ حرمت مرتفع ہوگئی اور ارتفاعِ علت کو ارتفاعِ معلول لازم۔ شاہ صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں؛

آرے ذکر نام خدا بر آں جانور وقتے فائدہ می دہد کہ تقرب بغیر خدا از دل دُور کردہ وخلاف آں شہرت دادہ و آواز دیگر دہند کہ ما ازیں کار برگشتیم [1]

ہاں اس جانور پر خدا کا نام ذکر کرنا تب فائدہ مند ہوگا جب غیر خدا کے تقرب کو دل سے نکال دے اور غیر خدا کے تقرب کے خلاف کو شہرت دے اور لوگوں کو بتائے کہ میں اس کام سے باز آگیا ہوں۔ (ت)

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ اگر بعد اہلال للغیر و نیتِ فاسدہ زائد ہو جائے تو جانور قطعاً حلال ہے خصوصاً صورتِ مسئولہ میں کہ یہاں تو وہ بکرا صاحبِ اہلال کی مِلک ہی نہ رہا دوسرے شخص کا مملوک ہوگیا، کیا صرف ایک بار نام غیر خدا پکار دینے سے اس میں وہ حرمتِ ابدی و نجاست سرمدی آگئی کہ اب اگرچہ وہ نیت بھی جاتی رہی، اور اہلال للغیر بھی موقوف ہو جائے بلکہ جانور صاحبِ اہلال کی مِلک بھی نہ رہے، اور مالک ثانی خاص خدا کے نام پر ذبح کرے، بایں ہمہ اس کی حرمت نہ جائے؟ یہ امر بالبداہۃ باطل اور اس بکرے کی حلت میں باتفاقِ فریقین کوئی شبہہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وحکمہ عزاسمہ احکم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۹۳، ۲۹۴)

(۱۹) پیر کے نام کے بکرے سے متعلق فرمایا؛

اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ نیتِ ذابح کا اعتبار ہے، اگر اس نے اراقۂ دم تقرباً الی اللہ کی اور وقتِ ذبح نامِ الٰہی لیا جانور بنصِ قطعی قرآنِ عظیم حلال ہوگیا۔

قال اللہ تعالٰی ما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ [2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمھیں کیا ہوا کہ تم اسے نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام پکارا گیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۹۶)

(۲۰) آیت کریمہ "حرمت علیکم المیتۃ والدم الاٰیۃ" کی تفسیر اور اس کے ضمن میں وہابیہ کا رد کرتے ہوئے فرمایا؛

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۲/۱۷۳ مطبع مجتبائی دہلی ص ۶۱۱

[2] القرآن الکریم ۶/۱۱۹

اللہ عزوجل فرماتا ہے:[۵]

حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما ذکیتم۔[۱]

تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور سوئر کا گوشت اور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام لیا گیا، اور گلا گھونٹی اور لاٹھیوں سے ماری، اور اوپر سے گرنے والی، اور جسے کسی نے سینگ مارا، اور درندہ کی کھائی ہوئی مگر جسے تم ذبح کرلو۔

عـ۵ ایضاً فتوائے مولوی محمد مرتضٰے ازبلکوٹ، ڈاکخانہ اوڑی، ریاست کشمیر کہ در تحریم مقطوع الاوداج من السبع بود ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ ایں عبارت نوشتہ شد فی الواقع اگر درندہ محلِ ذبح کہ ما بین اللبۃ واللحیۃ ست دو یا بیشتر اوداج را برید کہ اتصال آنہا بدماغ یا سینہ منقطع شد حالا ذبح نتواں شد لفوات محلہ پس الا ما ذکیتم صادق نیاید آرے اگر دندان زدہ رگ را قدرے شگافتہ است کہ خرق باشد نہ قطع یا در غیر محل مذکور چنانکہ در سر یا بر صدر مجروح ہنوز زندہ است آں ذبح کردہ شد حلال می شود لبقاء محل الذبح فید خل فی قولہ تعالٰی الا ما ذکیتم تحقیق وتفصیل ایں مسئلہ در فتاوائے فقیر جلد ہفتم کتاب الذبائح است، وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

نیز مولوی مرتضٰے ازبلکوٹ، ڈاکخانہ اوڑی، ریاست کشمیر نے درندہ کی قطع کردہ اوداج (گلے کی رگیں) پر جانور کہ حرام قرار دینے کا فتوٰی ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ کو دیا، وہ عبارت یہ ہے: اگر فی الواقع درندے نے مقامِ ذبح جو لبہ اور لحیہ کے درمیان ہے میں دو یا زیادہ اوداج کو کاٹ دیا ہو کہ ان کا تعلق دماغ یا سینے سے منقطع ہوگیا ہو ایسی صورت میں وُہ جانور ذبح کے قابل نہ ہوگا کیونکہ ذبح کا محل فوت ہوگیا، پس قرآن کا حکم الا ما ذکیتم صادق نہ آئے گا، ہاں اگر رگوں کو زخم ہُوا اور وہ قدرے پھٹ گئی ہوں اور مکمل قطع نہ ہوئی ہوں یا محل ذبح مذکور کے غیر مثلاً سر یا سینہ کو درندے نے کاٹ دیا اور زخمی جانور ابھی زندہ ہو اور ذبح کرلیا گیا تو حلال ہوگا کیونکہ ذبح کا محل باقی تھا تو اللہ تعالٰی کے ارشاد الا ما ذکیتم میں داخل ہوگا۔ اس مسئلہ کی تحقیق وتفصیل ہمارے فتاوٰی جلد ہفتم (جو کہ اب بیسویں ہے) کتاب الذبائح میں ہے، توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۵/۳

یہ استثناء تمام مذکورات کی طرف راجع ہے جس سے متعلق ہوسکتا ہے، ظاہر ہے کہ خون اور گوشت ذبح نہیں ہوسکتے، عجب نہیں کہ اضافہ لفظ لحم میں یہی حکمت ہو کہ صلاحیت استثناء نہ رہے، اور مردار اور جو ایک بار ذبح ہوچکی صالح ذبح نہیں، بحمد اللہ تعالٰی یہاں سے وہابیہ کا رد ہوگیا مَا اُھِلَّ سے اگر مَا ذُبِحَ مراد لیتے ہیں جیساکہ یہی حق اور یہی تفسیر ماثور ہے تو قبل ذبح کسی کا نام پکارنے سے کیوں حرام بتاتے ہیں اور مطلق پکارنا مراد لیتے ہیں، تو جب اُسے نام خدا پر ذبح کیا گیا کیونکر حرام کہتے ہیں، حالانکہ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے: الّا ما ذکّیتم[1] (مگر جسے تم ذبح کرلو۔ ت) یہ چیزیں حرام ہیں مگر جسے تم ذبح کرلو وہ حلال ہے۔ پہلی صورت میں تو یہی تھا کہ بغیر خدا کے بتائے وہابیہ نے اپنی طرف سے حرام کہہ دیا، اور دوسری صورت جو خود وہابیہ لیتے ہیں اس سے بھی سخت تر ہے کہ جسے اللہ عزّ وجل نے حلال بتایا اسے حرام بتاتے ہیں، والعیاذ باللہ تعالٰی، پانچ اشیائے باقیماندہ میں جو مرگئی صالح ذبح نہ رہی، اور جس میں کچھ بھی حیات باقی ہے اگر کتنی ہی خفیف ہو، اگرچہ اس کی حالت کتنی ہی ردّی ہو اگرچہ وہ کیسی ہی شدید زخمی ہو اگرچہ اس میں صرف مذبوح کی سی تڑپ باقی ہو جب ذبح کرلی جائیگی مطلقاً حلال ہوجائے گی اگرچہ ذبح کے بعد نہ خون دے نہ تڑپے، جبکہ وقتِ ذبح اس میں حیات ثابت ہو، اس لئے کہ رب عزّ وجل نے استثناء میں کوئی تفصیل نہ فرمائی، یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۹۷ تا ۲۹۹)

(۲۱) ذابحِ بقر، قاطعِ شجر اور شاربِ خمر کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

گائے بکری کا ذبح کرنا جائز ہے،

قال اللہ تعالٰی "ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک اللہ تعالٰی نے تمھیں حکم دیا ہے کہ گائے کو ذبح کرو۔ (ت)

وہ قول کہ لوگوں میں مشہور ہے [ذابح البقر و قاتل الشجر و دائم الخمر کی بخشش میں احتمال ہے] محض بے اصل ہے، قطعِ شجر کی بھی اجازت قرآن عظیم میں موجود ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ما قطعتم من لینۃ او ترکتموھا قائمۃ علٰی اصولھا فباذن اللہ"[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم نے جو درخت کاٹے یا ان کو تم نے باقی کھڑا رہنے دیا تو یہ اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۵/۳
[2] " ۲/۶۷
[3] " ۵۹/۵

کے حکم سے ہوا۔ (ت)

ہاں دائم الخمر البتہ مرتکب سخت کبیرہ اور مستحق عذاب نار ہے، مگر یہ کہنا اُس کی نسبت بھی باطل ہے کہ اس کی مغفرت کبھی نہیں ہوگی، یہ صرف کافر کے لئے ہے، مسلمان کیسا ہی گنہگار ہو زیر مشیت ہے، چاہے عذاب فرمائے تو اس کا عدل ہے، چاہے بلا عذاب بلکہ بلا حساب بخش دے تو اُس کا فضل ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء۔[1]

اللہ تعالٰی نہ مغفرت فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، اور مغفرت فرمائے گا اس سے کم کو جس کو وہ چاہے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۳۰۶، ۳۰۷)

(۲۲) گائے کے گوشت کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

گائے کی حلت شریعت قدیمہ ہے۔ اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

ھل اتٰك حدیث ضیف ابراھیم المکرمین ۝ اذ دخلوا علیه فقالوا سلٰما قال سلٰم قوم منکرون ۝ فراغ الی اھله فجاء بعجل سمین۔[2] دوسری جگہ فرمایا: بعجل حنیذ۔[3]

یعنی کیا آئی تیرے پاس خبر ابراہیم کے عزت دار مہمانوں کی، جب وہ اس کے پاس آئے بولے سلام، کہا سلام انجانے لوگ ہیں، پھر جلدی کرتا اپنے گھر گیا، سو ان کے کھانے کو لے آیا ایک فربہ بچھڑا بھنا ہوا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۳۲۰، ۳۲۱)

(۲۳) مچھلی کی حلت کے بارے میں فرمایا:

مچھلی تر ہو یا خشک مطلقاً حلال ہے،

قال اللہ تعالٰی واحل لکم صید البحر۔[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: حلال کیا گیا تمہارے لئے بحری شکار کو۔ (ت)

سوائے طافی کے جو خود بخود بغیر کسی سبب ظاہر کے دریا میں مر کر تر آتی ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

السمك یحل اکله الا ما طفا منه۔[5]

مچھلی کھانا حلال ہے ماسوائے مر کر پانی پر تیرنے والی کے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۳۳۳)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۸ و ۱۱۶ [2] القرآن الکریم ۵۱/ ۲۴ تا ۲۶
[3] ؍؍ ؍؍ ۱۱/ ۶۹ [4] ؍؍ ؍؍ ۵/ ۹۶
[5] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۹

(۲۴) موقوذہ کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:
مدارک التنزیل میں ہے:

الموقوذۃ التی اثخنوھا ضربا بعصا او حجر[1]

موقوذہ وُہ ہے جس کو لاٹھی یا پتھر سے مارا ہو۔ (ت)

معالم میں ہے:

قال قتادۃ کانوا یضربونھا بالعصا فاذا ماتت اکلوھا[2] اھ فظھر ان المضروب بکل مثقل کالبندقۃ ولو بندقۃ الرصاص کلہ من الموقوذۃ فیحل بالذکاۃ وان قلت الحیاۃ۔

قتادہ نے کہا جاہلیت میں لوگ جانور کو لاٹھی مارتے جب مرجاتا تو اسے کھاتے تھے اھ تو ظاہر ہوا کہ کسی دباؤ والی چیز سے ضرب لگی ہوئی جیسے بندوق اگرچہ تانبے کی گولی ہو تو وہ موقوذہ یعنی لاٹھی زدہ کے حکم میں ہے تو وہ ذبح سے حلال ہوگی اگرچہ حیات قلیل ہو۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۳۴۶)

(۲۵) مال مشترک سے قربانی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اور ایک غلط فتوی کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

الجواب المختصر: صورتِ مستفسرہ میں قربانی بلاشُبہہ جائز ہے، اور بعض کا وہ شبہہ محض بے اصل و باطل ہے، اجازت اباحت ہے، اور اباحت و ہبہ میں زمین آسمان کا فرق ہے، قربانی تو یُوں ناجائز کرلی، مال مشترک سے شریکوں کا کھانا پہننا کہ زمانہ رسالت سے بلانکیر رائج ہے سب حرام ہوجائے گا کہ ہبہ مشاع ہوا اور ہبہ مشاع ناجائز ہے، حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے:

وان تخالطوھم فاخوانکم[3]

اگر تم آپس میں ملالو تو وہ تمھارے بھائی ہیں۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا[4]

تمھیں حرج نہیں کہ تم اکٹھے کھاؤ یا متفرق۔ (ت)

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۵/ ۳ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۶۹
[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) ؍؍ ؍؍ ؍؍ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۷
[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰ [4] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

اس فتوٰی کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فتوٰی دینے والے لوگ فقہ نہیں جانتے، نہ اس کام کے اہل ہیں، اور نااہل کو فتوٰی دینا حرام اور سخت کبیرہ ہے۔ حدیث میں ہے:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[1]

جو بغیر علم کے فتوٰی دے آسمان وزمین کے فرشتے اس پر لعنت کریں۔

(فتاوٰی رضویہ ج۲۰ ص ۳۷۷)

(۲۶) ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے گائے ذبح کرنے سے اجتناب کرنے کے بارے میں فرمایا:

خوشنودیٔ ہنود کے لئے گاؤکشی بند کرنا یا اس کی توسیع میں جو اللہ ورسول نے دی کمی قبول کرنا مسلمانوں کا کام نہیں،

قال اللہ تعالٰی "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]"، وقال اللہ تعالٰی "واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[3]"۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم ظلم کرنے والوں کی طرف میلان نہ کرو کہ تم کو آگِ جہنم چھوئے، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور اللہ تعالٰی اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ اس کو راضی کریں اگر وہ مومن ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۳۷۸)

(۲۷) رسالہ "ھادی الاضحیۃ بالشاۃ الھندیۃ" میں اپنی تحقیقِ انیق پیش کرتے ہوئے فرمایا:

الاول قال ربنا عز من قائل "اُحلت لکم الانعام"، الٰی قولہ عزّ وجل "ثم محلھا الٰی البیت العتیق[4]"، وقال سبحٰنہ وتعالٰی "ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ تعالٰی علی مارزقھم من بھیمۃ الانعام[5]"، فقد افاد جل جلالہ ان الانعام کلھا محل المنسک، وانھا التی یتقرب بنحرھا وذبحھا الٰی ربنا وربھا دون سائر البھائم والحیوانات، قال الامام محی السنۃ البغوی فی معالم التنزیل "لیذکروا اسم اللہ علی مارزقھم من بھیمۃ الانعام" عند نحرھا وذبحھا وسماھا بھیمۃ لانھا

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳
الفقیہ والمتفقہ باب ماجاء من الوعید لمن افتی بغیر علم حدیث ۱۰۴۳ دار ابن جوزی ریاض ۲/ ۳۲۷

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳ [3] القرآن الکریم ۹/ ۶۲

[4] ؍؍ ۲۲/ ۳۰ تا ۳۳ [5] ؍؍ ۲۲/ ۳۴

لا تتکلم ، وقال بھیمۃ الانعام وقیدھا بالنعم لان من البھائم مالیس من الانعام کالخیل والبغال والحمیر، لایجوز ذبحھا فی القرابین[1] اھ ولا اری مرتابا یرتاب فی ان حیواننا ھذا من بھیمۃ الانعام، فانہ اھلی ذات قوائم اربع وظلف ، قال فی المصباح المنیر لغۃ الفقہ "الانعام ذات الخف ، والظلف ، وھی الابل ، والبقر ، والغنم[2] اھ" فان کنت فی ریب من ھذا فانبئنا مماذا تراہ ، امن الوحوش ام من السباع ، ام من الطیور ، ام من الھوام ، ام ذوات الحوافر ، ام نوع اٰخر مقطوع الدابر ، مابہ علم ولاعنہ مخبر۔

تنبیہ اوّل اس بات کے بیان میں کہ صرف اَنعام ہی قربانی کے جانور ہیں: اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: تمھارے لئے حلال کئے گئے اَنعام سوا اُن کے جن کی ممانعت تم پر پڑھی جاتی ہے تو دُور ہو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھُوٹی بات سے ایک اللہ کے ہوکر ، پھر اس کا ساجھی کسی نہ کرو ، اور جو اللہ کا شریک کرے کہ وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اُسے اُچک لے جاتے ہیں ، یا اُسے ہوا کسی دوسری جگہ پھینکتی ہے ، بات یہ ہے ، اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے ، تمھارے لئے اَنعام میں فائدے ہیں ایک مقررہ میعاد تک ، پھر ان کا پہنچنا ہے اس آزاد گھر تک ۔ اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیے ہوئے بے زبان چوپایوں پر (تو تمھارا معبود ایک ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو) (سورہ حج ، پ ۱۷)

ان آیات کا مفاد یہ ہے کہ جانوروں میں صرف اَنعام ہی قربانی اور ہدایا کے لئے مخصوص ہیں ۔ حضرت امام بغوی نے اس مضمون پر تفسیر معالم میں دوسری آیت کے تحت تصریح فرمائی یعنی ان جانوروں کے ذبح اور نحر کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو ، ان جانوروں کو اَنعام کہنے کی وجہ اُن کا نہ بولنا ہے ، اَنعام کی قید اس لئے لگائی کہ کچھ بہائم ایسے ہیں کہ قربانیوں میں ذبح نہیں کئے جاتے ، جیسے گھوڑا ، خچر ، گدھا ۔ اتنا ثابت ہوجانے کے بعد اس کی ضرورت تو نہ تھی کہ ہم بھیڑ کا اَنعام ہونا بھی ثابت کریں ، اور یہ کہ یہ اہلی ہے وحشی نہیں ہے ، چار کھُر والا چوپایہ ہے ، مگر ہم شہادتیں فراہم کررہے ہیں :

اَنعام کھُردار جانور اور خف والے ، یہ ابل ، بقر ، غنم ہیں (مصباح المنیر) ۔

اگر اس کے بعد بھی شُبہہ ہو تو بتاؤ کیا یہ وحشی ہے یا درندہ ہے یا پرندہ ہے یا حشرات الارض

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۲/ ۳۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۴۲

[2] المصباح المنیر کتاب النون تحت اللفظ "النعم" منشورات دارالہجرۃ قم ایران ۲/ ۶۱۴

میں سے ہے، سُم والوں میں ہے یا کوئی ایسی قسم جس کی نسل ختم ہوگئی ہے۔

الثانی قال جل ذکرہ "ومن الانعام حمولۃ وفرشا"[1] قال الشاہ عبدالقادر الدھلوی رحمہ اللہ تعالٰی فی ترجمۃ الکریمۃ پیدا کئے مواشی میں لدنے والے اور دبے[2]۔ وقال فی فوائدھا لدنے والے اونٹ اور بیل، اور دبے بکری اور بھیڑ[3]۔

تنبیہ دوم اس بات کے ثبوت میں کہ بکری انعام میں سے ہے | ارشادِ الٰہی ہے: من الانعام حمولۃ وفرشا۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ترجمہ میں فرمایا: پیدا کئے مواشی میں لدنے والے اور دبے۔" اور فوائد میں فرمایا: "لدنے والے اونٹ اور بیل، اور دبنے والے بھیڑ اور بکری"۔

الثالث اجمع المسلمون واعترف الرجل ان الغنم من الاضاحی، وقد علم من یفرق بین البھم والبھم ان ھذا من الغنم قال اللہ عزوجل "ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما"[4]، قال الفاضل رفیع الدین الدھلوی فی ترجمتہ اور گائے سے اور بھیڑ بکری سے حرام کیں ہم نے اوپر ان کی چربیاں ان کی[5]۔

تنبیہ سوم بھیڑ کے قربانی کے جانور ہونے پر اجماع ہے | مفتی سابق نے اعتراف کیا اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ غنم قربانی کے جانوروں میں سے ہے، اور چوپایوں کے درمیان فرق جاننے والے یہ خوب جانتے ہیں کہ بھیڑ غنم میں شامل ہے، قرآن عظیم کی آیت "ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما" کا ترجمہ فاضل رفیع الدین دہلوی فرماتے ہیں: "اور گائے سے اور بھیڑ بکری سے حرام کیں ہم نے اوپر اُن کے چربیاں اُن کی"۔

الرابع انما المرجع فی امثال الامور الی علماء اللسان، وکما علم کل من یعلم اللسن الثلث ان الحیوان الذی یسمی بالھندیۃ بکری وذکرہ بکرا، ھوالذی یسمی بالفارسیۃ بُز، وفی الاطلاق الاعم گوسپند، وبالعربیۃ معزا،

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۲
[2] موضح القرآن تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۲ مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۴۶
[3] " " " " "
[4] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۶
[5] ترجمۃ القرآن لرفیع الدین تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۶ ممتاز کمپنی لاہور ص ۱۶۲، ۱۶۳

وفی الاعم غنما وشاۃ ، وذکرہ تیسا وماعزا ، وانثاہ عنزا وماعزۃ ، کذٰلک علموا ان الحیوان الذی یسمی بالھندیۃ بھیڑ ، وذکرہ مینڈھا ، وعند قوم وانثاہ بھیڑ ولقوم بھیڑی ھوالذی یسمّی بالفارسیۃ میش ، وبالاطلاقین الاخص والاعم گوسفند ، وذکرہ المناطح قوچ ، وبالعربیۃ ضانا وبالاطلاقین شاۃ وغنما ، وذکرہ کبشا وضانا ، وانثاہ نعجۃ وضائنۃ ، قال عزوجل "ثمٰنیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین"[1] قال فی موضح القراٰن پیدا کئے آٹھ نر و مادہ ، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو[2] وفی ترجمۃ الرفیعۃ آٹھ جوڑے ، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو[3] وقال الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی ترجمتھا آفرید ہشت قسم را از گوسفند دو قسم و از بز دو قسم[4]

ایضاً تنبیہ چہارم | اس بات کا فیصلہ کہ بھیڑ غنم میں داخل ہے یا نہیں وہی حضرات علماء کرسکتے ہیں جن کو تینوں زبانوں میں مہارت ہو ، تو ان زبانوں کا عالم یہ خوب جانتا ہے کہ جس جانور کو ہندی میں بکری اور اس کے نر کو بکرا کہتے ہیں فارسی میں اسی کو بز اور عام بول چال میں گوسپند اور عربی میں معز اور عام بول چال میں غنم و شاۃ کہتے ہیں ، اس کے مذکر کو "تیس" اور "ماعز" کہتے ہیں اور مؤنث کو عنز اور ماعزہ کہتے ہیں ۔ اسی طرح یہ معروف بات ہے کہ ہندی میں جس جانور کو بھیڑ جس کا مذکر مینڈھا اور بعض کی زبان میں بھیڑا کہتے ہیں اسی کی مؤنث کو بعض لوگ بھیڑ اور بعض بھیڑی کہتے ہیں اسی کو فارسی میں میش اور عام بول چال میں گوسفند' اس کا مذکر مناطح قوچ کہلاتا ہے یہی زبان عربی میں ضان' اور دونوں اطلاقوں میں شاۃ و غنم کہلاتا ہے اس کا مذکر ضان و کبش' اور مؤنث کو نعجہ و ضائنہ کہا جاتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے "ثمٰنیۃ ازواج من الضان اثنین" پیدا کئے آٹھ نر و مادہ بھیڑ سے اور بکری سے دو ۔

(از موضح القرآن)

آٹھ جوڑے بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو ۔ (شاہ رفیع الدین)

آفرید ہشت قسم از گوسفند دو قسم' و از بز دو قسم ۔ (شاہ ولی اللہ)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۹۵ تا ۳۹۸)

---

[1] القرآن الکریم ۶ / ۱۴۳

[2] موضح القرآن تحت آیۃ ۶ / ۱۴۳ مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۴۶

[3] ترجمۃ القرآن لرفیع الدین " " ممتاز کمپنی لاہور ص ۱۶۲

[4] ترجمۃ القرآن (فارسی) لولی اللہ الدہلوی " " مطبع ہاشمی دہلی ص ۱۴۸ ، ۱۴۹

(۲۸) رسالہ مذکورہ میں مزید فرمایا:

الحادی عشر [۱۱] تظافرت کلمات علماء التفسیر والحدیث، والفقہ، واللغۃ وغیرھا علی المیز بین الضان والمعز بالصوف والشعر، قال الامام محی السنۃ البغوی فی معالم التنزیل الضأن النعاج وھی ذوات الصوف من الغنم، والمعز وھی ذوات الشعر من الغنم[۱] اھ مختصراً وقال الامام الرازی فی تفسیر الکبیر الضان ذوات الصوف من الغنم، والمعز ذوات الشعر من الغنم[۲] اھ ملخصا۔

تنبیہ یازدہم | تفسیر بالاعم کی حقیقت | یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ علمائے تفسیر و حدیث اور فقہ و لغت کی بڑی تعداد نے ضان اور معز کی تفریق میں صوف اور بال کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو تفسیر بالاعم وغیرہ کی تاویل ان کے کلام میں نہیں کرنی چاہئے بلکہ ان قلیل التعداد علماء کے کلام میں جو ایک لفظ خاص "ذات الیۃ" (چکتی والی) سے تعبیر کرتے ہیں (حوالے:

- بغوی معالم التنزیل: "ضان و نعجہ، نر و مادہ اون والی بکری کو کہتے ہیں اور بال والی کو معز"
- امام رازی تفسیر کبیر: "اون والی بکری ضان ہے اور بال والی معز۔"

(فتاوٰی رضویہ ج۲۰ ص ۴۱۱)

(۲۹) رسالہ مذکورہ میں فرمایا:

السابع عشر [۱۷] استنادك بعموم حد المعز لا یغنی عنك شیئا، فان عموم قرین لا یدل علی عموم صاحبہ، وقد نص العلماء علی ان الاستدلال بالقران فی الذکر من افسد الدلائل، وایضا لیس اسلوب الکلام فیہ کمثلہ فی الضان لعدم ما الافرادیۃ ھنا، وکان ھذہ ھی نکتۃ التغییرات کان القھستانی لا یخص الشعر بالمعز علی انا رأینا العلماء یخصون، قال العلامۃ علی القاری فی المرقاۃ تحت حدیث زید المذکور رضی اللہ تعالٰی عنہ ان الشعر مختص بالمعز، کما ان الوبر مختص بالابل، قال تعالٰی "ومن اصوافھا واوبارھا واشعارھا اثاثا ومتاعا الٰی حین" ولکن قد یتوسع بالشعر فیعمم[۳] اھ وسیأتیك من کلام المفسرین ما یمیل الیہ میلا ظاھرا،

---

[۱] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۶/۱۴۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۱۳

[۲] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " ۱۳/۱۷۷

[۳] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب فی الاضحیۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/۵۷۸

مع ان الکلام ھٰھنا فی الغنم فغیرہ خارج عن المقسم ، فلم یکن فی شئ من التعریف بالاعم۔

تنبیہ ہفدہم قران فی اللفظ کی بحث (علماء نے ضان کی تعریف میں ماکان من ذوات الصوف کہا (جس کے اون ہو) اور مَعز کی تعریف میں ماکان من ذوات الشعر (جو بال والا ہو) کہا، اس سے ان لوگوں کی تائید ہوتی تھی جو بھیڑ کو ضان میں داخل مانتے ہیں کہ علماء نے ضانیت کا مدار اُون پر رکھا چکتی پر نہیں۔

اس کا جواب مجیب نے یہ دیا تھا کہ یہ توجب ہو جب ہم یہ تسلیم کرلیں کہ مَالَہٗ صُوفٌ کا لفظ ضان کے مساوی ہے، حالانکہ یہ لفظ یہاں بھی ضان سے اعم ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اسی کے ساتھ مَالَہٗ شَعرٌ کہہ کے بکری کی تعریف کی گئی ہے، تو اگر اس تعریف میں بھی مدار بال پر رکھا جائے تو گائے اور بھینس بھی جو بالدار ہیں، بکری بھی شامل ہوجاتے ہیں، اس لئے حقیقت یہی ہے کہ اس مقام پر علماء نے ضان اور مَعز دونوں ہی کی تعریفیں لفظ عام سے فرمائی ہیں۔

مجیب کی یہ بات صحیح نہیں کیونکہ اس جواب کا مدار اس قاعدے پر ہے کہ "جو دو جملے لفظ میں ساتھ ساتھ ہوں اُن دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہوتا ہے"۔ جبھی تو مجیب یہ کہہ رہا ہے کہ مَعز کی تعریف "مَالَہٗ شَعرٌ" میں شعر عام ہے تو "مالہٗ صوف" میں صوف عام ہونا چاہئے، حالانکہ یہ استدلال ہی سرے سے فاسد اور غلط ہے۔

(ا) علماءِ اسلام کا فیصلہ ہے کہ "قران فی اللفظ قران فی الحکم" لفظ میں ساتھ ہونا حکم میں ساتھ ہونے کو مستلزم نہیں ہے، اس لئے یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ مَالَہٗ شَعرٌ عام ہو تو مَالَہٗ صُوفٌ بھی عام ہو۔

(ب) شاید اسی لئے قہستانی نے ضان کی تعریف میں "مَاکَانَ مِنْ ذَوَاتِ الصُّوفِ" لفظ ماکان کے ساتھ، اور مَعز کی تعریف میں صرف "من ذوات الصوف" لفظ ماکات کے بغیر کہا، یعنی یہ اسلوب بدلنا اسی لئے ہوا کہ ایک جگہ عام اور ایک جگہ مساوی مراد ہو۔

(ج) مَعز کی تعریف میں لفظ شَعر، مَعز کے مساوی ہے، یہ خیال غلط ہے کہ عام ہے۔ ملّا علی قاری وغیرہ علماء کے نزدیک بکری کے بال ہی کو شَعر کہا جاتا ہے، اس لئے بھینس اور گائے کے شمول کا کوئی سوال نہیں۔

"بیشک بال بکری کے ساتھ خاص ہے جیسا وَبر اُونٹ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

قرآن عظیم میں "مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَا" فرمایا کہ صوف ضان کے لئے، وبر اونٹ کے لئے اور شعر بکری کے لئے، البتہ محاورہ میں مجازاً دوسرے بال کے لئے بھی شعر کا اطلاق ہوجاتا ہے۔" (ملّا علی قاری، مرقات زیر حدیث زید)

(د) گائے، بیل اور بھینس سے اعتراض بیکار ہے کہ وہ یہاں مَقسم میں شامل ہی نہیں، کلام تو غنم میں ہے کہ غنم کی دو قسمیں ہیں مالہ صوف و مالہ شعر، تو لفظ مساوی مان کر بھی حصر کامل ہوگیا۔

الثامن عشر کلا بل لامساغ ھٰھنا لادعاء العموم، فان العلماء صرحوا ان الصوف مختص بالضان، قال العلامۃ کمال الدین الدمیری فی حیٰوۃ الحیوان، لیس الصوف الا للضان اھ[1] وقال الامام الرازی فی مفاتیح الغیب تحت الاٰیۃ المتلوۃ اٰنفا قال المفسرون واھل اللغۃ الاصواف للضان، والاوبار للابل، والاشعار للمعز اھ[2]، وقال القاضی فی انوار التنزیل، الصوف للضائنۃ، والوبر للابل، والشعر للمعز اھ[3]. قال العلامۃ المفتی ابوالسعود فی ارشاد العقل، الضمائر للانعام علی وجہ التنویع، ای وجعل لکم من اصواف الضان، و اوبار الابل، و اشعار المعز اثاثا الخ[4] وقال محی السنۃ فی المعالم یعنی اصواف الضان، واوبار الابل، واشعار المعز اھ[5] فلو وجد الصوف لشیئ من الانعام سوی الضان، والکنایۃ الالٰھیۃ انما ھی للانعام، ماساغ لھم الحکم علی کلام اللہ عزوجل بخصوص العنایۃ مع عموم الکنایۃ، وقد اسمعناک کلام المرقات مفرقا فی موضعین فاجمعہ فانہ یدلک بفحواہ علی ان الصوف مختص بالضان، وھو المستفاد من تفاسیر اللغۃ، و

---

[1] حیٰوۃ الحیوان باب الغین المعجمۃ تحت اللفظ "الغنم" مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲۲

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الاٰیۃ ۱۶/ ۸۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰/ ۷۴

[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " دارالفکر بیروت ۳/ ۴۱۴

[4] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۳۳

[5] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) " " دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۶۵

بالجملة من عرف لسان العرب لم یعزب عنه ان الصوف لیس الا للضان ، فاما ان یعم افرادہ کما ھو الواقع فمساواۃ اولا فاخص وعلی الکل فلا تکون ذات الصوف الا من الضان ، وقد اعترفت ان حیواننا ھذا من ذوات الصوف فوجب ان یکون من الضأن وفیه المطلوب باتم شان ۔

تنبیہ ہیز دہم لفظ ضان اور صوف کی تحقیق ضان کی تعریف مَالَهٗ صُوْفٌ میں لفظ صوف ضان سے اعم ہو ہی نہیں سکتا ، اور یہ کہنے کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ تعریف بالاعم ہے ، کیونکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ صوف ضان کے بال ہی کو کہتے ہیں ۔

- صوف صرف ضان کے بال کو کہتے ہیں ۔ (حیوٰۃ الحیوان للدمیری)
- اہلِ تفسیر و لغت فرماتے ہیں کہ صوف ضان کا بال ، وَبر اُونٹ کا بال ، اور شَعر مَعز کے بال کے لئے خاص ہے ۔ (مفاتیح الغیب للرازی)
- صوف ضائنہ کے لئے ، وَبر اونٹ کے لئے ، اور شَعر مَعز کے لئے ۔ (قاضی بیضاوی)
- ضمائر انعام کے لئے ہیں ، اور اس کے ہر نوع پر تقسیم بھی ہے ، یعنی تمہارے لئے ضان کے صوف اونٹ کے وَبر اور مَعز کے بال بنائے ۔ (ارشاد العقل لمفتی ابوالسعود)
- یعنی ضان کے صوف ، اونٹ کے وَبر اور مَعز کے بال ۔ (تفسیر معالم التنزیل)

کلام الٰہی میں ان تینوں ضمیروں کا مرجع جو تینوں بالوں کے ساتھ ہے لفظ اَنعام ہے ، تو اگر فی نفسہ اَنعام میں کسی اور جانور کا بال بھی صوف کہلاتا ، تو مفسرین کو ہرگز یہ جرأت نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو عام فرمایا یہ خاص کریں ۔

صاحبِ مرقات کا متفرق کلام جو ہم نے دو جگہ لکھا ، ملاؤ تو ان کا فرمان بھی یہی ہے کہ صوف صرف ضان کے لئے ہے ، پس ایسی صورت میں صُوف کو اگر دونوں (بھیڑ اور دُنبہ) کے لئے عام مانا جائے تو مساوی کے ساتھ تعریف ہوئی ورنہ اخص کے ساتھ ، اعم کے ساتھ تعریف کا تو کوئی سوال ہی نہیں ۔

تو ثابت ہوا کہ ضان صوف والا ہے ، اور ہمارا یہ جانور بھی صوف والا ہے ، لہٰذا اب یہ بات واضح طور پر ثابت ہوگئی کہ بھیڑ بھی ضان ہی ہے ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۴۲۲ تا ۴۲۵)

(۳۰) بھیڑ کے ششماہہ بچے کی قربانی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :
ششماہہ بھیڑ کی قربانی بلاشبہہ جائز ہے جبکہ یکسالہ ہمجنسوں میں دُور سے متمیز نہ ہو سکے ۔
فی الدر المختار صح الجذع ذو ستة اشھر من الضان ان کان بحیث

لوخلط بالثنایا لا یمکن التمییز من بعد[1]

درمختار میں ہے بھیڑ میں چھ[6] ماہ کا جذع جو سال والے جانوروں میں خلط ہو تو امتیاز نہ ہو سکے تو وُہ جائز ہے (ت)

یہی شرط دُنبہ میں ہے، اور دُنبہ اور بھیڑ ایک ہی نوع ہیں اور دونوں کا ایک ہی حکم، اس قدر میں تو کسی کو کلام ہو ہی نہیں سکتا کہ جواز ششماہہ کا حکم احادیثِ صحیحہ وکتبِ فقہیہ سب میں لفظ ضان وارد ہے، اب مدار صرف ادراک معنی ضان پر رہا، اگر یہ لفظ اس بھیڑ کو بھی شامل، تو قطعاً یہ بھی اس حکم میں داخل والّا لا، مگر بالیقین معلوم کہ ضان وہی چیز ہے جسے فارسی میں میش، اردو میں بھیڑ، اور اسی کی ایک صنف کو دُنبہ کہتے ہیں، عرب دونوں مَعز و ضان کے سوا نہیں جانتے، نہ یہاں تیسری نوع ہے۔

(۱) قال اللہ تعالٰی "ثمٰنیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین"[2]

مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی مرحوم موضح القرآن میں اس آیہ کریمہ کا ترجمہ فرماتے ہیں:

پیدا کئے آٹھ نر و مادہ بھیڑ میں سے دو اور بکری سے دو۔[3]

دیکھو ضان کا ترجمہ بھیڑ کیا۔ اسی طرح مولانا رفیع الدین نے ترجمہ کیا، یونہی نفائس میں اس کا عکس یعنی بھیڑا کو میش نر و کبش و ضأن سے مترجم کیا۔

تحفۃ المومنین میں کہا: بھیڑ بہندی غنم ست[4]

پھر لکھا: غنم ضان ست[5]

(۲) سب جانتے ہیں کہ بھیڑ کا ترجمہ میش ہے، اور اہلِ لغت نے یہی ترجمہ ضان کیا منتخب رشیدی میں ہے:

ضأن میش، ضائن میش نر[6]

---

[1] الدرالمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۲ و ۲۳۳

[2] القرآن الکریم ۶/۱۴۳

[3] موضح القرآن ۶/۱۴۳ مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۴۲

[4] تحفۃ المومنین مع مخزن الادویہ الباء مع الهاء نولکشور کانپور ص ۱۶۹

[5] " " " " الغین مع المیم ص ۲۵۴

[6] منتخب اللغات مع غیاث اللغات باب الضاد النون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۲ و ۲۸۳

صراح میں ہے :

ضائن میش نر خلاف ماعز، والجمع ضان خلاف معز[1]

تحفہ و مخزن میں ہے :

ضأن بفارسی میش نامند[2]

(۳۰) علمائے لغت و تفسیر و حدیث و فقہ ضأن کی تعریف اون والی غنم فرماتے ہیں، اور معز کی تفسیر بالوں والی۔ مصباح المنیر و حیوۃ الحیوان وغیرہما میں ہے :

الضان ذوات الصوف من الغنم[3]

بکری کی اون والی جنس کا نام ضان ہے۔ (ت)

تفسیر کبیر میں ہے :

الضان ذوات الصوف من الغنم، والمعز ذوات الشعر من الغنم[4]۔

بکری کی اون والی جنس ضان ہے اور بالوں والی جنس معز ہے۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۴۴۶ تا ۴۴۸)

(۳۱) قربانی کا گوشت اور آنت کافر کو دینے کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

آنت کھانے کی چیز نہیں، پھینک دینے کی چیز ہے، وہ اگر کافر لے جائے یا کافر کو دے دی جائے تو حرج نہیں،

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت[5]۔

خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لئے اور خبیث لوگ خبیث چیزوں کے لئے۔ (ت)

یہاں کے کافروں کو گوشت دینا جائز نہیں، وہ خاص مسلمانوں کا حق ہے،

والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت[6]۔

طیب چیزیں طیب لوگوں کے لئے اور طیب لوگ طیب چیزوں کے لئے۔ (ت)

---

[1] الصراح فی لغۃ الصحاح باب النون فصل الضاد نولکشور لکھنؤ ص ۵۱۸

[2] تحفۃ المومنین مع مخزن الادویہ کتاب الضاد مع الالف نولکشو کانپور ص ۳۹۷

[3] المصباح المنیر کتاب الضاد (الضأن) منشورات دار الھجرۃ قم ایران ۱/ ۳۶۵

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/ ۱۷۷

[5] و [6] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۶

پھر بھی اگر کوئی اپنی جہالت سے دے گا قربانی میں کوئی حرج نہ کرے گا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۴۵۷)

(۳۲) قربانی کے گوشت کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ایضاح الجواب اصل یہ کہ اضحیہ مثل دم قران و تمتع و ذبح تطوع، دم شکر ہے ان میں قربت مقصودہ صرف اراقۃ دم لوجہ اللہ سے حاصل ہوجاتی ہے، ولہٰذا ان کے لحم وغیرہ کا تصدق واجب نہ ہوا، اور خود کھانے کی بھی اجازت عطا فرمائی،

قال تعالٰی "فکلوا منہا واطعموا القانع والمعتر"[1] وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلوا واطعموا وادخروا۔ اخرجہ احمد والشیخان[2] عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: قربانی سے خود کھاؤ اور قناعت والے اور محتاج کو کھلاؤ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔ اس کو احمد اور شیخین نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۴۶۶)

(۳۳) قربانی کی کھالیں جبراً اپنا حق قرار دے کر وصول کرنے والے امام کے بارے میں فرمایا:

قربانی کی کھالوں میں امام کا کوئی حق نہیں اور اسے جبراً لینا حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی "لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنے مالوں کو آپس میں باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۴۸۰)

(۳۴) قربانی و عقیقہ کے جانور کی کھال مسجد و مدرسہ کو دینے سے متعلق ایک سوال اور ایک غلط استدلال کے جواب میں فرمایا:

بیشک ہر منازعت میں اللہ و رسول ہی کی طرف رجوع لازم ہے، مگر ہر ایک کو بلاواسطہ رجوع کی لیاقت کہاں، یہیں دیکھئے آیہ کریمہ میں صدقات سے زکوٰۃ مراد کہ اسی میں ارشاد ہوتا ہے، والعاملین

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[2] صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب مایؤکل من لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۵

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

علیہا[1] (صدقات پر کام کرنے والوں پر۔ ت) اور بکر نے اسے قربانی وعقیقہ کو شامل کر دیا، یہ بھی نہ دیکھا کہ اس کے تو گوشت کی نسبت خود قرآن عظیم میں ارشاد ہے، فکلوا منہا[2] اس میں سے خود بھی کھاؤ۔ اب کہاں رہی صدقات کی وہ تفصیل جو اس آیۂ کریمہ میں بالحصر ارشاد ہوئی تھی کہ،

انّما الصدقات للفقراء[3] الآیۃ۔

صدقات فقراء کے لئے ہیں الآیۃ۔ (ت)

یہ بھی نہ سمجھا کہ عوام تک اس کو قربانی کہتے ہیں نہ کہ صدقہ، تو ہر کار تقرب اس میں روا۔ لہذا امام زیلعی نے شرح کنز الدقائق میں فرمایا،

لانہ قربۃ کالتصدق[4]۔

کیونکہ صدقہ کی طرح یہ قربت ہے۔(ت)

ہاں ہم نے خاص مسئلہ قربانی میں اللہ عزّوجل کی طرف رجوع کی تو اس کا ارشاد پایا،

فکلوا منہا واطعموا البائس الفقیر[5]

خود اس میں سے کھاؤ اور ضرور تمند فقیر کو کھلاؤ۔(ت)

اطعام کے لفظ نے بتایا کہ تصدّق ہی واجب نہیں اباحت بھی کافی ہے جو محض ایک قربت ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۴۸۹)

فتاوٰی رضویّہ جلد ۲۱

(۱) کلمۂ کفر کہنے والے کے بارے میں فرمایا،

وہ لفظ جو اس نے کہا کہ ہم خدا و رسول کو نہیں جانتے، یہ صریح کلمۂ کفر ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اس شخص پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور از سرِ نو مسلمان ہو، اور اگر عورت رکھتا ہے تو نئے سرے سے نکاح چاہیے، اور جس طرح وہ کلمہ مجمع میں کہا تھا توبہ بھی مجمع میں کرے، اگر نہ مانے تو مسلمان ضرور اسے اپنے گروہ سے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۰ — [2] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۸، ۳۶

[3] ″ ″ ۹/ ۶۰

[4] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۸۶

[5] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۸

نکال دیں، نہ اپنے پاس بٹھائیں نہ اس کے پاس بیٹھیں، نہ اس کے معاملات میں شریک ہوں، نہ اپنی تقریبوں میں اسے شریک کریں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

و اِمّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۰۴)

(۲) نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم مال حرام سے نیاز قبول فرمالیتے تھے۔ یہ کلمہ ملعونہ کہنے والے کے بارے میں فرمایا:

یہ قول اس کا غلط صریح و باطل قبیح، اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر افترائے فضیح ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کذب علیّ متعمّدا فلیتبوأ مقعدہ من النار[2]

(نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:) جو مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (ت)

زنہار مالِ حرام قابلِ قبول نہیں، نہ اُسے راہِ خدا میں صرف کرنا روا، نہ اُس پر ثواب ہے بلکہ نرا وبال ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیّبٰت ما کسبتم[3]

اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزیں ہماری راہ میں خرچ کرو۔

پھر فرماتا ہے:

ولا تیمّموا الخبیث منہ تنفقون[4]

اور خبیث چیز کا قصد نہ کیا کرو کہ اس میں سے ہماری راہ میں اٹھاؤ۔

اور فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم قدیمی کتبخانہ کراچی ۱/ ۲۱
[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۷
[4] " ۲/ ۲۶۷

انما یتقبل اللہ من المتقین[1]

خدا قبول نہیں کرتا مگر پرہیزگاروں سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۰۵)

(۳) مزید فرمایا:

اے عزیز! جو چیز خدا کی بارگاہ سے مردود اور اس کی ناراضی سے آلودہ ہے کیونکر ممکن کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دربار میں رضا و قبول سے مشرف ہو بلکہ در حقیقت زید کی یہ جرأت سرکار رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ میں گستاخی و اہانت کہ معاذ اللہ انھیں ناپاک چیزوں کا پسند و قبول کرنے والا بتاتا ہے۔ ہیہات ہیہات واللہ وہ تمام عالم سے زیادہ ستھرے ہیں اور ستھروں کے لائق نہیں مگر ستھری چیز، گندی چیزیں گندوں کے سزاوار ہیں۔ قال اللہ تعالٰی عزوجل:

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولٰئك مبرءون مما یقولون[2]

گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کو اور ستھریاں ستھروں کو اور ستھرے ستھریوں کو وہ بری ہیں اُن باتوں سے جو لوگ کہتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۰۸)

(۴) مزید فرمایا:

اور اگر فقہاء کرام کے ارشاد سُنئے تو زید کے لئے حکم نہایت سخت و جگر شگاف نکلتا ہے، اس کا کہنا کہ حضور میں یہ نیاز قبول ہوتی ہے بعینہٖ یہ کہنا ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالٰی اس پر ثواب دیتا ہے کہ نیاز کا حاصل نہیں مگر یہ کہ لوجہ اللہ تصدق کریں اور اس کا ثواب کسی محبوبِ خدا کی نذر ہو ورنہ یہ عین طعام و لباس وہاں نہیں پہنچتے،

نظیر ذٰلك قولہ تعالٰی "لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوٰی منکم[3]"

اس کی مثال اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اللہ تعالٰی کی بارگاہ تک قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے بلکہ اس تک تمھارا تقوٰی پہنچتا ہے (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۰۹)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲۷
[2] ؍؍ ۲۴/ ۲۶
[3] ؍؍ ۲۲/ ۳۷

(۵) جذامی کے ساتھ کھانا پینا ترک کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:
فی الواقع ضعیف الاعتقاد لوگ جنھیں خدائے تعالیٰ پر سچا توکل نہ ہو اور وہمی خیالات رکھتے ہوں انھیں جذامی کے ساتھ کھانے پینے سے بچنا چاہیئے نہ اس خیال سے کہ اس کے ساتھ کھانے کی تاثیر سے دُوسرا شخص بیمار ہو جاتا ہے، یہ خیال محض غلط ہے، تقدیرِ الٰہی میں جو کچھ لکھا ہے ضرور ہوگا اور جو نہیں لکھا ہے ہرگز نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ یوں کہیں:

لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون[1]

ہمیں ہرگز نہ پہنچے گی مگر وہ بات جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لکھ دی، وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۱۱۱)

(۶) مدینہ منورہ کیلئے لفظ یثرب استعمال کرنے کی ممانعت اور ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
قرآن عظیم میں کہ لفظ یثرب آیا وہ رب العزت جل وعلا نے منافقین کا قول نقل فرمایا ہے:

واذ قالت طائفۃ منھم یا اھل یثرب لا مقام لکم[2]

جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب کے رہنے والو! تمھارے لئے کوئی جگہ اور ٹھکانا نہیں۔ (ت)

یثرب کا لفظ فساد و ملامت سے خبر دیتا ہے وہ ناپاک اسی طرف اشارہ کرکے یثرب کہتے، اللہ عزوجل نے ان پر رَد کے لئے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۱۱۷)

(۷) کفرِ ہنود کے منکر کے بارے میں ایک استفتار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
ہندوان قطعاً کافران و مشرکانند ہر کہ ایشاں را کافر و مشرک نداند خود کافرست آرے دریشاں طائفہ تازہ برآمدہ کہ خود را آریہ خوانند و بزبان دعوی توحید کنند و دم تحریم بت پرستی زنند فاما برادری و الفت و یک جہتی ایشاں ہر چہ ہست باہمیں بت پرستان ست کہ سنگ و آب و درخت و پیکرہائے تراشیدہ را بخدائے پرستند ایناں را ہم مذہب و برادر دینی خواشان دانند و از نام مسلماناں در آب و آتش مانند قاتلھم اللہ انی یؤفکون[3] باز ایں خبیثاں اگرچہ بظاہر از پرستش غیر محترز مانند مادہ و

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۵۱
[2] ″ ″ ۳۳/ ۱۳
[3] ″ ″ ۹/ ۳۰

روح ہر دو را ہمچو خدا قدیم و غیر مخلوق دانند پس شرک اگر در عبادت نشد در وجوب وجود شد بہر وجہ سہ الٰہ بر ایشاں لازم است و او قطعاً بمشرکیت پس آں ادعائے توحید ہمہ پا در ہوا ست و اگر فرض کنیم غایت آنکہ ہمیں مشرک نباشد اما در کفر ایشاں چہ جائے سخن ہر کہ با محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نگرود کافر ست و ہر کہ ایں را کافر نداند خود با و ہمسر ست قال اللہ تعالےٰ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین[1] اگر دوستی و موالات با ہر کافر کہ باشد حرام اشد و کبیرۂ اعظم ست و اگر بر بنائے میل دینی باشد خود کفر قال تعالےٰ ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2] و صحبت و مخالطت بے دوستی و موانست اگر در کار دنیوی بر بنائے ضرورت بقدر ضرورت بے تعظیم و تکریم و بے مداہنت در کارِ دین باشد رخصت ست و رنہ اینہم حرام مگر بحالتِ اکراہ شرعی قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[3]○ وقال تعالےٰ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[4]

ہندو بلا شبہہ قطعی طور پر کافر اور مشرک ہیں لہٰذا جو انھیں کافر و مشرک نہ جانے وہ خود کافر ہو جاتا ہے، ان میں ایک نیا فرقہ نکلا ہے جو آریہ کہلاتا ہے وہ زبانی طور پر توحید کا دعوٰی کرتے ہیں اور بُت پرستی کے حرام ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن برادری الفت و محبت اور اتحاد میں ان کا رویہ بُت پرستوں سے مختلف نہیں، ان بُت پرستوں کے ساتھ ان کی الفت و محبت ان کا اتحاد قائم ہے، جو پتھر، پانی، درختوں اور تراشیدہ مورتیوں کو خدا سمجھتے ہوئے پُوجتے ہیں اور یہ انھیں اپنا ہم مذہب اور دینی بھائی خیال کرتے ہیں (اور مسلمانوں کے نام سے پانی آگ بن جاتے ہیں یعنی ان کے نام سے بھی جلتے ہیں) اللہ تعالےٰ ان کا ستیاناس کرے کہاں اوندھے پھرے جاتے ہیں، پھر یہ خبیث اگرچہ غیر کی عبادت و بندگی سے پرہیز کرتے ہیں مگر مادہ اور روح دونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرح قدیم اور غیر مخلوق مانتے ہیں اور رکھتے ہیں۔ پس اگر عبادت میں شرک نہ ہوا تو وجوبِ وجود میں شرک ہو گیا۔ پس ہر وجہ سے ان پر تین خدا لازم ہوگئے لہٰذا وہ یقیناً مشرک ہیں، ان کا

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۵

[2] " ۵/ ۵۱

[3] " ۶/ ۶۸

[4] " ۱۶/ ۱۰۶

دعوئ توحید ہوا میں پاؤں رکھنے کے مترادف ہے۔ اگر ہم آخری درجہ پر فرض کرلیں کہ وہ مشرک نہیں تاہم ان کے کفر یعنی کافر ہونے میں بات کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ نہ ہو وہ کافر ہے اور جو انھیں کافر نہ جانے وہ خود کفر میں ان کے ساتھ برابر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے (اور اس کا طلبگار ہو) تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا بلکہ وہ دارِ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔ لہٰذا ہر کافر سے دوستی اور ملاپ سخت منع، حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔ اور اگر دینی رجحان کی بنا پر ہو تو بلا شبہہ کفر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: جو کوئی تم میں سے ان (کافروں) سے دوستی رکھے گا تو بلا شبہہ وہ انہی میں سے ہے۔ اور اگر مجلس اور میل جول بربنائے ضرورت بقدر ضرورت بغیر دوستی اور انس و محبّت کے، بلا تعظیم و تکریم اور بغیر دینی نقصان یا کمزوری کے ہو تو اس کی اجازت اور رخصت ہے، بصورتِ دیگر میل جول اور مجلس بھی حرام ہے، ہاں اگر کوئی فریق مخالف کے جبر و اکراہ کے باعث مجبور ہو جائے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس ہرگز نہ بیٹھ۔ نیز ارشاد فرمایا: "کفریہ بات زبان سے نکالنی کفر ہے" مگر اس حالت میں کہ کسی پر زبردستی کی جائے (یعنی اسے کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے مترجم) تو وہ (اپنی جان بچانے کے لئے۔ مترجم) کلمۂ کفر کہہ سکتا ہے بشرطیکہ اس کا دل (بدستور) ایمان پر قائم اور مطمئن ہو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۲۴ تا ۱۲۶)

(۸) کیا تائیدِ کفر میں فیصلہ کرنے والا مسلمان گنہ گار ہوگا؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

ضرور کہ اس کا یہ حکم قرآن عظیم کے مطابق نہ تھا،

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك ھم الفٰسقون[1] ۝ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور جو کوئی اللہ تعالےٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی فاسق (نافرمان) ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۳۰)

(۹) تقرب اولیاء اللہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

محبوبانِ خدا کی طرف تقرب مطلقاً ممنوع نہیں جب تک بروجہ عبادت نہ ہو۔ تقرب

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۷

نزدیکی چاہتے رضامندی تلاش کرنے کو کہتے ہیں اور محبوبانِ بارگاہِ عزت مقربان حضرت صمدیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نزدیکی و رضا ہر مسلمان کو مطلوب ہے اور وہ افعال کہ اس کے اسباب ہوں بجا لانا ضرور محبوب، کہ ان کا قرب بعینہٖ قربِ خدا اور ان کی رضا اللہ کی رضا ہے۔

قال اللہ تعالٰی "واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[1]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ایمان والوں کے لئے اللہ تعالٰی اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ انھیں راضی کیا جائے۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الصدقۃ یبتغی بہا وجہ اللہ تعالٰی والھدیۃ یبتغی بہا وجہ الرسول و قضاء الحاجۃ[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبدالرحمٰن بن علقمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صدقے سے اللہ عزوجل کی رضا مطلوب ہوتی ہے اور ہدیہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا اور اپنی حاجت روائی منظور ہوتی ہے (امام طبرانی نے اس کو معجم کبیر میں حضرت عبدالرحمٰن بن علقمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ت)

درمختار میں ہے:

فی المنیۃ انا لانسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الاٰدمی بھٰذا النحر و نحوہ فی شرح الوھبانیۃ عن الذخیرۃ[3]۔

منیہ میں ہے کہ ہم کسی مسلمان کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس قربانی اور اس جیسے کام سے کسی آدمی کا تقرب چاہتا ہے۔ شرح وہبانیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ انہ یتقرب الی الاٰدمی ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھٰذا بعید من حال المسلم[4]

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۲

[2] کنزالعمال بحوالہ طب عن عبدالرحمٰن بن علقمۃ حدیث ۱۵۹۹۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۸

[3] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۰

[4] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۷

مصنفِ درمختار کا قول ہے کہ کسی آدمی کا تقرب چاہتا ہو یعنی اس تقرب سے عبادت مراد ہو تو یہ کفر ہے اور یہ چیز مسلمان کے حال سے بعید ہے۔

ہاں جو شخص عبادتِ غیر کا قصد کرے ضرور مشرک ہے، مگر یہ قصد مسلمان کلمہ گو سے بے اُس کے صریح اقرار کے کہ وُہ غیر خدا کو معبود جانتا ہے محض اپنے ظنوں سے ثابت نہ ہوگا، یہ سب سے بدتر بدگمانی ہے اور بدگمانی سب سے سخت تر جھوٹ اور اشد حرام۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ رواہ الائمۃ مالک[2] والبخاری و مسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

لوگوں سے گمانِ بد کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے، الحدیث (ائمہ کرام مثلاً امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، امام ترمذی نے بحوالہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے روایت کیا ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۳۲ تا ۱۳۴)

(۱۰) اللہ ورسول کی گستاخیاں لکھنے اور ان کی معاونت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

اللہ عزوجل و قرآن عظیم و محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں اُن سب پر اللہ تعالٰی کی لعنت اُترتی ہے وہ اللہ ورسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں قہرِ الٰہی کی آگ ان کے لئے

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۶

جامع الترمذی ابواب البر باب ماجاء فی سوء الظن امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰

صحیح البخاری کتاب الوصایا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

موطا امام مالک باب ماجاء فی المھاجرۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۰۶

بھڑکتی ہے صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں، اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے قلم سے لکھتے، مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پتھر پر اس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں، ہر کلمے پر اللہ عزوجل کی سخت لعنتیں ملائکۃ اللہ کی شدید لعنتیں اُن پر اُترتی ہیں۔ یہ میں نہیں کہتا، قرآن فرماتا ہے:

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[1]

بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو، ان پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۳۷)

(۱۱) مزید فرمایا:

ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں تو ان سے میل جول ناجائز ہے ان کے پاس دوستانہ اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اگر تجھے شیطان (غلط قسم کی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت کا حکم) بھلا دے تو یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

اور جو ان میں اس ناپاک کبیرہ کو حلال بتائے اس پر اصرار و استکبار و مقابلہ شرع سے پیش آئے وہ یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے، اس کے جنازے کی نماز حرام، اسے مسلمانوں کی طرح غسل دینا، کفن دینا، دفن کرنا، اس کے دفن میں شریک ہونا، اس کی قبر پر جانا سب پر حرام ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[3]

جب ان کافروں میں سے کوئی مرجائے تو کبھی اس پر نماز مت پڑھو اور نہ اس کی قبر پر

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷
[2] ″ ۶/ ۶۸
[3] ″ ۹/ ۸۴

کھڑے ہو۔ (ت)　　　　(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۳۹)

(۱۲) گیارھویں شریف و مجلس میلاد مبارک داخل ایمان اور معنیٰ اٰمنت باللہ میں شامل ہے یا نہیں، اس بارے میں فرمایا:

مجلس میلاد مبارک و یازدہم شریف میں دو حیثیتیں ہیں، ایک حیثیت خصوص فعل اس طور پر تو اتفق حتی کہ نماز روزہ بھی داخل ایمان و جزءِ ایمان نہیں، اٰمنت باللہ (میں اللہ پر ایمان لایا۔ ت) میں ان کا بھی ذکر صریح نہیں۔ دوسری حیثیت مقصد و منشا یعنی محبت و تعظیم حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ محبت و تعظیم اہلبیت و صحابہ و اولیاء و علماء رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی اس میں داخل ہے، یہ ضرور رکن ایمان ہے،

قال اللہ تعالٰی "وتعزروہ وتوقروہ[1]"

اللہ تعالٰی نے (قرآن مجید میں) ارشاد فرمایا: ان کی (یعنی حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی) تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[2]

اور حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں میں اس وقت تک کوئی ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں (یعنی وہ سب سے زیادہ مجھے محبوب رکھے)۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۵۰، ۱۵۱)

(۱۳) روافض سے میل جول رکھنے کے بارے میں فرمایا:

رافضیوں سے میل جول حرام ہے اور اس کا مرتکب اگر رافضی نہ بھی ہو تو سخت درجہ کا فاسق فاجر ضرور ہے اور جب وہ اس پر اصرار کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ خود اس سے ملنا جلنا ترک کردیں۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینک الشیطٰن فلاتقعد بعد الذکری

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۹

[2] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے (قرآن مجید میں) ارشاد فرمایا: اگر شیطان تمھیں بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۵۲)

(۴ ا) سُود کھانے والوں سے محبت رکھنے کے بارے میں فرمایا:

سُود خوار سے محبت اگر اپنی کسی قرابت، رشتہ، جائز احسان کی وجہ سے ہے تو اس قدر پر انسان مجبور ہے اور بے اس کے اُس سے بھی خلط ملط منع ہے،

فی التفسیر الاحمدی بعد ماذکر شمول الکریمۃ المتلوۃ الکافر والمبتدع و الفاسق ان القعود مع کلھم ممنوع[2]

تفسیر احمدی میں یہ ذکر کرنے کے بعد کہ اوپر ذکر کردہ آیۂ کریمہ ہر کافر، بدعتی اور فاسق کو شامل ہے یہ بیان فرمایا کہ ان سب کے پاس بیٹھنا شرعًا منع ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۵۲)

(۵ ا) بھنگیوں کے گھر کے کھانے پر فاتحہ و ایصال ثواب کرنے والے زید کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

زید بیقید کا یہ فعل بہت ناپاک و بد ہے، یہاں علی العموم بھنگی کفّار ہیں، اور کافر کی کوئی نیاز کوئی عمل قبول نہیں، نہ ہرگز اس پر ثواب ممکن جسے پہنچایا جائے،

قال اللہ تعالٰی "وقدمنا الٰی ماعملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا۝"[3]

اللہ تعالٰی نے (قرآن مجید میں) ارشاد فرمایا: اور ہم نے ان کاموں کا ارادہ کیا جو انھوں نے (دنیاوی زندگی میں) کئے پھر ہم انھیں بکھرا ہوا گرد و غبار بنا کر اُڑا دیں گے۔ (ت)

اس کے کھانے پر فاتحہ دینا اس کے ثواب پہنچنے کا اعتقاد ہے اور یہ قرآن عظیم کے خلاف ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۵۳)

(۱۶) ایک سوال آیا کہ اگر ہماری بستی کے لوگوں کو شادی بیاہ کے موقع پر تاشہ بجانے سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] التفسیرات الاحمدیۃ تحت الآیہ ۶/ ۶۹ مطبعہ کریمیہ بمبئی ص ۳۸۸

[3] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

روکا جائے تو کئی لوگوں کے مذہب سے پھر جانے کا خدشہ ہے، کیا کیا جائے، اس کے جواب میں فرمایا:

سُنّی مسلمانوں کو دین پر ایسا بودا پوچ اعتقاد نہ چاہئے کہ گناہ کی اجازت نہ ملے تو دین ہی سے پھر جائیں، دین پر اعتقاد ایسا چاہئے کہ لاتشرك بالله وان حرقت (اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اگرچہ تجھے جلا دیا جائے۔ ت) اگر کوئی جلا کر خاک کر دے تو دین سے نہ پھرے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن الناس من یعبد اللہ علیٰ حرف فان اصابہ خیر اطمان بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علیٰ وجہہ خسر الدنیا والاٰخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین[1]۔

کچھ لوگ کنارے پر کھڑے اللہ کو پوجتے ہیں اگر کوئی بھلائی پہنچی جب تو خوش ہیں اور کوئی آزمائش ہوئی تو اُلٹے منہ پلٹ گئے ایسوں کا دُنیا و آخرت دونوں میں گھاٹا ہے یہی صریح زیاں کاری ہے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۱۵۴)

(۱۷) اہلِ قبلہ کون ہیں؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

اہلِ قبلہ وہی ہے کہ جمیع ضروریاتِ دین پر ایمان لاتا ہو اور کوئی قول و فعل قاطع ایمان اُس سے صادر نہ ہو ورنہ صرف قبلہ کی طرف ہماری کی سی نماز پڑھنا اور ہمارا ذبیحہ کھانا بنصوصِ قطعیہ قرآن ایمان کے لئے کافی نہیں، منافقین یہ سب کچھ کرتے تھے اور یقیناً کافر تھے۔

قال تعالیٰ "لایاتون الصلوٰۃ الا وھم کسالیٰ"[2]، وقال تعالیٰ "اذا جاءك المنٰفقون قالوا نشھد انك لرسول اللہ واللہ یعلم انك لرسولہ واللہ یشھد ان المنٰفقین لکاذبون[3] الیٰ اٰخر الرکوع الشریف، وقال تعالیٰ "ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ واٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[4]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ (اہل نفاق) نماز ادا نہیں کرتے مگر جی ہارے سُستی سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق نرے جھوٹے ہیں، آخر رکوع شریف تک یہی ذکر ہے)۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر آپ اُن سے پُوچھیں (کہ یہ تم کیا کر رہے ہو) تو جھوٹ کہہ دیں گے یہ تو ہم ہنسی کھیل کر رہے ہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۲۲ / ۱۱
[2] القرآن الکریم ۹ / ۵۴
[3] " " ۶۳ / ۱
[4] " " ۹ / ۶۵ و ۶۶

(ان سے) فرمادیجئے کیا اللہ تعالٰی، اس کی آیتوں اور اس کے رسول (گرامی) سے ہنسی مذاق کررہے ہو (یعنی کیا تم نے اتنا بھی نہ سوچا کہ اپنے مذاق کا محل کس کو بنارہے ہو) لہذا اب بے جا بہانے نہ بناؤ کیونکہ اب تم اپنے ایمان کے بعد (کھلے) کافر ہو گئے ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۶۴)

(۱۸) کچھ باا ثر مسلمان ہنود کے افعال ہولی وغیرہ میں ان کو بُرا سمجھتے ہوئے صرف اس لئے شریک ہوئے کہ اُن کے ساتھ اتفاق واتحاد ہوجائے گا تو ہم بھی ان سے تعزیہ اٹھوائیں گے۔ ان لوگوں کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اُن پر بھی توبہ اور تجدیدِ اسلام فرض ہے تائب ہوں اور نئے سِرے سے کلمہ پڑھ کر اپنی عورتوں سے نکاح دوبارہ کریں اور مصلحتِ ملعونہ اتحاد کہ اُن کے قلب میں ابلیس نے القا کی، وہ خود کب حلال ہے، کافر و مومن میں اتحاد کیسا۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء[1]

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ ٹھہراؤ۔

اور فرماتا ہے:

لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین[2]

ایمان والے ایمان والوں کے سوا کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔

اور فرماتا ہے:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوآدون من حآد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباء ھم او ابناء ھم او اخوانھم او عشیرتھم[3]

تم نہ پاؤ گے انھیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت کے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے مخالفت کی اللہ و رسول کی اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا کنبے والے ہوں۔

اور فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[4]

تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/۱ — [2] القرآن الکریم ۳/۲۸

[3] ؍؍ ۵۸/۲۲ — [4] ؍؍ ۵/۵۰

کفّار سے امورِ دُنیوی مثل تجارت وغیرہا میں موافقت کی جاسکتی ہے جہاں تک مخالفتِ شرع نہ ہو مگر اُن کے امورِ مذہبی میں موافقت اور وہ بھی معاذ اللہ اس حد تک ضرور لعنتِ الٰہی اُترنے کی باعث ہے اور وہ بیہودہ خیال کہ ہم اُن سے تعزیہ اُٹھوالیں گے سخت جہالت ہے، تعزیہ مسلمانوں کی کوئی عید نہیں بلکہ جہّال نے اسے موسمِ ماتم بنا رکھا ہے، مسلمانوں کا کوئی امرِ مذہبی نہیں بلکہ مذہب میں ممنوع و ناروا ہے، ہندوؤں کے مذہب میں ان کی ممانعت نہیں، اودھ میں بہتیرے ہندو آپ ہی تعزیہ بناتے اور اٹھاتے ہیں بخلاف ہولی کہ عیدِ کفّار ہے اور اُن کا مذہبی شعار ہے، اور دینِ اسلام میں سخت حرام ہے تو یہ اس کا معاوضہ کیسے ہوسکتا ہے، ایسا ملعون اتحاد منانے والے کیا ہنود سے یہ قرارداد لے سکتے ہیں کہ وہ عیدِ اضحیٰ میں ان کا ساتھ دیں گے، گائے یہ پچھاڑیں چھوٹی سی بچھیا وہ بھی لٹائیں گے، میسر ہے یہ کھائیں تو پاؤ بھر وہ بھی کھالیں گے، ایسا ہوتا تو کچھ جاہلانہ معاوضہ کا گمان ممکن تھا کہ عیدِ اضحیٰ مسلمانوں کی عید ہے اور گاؤکشی اُن کا مذہبی مسئلہ، اور ہندوؤں کے یہاں حرام ہے، اُن سے کہہ کر دیکھیں کیا جواب ملتا ہے، اس وقت کھل جائے گا کہ اس ملعون اتحاد کی تالی ایک ہی ہاتھ سے بجی، ہندو اپنے مذہب پر قائم ہیں اور تم مسلمان اپنے دین سے نکل گئے، ایسوں کو رُکنِ اسلام کہنا اسلام کی توہین کرنا ہے۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت دے اور شیطان ملعون کے دھوکوں سے بچائے، اگر یہ لوگ نہ مانیں اور ایسے ہی اعلان کے ساتھ توبہ نہ کریں جس اعلان کے ساتھ وہ کفریات کیے تھے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کو چھوڑ دیں اُن سے میل جول سلام کلام سب ترک کردیں۔ قال اللہ تعالٰی:

وامّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اگر کہیں تمھیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۶۷، ۱۶۸)

(۱۹) اسی نوعیت کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

ان لوگوں کو اگر اسلام عزیز ہے اور یہ جانتے ہیں کہ قیامت کبھی آئے گی اور اللہ واحد قہار کے حضور جانا ہوگا، تو ان پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور ایسی ناپاک مجلسوں سے دُور بھاگیں نئے سرے سے کلمۂ اسلام اور اپنی عورتوں سے نکاحِ جدید کریں ورنہ عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں۔ قال اللہ تعالٰی،

یٰایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

انہ لکم عدو مبین[1]

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو کیونکہ وہ تمھارا کھلا اور واضح دشمن ہے (ت) (فتاوی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۱)

(۲۰) بدگمانی کی حرمت میں قرآنی آیات سے تائید پیش کرتے ہوئے فرمایا:

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2]

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا[3]

غیر یقینی بات کے پیچھے نہ جا بیشک کان، آنکھ اور دل سب سے پرسش ہونی ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۲، ۱۷۳)

(۲۱) مستند علمائے دین کے فتاوی کو نہ ماننے اور دینی امور میں من مانی کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

یہ شخص اگر خود عالم کامل نہیں تو مستند علمائے دین کے فتوے نہ ماننے کے سبب ضال و گمراہ ہے۔ قرآن عظیم نے غیر عالم کے لئے یہ حکم دیا کہ عالم سے پوچھو نہ یہ کہ جس پر تمھارا دل گواہی دے عمل کرو۔ قال اللہ تعالٰی:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[4]

علم والوں سے پوچھ لیا کرو اگر تمھیں علم نہ ہو۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۳)

(۲۲) نو مسلم خاکروب کے ساتھ کھانے پینے والے مسلمان کی ہنسی اڑانے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

یہ ہنسی اڑانے والا سخت گنہگار ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸ [2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[3] " ۱۷/ ۳۶ [4] " ۱۶/ ۴۳

یایہا الذین اٰمنوا لایسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیرا منہم و لانساء من نساء عسٰی ان یکن خیرا منہن[1]

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی دوسری قوم سے ہنسی مذاق نہ کرے، کیا خبر، شاید وہ (جن سے ہنسی مذاق کیا گیا) ہنسی کرنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے ہنسی مذاق کریں شاید وہ ہنسی مذاق کی جانے والی عورتیں ان سے بہتر ہوں (مقصد یہ کہ کوئی دوسرے کو کہتر اور کمتر نہ سمجھے، ہوسکتا ہے کہ انجام کے لحاظ سے وہ کمتر اس بالاتر سے اچھا اور افضل ہو) (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۴)

(۲۳) مستحبات کو بدعتِ سیئہ قرار دے کر ان سے روکنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

کتبِ عقائد میں تصریح ہے کہ تحلیل حرام و تحریم حلال دونوں کفر ہیں یعنی جو شے مباح ہو جسے اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا اُسے ممنوع جاننے والا کافر ہے جبکہ اس کی اباحت وحلت ضروریاتِ دین سے ہو یا کم از کم حنفیہ کے طور پر قطعی ہو ورنہ اس میں شک نہیں کہ بے منع خدا و رسول منع کرنے والا شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے اور اللہ عزّ وجل پر بہتان اٹھاتا ہے اور اس کا ادنٰی درجہ فسق شدید وکبیرہ وخبیثہ ہے، قال اللہ تعالٰی:

ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[2]

اور جو کچھ تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں (اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ) یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو (یاد رکھو) جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی (نیز اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا):

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[3]

اللہ تعالٰی کے ذمّے وہی لوگ جھوٹا الزام لگاتے ہیں جو (درحقیقت) ایمان نہیں رکھتے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۵)

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۱

[2] " ۱۶/ ۱۱۶

[3] " ۱۶/ ۱۰۵

(۲۴) عظمت ومحبت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :

کاش مسلمان اتنا ہی کریں کہ اللہ ورسول کی محبت وعظمت کو ایک پلّہ میں رکھیں اپنے ماں باپ کی الفت وعزّت کو دوسرے میں، پھر دشمنان وبدگویان محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے اُتنا ہی برتاؤ کریں جو اپنی ماں کو گالیاں دینے والے کے ساتھ برتتے ہیں تو یہ صلح کُلی، یہ بے پرواہی، یہ سہل انگاری، یہ نیچری ملعون تہذیب سدِّ راہ ایمان نہ ہو ورنہ ماں باپ کی محبت وعزتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی محبت وعزت سے زائد ہو کر ایمان کا دعوٰی محض باطل اور اسلام قطعاً زائل، والعیاذ باللہ تعالٰے (اللہ تعالٰے کی پناہ۔ت) قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا۔ ت) :

الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لایفتنون[1]

کیا لوگ اس گھمنڈ میں پڑے گئے کہ وہ صرف اتنا کہنے پر کہ ہم ایمان لائے، چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔(ت)

زبان سے سب کہہ دیتے ہیں کہ ہاں ہمیں اللہ ورسول کی محبت وعظمت سب سے زائد ہے مگر عملی کارروائیاں آزمائش کرا دیتی ہیں کہ کون اس دعوے میں جھوٹا اور کون سچّا۔

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب[2]

اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو نہ پھیر جبکہ تُو نے سیدھی راہ دکھا دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت سے نواز دے، یقیناً تُو ہی بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۷)

(۲۵) ہنود کی طرف سے حکومت خود اختیاری کی تحریک میں مسلمانوں کی شرکت کے بارے میں ایک استفتار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا[3]

ضرور ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن یہود اور مشرکوں کو پاؤ گے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/ ۱ و ۲
[2] القرآن الکریم ۳/ ۸
[3] " ۵/ ۸۲

اور فرماتا ہے:

یاایها الذین لاتتخذوا بطانة من دونکم لایالونکم خبالاً ودّوا ما عنتّم قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر قد بینّا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون[1]

اے ایمان والو! اوروں کو اپنا دلی دوست نہ سمجھو وہ تمھاری ضرررسانی میں گئی نہیں کرتے، اُن کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو، دشمنی اُن کے منہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور وہ جو اُن کے سینوں میں دبی ہے بہت زیادہ ہے ہم نے روشن نشانیاں تمھیں بتادیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

اس ارشادِ الٰہی کے بعد کیا کوئی عاقل دیندار مسلمان ہنود کی شورش میں ان کا ساتھ دینا روا رکھے گا اور وقت پر زبانی باتوں کے دھوکے میں آکر بالآخر اُن سے اسلام و مسلمین کے ساتھ نیک برتاؤ اور دلی دوستی کی امید رکھے گا اس حکومت با اختیار کا حاصل اگر ہندوستان میں صرف اس قدر ہوا کہ اوپر کی کونسلوں میں ہندو ممبر بکثرت کردیئے گئے اور امور انتظامیہ کے سوا دیگر احکام میں ان کی رائے سُنی گئی اور کثرت پر فیصلہ ہوا جب تو ظاہر کہ ہر طرح ہنود کی جیت ہے انھیں کی کثرت رہے گی اور انھیں کی بات، جیسا کہ بعض وقائع مذکورہ سوال اس کا نمونہ ہیں، نیچر کی کمیٹیوں میں اُن کے اور تمھارے حالات وعادات جو سُنے گئے وہ اور بھی اُن کے مؤید ہیں یعنی یہ کہ بہت ہنود نہ فقط اپنے حفظِ حقوق بلکہ مسلمانوں کی پامالی حقوق میں بدریغ کوشش کرتے ہیں اور بہتیرے مسلمان ممبر دَم نہیں مارتے بلکہ بعض تو صلح کل و بے تعصب بننے کو اُلٹا ان کا ساتھ دیتے ہیں، مسلمانوں کی تعداد ایک تو کم تھی ہی اور بھی کم رہ جاتے ہیں آخر بار ہا پالی ہنود کے ہاتھ رہتا ہے، اب اس کا اثر جزئیات پر پڑتا ہے، اس حالت میں کلیات پر پڑے گا، گورنمنٹ کو مسلمانوں ہندوؤں کے معاملہ میں نہ کسی کی طرفداری نہ کسی سے خصومت۔ جب ہندوستانی ممبر بڑھے اور کثرت ہنود کی ہوئی تو اب احکام ان رایوں سے فیصل ہو کر آئیں گے جو ایک قوم کی ذاتی طرفدار اور دوسروں کی ذاتی مخالف ہے اس وقت وہ اسی لئے مسلمانوں کو بُلا رہے ہیں کہ یوں اختیارات اپنے کرلیں اور انھیں کی کوششوں سے اُن کے حقوق پامال کرنے پر خاطر خواہ قادر ہوجائیں گے جب یہ جم گئی پھر کیا ہوتا ہے ؎

دریغ سود ندارد چو کار رفت از دست

(جب کام ہاتھ سے نکل جائے تو پشیمان ہونے کا کچھ فائدہ نہیں۔ت)

؎ مرد آخر بیں مبارک بندہ است

(نتیجہ کو دیکھنے والا مرد بابرکت آدمی ہے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

اور اگر بالفرض حکومت خود اختیاری اپنے حقیقی معنی پر ملی تو وقت سخت تر ہے غور کرو اس وقت کہ مُلک ان کے ہاتھ میں نہیں تمھارے مذہبی شعائر میں کتنی رُکاوٹیں ڈالتے ہیں، رات دن کوشاں رہتے ہیں اور اپنی کثرتِ تعداد وکثرتِ مال کے سبب کچھ نہ کچھ کامیاب ہوتے رہتے ہیں، جب اختیارات اُن کے ہاتھ میں ہوئے اس وقت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے، مثلاً اُس وقت تو قربانیاں ان قیود وحدود کے ساتھ کہ اُن کا لگایا جانا بھی شورشِ ہنود کے باعث ہے ہو بھی جاتی ہیں اس وقت قتلِ انسان سے بڑھ کر جرم ٹھہریں گی اور مسلمانوں کو مجبورانہ اپنا یہ شعارِ دینی بند کرنا پڑے گا۔ کیا گورنمنٹ تنہا تمھیں ملک دے دے گی کہ اُس میں خالص احکامِ اسلام جاری کرو، یہ تو ممکن نہیں، نہ تنہا اُن کو ملے، پھر شرکت رکھو گے یا ملک بانٹ لو گے کہ ایک حصّہ میں تم اسلامی احکام جاری کرو ایک میں وہ اپنے مذہبی احکام جو تمھاری شریعت کی رُو سے احکامِ کفر ہیں، برتقدیرِ ثانی ظاہر ہے کہ ہندوستان کا کوئی شہر اسلامی آبادی سے خالی نہیں تو اُن لاکھوں مسلمانوں پر اپنی شریعتِ مطہرہ کے خلاف احکام تم نے اپنی کوششِ متفقہ سے جاری کرائے اور اس کے تم ذمہ دار ہوئے اور

من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکٰفرون ۝ ھم الظّٰلمون ۝ ھم الفٰسقون ۝[1]

جو کچھ اللہ تعالٰے نے نازل فرمایا (بندوں پر اتارا) جو لوگ اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر، ظالم اور نافرمان ہیں (ت)

کے تمغے پائے، برتقدیرِ اول کیا ہنود راضی ہوجائیں گے کہ ملک مشترک ہو اور احکام تنہا احکامِ اسلام، ہرگز نہیں، آخر تمھیں اُن کے ساتھ کسی نہ کسی قانون خلافِ اسلام پر راضی ہونا اور اپنی رضا وسعی سے مسلمانوں کو اُس کا پابند کرنا پڑے گا اور قرآن عظیم سے وہی تین خطابوں کا تمغہ ملے گا، یہ سب اُس وقت ہے کہ جھگڑا نہ اُٹھے اور اگر پھوٹ پڑی اور تجربہ کہتا ہے کہ ضرور پڑے گی اُس وقت اگر ہنود حسبِ عادت آپ بے قصور بنے اور سب ڈھلی بگڑی تمھارے سر ڈالی تو زمین میں بیٹھے بٹھائے فساد اُٹھانے اور حکمِ الٰہی لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[2] (لوگو! اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ ت) کی مخالفت کرکے خود اپنی اور لاکھوں ناکردہ گناہ مسلمانوں کی جان وعزت معرضِ خطرہ میں ڈالنے کا ذمہ دار کون ہوگا۔ اللہ عزّوجل سیدھی سمجھ دے۔ آمین!

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۹ تا ۱۸۱)

---

[1] القرآن الکریم ۵ / ۴۴، ۴۵، ۴۷

[2] " " ۲ / ۱۹۵

(۲۶) بدمذہبوں کے ساتھ اہلِ سنّت وجماعت کے میل جول کے بارے میں فرمایا:
سُنیوں کو غیرمذہب والوں سے اختلاط میل جول ناجائز ہے خصوصًا یوں کہ وہ افسر ہوں یہ ماتحت۔ قال اللہ تعالٰی:

واِمّا ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]
اگر تجھے شیطان کبھی بھول میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ (ت)
وقال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[2] واللہ تعالٰی اعلم۔
تم اُن سے دُور رہو اور وہ تم سے دُور رہیں کہیں تمھیں گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۸۴)

(۲۷) ہنود کے تہواروں میں شریک ہونے والے اور ان کی رسومات کو مستحسن جاننے والے مسلمان کے بارے میں فرمایا:
مراسمِ کفر کی اعانت اور اُن میں شرکت ممنوع وناجائز وگناہ اور مخالفتِ حکمِ الٰہ ہے۔
قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3]
اللہ تعالٰی نے اِرشاد فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)
حدیث میں ارشاد ہوا:

من سود مع قوم فھو منھم[4] وفی لفظ من کثر سواد قوم فھو منھم[5]۔
جو کسی قوم کی جماعت میں شریک ہو کر اُن کا گروہ بڑھائے وہ اُنھیں میں سے ہے۔
خصوصًا توہینِ مسجد پہ اعانت کہ بہت سخت تر ہے، پھر اگر یہ باتیں شامتِ نفس اور طمعِ دُنیا سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸
[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰
[3] القرآن الکریم ۵/۲
[4] کنز العمال بحوالہ خط عن انس حدیث ۲۴۶۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۱۰
[5] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن ابن مسعود ,, ۲۴۷۳۵ ,, ,, ۹/۲۲

ہوں تو صرف استحقاقِ جہنّم ہے اور اگر کسی رسم کفر کے پسند و رضا کے ساتھ ہوں تو کُھلا کفر ہے۔
غمز العیون میں ہے:

من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ[1]

جس شخص نے کافروں کے کسی کام کو اچّھا سمجھا تو وہ باتفاقِ مشائخ کافر ہوگیا۔ (ت)

مسلمانوں کو ایسے شخص سے میل جول منع ہے، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واِمّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اگر تمھیں شیطان کسی بُھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسّکم النّار[3]

(لوگو!) ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمھیں دوزخ کی آگ چُھوئے گی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۸۶، ۱۸۷)

(۲۸) بد مذہبوں کے پیشوا کا استقبال کرنے والے مسلمانوں کے بارے میں فرمایا:

ان پر فرض ہے کہ جس اعلان کے ساتھ ان ناپاک حرکتوں سے شیطان پھیلایا اور بے پڑھے مسلمانوں کا دین ڈھایا ابلیس لعین کا پھریرا سرِ بازار اُڑایا اُسی اعلان کے ساتھ عام مجمعوں میں توبہ کریں اور مناسب کہ از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھیں پھر اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں، اگر توبہ نہ مانیں تو ایسے لوگ اس قابل بھی نہیں کہ مسلمان ان کو اپنے پاس بیٹھنے دیں سُنّی مدرسے کی رکنیت تو بڑی چیز ہے، اس حال پر بھی جو انھیں رکنِ مدرسہ دینیہ رکھیں گے اللہ و رسول و مسلمین سب کے خائن و بدخواہ ہوں گے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[4]

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تم کو دوزخ کی آگ چُھوئے گی۔

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵
[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳
[4] ؍؍ ۱۱/ ۱۱۳

دوسری آیت میں ارشاد ہوا:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]۔

اگر تجھے شیطان بُھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۹۰)

(۲۹) ایک سُنّی عالم کے بارے میں سوال ہوا کہ اس نے اپنی تحریر کا آغاز حمد و نعت سے نہیں کیا، اس کے جواب میں فرمایا:

جب سوال میں اعلان دہندہ کے سُنّی ذی علم ہونے کا اقرار ہے تو سُنّی خصوصًا ذی علم پر ایسی باتوں میں مؤاخذہ کوئی وجہ نہیں رکھتا، شروع میں حمد و نعت نہ لکھنا ممکن کہ بلحاظِ ادب ہو کہ ایسے پرچے لوگ احتیاط سے نہیں رکھتے، اور وقتِ تحریر زبان سے ادا کرلینا کافی ہے۔ جیسا امام ابن الحاجب نے کافیہ میں کیا، مسلمان پر نیک گمان کا حکم ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسھم خیرا[2]۔

مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو اپنوں پر اچھا گمان کرنا چاہیے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۹۴)

(۳۰) تصویر کھنچوانے سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جس کا کھینچنا حرام ہے کھنچوانا بھی حرام ہے، شرع مطہرہ کا قاعدہ ہے:

ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[3]، قال اللہ تعالٰی "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[4]"۔

جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دُوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ (ت)

وقال تعالٰی "کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[5]"

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸ [2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲

[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۹

[4] القرآن الکریم ۵/ ۲

[5] " ۵/ ۷۹

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جو بُرا کام لوگ کیا کرتے اہل کتاب اس کے کرنے سے ایک دوسرے کو نہ روکتے، کتنا بُرا رویّہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔ (ت)

مگر مواضع ضرورت مستثنٰی رہتے ہیں الضرورات تبیح المحظورات[۱] (ضرورتیں (مجبوریاں) ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت) اور حرجِ بیّن وضرورت ومشقّتِ شدیدہ کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے،

ماجعل علیکم فی الدین من حرج[۲]، لاضرر ولاضرار[۳]، یرید اللّٰہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر[۴]

اللہ تعالٰی نے دینِ اسلام میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، نہ تو کسی سے نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ، اللہ تعالٰی تم پر آسانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ تمہیں کسی تنگی میں ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۹۶، ۱۹۷)

(۳۱) رسالہ "جلی النص فی اماکن الرخص" میں مواضعِ رخصت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

امّا بعد، یہ چند سطور کاشفۃ الستور بعون الغفور لامعۃ النور (چند سطریں پردہ اٹھانے والی گناہ بخشنے والے روشن نور کی مدد سے۔ ت) اس بیان میں ہیں کہ بعض اوقات بعض ممنوعات میں رخصت ملتی ہے، اس کی اجمالی تفصیل کیا ہے، ظاہر ہے کہ نہ ہر ممنوع کسی نہ کسی وقت مباح ہو سکتا ہے نہ ہر وقت ایسا کہ کسی نہ کسی ممنوع میں رخصت کی قابلیت رکھتا ہے ادھر اس کے متعلق بعض قواعد فقہیہ میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے،

ایک اصل یہ ہے کہ درء المفاسد اھم من جلب المصالح[۵] مفسدہ کا دفع مصلحت کی تحصیل سے زیادہ اہم ہے، حدیث ذکر کی جاتی ہے:

ترك ذرۃ ممانھی اللّٰہ عنہ افضل من عبادۃ الثقلین[۶]۔

۱؎ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۱۸
۲؎ القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸
۳؎ مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۱۳
۴؎ القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵
۵؎ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۵
۶؎ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ایک ذرہ ممنوع شرعی کا چھوڑ دینا جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔
یہ قاعدہ مطلقاً لحاظ نہی بتاتا ہے۔

دوم الضرورات تبیح المحظورات[1] مجبوریاں ممنوع کو مباح کر دیتی ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اس کا استنباط کریمہ فاتقوا اللہ ما استطعتم[2] و کریمہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3] میں ہے یعنی مقدور بھر پرہیزگاری کرو، اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتا۔ یہ مطلقاً لحاظ ضرورت فرماتا ہے۔

سوم من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما[4] دو بلاؤں کا مبتلا اُن میں ہلکی کو اختیار کرے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یہ کریمہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[5] (مگر وہ شخص کہ جس پر زبردستی کی جائے جب اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔ت) سے ماخوذ ہے یہ قاعدہ دونوں اطلاق نہیں کرتا بلکہ موازنہ چاہتا ہے۔

چہارم الضرر یزال[6] (نقصان کو دُور کیا جاتا ہے۔ت) ضرر مدفوع ہے۔ قال عزّ و جل "ما جعل علیکم فی الدین من حرج[7]" (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) تم پر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاضرر ولا ضرار۔ رواہ ابن ماجۃ عن عبادۃ و کاحمد عن ابن عباس[8]

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۱۸

[2] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۶

[3] " " ۲/ ۲۸۶

[4] کشف الخفاء حدیث ۲۳۹۸ دار الکتاب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۰۷
الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۳

[5] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[6] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۱۸

[7] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

[8] سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۰
مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۱۳

رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسند حسن۔

نہ ضرر ولا ضرار (ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبادہ سے روایت کیا اور امام احمد نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

ارتکابِ ممنوع بھی ضرر ہے تو یہ اصل اول سے موافق ہے، اور انسانی ضرورت بھی ضرر ہے تو اصل دوم کے مطابق ہے۔

پنجم المشقۃ تجلب التیسیر[1] مشقت آسانی لاتی ہے۔ اور اسی کے معنیٰ میں ہے ماضاق امر الا اتسع[2] (کوئی معاملہ تنگ نہیں ہوا مگر اس میں کشادگی رکھی گئی۔ ت) مولیٰ سبحٰنہ، فرماتا ہے:

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3]۔

اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

اس کا دائرہ ضرورت ومجبوری سے وسیع تر ہے۔

ششم ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[4] جس کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام۔

قال تعالیٰ "لاتعاونوا علی الاثم والعدوان[5]"

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

ہفتم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[6]

اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر ایک کے لئے اس کی نیت۔

قال عزّوجل:

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثالثۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۰۵

[2] " " " " " " " ۱/۱۱۷

[3] القرآن الکریم ۲/۱۸۵

[4] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۸۹

[5] القرآن الکریم ۵/۲

[6] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲و۱۳

یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[1]

اے ایمان والو! آپ ٹھیک رہو دوسرے کا بہکنا تمہیں ضرر نہ دے گا جب تم راہ پر ہو۔

ہم دیکھتے ہیں حج میں مدت سے ٹیکس لئے جاتے ہیں اور اس سے حج ممنوع نہیں ہو جاتا، تجارتوں پر صدہا سال سے تمام دنیا میں ٹیکس اور چنگیاں ہیں اس سے تجارت بند نہیں کی جاتی یہ قاعدہ ہفتم کے موافق ہے لیکن سود کا لینا دینا دونوں حرام۔ حدیث صحیح میں دونوں پر لعنت فرمائی۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار[2]

رشوت دینے اور لینے والا دونوں جہنم میں ہیں۔

یہ قاعدہ ششم کے مطابق ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۰۲ تا ۲۰۴)

(۳۲) تسخیر ہمزاد کے لئے عمل کرنے کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اُس کی تسخیر جو سفلیات سے ہو وہ تو حرام قطعی بلکہ اکثر صور میں کفر ہے کہ بے اُن کے خوشامد اور مدائح و مرضیات کے نہیں ہوتی اور جو علویات سے ہو وہ اگرچہ بصولت و سطوت ہے مگر اُس کا ثمرہ غالباً اپنے کاموں میں شیطان سے ایک نوع استعانت سے خالی نہیں ہوتا کہ وہ غلبۂ قاہرہ کہ ومن یزغ منھم عن امرنا نذقہ من عذاب السعیر[3] (اور ان میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے منہ پھیرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ ت)

جو استجابتِ دُعا ھب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعدی[4] (مجھے ایسی بادشاہی دے ڈال جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ ت) سے ناشی ہر ایک کو کہاں نصیب، اور بالفرض نہ بھی ہو تو کافر شیطان کی مخالطت ضرور مورث تغیرّ احوال و حدوث ظلمت، حضرت سیدنا شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ کم از کم وہ ضرر کہ صحبتِ جن سے ہوتا ہے یہ ہے کہ آدمی متکبّر ہو جاتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، تو راہِ سلامت اُس سے بُعد و مجانبت ہی میں ہے، رب عزّوجل تو اس دُعا کا

۱؎ القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

۲؎ کنز العمال بحوالہ طب ص حدیث ۱۵۰۷۷ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۳

الترغیب والترھیب الراشی والمرتشی مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۱۸۰

۳؎ القرآن الکریم ۳۴/ ۱۲

۴؎ 〃 ۳۸/ ۳۵

حکم دے کہ اعوذبك رب ان یحضرون[1] (اے میرے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس حاضر ہوں۔ ت) اور یہاں یہ رٹ لگائی جائے کہ حاضر شو حاضر شو، والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم (حاضر ہوجا، حاضر ہوجا، اور اللہ تعالیٰ کی پناہ، اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۱۷، ۲۱۸)

(۳۴) دستِ غیب اور مصلّٰی کے نیچے سے اشرفی وغیرہ کا نکلنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

ہاں صحیح ہے مگر اس عملداری میں کمیاب بلکہ نایاب ہے۔ دستِ غیب کے نہایت درجہ کا حاصل اب صرف فتوحِ ظاہرہ و وسعتِ رزق ہوتا ہے، پھر اگر دستِ غیب اس طرح ہو کہ جن کو تابع کرکے اس کے ذریعہ سے لوگوں کے مالِ معصوم منگوائے جائیں تو اشد سخت حرام کبیرہ ہے، اور اگر سفلیات سے ہو تو قریب بکفر، اور علویات سے ہو تو خود یہ شخص مارا جائے گا یا کم از کم پاگل ہوجائے یا سخت سخت امراض و بلایا میں گرفتار ہو، اعمالِ علویہ کو ذریعہ حرام بنانا ہمیشہ ایسے ثمرے لاتا ہے اور اس کے حرام قطعی ہونے میں کیا شبہہ ہے،

قال اللہ تعالیٰ "ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2]"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اپنے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔ (ت)

اور اگر کسی دوسرے کی ملک معصوم نہ لائی جاتی ہو بلکہ خزانۂ غیب سے اس کو کچھ پہنچایا جائے یا مالِ مباح غیر معصوم اور وہ جن کہ مسخر کیا جائے مسلمان ہو نہ کہ شیطان، اور اعمال علویہ سے ہو نہ کہ سفلیہ سے، اور اسے منگاکر مصارفِ محمودہ یا مباحہ میں صرف کرے، نہ کہ معاذ اللہ حرام و اسراف میں، تو یہ عمل جائز ہے، اور جو اس طریقے سے ملے اس کا صَرف کرنا بھی جائز کہ جس طرح کسبِ حلال کے اور طُرق ہیں اسی طرح ایک طریقہ یہ بھی ہے، دستِ غیب کا سب سے اعلیٰ عمل، قطعی عمل، یقینی عمل جس میں تخلف ممکن نہیں اور سب اعمال سے سہل تر خود قرآن مجید میں موجود ہے، لوگ اسے چھوڑکر دشوار دشوار ظنیات بلکہ وہمیات کے پیچھے پڑتے ہیں اور اُس سہل و آسان یقینی و قطعی کی طرف توجہ نہیں کرتے،

قال اللہ تعالیٰ "ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب[3]"۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۸

[2] 〃 ۲/ ۱۸۸

[3] 〃 ۶۵/ ۲و۳

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جو اللہ سے ڈرے، تقوٰی و پرہیزگاری کرے اللہ عزوجل ہر مشکل سے اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو گا۔

اور دستِ غیب کسے کہتے ہیں، اسی طرح لوگ عملِ حُب کے پیچھے خستہ و خوار پھرتے ہیں اور نہیں ملتا۔ اور حُب کا سہل و یقینی و قطعی عمل قرآن عظیم میں مذکور ہے اس کی غرض نہیں کرتے۔

قال اللہ تعالٰی "ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودًا"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے قریب ہے کہ رحمان ان کے لئے محبت کر دے گا (دلوں میں ان کی حُب ڈال دے گا)۔

نسأل اللہ حسن التوفیق (ہم اللہ تعالٰی سے حُسنِ توفیق مانگتے ہیں۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۲۱۸، ۲۱۹)

(۴۳) جلسہ خلافت کمیٹی میں شرکت کے بارے میں سوال آیا جس کے ممبران ہنود و مشرکین کی دوستی کرتے ہیں اور ان کی رسومات کفریہ میں شریک ہوتے ہیں اور ان کی دعائے مغفرت کے لئے اشتہار چھاپتے ہیں، اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

اگر یہ امور واقعی ہیں تو ایسے جلسوں کی شرکت حرام ہے، اور جو ان میں شریک ہو قابلِ ملامت اور ناقابلِ امامت ہے، نہ وہ کہ احتراز کرے۔ دشمنانِ دین سے احتراز فرض ہے، اور فرض کا ترک موجبِ ملامت اور مانع امامت ہے نہ کہ اس کا بجالانا، اور کافر کے لئے دُعائے مغفرت و فاتحہ خوانی کفرِ خالص و تکذیبِ قرآنِ عظیم ہے کما فی العلمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور اس کے علاوہ دوسرے فتاووں میں مسئلہ مذکور ہے۔ ت) اور ان کے خار و بوار کے لئے یہی بہت تھا کہ مشرک کے ماتم میں سر ننگا کیا اور اس پر ظلمِ شدید یہ کہ عبادت گاہِ واحد قہار کو مشرک کا ماتم گاہ بنایا پھر اُس کے لئے نماز کا اشتہار پُورا پُورا موجبِ لعنتِ جبار قہار ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدًا ولا تقم علٰی قبرہ"[2]

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۹۶

[2] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر اُن میں سے کوئی مر جائے تو اس پر نماز نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو (ت)

بلاشُبہہ یہ اشتہار دینے اور اس پر عمل کرنے والے سب قطعی مرتد ہیں وہ اسلام سے نکل گئے اور ان کی عورتیں نکاح سے۔

قاتلھم اللہ انی یؤفکون[1]۔

اللہ تعالیٰ انھیں مارے وہ کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ (ت)

اور قربانیِ گاؤ شعارِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالیٰ "والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[2]"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے بُدنہ (قربانی کا جانور) کو تمھارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے کیا ہے۔ (ت)

اور ہندوستان میں اُس کا جاری رکھنا واجب ہے کما حققناہ فی "انفس الفکر فی قربان البقر" (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق (اپنے ایک رسالہ بنام) انفس الفکر فی قربان البقر (بہت عمدہ سوچ گائیوں کی قربانی کرنے میں) میں کر دی۔ ت) اور خوشنودیِ ہنود کے لئے اس کا بند کرنا حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مت جھکو (اور مائل نہ ہو) ورنہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ (ت)

ناپاکوں کا فرِدں مرتدوں کو واعظِ مسلمین بنانے والے اسلام کو ڈھاتے ہیں اور کفر و لعنتِ الٰہی کی نیو چُنواتے ہیں۔ حدیث تو بد مذہب کی توقیر پر فرماتی ہے:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام[4]۔

جس نے کسی بد مذہب کی توقیر کی اس نے دینِ اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۰

[2] " ۲۲/ ۳۶

[3] " ۱۱/ ۱۱۳

[4] کنز العمال حدیث ۱۱۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۱۹

نہ کہ کفار و زنادقہ مثل وہابیہ و غیر مقلدین و دیوبندیہ وغیرہم کو واعظِ مسلمین و پیشوائے دین بنانا کہ صراحۃً اسلام کو کُند چھری سے ذبح کرنا ہے، افسوس کہ گائے کی قربانی بند اور ذبح اسلام کے نعرے بلند، مگر اسلام گائے سے بھی گیا گزرا، عزّت و جبروت ہے اُس کے لئے جس نے اُن کے دل اُلٹ دیئے اور آنکھیں پلٹ دیں کہ اُن کو اسلام کُفر سُوجھتا ہے اور کفر اسلام،

فسبحٰن مقلب القلوب والابصار ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب۔

پاک اور منزّہ ہے دلوں اور آنکھوں کا پھیرنے والا۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دیجئے اس کے بعد کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنی بارگاہ سے رحمت عطا کر دیجئے، یقیناً تُو بلامعاوضہ بہت زیادہ بخشش اور عطا فرمانے والا ہے۔ (ت)

کفّار اور مشرکین سے اتحاد و وداد حرام قطعی ہے، قرآن عظیم کے نصوص اس کی تحریم سے گونج رہے ہیں، اور کچھ نہ ہو تو اتنا کافی ہے کہ:

من یتولھم منکم فانہ منھم۔[1]

واحد قہار فرماتا ہے کہ تم میں جو کوئی اُن سے دوستی رکھے گا وہ بیشک انہیں میں سے ہے۔

اللہ عزّوجل کا ارشاد اور وہ بھی "بیشک" کے ساتھ، آخر اُس کے نتائج ظاہر ہیں کہ کفّار سے اتحاد و وداد منانے والے موافق ارشادِ الٰہی بیشک منھم (اُنھی میں سے) ہوگئے، کیا آج تک کبھی ہُوا تھا کہ مشرک کے ماتم میں مسلمان سر برہنہ ہوئے ہوں، مسلمانوں نے مسی کو اُس کی ماتم گاہ بنایا ہو، مسلمانوں نے اس کے لئے دُعا و نماز کا اشتہار دیا ہو، مسلمان متہ کوں کی کاڑی کے بیل بنے ہوں۔ اور یہ ہونا ہی تھا کہ جب اسلام چھوڑا انسانیت خود گئی، اب جو چاہے بیل بنے جو چاہے گدھا کہ اللہ عزّوجل فرما چکا:

اولٰئك کالانعام بل ھم اضل۔[2]

وہی لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ بھٹکے ہُوئے (ت)

بلکہ فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱
[2] " " ۷/ ۱۷۹

اولٰئك ھم شرّ البریّة[1]

وہی لوگ بدترین مخلوق ہیں (ت)

کافر تو کافر فاسق کی تعریف پر حدیث میں فرمایا:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذٰلك العرش[2]

جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے رب عزّ و جل غضب فرماتا ہے اور عرشِ الٰہی ہل جاتا ہے۔

نہ کہ مشرک کی تعظیم اور وُہ بھی اس درجہ عظیم،

فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب الّتی فی الصدور[3]

(لوگو!) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں مستور ہیں۔ (ت)

سائل بیچارہ اس کا شاکی ہے کہ ہندوؤں نے اذان بند کی اور یہ کیا اور یہ کیا، اور ان مسلمان کہلانے والوں نے اس کے برعکس یہ کچھ کیا، یہ شکایت محض بے جا و نادانی ہے ہندو اپنے دین باطل پر قائم ہیں وُہ کیوں چھوڑیں، دین تو انھوں نے چھوڑا ہے، ہر جھوٹ انھیں کی طرف سے چاہئے ایسے لوگوں کے جلسوں میں شرکت ہرگز جائز نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۲۸ تا ۲۳۰)

(۳۵) کفار سے معاملات، احکام مرتدہ، اور اسلامی پیام نامی ایک اشتہار کے بعض مندرجات سے متعلق مولانا سیّد آصف علیہ الرحمہ کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے رسالہ "الرمز المرصف علی سؤال مولانا السیّد آصف" میں فرمایا:

ارشادِ الٰہی:

یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانة من دونکم لایالونکم خبالا[4]

اے ایمان والو! اپنے سوا غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمھیں نقصان پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ (ت)

عام و مطلق ہے کافر کو رازدار بنانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ امورِ دُنیویہ میں ہو، وُہ ہرگز تا قدرِ قدرت

---

[1] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

[2] کشف الخفاء حدیث ۲۷۵ دار الکتب العلمیة بیروت ۱/ ۸۷

[3] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

[4] " ۳/ ۱۱۸

ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔

قل صدق اللہ[1] ومن اصدق من اللہ قیلا[2]

فرما دیجئے اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا، اور بات کرنے میں اللہ تعالٰی سے زیادہ سچا کون ہوسکتا ہے (ت)

سیدنا امام اجل حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث لا تستضیئوا بنار المشرکین[3] (مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی تفسیر فرمائی کہ اپنے کسی کام میں اُن سے مشورہ نہ لو، اور اسے اسی آیۂ کریمہ سے ثابت بتایا۔ ابویعلٰی مسند اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تستضیئوا بنار المشرکین قال فلم ندر ما ذٰلك حتی اتوا الحسن فسألوہ فقال نعم، یقول لا تستشیروھم فی شیئ من امورکم قال الحسن وتصدیق ذٰلك فی کتاب اللہ تعالٰی ثم تلا ھٰذہ الاٰیۃ یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم[4]

انس بن مالک نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) شرک کرنے والوں کی آگ سے روشنی نہ لو۔ فرمایا: ہم نہ سمجھے کہ اس کا مفہوم کیا ہے، یہاں تک کہ لوگ حسن بصری کے پاس گئے اُن سے اس کا مفہوم دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے" اپنے کسی کام میں شرک کرنے والوں سے مشورہ نہ لو۔" حضرت حسن نے فرمایا کہ اس کی تصدیق اللہ تعالٰی کی کتاب میں موجود ہے، پھر یہی آیت تلاوت فرمائی: اے ایمان والو! اپنے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ (ت)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسی آیت کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا۔

ابن ابی شیبہ مصنف اور ابنائے حمید و ابی حاتم رازی تفاسیر میں اُس جناب سے راوی:

انہ قیل لہ ان ھنا غلاما من اھل الحیرۃ حافظا کاتبا فلو اتخذتہ کاتبا

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۹۵ — [2] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۹۹

[4] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۳/ ۱۱۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۸۰

الدر المنثور " " " " " " " " ۲/ ۲۸۴

شعب الایمان حدیث ۹۳۷۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰

قال اتخذت اذاً بطانة من دون المؤمنین[1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ یہاں حیرہ کا رہنے والا ایک غلام ہے جو حافظ اور کاتب ہے اگر آپ اس کو اپنے ہاں کاتب مقرر کردیں (تو کیا ہی اچھا ہوگا) اس پر ارشاد فرمایا کہ پھر تو میں نے مسلمانوں کو چھوڑ کر اس کافر کو اپنا رازدار بنالیا۔ (ت)

تفسیر کبیر میں انھیں امورِ دُنیویہ میں اُن سے مشاورت و موانست کو سببِ نزول کریمہ اور اس سے نہی مطلق کے لئے بتایا اور اسے اس گمان کا کہ اُن سے مخالفت تو دین میں ہے دُنیوی امور میں بدخواہی نہ کریں گے رَد ٹھہرایا کہ:

ان المسلمین کانوا یشاورونھم فی امورھم ویؤانسونھم لما کان بینھم من الرضاع والحلف ظنا منھم انھم خالفوھم فی الدین فھم ینصحون لھم فی اسباب المعاش فنھاھم اللہ تعالٰی بھذہ الاٰیۃ عنہ، فمنع المؤمنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المؤمنین فیکون ذٰلک نھیا عن جمیع الکفار، وقال تعالٰی یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء، ومما یوکد ذٰلک ما روی انہ قیل لعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ، ھٰھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لایعرف اقوی حفظا ولا احسن خطا منہ، فان رأیت ان نتخذہ کاتبا، فامتنع عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من ذٰلک وقال اذاً اتخذت بطانۃ من غیر المؤمنین فقد جعل عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ھٰذہ الاٰیۃ دلیلا علی النھی عن اتخاذ (النصرانی) بطانۃ۔[2]

مسلمان اپنے دُنیوی معاملات میں کافروں سے مشورہ کیا کرتے تھے اور اُن سے موانست رکھتے تھے اس لئے کہ دونوں کے درمیان رضاعت اور قسمیں تھیں، پس مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ اگرچہ کافر دین میں اُن کے مخالف ہیں تاہم اسبابِ معاش وغیرہ میں اُن کے خیر خواہ ہیں، پھر اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو اس آیۃ مذکورہ میں کافروں کے ساتھ روا داری اور رازداری سے منع فرمایا۔ لہٰذا اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو اہلِ ایمان کے علاوہ غیروں کو رازدار بنانے کی ممانعت فرمائی، پھر یہ تمام کافروں سے نہی ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست

---

[1] الدرالمنثور تحت الآیۃ ۳/ ۱۱۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۴

تفسیر لابن ابی حاتم " " " حدیث ۴۳۸ مکتبہ نزار مصطفی البازمکۃ المکرمۃ ۳/ ۷۴۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " دارالکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۱۷۲

نہ بناؤ۔ اور اس کی اس روایت سے تاکید ہوتی ہے کہ جس میں یہ مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں یہ درخواست کی گئی کہ یہاں اہلِ حیرہ میں سے ایک شخص عیسائی ہے اس کی یادداشت (قوتِ حفظ) بھی بڑی قوی ہے اور خط بھی خوبصورت (یعنی خوشنویس) ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے منشی مقرر کرلیں۔ ارشاد فرمایا: پھر تو میں نے غیر مسلموں کو اپنا راز دار بنالیا۔ لہذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس آیۂ مذکورہ کو اس پر دلیل ٹھہرایا کہ عیسائی کو راز دار بنانے کی ممانعت ہے۔(ت)

اس سے جملہ انواعِ معاملت کیوں ناجائز ہو گئے، بیع وشراء، اجارہ واستیجار وغیرہا میں کیا راز دار بنانا یا اس کی خیر خواہی پر اعتماد کرنا ہے جیسے چمار کو دام دیئے جُوتا گنٹھوالیا، بھنگی کو مہینہ دیا پاخانہ اٹھوالیا، بزاز کو روپے دیئے کپڑا مول لے لیا، آپ تاجر ہے کوئی جائز چیز اس کے ہاتھ بیچی دام لے لئے وغیرہ وغیرہ۔ ہر کافر حربی کافر محارب ہے، حربی ومحارب ایک ہی ہے جیسے جدلی ومجادل، وہ ذمی ومعاہد کا مقابل ہے، راز دار بنانا ذمی ومعاہد کو بھی جائز نہیں، امیر المومنین کا وہ ارشاد ذمی ہی کے بارے میں ہے، یُونہی موالات مطلقاً جملہ کفار سے حرام ہے حربی ہوں یا ذمّی، ہاں صرف دربارۂ بر واحسان اُن میں فرق ہے معاہد سے جائز ہے کہ:

لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین[1]۔

اللہ تعالٰی تمھیں ان لوگوں سے (معاملات کرنے سے) نہیں روکتا جو دین میں تم سے جنگ نہیں کرتے۔(ت)

اور حربی سے حرام کہ:

انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین[2]۔

البتہ ان لوگوں سے تمھیں منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے جنگ کرتے ہیں۔(ت)

عبارتِ کبیر منقولۂ سوال کا یہی مطلب ہے یہی قول اکثر اہلِ تاویل ہے اور اسی پر اعتماد وتعویل ہے، اور ائمہ حنفیہ کے یہاں تو اس پر اتفاقِ جلیل ہے، خود کبیر میں زیرِ کریمہ لاینھٰکم اللہ ہے:

الاکثرون علی انھم اھل العھد وھذا قول ابن عباس والمقاتلین والکلبی[3]۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۸

[2] ۶۰/ ۹

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶۰/ ۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۹/ ۲۶۳

اکثر ائمۂ تفسیر کی رائے یہ ہے کہ اس سے اہلِ عہد مراد ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس، دو مقاتلوں اور کلبی کا یہی قول ہے۔ (ت)

ہم نے المحجۃ المؤتمنہ میں یہ مطلب نفیس جامع صغیر امام محمد[1] وہدایہ[2] و درر الحکام[3] وغایۃ البیان[4] و کفایۃ[5] و جوہرہ نیرہ[6] و مستصفٰی[7] و نہایہ[8] و فتح القدیر[9] و بحر الرائق[10] و کافی[11] و تبیین الحقائق[12] و تفسیر احمدی[13] و فتح اللہ المعین[14] و غنیہ[15] ذوی الاحکام و معراج الدرایۃ[16] و عنایہ[17] و محیط[18] برہانی و چلپی[19] زادہ و بدائع[20] امام ملک العلما سے ثابت کیا حضور رحمۃ للعلمین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم رحمۃ للعلمین ہیں قبل ارشاد و اغلظ علیہم[1] (کافروں اور منافقوں پر سختی کرو۔ ت) انواع انواع کے نرمی وعفو و صفح فرمائے خود اموال غنیمت میں مؤلفۃ القلوب کا ایک سہم مقرر تھا مگر عفو و صفح کو نسخ فرمادیا اور مؤلفۃ القلوب کا سہم ساقط ہوگیا

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظّلمین نارا احاط بھم سرادقھا[2]

فرما دیجئے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے لہذا جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے، یقیناً ہم نے ظالموں کے لئے ایک ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواروں نے انھیں گھیرے میں لے رکھا ہے۔ (ت)

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے افضل الاساتذہ امام عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالٰی عنہ جن کی نسبت امام فرماتے ہیں میں نے اُن سے افضل کسی کو نہ دیکھا وہ کریمۂ واغلظ علیہم کو فرماتے ہیں:

نسخت ھٰذہ الاٰیۃ کل شیئ من العفو والصفح[3]

اس آیۂ کریمہ نے ہر قسم کی معافی اور درگزر کرنے کو منسوخ کر دیا ہے (ت)

قرآن عظیم نے یہود و مشرکین کو عداوتِ مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر فرمایا:

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا[4]

تم اہلِ ایمان سے عداوت کرنے میں سب سے زیادہ یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے (ت)

مگر ارشاد:

یایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم و ماوٰھم

---

[1] القرآن الکریم ۹/۷۳
[2] القرآن الکریم ۱۸/۲۹
[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹/۷۳ دار الکتب العلمیۃ ۲/۲۶۳
[4] القرآن الکریم ۵/۸۲

جھنم وبئس المصیر[1]

اے نبی مکرم! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور اُن پر سختی کیا کرو اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے (ت)

عام آیا اس میں سب کا استثنار نہ فرمایا کسی وصف پر حکم کا مرتب ہونا اس کی علیت کا مشعر ہوتا ہے یہاں انھیں وصفِ کفر سے ذکر فرما کر اس پر جہاد وغلظت کا حکم دیا تو یہ سزا ان کے نفسِ کفر کی ہے نہ کہ عداوتِ مومنین کی، اور نفسِ کفر میں وہ سب برابر ہیں الکفر ملّة واحدة (سارا کفر ایک ہی ملّت ہے۔ ت)

ہاں معاہد کا استثنار دلائل قاطعہ متواترہ سے ضرورۃً معلوم ومستقر فی الاذہان کہ حکم "جاھد" سن کر اس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں فنفس النص لم یتعلق بہ ابتداءً کما افادہ فی البحر الرائق (پھر نفسِ نص ابتداءً ہی اُس سے متعلق نہیں (یعنی معاہد کو نص شامل ہی نہیں) جیسا کہ البحر الرائق میں یہ افادہ پیش کیا ہے۔ ت) تفاوت عداوت پر بنائے کار ہوتی تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا حالانکہ امر بالعکس ہے اور نصارٰی کا حکم یہود سے کم تر ہوتا حالانکہ یکساں ہے۔ ذمّی وحربی کافر کا فرق میں بتا چکا ہوں اور یہ کہ حربی محارب ہے حسبِ حاجت ذلیل قلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ ومقابلہ میں مدد لے سکتے ہیں ایسی جیسے سدھائے ہوئے مسخر کُتّے سے شکار میں، امام سرخسی نے شرح جامع صغیر میں فرمایا: والاستعانة باھل الذمة کالاستعانة بالکلاب[2]۔

ذمی کافروں سے مدد لینا سدھائے ہوئے کُتّوں سے مدد لینے کی طرح ہے۔ (ت)

اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم وصاحبین وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس میں بھی کتابی کی تخصیص فرمائی مشرک سے استعانت مطلقاً ناجائز رکھی اگرچہ ذمی ہو۔ ان مباحث کی تفصیل جلیل "المحجة المؤتمنه" میں ملاحظہ ہو۔

رہا کافر طبیب سے علاج کرانا، خارجی یا ظاہر مکشوف علاج جس میں اس کی بدخواہی نہ چل سکے وہ لا یالونکم خبالا[3] (وہ کافر تمھیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کریں گے۔ ت) سے بالکل بے علاقہ ہے اور دنیاوی معاملات بیع وشراء واجارہ واستیجار کی مثل ہے، ہاں اندرونی علاج

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۳

[2] شرح الجامع الصغیر للسرخسی (محمد بن احمد)

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

جس میں اس کے فریب کو گنجائش ہو اس میں اگر کافروں پر یُوں اعتماد کیا کہ اُن کو اپنی مصیبت میں ہمدرد اپنا ولی خیر خواہ اپنا مخلص با اخلاص خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے اپنا ولی دوست بنانے والا اس کی بیکسی میں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جانا تو بیشک آیۂ کریمہ کا مخالف ہے اور ارشادِ آیت جان کر ایسا سمجھا تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان و ایمان و قرآن سب کا دشمن، اور انھیں اس کی خبر ہو جائے اور اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیر خواہی کریں تو کچھ بعید نہیں کہ وہ تو مسلمان کے دشمن ہیں اور یہ مسلمان ہی نہ رہا فانہ منھم[1] (وہ انھیں میں سے ہے۔ ت) ہو گیا، ان کی تو دلی تمنّا یہی تھی۔

قال تعالٰی وَدُّوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواءً[2]

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:) ان کی آرزو ہے کہ کسی طرح تم بھی ان کی طرح کافر بنو تو تم اور وہ ایک سے ہو جاؤ۔

والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت)۔

مگر الحمد للہ کوئی مسلمان آیۂ کریمہ پر مطلع ہو کر ہرگز ایسا نہ جانے گا اور جانے تو آپ ہی اس نے تکذیبِ قرآن کی، بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے اس سے روٹیاں کماتے ہیں ایسا کریں تو بدنام ہو دُکان پھیکی پڑے، کُھل جائے تو حکومت کا مواخذہ ہو سزا ہو، یُوں بدخواہی سے باز رہتے ہیں تو اپنے خیر خواہ ہیں نہ کہ ہمارے، اس میں تکذیب نہ ہوئی، پھر بھی خلافِ احتیاط و تشنیع ضرور ہے خصوصاً یہود و مشرکین سے خصوصاً سر برآوردہ مسلمان کو، جس کے کم ہونے میں وہ اشقیاء اپنی فتح سمجھیں، وہ جسے جان و ایمان دونوں عزیز ہیں اس بارے میں کریمۂ لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا[3] (کسی کافر کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے) وکریمۂ ولم یتخذوا من دون اللہ ولارسولہ ولاالمؤمنین ولیجۃ[4] (اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیل کار نہ بنانا) وحدیث مذکور لاتستضیئوا بنار المشرکین[5] مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو، بس ہیں۔ اپنی جان کا معاملہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۹

[3] 〃 ۳/ ۱۱۸

[4] 〃 ۹/ ۱۶

[5] مسند امام احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۹۹

اس کے ہاتھ میں دے دینے سے زیادہ اور کیا رازدار و دخیل کار و مشیر بنانا ہوگا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۳۳ تا ۲۳۹)

(۳۶) روافض کے جلوس کو پانی پلانے کے لئے سبیل لگانا، انھیں بسکٹ کھلانا اور اس میں چندہ دینا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

یہ سبیل اور کھانا، چائے، بسکٹ کہ رافضیوں کے مجمع کے لئے کئے جائیں جو تبرّا و لعنت کا مجمع ہے ناجائز و گناہ ہیں اور ان میں چندہ دینا گناہ ہے اور اُن میں شامل ہونے والوں کا حشر بھی انھیں کے ساتھ ہوگا۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کثّر سواد قوم فھو منھم[1]، وقال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]، وقال تعالٰی "ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان"[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی کسی جماعت کو بڑھائے (اور اس میں اضافہ کرے) تو وہ انھی میں شمار ہے۔ اور اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: اور گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۴۶)

(۳۷) قولِ مشرک کو حکمِ شرع قرار دینے والے کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ظاہر ہے کہ اس کی یہ رائے باطل و مضر ہے اور مشرک کے کہنے کو شرع کا حکم ماننا سراسر خلافِ اسلام ہے احمق جاہلوں نے آج کل مشرکین کو اپنا خیر خواہ سمجھ رکھا ہے، اور یہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب ہے، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بیّنا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[4]

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن ابن مسعود حدیث ۲۴۷۳۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۲۲
[2] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳
[3] " " ۵/۲
[4] " " ۳/۱۱۸

وہ تمھاری نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے ان کی دلی تمنّا ہے کہ تم مشقت میں پڑو بیشک عداوت اُن کے مُنھوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور وہ جو اُن کے دلوں میں دبی ہے اور بڑی ہے بیشک ہم نے نشانیاں صاف بیان فرما دیں اگر تمھیں سمجھ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۲۵۰)

(۳۸) سوال آیا کہ نان کوآپریشن میں ہم شریک ہوں یا نہیں نیز گورنمنٹ کی طرف سے ہمارے مدرسے کو امداد ملتی ہے، اس کا لینا جائز ہے یا نہیں، اس کے جواب میں فرمایا:

نان کوآپریشن کہ آج کل کے لیڈر بننے والوں نے نکالا محض بے بنیاد ہے، شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں، شرع شریف میں ہر کافر سے مطلقاً ترکِ موالات کا حکم ہے، مجوس ہوں یا ہنود، نصاریٰ یا یہود، خصوصاً وہابیہ وغیرہم مرتدین عنود۔ اور عام طور پر صاف ارشاد ہوا:

لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیء[1]

مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

اور صاف تر فرما دیا:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]

جو تم میں اُن سے دوستی کرے وہ انھیں میں سے ہے۔

ان ساختہ لیڈروں نے معاملت کا نام موالات رکھ کر اُسے تو مطلقاً حرام بلکہ کفر ٹھہرا دیا اور مشرکوں سے موالات بلکہ اتحاد بلکہ اُن کی غلامی و انقیاد کو حلال بلکہ موجبِ رضائے الٰہی بنا لیا ہر طرح اللہ و رسول و شریعت پر سخت افترا کیا، جس مدرسہ میں تعلیم خلافِ شرع ہوتی ہو یا اور کسی طرح مخالفت شرع ہو وہ خود ہی ناجائز ہے، اور ناجائز پر امداد لینی بھی ناجائز، ورنہ جو امداد نہ کسی امر خلافِ شرع سے مشروط نہ اس کی طرف منجر ہو اس میں حرج نہیں خصوصاً جبکہ ہمارا ہی روپیہ ہم کو دیا جاتا ہے اسے حرام کہنا شریعت پر افترا ہے۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[3]

---

[1] القرآن الکریم ۳/۲۸

[2] القرآن الکریم ۵/۵۱

[3] ؍؍ ۱۶/۱۱۶

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمّے جھُوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی بامراد نہیں ہوسکتے۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۵۴، ۲۵۵)

(۳۹) خلافت کے لئے چندہ دینے کے بارے میں فرمایا:
گاندھی کو امام بنانا ہندوؤں مشرکوں سے اتحاد منانا سخت سے سخت حرام و کبیرہ و دشمنیِ اسلام ہے، اسلام کی بیخکنی کے لئے چندہ دینا کسی مسلمان کا کام نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ "فسینفقونها ثم تکون علیهم حسرۃ ثم یغلبون"[1]

یعنی اس وقت تو مال دے رہے ہیں پھر قیامت میں اس دینے کی حسرت اٹھائیں گے ہاتھ چاٹیں گے کہ مال بھی دیا اور خدا کا غضب بھی سر پر لیا پھر مغلوب و مقہور کرکے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۵۸)

(۴۰) مرتد سے میل جول رکھنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:
صورتِ مذکورہ میں عمرو و بکر دونوں سُنّی مسلمان ہیں اُن میں کوئی کافر یا گمراہ نہیں مگر عمرو فاسق گنہگار ہے کہ مرتد سے میل جول رکھتا ہے۔

وقد قال اللہ تعالیٰ "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار"[2]، وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "فایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم"[3]

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمھیں آگ چھوئیگی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ان سے بچو، انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۵۹)

(۴۱) سوال آیا کہ نصاریٰ کی وہ ملازمتیں جن میں خلافِ شرع فیصلے کرنے پڑتے ہیں جائز ہیں یا نہیں اور ارشاد باری عزّ اسمہٗ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك هم الکٰفرون، ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك هم الظّٰلمون، ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك هم الفٰسقون کے کیا معنیٰ ہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۳۶
[2] " " ۱۱/ ۱۱۳
[3] صحیح مسلم باب النهی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

شرع مطہر کا حکم عام ہے اسلامی ریاست خواہ اسلامی سلطنت کی بھی وہ ملازمت جس میں خلافِ شرع حکم کرنا ہو، جائز نہیں، قصداً خلافِ شریعت حکم کرنا اگر براہِ عناد یا استحسان یا استحلال مخالفت یا استخفاف حکم شریعت ہو کفر ہے ورنہ ظلم وفسق۔ اور یہ کچھ ملازمت ہی پر موقوف نہیں، نہ مقدمات سے خاص، ویسے ہی جو شخص خلاف ما انزل اللہ حکم کرے گا انھیں صورتوں پر کافر، ظالم، فاسق ہے جیسے یہ لوگ کہ ہندوؤں سے اتحاد منا رہے ہیں، دین میں ان سے استمداد کر رہے ہیں، ان سے بھائی چارہ گانٹھ رہے ہیں، انھیں رہنما اور آپ ان کے پس رو بن رہے ہیں، معاملۂ دینی میں ان کی اطاعت کر رہے ہیں، جو وہ کہتے ہیں وہی مانتے ہیں، انھیں مسجدوں میں لیجا کر مسلمانوں کا واعظ بناتے ہیں، ان کی خاطر شعارِ اسلام بند کرتے ہیں، ان کے معاہد وحلیف بنتے ہیں، انھیں اپنا خیر خواہ سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ کہ تمام لیڈر بننے والے ان میں مبتلا ہیں اور انھیں باتوں کا عوام کو حکم دیتے ہیں سب انھیں آیات کٰفرون، ظٰلمون، فسقون کے تحت میں داخل ہیں کہ یہ سب باتیں خلافِ ما انزل اللہ ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۶۳)

(۴۲) زید وہابیہ کے مذہب کو بُرا سمجھتا ہے مگر برادری سمجھ کر ان کی خاطر مدارات کرتا ہے، اس کے بارے میں فرمایا:

اگر فی الواقع زید اس کے مذہب کو بُرا اور وہابیہ کو کافر جانتا ہے تو وہ اس حرکت سے وہابی تو نہ ہوا مگر گنہگار فاسق ضرور ہوا، اس پر توبہ لازم ہے اور آئندہ احتیاط فرض۔ برادری ہی کب رہی جب دین مختلف ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظّٰلمون[1]۔

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی اُن سے دوستی کرے گا تو وہی پکا ظالم ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۶۸)

(۴۳) زید کہتا ہے مشرک وکفار کے جنازہ میں مشایعت اور کندھا دینا اہلِ اسلام کے لئے ضروری ہے، اس کے بارے میں فرمایا:

زید شریعتِ مطہرہ پر افتراء کرتا ہے جلد بتائے کہ کہاں شریعت نے مشرک وکافر کے کو کندھا دینا

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

اور مشایعت کرنا ضروری بتایا ہے ورنہ کریمہ:

لاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[1]

(لوگو!) جو کچھ تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو، بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی کے ذمّے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ (ت)

میں داخل ہونے کا اقرار کرے، حدیث میں تو روافض کے لئے فرمایا:

واذا ماتوا فلا تشھدوھم[2]۔

اور جب وہ مر جائیں تو ان کی نمازِ جنازہ میں حاضر نہ ہوں۔ (ت)

نہ کہ کفار۔ اگر اس کا حکم ہوتا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضرور جنازۂ ابوطالب کی مشایعت فرماتے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۰، ۲۷۱)

(۴۴) ہنود سے میل جول کو مدارِ اسلام قرار دینے والے کے بارے میں فرمایا:

مشرکینِ ہند سے میل جول حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]"۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی (ت)

حرام کو مدارِ اسلام بتانا کفر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۲)

(۴۵) مسلمانوں کے فیصلوں کے لئے ہندو کو پنچ بنانے کے بارے میں فرمایا:

یہ حرام ہے اور بحکمِ قرآن سخت ضلالت و بے دینی،

قال اللہ تعالٰی "یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطٰن ان یضلھم ضللاً بعیدا[4]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: وہ چاہتے ہیں کہ شیطان کے پاس اپنا فیصلہ لے جائیں

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۵۴۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۲
تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ حسین بن الولید السمین النیسابوری داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۶۹

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳ [4] القرآن الکریم ۴/ ۶۰

حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ اس کا انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ اُن کو دُور کی گمراہی میں بہکا دے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۲)

(۴۶) جبری نوٹ لکھوا کر مالی جرمانہ لینا ناجائز ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وُہ نوٹ لکھوانا یا روپیہ جمع کرا کر ضبط کرنا یا گناہ پر مالی جرمانہ ڈالنا یہ سب حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اپنے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ (ت)

مالی جرمانہ منسوخ ہوگیا اور منسوخ پر عمل حرام ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۳)

(۴۷) کافر سے مفت زمین لے کر اس کے تعاون سے مسجد بنانے کے بارے میں فرمایا:

کافر کی زمین پر مسجد تعمیر نہیں ہو سکتی، نہ وہ مسجد مسجد ہوگی، مسجد وقف ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ وان المسٰجد للہ[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ (ت)

مسلمان اسے وقف نہیں کر سکتے کہ پرائی مِلک ہے۔ ردّ المحتار میں ہے:

الواقف لابد ان یکون مالکالہ وقت الوقف ملکا باتا[3]

کسی چیز کو وقف کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ وقف کرتے وقت اس چیز کا مکمل طور پر مالک ہو۔ (ت)

مسجد کے لئے کافر وقف نہیں کر سکتا کہ وہ اس کا اہل نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ "ما کان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللہ"[4]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: شرک کرنے والوں کو لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھروں کی تعمیر کریں۔ (ت)

ہاں اگر کافر کسی مسلمان کو اپنی زمین بیعاً یا ہبۃً دے دیتا اور مسلمان کی ملک ہو جاتی وہ اپنی طرف سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

[2] " " ۷۲/ ۱۸

[3] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۹

[4] القرآن الکریم ۹/ ۱۷

وقف کرتا تو جائز تھا، اور مشرک سے امورِ دینیہ میں مدد لینی بھی جائز نہیں۔ تفسیر ارشاد العقل و تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ زیر آیۂ کریمہ لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء (مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔ت) ہے:

نھوا عن موالاتھم وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ۔[1]

انھیں (مسلمانوں کو) کافروں کی دوستی سے روک دیا گیا اور غزوات اور تمام دینی کاموں میں کافروں سے مدد لینے کی ممانعت ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۳، ۲۷۴)

(۴۸) کفار اور بدمذہبوں کے جلسوں میں شرکت کے بارے میں فرمایا:

ایسے جلسوں میں شریک ہونا قطعاً حرام اور سخت مضرِ اسلام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[2]

اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اللہ تعالیٰ اُن کے پاس بیٹھنے کو شیطانی کام بتاتا ہے، اور بھولے سے بیٹھ گیا ہو تو یاد آنے پر فوراً اُٹھ آنے کا حکم فرماتا ہے نہ کہ اُن کا وعظ و لکچر سُننا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔[3]

اُن سے دُور بھاگو اُنھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں ڈال دیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۵)

(۴۹) مزید فرمایا:

وہابیہ و غیر مقلدین و دیوبندی و مرزائی وغیرہم فرقے آج کل سب کفار مرتدین ہیں ان کے پاس نشست و برخاست حرام ہے ان سے میل جول حرام ہے اگرچہ اپنا باپ یا بھائی بیٹے ہوں۔

قال اللہ تعالیٰ "واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین"۔[4]

وقال تعالیٰ "لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ

---

[1] ارشاد العقل السلیم تحت الآیۃ ۳/ ۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۲۶

الفتوحات الالٰہیہ تحت الآیۃ ۳/ ۲۸ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[4] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

ولو کانوا اٰباءھم او اخوانھم او عشیرتھم۔[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم، لوگوں کو ایسا نہ پاؤ گے کہ جو اللہ تعالٰی اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہوں کہ وہ ان سے دوستی رکھیں جنھوں نے اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ دادا یا ان کے بھائی یا ان کے قبیلہ کے لوگ ہوں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۲۷۸)

(۵۰) مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو وہ تو مطلق کافر مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لئے مانے۔

قال اللہ تعالٰی ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[2]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی[3]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لیکن محمد کریم اللہ تعالٰی کے رسول ہیں اور سب نبیوں سے آخر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: میں تمام انبیاء کرام سے آخر میں آیا لہٰذا میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ت)

لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرامِ حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ:

من شك فی کفرہ فقد کفر[4]

جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۹، ۲۸۰)

(۵۱) جو علماء دیوبندیہ ظاہر کریں کہ ہمارا وہ عقیدہ نہیں جو ہماری طرف منسوب ہے، نیز وہ تقویۃ الایمان

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲۲ [2] القرآن الکریم ۳۳/۴۰

[3] اللاٰلی المصنوعۃ کتاب المناقب دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۴۳

الموضوعات لابن جوزی کتاب الفضائل باب ذکر انہ لانبی بعدہ دارالفکر بیروت ۱/۲۸۰

[4] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

وغیرہ کی عبارات کی تاویل کرکے اچھا مطلب نکالیں تو اس حیلۂ شرعی سے ان کی بریت ہوسکتی ہے یا نہیں ؟
اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا :

قال اللہ تعالٰی یحلفون باللہ ما قالوا و لقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا : وہ اللہ تعالٰی کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انھوں نے کہا اور بیشک وہ کفر کا بول بولے اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔

یہ حیلہ شرعی نہیں حیلۂ شیطانی ہے اور اس سے برات نہیں ہوسکتی ، وُہ ملعون عقائد و اقوال اُن کی کتابوں میں موجود ہیں اور اُن پر اب تک مُصر ہیں اُن کو بار بار چھاپ رہے ہیں تو وہ اُن کا فقط ناواقف کے بہلا دینے کو ہوتا ہے اور جو واقف ہے مگر ذی علم نہیں اس کے سامنے یہ حیلہ ہوتا ہے کہ ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۸۳ ، ۲۸۴)

(۵۲) کیا حدیث ہے کہ کافر کو بھی کافر نہ کہا جائے ؟ اس کے جواب میں فرمایا :

یہ حدیث پر کافرپرستوں کا افترا ہے جس نے دیوبندیہ وغیرہم کفار کو کفار کہا اس پر کوئی گناہ نہیں ، اللہ عزوجل نے کافر کو کافر کہنے کا حکم دیا قل یاایھا الکفرون[2] (اے نبی ! فرمادیجئے اے کافرو ! ۔ت) ہاں کافر ذمی کہ سلطنتِ اسلام میں مطیع الاسلام ہوکر رہتا ہے اسے کافر کہہ کر پکارنا منع ہے اگر اسے ناگوار ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۸۵)

(۵۳) مزید فرمایا :

یہ کافر کہنا بطور دشنام نہیں ہوتا بلکہ حکم شرعی کا بیان ۔ شرع مطہر میں کافر ہر غیر مسلم کا نام ہے ،
قال اللہ تعالٰی ھوالذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن[3]۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا : اللہ وہی ہے جس نے تمھیں پیدا فرمایا پھر کچھ تمھارے اندر کافر ہیں اور کچھ تمھارے اندر مومن ہیں ۔ (ت)

سوال حکم کے وقت حکم کو چھپانا اگر یُوں ہے کہ اُسے یقیناً کافر جانتا ہے اور اُسے کافر کہنا

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۴
[2] " ۱۰۹/ ۱
[3] " ۶۴/ ۲

معیوب نہیں جانتا مگر اپنی مصلحت کے سبب بچتا ہے تو صرف گنہگار ہے جبکہ وہ مصلحتِ صحیحہ تا حدِ ضرورتِ شرعیہ نہ ہو، اور اگر واقعی کافر کو کافر کہنا معیوب و خلافِ تہذیب جانتا ہے تو قرآنِ عظیم کو عیب لگاتا ہے اور قرآنِ عظیم کو عیب لگانا کفر ہے، اور اُسے کافر جانتا ہی نہیں تو خود اس کے کافر ہونے میں کیا کلام ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۸۵، ۲۸۶)

(۵۴) غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور ان کے خاندان کی توہین کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

یہاں نظر بواقع اس طرح توہین علانیہ کا مرتکب و مُصِر نہ ہوگا مگر کٹر رافضی لغیض یا پکا وہابی خبیث اور یہ دونوں قطعاً دائرۂ اسلام سے خارج ہیں کما ھو مفصل فی حسام الحرمین و فتاوی الحرمین و ردّالرفضۃ (جیساکہ مسائل مذکورہ کی پوری تفصیل حسام الحرمین، فتاوٰی حرمین اور ردالرفضہ میں ہے۔ ت) مسلمانوں کو ان سے میل جول رکھنا، سلام کرنا، پاس بیٹھنا، پاس بٹھانا سب حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی و امّا ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو (ورنہ اُن جیسے ہی ہو جاؤ گے)۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۸۷)

(۵۵) کفّار سے میل جول، ان کی تعظیم و معاونت اور ان کی ملعون حرکات میں شرکت کے مرتکب مسلمانوں کے بارے میں فرمایا:

انھوں نے اللہ واحد قہار جل جلالہٗ اور اس کے رسول حبیب مختار صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایذا دی ابلیس لعین کے قدموں پر اس کی پیروی کی، نامِ اسلام کو ذلیل کیا، کفرِ کفار کو فروغ دیا، غضبِ الٰہی اپنے سر پر لیا، اپنی ملعون حرکات سے عرشِ الٰہی کو لرزا دیا، کفار کے ساتھ ان کے خاص دفتر میں اپنا چہرہ دکھایا، اللہ اور رسولوں اور ملائکہ سب کی لعنت کے کام کئے ھم للکفر یومئذ اقرب منھم للایمان[2] (وہ لوگ اس دن ایمان کی بہ نسبت، کفر کے زیادہ قریب ہونگے۔ ت) میں صراحۃً داخل ہوئے ان پر ہر فرض سے اعظم فرض ہے کہ اپنی ان کفری حرکات سے علی الاعلان توبہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] " ۳/ ۱۶۷

کریں نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھیں، پھر اپنی عورتوں کو رکھنا ہو توان سے دوبارہ نکاح کریں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انه لکم عدو مبین ○ (الیٰ قوله تعالیٰ) هل ینظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام والملٰئکة وقضی الامر[1]۔

(لوگو!) شیطان کے قدموں پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک) وہ نہیں انتظار کرتے مگر یہ کہ اُن پر چھائے ہوئے بادلوں میں (اللہ تعالےٰ کا) عذاب آجائے اور فرشتے نازل ہوجائیں اور کام کا فیصلہ ہوجائے (توپھر ایمان لانے کا کیا فائدہ)۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۸۸)

(۵۶) استعانت کے بارے میں وہابیوں کے عقائد اور ان پر بزعم خویش آیاتِ قرآنیہ، سعدیؔ نظامیؔ گنجوی اور صوفیاء کے اقوال سے استدلال کا رد کرتے ہوئے رسالہ "برکات الامداد لاھل الاستمداد" میں فرمایا:

الحمدُ للہ آیاتِ کریمہ تو مسلمان کی ہیں اور حضرت مولٰنا سعدی و مولٰنا نظامی قدس سرہما السامی کے جو اشعار نقل کئے وہ بھی حق ہیں، مگر وہابی حق باتوں سے باطل معنی کا ثبوت چاہتا ہے جو ہرگز نہ ہوگا، آیۂ کریمہ اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ کو تو اس مقام سے کوئی علاقہ ہی نہیں، اس میں توجہ بقصدِ عبادت کا ذکر ہے کہ میں اپنی عبادت سے اُسی کا قصد کرتا ہوں جس نے پیدا کئے زمین و آسمان، نہ یہ کہ مطلق توجہ کا جس میں انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے استعانت بھی داخل ہوسکے۔ جلالین شریف میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر فرمائی:

قالوا له ما تعبد قال انی وجهت وجهی قصدت بعبادتی الخ[2]۔

یعنی کافروں نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کہا تم کسے پُوجتے ہو؟ فرمایا میں اپنی عبادت سے اس کا قصد کرتا ہوں جس نے بنائے آسمان و زمین۔

آیت میں اگر مطلق توجہ مراد ہو تو کسی کی طرف منہ کرکے باتیں کرنا بھی شرک ہو، نماز میں قبلہ کی

---

[1] القرآن کریم ۲/۲۰۸ تا ۲۱۰۔

[2] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۶/۷۹ اصح المطابع دہلی ص ۱۱۹

طرف توجہ بھی شرک ہو کہ قبلہ بھی غیر خدا ہے خدا نہیں ۔ اور رب العزت جل وعلا کا ارشاد ہے ؛
حیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ[1]۔
جہاں کہیں ہو اپنا منہ قبلہ کی طرف کرو۔
معاذ اللہ شرک کا حکم دینا ٹھہرے، مگر وہابیہ کی عقل کم ہے ۔ آیۂ کریمہ وایاك نستعین مناجات سعدی و نظامی میں استعانت و فریاد رسی و یاوری و یاری حقیقی کا حضرت عزّوجل وعلا میں حصر ہے نہ کہ مطلق کا ، اور بلاشبہہ حقیقت ان امور بلکہ ہر کمال بلکہ وجود ہستی کی خاص بجناب احدیت عزّ وجل ہے، استعانت حقیقیہ یہ کہ اسے قادر بالذات و مالک مستقل وغنی بے نیاز جانے کہ بے عطائے الٰہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے ۔ اس معنیٰ کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے نہ ہرگز کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنی کا قصد کرتا ہے بلکہ واسطۂ وصولِ فیض و ذریعہ و وسیلۂ قضائے حاجات جانتے ہیں اور یہ قطعاً حق ہے ۔ خود رب العزت تبارک وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا :
وابتغوا الیہ الوسیلۃ[2]۔
اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔
بایں معنی استعانت بالغیر ہرگز اس سے حصر ایاك نستعین کے منافی نہیں ، جس طرح وجود حقیقی کہ خود اپنی ذات سے بے کسی کے پیدا کئے موجود ہونا خاص بجناب الٰہی تعالیٰ وتقدس ہے ، پھر اس کے سبب دوسرے کو موجود کہنا شرک نہ ہو گیا جب تک وہی وجود حقیقی نہ مراد لے ۔ حقائق الاشیاء ثابتۃ پہلا عقیدہ اہلِ اسلام کا ہے ، یُونہی علمِ حقیقی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو ، اور تعلیم حقیقی کہ بذاتِ خود بے حاجت بہ دیگرے القائے علم کرے ، اللہ جل جلالہ سے خاص ہیں ۔ پھر دوسرے کو عالم کہنا یا اس سے علم طلب کرنا شرک نہیں ہو سکتا جب تک وہی معنی اصلی مقصود نہ ہوں ۔ خود رب العزت تبارک و تعالیٰ قرآن عظیم میں اپنے بندوں کو علیم وعلماء فرماتا ہے اور حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد کرتا ہے ؛
یعلمھم الکتٰب والحکمۃ[3]۔
یہ نبی انھیں کتاب وحکمت کا علم عطا کرتا ہے ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۴
[2] القرآن الکریم ۵/ ۳۵
[3] " ۲/ ۱۶۴

یہی حال استعانت و فریاد رسی کا ہے کہ ان کی حقیقت خاص بخدا اور بمعنی وسیلہ و توسل و توسط غیر کیلئے ثابت اور قطعاً روا، بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لئے خاص ہیں، اللہ عزوجل وسیلہ و توسل و توسط بننے سے پاک ہے، اس سے اُوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا، ولہذا حدیث میں ہے جب اعرابی نے حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم حضور کو اللہ تعالٰی کی طرف شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو حضور کے سامنے شفیع لاتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سخت گراں گزرا دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے، پھر فرمایا:

ویحك انه لایستشفع باللہ علی احد، شان اللہ اعظم من ذٰلك۔ رواہ ابوداؤد[1] عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنه۔

ارے نادان! اللہ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لاتے ہیں کہ اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے (اسے ابوداؤد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اہل اسلام انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل سے کیجئے تو اللہ اور اس کا رسول غضب فرمائیں اور اسے اللہ جل وعلا کی شان میں بے ادبی ٹھہرائیں، اور حق تو یہ ہے کہ اس استعانت کے معنٰی اعتقاد کرکے جناب الٰہی جل وعلا سے کرے تو کافر ہوجائے مگر وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہئے، نہ اللہ کا ادب نہ رسول سے خوف، نہ ایمان کا پاس، خواہی نخواہی اس استعانت کو ایاك نستعین میں داخل کرکے جو اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے اسے اللہ تعالٰی سے خاص کئے دیتے ہیں، ایک بیوقوف وہابی نے کہا تھا: ؎

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے کہا: ؎

توسل کر نہیں سکتے خدا سے
اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا سے توسل کرکے اُسے کسی کے یہاں وسیلہ و ذریعہ بنائیے، اس وسیلہ بننے کو

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الجھمیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۴

ہم اولیائے کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ دربارِ الٰہی میں ہمارا وسیلہ و ذریعہ و واسطہ قضائے حاجات ہو جائیں، اس بے وقوفی کے سوال کا جواب اللہ عزوجل نے اس آیۂ کریمہ میں دیا ہے:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما[1]

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ کر کے تیرے پاس حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور معافی مانگے ان کے لئے رسول، تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

کیا اللہ تعالیٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا، پھر یہ کیوں فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت و نعمت پائیں گے۔ یہی ہمارا مطلب ہے جو قرآن کی آیت صاف فرما رہی ہے۔ مگر وہابیہ تو عقل نہیں رکھتے۔

خدارا انصاف! اگر آیۂ کریمہ ایاك نستعین میں مطلق استعانت کا ذاتِ الٰہی جل و علا میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی سے استعانت شرک ہوگی، کیا یہی غیر خدا ہیں اور سب اشخاص و اشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں یا آیت میں خاص انھیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے، نہیں نہیں، جب مطلقاً ذاتِ احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہی ہوگی کہ انسان ہوں یا جمادات، احیا ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات، غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ اب کیا جواب ہے آیۂ کریمہ کا کہ رب جل و علا فرماتا ہے:

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔[2]

استعانت کرو صبر و نماز سے۔

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے، کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔

دوسری آیت میں فرماتا ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوی[3] آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۴
[2] القرآن الکریم ۲/ ۴۵
[3] " ۵/ ۲

پرہیزگاری پر۔

کیوں صاحب! اگر غیر خدا سے مدد لینی مطلقاً محال ہے تو اس حکمِ الٰہی کا حاصل کیا، اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۰۲ تا ۳۰۵)

(۵۷) اسی مبحثِ استعانت میں مزید فرمایا:

فائدۂ ضروریہ: حضرت امام سفیان ثوری قدس سرہ النوری کی نقل قول میں مخالف نے ستم کارسازی کو کام فرمایا ہے۔ اصل حکایت شاہ عبدالعزیز صاحب کی فتح العزیز سے سُنئے، لکھتے ہیں:

شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ در نمازِ شام امامت میکرد، چوں ایاك نعبدُ و ایاك نستعین گفت بیہوش افتاد، چوں بخود آمد گفتند اے شیخ! ترا چہ شدہ بود؟ گفت چوں ایاك نستعین گفتم ترسیدم کہ مرا بگویند کہ اے دروغ گو! چرا از طبیب دارو می خواہی واز امیر روزی واز بادشاہ یاری می جوئی، ولہذا بعضے از علماء گفتہ اند کہ مرد را باید کہ شرم کند از انکہ ہر روز و شب پنج نوبت در مواجہہ پروردگار خود استادہ دروغ گفتہ باشد، لیکن درینجا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد بر آں غیر باشد و اُورا مظہر عونِ الٰہی نداند حرام است، واگر التفات محض بجانبِ حق است و اُورا مظاہر عون دانستہ و نظر بہ کارخانۂ اسباب و حکمتِ او تعالٰی در آں نمودہ بغیر استعانت ظاہر نماید، دور از عرفان نخواہد بود، و در شرع نیز جائز و رواست، و انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرتِ حق است لاغیر۔[1]

شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے شام کی نماز میں امامت فرمائی، جب ایاك نعبدُ و ایاك نستعین پر پہنچے بیہوش ہوکر گر پڑے، جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے دریافت کیا: اے شیخ! آپ کو کیا ہوگیا تھا؟ فرمایا: جب ایاك نستعین کہا تو خوف ہوا کہ مجھ سے یہ نہ کہا جائے کہ اے جھوٹے! پھر طبیب سے دوا کیوں لیتا ہے، امیر سے روزی اور بادشاہ سے مدد کیوں مانگتا ہے؟ اس لئے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ انسان کو خدا سے شرم کرنی چاہیئے کہ پانچ وقت اس کے حضور کھڑا ہوکر جھوٹ بولتا ہے مگر یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ غیر اللہ سے اس طرح مدد مانگنا کہ اسی پر اعتماد ہو اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر نہ جانا جائے حرام ہے، اور اگر توجہ حضرتِ حق ہی کی طرف ہے اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر جانتا ہے اور

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تفسیر سورۂ فاتحہ پارہ الٓمٓ مطبع مجتبائی دہلی ص ۸

اللہ کی حکمت اور کارخانۂ اسباب پر نظر کرتے ہوئے ظاہری طور پر غیر سے مدد چاہتا ہے تو یہ عرفان سے دور نہیں، اور شریعت میں بھی جائز اور روا ہے اور انبیاء اور اولیاء نے ایسی استعانت کی ہے، اور درحقیقت یہ استعانت غیر سے نہیں ہے بلکہ یہ حضرتِ حق سے ہی استعانت ہے۔ (ت)

مخالف صاحب نے دیکھا کہ حکایت اگر صحیح طور پر نقل کریں تو ساری قلعی جاتی ہے۔ طبیبوں سے دوا چاہنی' امیروں سے نوکری مانگنی، بادشاہوں سے مقدمات وغیرہا میں رجوع کرنا سب شرک ہوا جاتا ہے جس میں خود بھی مبتلا ہیں، لہٰذا از طبیب دوا وغیرہ الفاظ کی جگہ یوں بتایا کہ "غیر حق سے مدد مانگوں مجھ سے زیادہ بے ادب کون ہوگا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۲۳، ۳۲۴)

(۵۸) مزید فرمایا:

اب دیکھئے کہ نہ فقط اولیاء بلکہ خود حضور پُرنور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سے استعانت جائزہ ومحمودہ، خود حضور اقدس کی فرمودہ، صحابہ وتابعین کی معمولہ ومقبولہ صحیح حدیث میں ان لوگوں کا یہ حال ہے، قُلْ مُوْتُوْا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[1]

تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔ (ت)

ثالثاً سب جانے دو، سرے سے یہ ناپاک ادّعا ہے کہ بندگانِ خدا محبوبانِ خدا کو قادرِ مستقل جان کر استعانت کرتے ہیں ایک ایسی سخت بات ہے جس کی شناعت پر اطلاع پاؤ تو مدتوں نہیں توبہ کرنی پڑے اہل لا الٰہ الا اللہ پر بدگمانی حرام، اور ان کے کلام کو جس کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نخواہی معاذ اللہ معنیٔ کفر کی طرف ڈھال لے جانا قطعاً گناہِ کبیرہ ہے۔ حق سبحانہ، وتعالیٰ فرماتا ہے:

یاایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن انّ بعض الظن اثم[2]

اے ایمان والو! بہت گمانوں کے پاس نہ جاؤ بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسؤلا[3]

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان، آنکھ اور دل سب سے سوال ہونا ہے (ت)

اور فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳ / ۱۱۹
[2] القرآن الکریم ۴۹ / ۱۲
[3] " " ۱۷ / ۳۶

لولا اذ اسمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسھم خیرا[1]

کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اسے سُنا تو مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنی جانوں یعنی اپنے بھائی مسلمانوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔

اور فرماتا ہے:

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[2]

اللہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسا نہ کرنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۳۲۹، ۳۳۰)

(۵۹) حقیقت اصلیہ کے اعتبار سے قاضی، حاکم، سیّد اور عالم اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص ہیں چنانچہ رسالہ "فقہ شہنشاہ" میں فرمایا:

بنظر حقیقت اصلیہ صرف قاضی و حاکم و سیّد و عالم بھی اسی کے ساتھ خاص۔ قال اللہ تعالیٰ:

واللہ یقضی بالحق ط والذین یدعون من دونہ لا یقضون بشئ ان اللہ ھو السمیع البصیر[3]

اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے اور اس کے سوا جن کو پُوجتے ہیں وُہ کچھ فیصلہ نہیں کرتے۔ بیشک اللہ ہی سُنتا دیکھتا ہے۔

وقال اللہ تبارک وتعالےٰ:

لہ الحکم والیہ ترجعون[4] اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

وقال اللہ تعالےٰ:

اِنِ الحکمُ الاّ للہ[5] حکم نہیں مگر اللہ کا۔

وقال اللہ تعالےٰ:

وھو العلیم الحکیم[6] وہی علم و حکمت والا ہے۔

وقال اللہ تعالےٰ:

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۷
[3] " ۴۰/ ۲۰
[4] " ۲۸/ ۸۸
[5] " ۱۲/ ۴۰
[6] " ۶۶/ ۲

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا[1]

جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمھیں کیا جواب ملا، عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔

وفد بنی عامر نے حاضر ہوکر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: اَنْتَ سَیِّدُنَا حضور ہمارے سید ہیں۔ فرمایا: اَلسَّیِّدُ اَللّٰہُ سید تو خدا تعالٰی ہی ہے۔ رواہ احمد[2] وابوداؤد عن عبداللہ بن الشخیر العامری رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے روایت کیا ہے احمد اور ابوداؤد نے عبداللہ بن شخیر عامری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)۔

یوں ہی نہ ملک الملوک، بلکہ صرف ملک ہی۔ قال اللہ تعالٰی:

لہ الملک ولہ الحمد[3] اسی کے لئے ملک اور اسی کے لئے تعریف۔

وقال اللہ تعالٰی:

لمن الملک الیوم[4] آج کس کی بادشاہی ہے۔

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اسی حدیث مَلِکُ الْمُلُوْکِ کی تعلیل میں فرمایا:

لَا مَلِكَ اِلَّا اللّٰہُ بادشاہ کوئی نہیں سوائے اللہ تعالٰی کے۔ رواہ مسلم[5] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے روایت کیا ہے مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۴۹، ۳۵۰)

(۶۰) مزید فرمایا:

حالانکہ یہ الفاظ واوصاف غیر خدا کے لئے خود قرآن عظیم واحادیث واقوالِ علماء میں بکثرت

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی کراہیۃ التمادح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۶

، مسند احمد بن حنبل حدیث مطرف بن عبداللہ عن ابیہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۴

[3] القرآن الکریم ۶۴/ ۱

[4] ۴۰/ ۱۶

[5] صحیح مسلم کتاب الادب باب تحریم التسمی بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۸

وارد۔ قال اللہ تعالےٰ :

سَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصّٰلِحِينَ[1]

سردار اور ہمیشہ کے لئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے۔

وقال اللہ تعالےٰ :

وَالْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ[2]

اور دونوں کو عورت کا میاں (سیّد) دروازے کے پاس ملا۔

وقال اللہ تعالےٰ :

فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا[3]

تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے۔

وقال اللہ تعالےٰ :

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ[4]

اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

وقال اللہ تبارک وتعالےٰ :

وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا[5]

اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی

وقال اللہ تبارک وتعالےٰ :

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ[6]

تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے۔

وقال اللہ تعالےٰ عن عبدہٖ زکریا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام :

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ[7]

اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/۳۹ — [2] القرآن الکریم ۱۲/۲۵

[3] 〃 ۴/۳۵ — [4] 〃 ۵/۴۲

[5] 〃 ۱۹/۱۲ — [6] 〃 ۶۶/۴

[7] 〃 ۱۹/۵

وقال اللہ تعالٰی :

ھم فیھا خالدون[1] انھیں ہمیشہ اس میں رہنا۔

وقال اللہ تعالٰی :

فھم لھا مالکون[2] یہ توان کے مالک ہیں۔

وقال اللہ تعالٰی :

ونادوا یا مالک[3] اور وہ پکاریں گے اے مالک!

وقال اللہ تعالٰی :

واٰتینٰہ الحکمۃ[4] اور ہم نے اسے حکمت دی۔

وقال اللہ تعالٰی :

ومن یؤت الحکمۃ فقد اُوتی خیرا کثیرا[5]

اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔

وقال اللہ تبارک وتعالٰی :

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولٰکن المنٰفقین لا یعلمون[6]

عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۵۵ تا ۳۵۷)

(۶۱) مزید فرمایا :

صحابہ کرام میں بیس۲۰ سے زائد کا نام حکم ہے، تقریباً دس۱۰ کا نام حکیم، اور ساٹھ سے زیادہ کا خالد، اور ایک سو دس۱۱۰ سے زیادہ کا مالک ـــــ اٰن وقائع اور ان کے امثال کثیرہ پر نظر سے ظاہر ہے کہ ایسی نہی میں شرع مطہر کا مقصود کیا تھا، اور اس پر قرینہ واضحہ یہ ہے کہ خود حدیث شریف میں اس کی تعلیل یوں ارشاد ہوئی کہ :

لَا مَلِكَ اِلَّا اللہ[7] خدا تعالٰی کے سوا کوئی بادشاہ ہی نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۸۱، ۸۲ [2] القرآن الکریم ۳۶ / ۷۱
[3] " ۴۳ / ۷۷ [4] " ۳۸ / ۲۰
[5] " ۲ / ۲۶۹ [6] " ۶۳ / ۸
[7] صحیح مسلم کتاب الادب باب تحریم التسمی بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۲۰۸

ظاہر ہے کہ حصر اسی السید ھو اللہ و مولٰکم اللہ (سیّد اللہ تعالٰی ہی ہے اور تمھارا مولٰی اللہ تعالٰی ہے ۔ت) کے قبیل سے ہے ، ورنہ خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوا :

وقال الملك انی اری[1]

اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھیں ۔

اور فرمایا :

وقال الملك ائتونی به[2]

اور بادشاہ بولا کہ انھیں میرے پاس لے آؤ ۔

اور فرمایا :

ان الملوك اذا دخلوا قریة[3] ۔

بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں ۔

امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں اسی معنٰی کی طرف اشارہ کیا ، حدیث انما الکرم قلب المؤمن (مومن کا دل کرم کا خزانہ ہے) کے نیچے فرماتے ہیں :

وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انّما المفلس الذی یفلس یوم القیٰمة کقوله انما الصرعة الذی یملك نفسه عند الغضب کقوله لاملك الا اللہ فوصفه بانتهاء الملك ثم ذکر الملوك ایضا فقال ان الملوك اذا دخلوا قریة افسدوها[4] اھ ۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : صحیح معنٰی میں مفلس وُہ ہے جو قیامت کے دن حالتِ افلاس میں ہو ، جس طرح آپ کا یہ ارشادِ گرامی کہ حلیم و بُردبار وہ شخص ہے جو غیظ و غضب میں اپنے نفس کو کنٹرول میں رکھے ، اور اسی کے ہم مثل آپ کا یہ ارشاد بھی ہے " بادشاہت تو صرف اللہ کے لئے ہے " یہاں ذاتِ باری تک بادشاہت کی انتہا مانی گئی حالانکہ دوسروں کے لئے بادشاہ ہونے کا ذکر موجود ہے ۔ چنانچہ فرمایا : بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اھ ۔

وہابیہ و خوارج اسی نکتۂ جلیلہ سے غافل ہو کر شرکِ شرک و کفر میں پڑے کہ اللہ تعالٰی تو اِنِ الحکم

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۳
[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۰
[3] " " ۲۷/ ۳۴
[4] صحیح البخاری کتاب الادب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما الکرم قلب المومن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۳

الا للہ[1] حکم تو اللہ ہی کا ہے۔ فرماتا ہے: مولیٰ علی نے کیسے ابوموسیٰ کو حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تو ایاک نستعین[2] فرماتا ہے، مسلمانوں نے انبیاء و اولیاء سے کیسے استعانت کی۔ اللہ تعالیٰ تو قل لا یعلم[3] الآیۃ فرماتا ہے، اہل سنت نے کیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اطلاع غیوب مان لی۔ اور اندھوں نے نہ دیکھا کہ وہی خدا تعالیٰ فابعثوا حکما[4] ایک پنچ بھیجو۔ اور تعاونوا علی البر والتقوی[5] اور نیکی اور پرہیزی گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور واستعینوا بالصبر والصلوۃ[6] اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ اور الا من ارتضی من رسول[7] سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ اور یجتبی من رسلہ من یشاء[8] چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ اور تلک من انباء الغیب نوحیہا الیک[9] یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔ اور یؤمنون بالغیب[10] بے دیکھے ایمان لاتے ہیں وغیرہا فرمارہا ہے افتؤمنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض[11] تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ ۱۲ م

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، اس مقصد کی شرح کی نظیر واقعہ تحریم خمر یہ ہے کہ ابتداء میں نقیر و مزفت جرہ و حنتم یعنی مضبوط برتنوں میں نبیذ ڈالنے سے منع فرمایا تھا کہ تساہل نہ واقع ہو، جب اُس کی حرمت اور اس سے نفرت مسلمانوں کے دل میں جم گئی اور اس سے کامل تحفظ و احتیاط نے قلوب میں جگہ پائی، فرمایا:

ان ظرفا لا یحل شیئا ولا یحرمہ[12]

برتن کسی چیز کو حلال و حرام نہیں کرتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰ [2] القرآن الکریم ۱/ ۴
[3] 〃 ۲۷/ ۶۵ [4] 〃 ۴/ ۳۵
[5] 〃 ۵/ ۲ [6] 〃 ۲/ ۴۵
[7] 〃 ۷۲/ ۲۷ [8] 〃 ۳/ ۱۷۹
[9] 〃 ۱۱/ ۴۹ [10] 〃 ۲/ ۳
[11] 〃 ۲/ ۸۵

[12] صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب النہی عن الانتباذ فی المزفت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۶۷

بالجملہ اِن اکابر ائمہ و علماء و اولیائے مقصود پر نظر فرما کر لفظ شاہنشاہ کا اطلاق فرمایا، اور جن کی نظر لفظ پر گئی منع بتایا کما نقلہ فی التتار خانیۃ (جیسا کہ تتارخانیہ میں نقل کیا گیا ہے۔ت) دونوں فریق کے لئے ایک وجہ موجہ ہے لکل وجھۃ ھو مولیھا[1] (ہر ایک کے لئے ایک جہت ہے وہ اس طرف پھرے گا۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۵۹ تا ۳۶۱)

(۶۲) "حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو" کی علی سبیل التنزل ایک توجیہ پیش کرتے ہوئے فرمایا:

ہم پوچھتے ہیں لفظ شہنشاہ حضرت عزجلالہ کے لئے مخصوص ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو سرے سے منشار شبہہ زائل، اور اگر ہے تو جو لفظ اللہ عزوجل کے لئے خاص تھا اسے غیر اللہ پر کیوں حمل کیجئے؟ شہنشاہ سے اللہ ہی کیوں نہ مراد لیجئے کہ روضہ بمعنی قبر نہیں بلکہ خیابان اور کیاری کو کہتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی "فھم فی روضۃ یحبرون[2]"۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: باغ کی کیاری میں ان کی خاطر داری ہوگی۔(ت)

قبر پر اس کا اطلاق تشبیہ بلیغ ہے جیسے:

رَاَیْتُ اَسَدًا یَرْمِیْ۔ میں نے شیر کو تیر اندازی کرتے دیکھا۔(ت)

حدیث شریف میں قبر مومن کو روضۃ من ریاض الجنۃ[3] فرمایا، جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری، تو روضہ شہنشاہ کے معنی ہوئے الٰہی خیابان، خدا کی کیاری، اس میں کیا حرج ہے، جب قرآن عظیم نے مدینہ طیبہ کی ساری زمین کو اللہ عزوجل کی طرف اضافت فرمایا:

الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا[4]۔

کیا خدا کی زمین یعنی زمینِ مدینہ کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔

تو خاص روضۂ انور کو الٰہی روضہ، شاہنشاہی خیابان، ربانی کیاری کہنے میں کیا حرج ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۷۸، ۳۷۹)

(۶۳) اسی بحث کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۸

[2] " " ۳۰/ ۱۵

[3] جامع الترمذی ابواب صفۃ یوم القیمۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۶۹

[4] القرآن الکریم ۴/ ۹۷

الحق اللہ عزوجل ہی مقلب القلوب ہے۔ سب کے دلوں، نہ صرف دل بلکہ عالم کے ذرّے ذرّے پر حقیقی قبضہ اسی کا ہے، مگر نہ اس کی قدرت محدود، نہ اس کی عطا کا بابِ وسیع مسدود، اِنّ اللہ علیٰ کل شئ قدیر[1] بیشک اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وما کان عطاء ربك محظورا[2] اور تیرے رب کی عطا پر روک نہیں۔ وہ علی الاطلاق فرماتا ہے:

ولکن اللہ یسلّط رسله علیٰ من یشاء[3]

اللہ تعالےٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے قبضہ و قابو دیتا ہے۔

اس کا اطلاق اجسام و ابصار و اسماع و قلوب سب کو شامل ہے، وہ اپنے محبوبوں کو جس کے چاہے دست و پا پر قدرت دے، چاہے چشم و گوش پر، چاہے دل و ہوش پر، اس کی قدرت میں کمی، نہ عطا میں تنگی۔ کیا ملائکہ دلوں میں القائے خیر نہیں کرتے، نیک ارادے نہیں ڈالتے، بُرے خطروں سے نہیں پھیرتے؟ ضرور سب کچھ باذن اللہ کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں تصرف کے اور کیا معنی! قال اللہ تعالےٰ:

اذ یوحی ربك الی الملٰئکة انّی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا[4]

جب وحی فرماتا ہے تیرا رب فرشتوں کو کہ میں تمھارے ساتھ ہوں تو تم دل قائم رکھو مسلمانوں کے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۷۹، ۳۸۰)

(۶۴) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

ملائکہ کی شان تو بلند ہے، شیاطین کو قلوبِ عوام میں تصرف دیا ہے جس سے فقط اپنے چُنے ہوئے بندوں کو مستثنیٰ کیا ہے کہ فرمایا:

انّ عبادی لیس لك علیهم سلطان[5]

میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰
[2] " ۱۷/ ۲۰
[3] " ۵۹/ ۶
[4] " ۸/ ۱۲
[5] " ۱۷/ ۶۵

قال اللہ تعالٰے:

یوسوس فی صدور الناس○ من الجنۃ والناس[1]۔

شیطان جن اور لوگ، لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں۔

وقال اللہ تعالٰے:

شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الٰی بعض زخرف القول غرورا[2]۔

شیطان آدمی اور جن ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں بناوٹ کی بات دھوکے کو ۱۲م۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۸۱)

(۶۵) آثار وتبرکات کے منکر شخص کا رد اور ان کی تعظیم وتوقیر کا اثبات کرتے ہوئے رسالہ "بدر الانوار فی آداب الآثار" میں فرمایا:

ایسا شخص آیات واحادیث کا منکر اور سخت جاہل خاسر یا کمال گمراہ فاجر ہے اس پر توبہ فرض ہے، اور بعد اطلاع بھی تائب نہ ہو تو ضرور گمراہ بے دین ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکا وھدی للعٰلمین○ فیہ اٰیٰت بیّنٰت مقام ابراھیم[3]۔

بیشک سب میں پہلا گھر کہ لوگوں کے لئے مقرر فرمایا گیا ہے وہ ہے جو مکّہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کو راہ دکھاتا، اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کا پتھر۔

جس پر کھڑے ہوکر انھوں نے کعبہ معظمہ بنایا اُن کے قدم پاک کا نشان اس میں بن گیا، اجلّہ محدثین عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وارزقی نے امام اجل مجاہد تلمیذ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہم سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں روایت کی:

قال اثر قدمیہ فی المقام اٰیۃ بیّنۃ[4]۔

فرمایا کہ سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں قدم پاک کا اس پتھر میں نشان ہوجانا

---

[1] القرآن الکریم ۱۱۴/ ۵، ۶

[2] " " ۶/ ۱۱۲

[3] " " ۳/ ۹۶ و ۹۷

[4] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳/ ۹۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۸

تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت آیۃ ۳/ ۹۷ مکتبہ نزار مکۃ المکرمۃ ۳/ ۷۱۱

الدر المنثور " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۵۶

یہ کھلی نشانی ہے جسے اللہ عزوجل آیات بیّنات فرمارہا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

الفضیلۃ الثانیۃ (لھذا البیت) مقام ابراھیم وھو الحجر الذی وضع ابراھیم قدمہ علیہ فجعل اللہ ما تحت قدم ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام من ذٰلک الحجر دون سائر اجزائہ کالطین حتی غاص فیہ قدم ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام وھذا مما لایقدر علیہ الا اللہ تعالٰی، ولایظہرہ الا علی الانبیاء، ثم لما رفع ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام قدمہ عنہ خلق فیہ الصلابۃ الحجریۃ مرۃ اخری، ثم انہ تعالٰی ابقی ذٰلک الحجر علی سبیل الاستمرار والدوام فھذہ انواع من الاٰیات العجیبۃ والمعجزات الباھرۃ اظھرھا اللہ تعالٰی فی ذٰلک الحجر۔[1]

یعنی کعبہ معظمہ کی ایک فضیلت مقامِ ابراہیم ہے یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیرِ قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہوگیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک اُس میں پیر گیا اور یہ خاص قدرتِ الٰہیہ و معجزۂ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم اٹھایا اللہ تعالٰی نے دوبارہ اُس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کردی کہ وہ نشانِ قدم محفوظ رہ گیا پھر اسے حق سبحنہ نے مدتہا مدت باقی رکھا تو یہ اقسام اقسام کے عجیب و غریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے۔

ارشاد العقل السلیم میں ہے:

ان کل واحد من اثر قدمیہ فی صخرۃ صماء وغوصہ فیھا الی الکعبین والانۃ بعض الصخور دون بعض وابقائہ دون سائر اٰیات الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام وحفظہ مع کثرۃ الاعداء الوف سنۃ اٰیۃ مستقلۃ۔[2]

یعنی اسی ایک پتھر کو مولٰی تعالٰی نے متعدد آیات فرمایا اس لئے کہ اس میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نشانِ قدم ہوجانا ایک اور ان کے قدموں کا گٹوں تک اس میں پیر جانا دو[2] اور پتھر کا ایک ٹکڑا نرم ہوجانا باقی کا اپنے حال پر رہنا تین[3]، اور معجزاتِ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳/ ۹۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۱۲۷

[2] ارشاد العقل السلیم ؍؍ ۲/ ۹۶۳ دار احیاء التراث العربی بیروت الجزء الثانی ۱/ ۶۱

میں اس معجزے کا باقی رکھنا چار[4]، اور باوصف کثرتِ اعداء ہزاروں برس اُس کا محفوظ رہنا پانچ[5]، یہ ہر ایک بجائے خود ایک آیت و معجزہ ہے۔

مولیٰ سبحانہ، تعالیٰ فرماتا ہے:

قال لهم نبيهم ان اٰية ملكه ان يأتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم و بقية مما ترك اٰل موسٰى و اٰل هٰرون تحمله الملٰئكة ان فى ذٰلك لاٰية لكم ان كنتم مؤمنين[1]

بنی اسرائیل کے نبی شمویل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا کہ سلطنت طالوت کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسیٰ و ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں، فرشتے اسے اٹھا کر لائیں، بیشک اس میں تمہارے لئے عظیم نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

وہ تبرکات کیا تھے، موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ وغیرہا۔ ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اُس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے، اور جس مراد میں اس سے توسّل کرتے اجابت دیکھتے۔ ابن جریر و ابن ابی حاتم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی، قال:

و بقية مما ترك اٰل موسٰى عصاه و رضاض الالواح[2]

تابوتِ سکینہ میں تبرکاتِ موسویہ سے اُن کا عصا تھا اور تختیوں کی کرچیں۔

وکیع بن الجراح و سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم ابو صالح تلمیذ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی، قال:

كان فى التابوت عصا موسٰى و عصا هٰرون و ثياب موسٰى و ثياب هٰرون و لوحان من التوراة و المن و كلمة الفرج لا اله الا الله الحليم الكريم و سبحٰن الله رب السمٰوٰت السبع و رب العرش العظيم و الحمد لله رب العالمين[3]

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۴۸

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیہ ۲/ ۲۴۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۷۳۳

[3] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم حدیث ۲۴۸۵، ۲۴۸۶ مکتبہ نزار مکہ مکرمہ ۲/ ۴۷۰
الدر المنثور تحت الآیۃ ۲/ ۲۴۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۲۱

تابوت میں موسٰی و ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے عصاء اور دونوں حضرات کے ملبوس اور توریت کی دو تختیاں اور قدرے مَن کہ بنی اسرائیل پر اُترا اور یہ دعائے کشائش لا الٰہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم الخ۔

معالم التنزیل میں ہے :

کان فیہ عصا موسٰی ونعلاہ وعمامۃ ھٰرون وعصاہ[1] الخ

تابوت میں موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ وعصا الخ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۹۸ تا ۴۰۱)

(۶۶) تعظیم آثار و تبرکات کے لئے کسی خاص سند کی ضرورت نہیں۔ اس سلسلہ میں فرمایا :

تصریحاتِ ائمہ سے معلوم ہو لیا کہ تعظیم کے لئے نہ یقین درکار ہے نہ کوئی خاص سند، بلکہ صرف نامِ پاک سے اس کا اشتہار کافی ہے، ایسی جگہ بے ادراک سند تعظیم سے باز نہ رہے گا مگر بیمار دل پُرآزار دل جس میں نہ عظمتِ شانِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بروجہ کافی نہ ایمان کامل۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

ان یّك کاذباً فعلیہ کذبہ وان یك صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم[2]۔

اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اُس پر، اور اگر سچّا ہے تو تمھیں پہنچ جائیں گے بعض وہ عذاب جن کا وہ تمھیں وعدہ دیتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۱۵)

(۶۷) تصاویرِ معظمین کی تعظیم کے بارے میں فرمایا :

شرع مطہر میں زیادہ شدتِ عذاب تصاویر کی تعظیم ہی پر ہے، اور خود ابتدائے بُت پرستی انھیں تصویراتِ معظمین سے ہوئی۔ قرآن عظیم میں جو پانچ بُتوں کا ذکر سورۂ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرمایا وَدّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر، یہ پانچ بندگانِ صالحین تھے کہ لوگوں نے اُن کے انتقال کے بعد باغوائے ابلیس لعین اُن کی تصویریں بنا کر اُن کی مجلسوں میں قائم کیں، پھر بعد کی آنے والی نسلوں نے انھیں معبود سمجھ لیا۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے :

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/۲۴۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۷۱

[2] القرآن الکریم ۴۰/۲۸

ود و سواع ویغوث ویعوق ونسر اسماء رجال من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطٰن الٰی قومھم ان انصبوا الٰی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلك اولٰئك وتنسخ العلم عبدت[1] ھذا مختصرًا۔

ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ فوت ہوگئے تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ جہاں وہ بیٹھتے تھے وہاں ان کی مجالس میں اُن کے بُت نصب کرو اور ان کے نام لیا کرو۔ تو وہ ایسا ہی کرنے لگے۔ پھر اس دَور میں تو اُن کی عبادت نہیں ہُوئی مگر جب وہ لوگ ہلاک ہوگئے اور علم مٹ گیا سابق لوگوں کے بارے میں جہالت کا پردہ چھا گیا تو رفتہ رفتہ ان مجسموں کی عبادت و پرستش شروع ہوگئی۔ یہ حدیث کے مختصر الفاظ ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۳۳، ۴۳۴)

(۶۸) توسّل و حاجت شیخ طریقت کے بارے میں فرمایا:

یہ اس کے لئے ہے جو اس راہ کا چلنا چاہے، اور ہمت پست کوتاہ دست لوگ اگر سلوک نہ بھی چاہیں تو انھیں توسّل کے لئے شیخ کی حاجت ہے۔ یوں اللہ عزّوجل اپنے بندوں کو بس تھا۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

الیس اللہ بکاف عبدہ[2]۔

کیا خدا اپنے بندوں کو کافی نہیں۔

مگر قرآن عظیم نے حکم فرمایا:

وابتغوا الیہ الوسیلۃ[3]۔ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

اللہ کی طرف وسیلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف وسیلہ مشائخ کرام، سلسلہ بہ سلسلہ جس طرح اللہ عزّوجل تک بے وسیلہ رسائی محال قطعی ہے یونہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک رسائی بے وسیلہ دشوار عادی ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۶۴)

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب وداً وسواعاً الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۲

[2] القرآن الکریم ۳۹/ ۳۶

[3] 〃 ۵/ ۳۵

(۶۹) ممانعتِ تعدد بیعت کے بارے میں مصنفِ رسالہ "انوارِ ساطعہ" مولانا عبدالسمیع علیہ الرحمہ کے ایک استفتاء کے جواب میں فرمایا:

یا ھذا قرآن عظیم صاف صاف فرمار ہا ہے کہ رجلا سلما لرجل[1] (ایک غلام صرف ایک مولا کا۔ ت) ہی ہونا بھلا ہے۔

ھل یستوین مثلا الحمدللہ بل اکثرھم لایعلمون[2]

کیا اُن دونوں کا حال ایک سا ہے، سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے۔ (ت)

یا ھذا پیرِ صادق قبلۂ توجہ ہے اور قبلہ سے انحراف نماز کو جواب صاف با آنکہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ[3] (تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ یعنی خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں۔ پھر طالبان وجہ اللہ کو حکم یہی سناتے ہیں کہ:

حیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ[4]

تم جہاں کہیں ہو پس اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ (ت)

یہ محل محلِ تحری ہے اور صاحبِ تحری کا قبلہ قبلۂ تحری۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۷۵)

(۷۰) مزید فرمایا:

یا ھذا فیضِ پیر مَن و سلوٰی ہے، اور لن نصبر علی طعام واحد[5] (ہم ہرگز ایک طعام پر صبر نہیں کرسکتے۔ ت) کہنے کا نتیجہ بُرا،

فلا تکن اسرائیلیا وکن محمدیا یأتك رزقك بکرۃ وعشیا۔

پس تو اسرائیلی نہ ہو تو محمدی بن، تیرے پاس رزق صبح وشام آئے گا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۷۶)

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/۲۹
[2] 〃 ۳۹/۲۹
[3] 〃 ۲/۱۱۵
[4] 〃 ۲/۱۴۴ و ۱۵۰
[5] 〃 ۲/۶۱

(۱۷) "جس کا دنیا میں مرشد نہیں اس کا مرشد آخرت میں شیطان ہوگا" اس مقولہ کی تحقیق کرتے ہوئے مرشد کی دو۲ قسمیں بتائیں :

۱ - عام، یعنی کلام اللہ و کلام ائمہ

۲ - خاص، یعنی کسی جامع شرائط بیعت کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا :

شیخ و مرشد بمعنی اول ہر شخص کو ضرور، اور ایسا بے پیر قطعاً راہِ اسلام سے دور، اس کی عبادت تباہ و مہجور، اور اس سے ابتداءً بسلام ممنوع و محظور، اور روزِ قیامت گروہِ شیطان میں محشور۔ قال اللہ تعالیٰ :

یوم ندعوا کل اناس بامامھم[1]۔

جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

جب اس شخص نے ائمہ ہدیٰ کو اپنا مرشد و امام نہ مانا تو امامِ ضلالت یعنی شیطانِ لعین کا مرید ہوا، لاجرم روزِ قیامت اُسی کے گروہ میں اُٹھے گا والعیاذ باللہ سبحانہ، وتعالیٰ، مگر کلمہ گویوں میں اس طرح کے بے پیرے چار گروہ ہو سکتے ہیں :

اول وہ کافر جو سرے سے قرآن و حدیث ہی کو نہ مانے، جیسے نیچری کہ حدیثوں کو صراحۃً مردود و بے سود بتاتے ہیں اور قرآن کے یقینی قطعی معانی حق کو رد کر کے اپنے دل سے گھڑ کر کہانی پہیلی بناتے ہیں لعنھم اللہ لعناً کبیرا۔

دوم غیر مقلد کہ بظاہر قرآن و حدیث کو مانتے اور ارشاداتِ ائمہ دین و حاملانِ شرع متین کو باطل و نامعتبر جانتے ہیں، یہ سلسلہ بیعت توڑ کر براہِ راست خدا و رسول سے ہاتھ ملایا چاہتے ہیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اور عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

سوم وہابیہ مقلدین کہ اگرچہ بظاہر فروعِ فقہیہ میں تقلیدِ ائمہ کا نام لیتے ہیں مگر اصول و عقائد میں صراحۃً سوادِ اعظم کے خلاف چلتے ہیں اور مقامات و مناصب و تصرفات و مراتب اولیائے کرام

---

[1] القرآن الکریم ۱۷ / ۷۱

[2] ؍؍ ۲۶ / ۲۲۷

کے نام سے جلتے ہیں۔

چہارم اسی طرح تمام طوائف ضالّہ بدمذہب گمراہ رافضی، خارجی، معتزلی، قدری، جبری وغیرہم خذلہم اللہ کہ ان سب نے راہِ ہُدیٰ چھوڑ کر اپنی ہوا کو امام بنایا اور اپنا سلسلۂ بیعت شیطان لعین سے جا کر ملایا، قال اللہ تعالٰے:

افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ[1]

کیا تُو نے دیکھا وہ شخص جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود ٹھہرایا۔ (ت)

بالجملہ کلمۂ جامعہ یہی ہے کہ جو اہلِ ہوا ہیں یعنی مخالفانِ اہلسنت وجماعت، وہی اس معنے پر بے پیر صادق اور ان تمام احکام کے ٹھیک مستحق ہیں قاتلھم اللہ انّی یؤفکون[2] (اللہ تعالٰے ان کو ہلاک کرے کہاں اوندھے پھرتے ہیں۔ ت) سُنّی صحیح العقیدہ کہ ائمہ ہدیٰ کو مانتا، تقلیدِ ائمہ ضروری جانتا، اولیائے کرام کا سچّا معتقد، عقائد میں راہِ حق پر مستقیم، وہ ہرگز بے پیر نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۸۰، ۴۸۱)

(۷۲) آیت کریمہ میں اولی الامر سے متعلق قول ارجح بتاتے ہوئے فرمایا:

مگر اس سے اس قدر ثابت کہ ہادیانِ راہِ خدا کی اطاعت لازم ہے اس میں کیا کلام ہے اس کے لئے خود آیۂ کریمہ:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[3]

اطاعت کرو تم اللہ تعالٰے کی اور اطاعت کرو رسول اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور اپنے صاحبِ امر کی۔

کافی ہے، قولِ اصح وارجح پر اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں کہ علمائے شریعت و طریقت دونوں کو شامل۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۸۳)

(۷۳) اقسامِ فلاح بیان کرتے ہوئے اس کی قسم ثانی کی تفصیل میں فرمایا:

دوم کامل رستگاری کہ بے سبقت عذاب دخولِ جنّت ہو اس کے دو پہلو ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳
[2] " " ۹/ ۳۰
[3] " " ۴/ ۵۹

26

اوّل وقوع، یہ مذہب اہلسنت میں محض مشیّتِ الٰہی پر ہے جسے چاہے ایسی فلاح عطا فرمائے اگرچہ لاکھوں کبائر کا مرتکب ہو اور چاہے تو ایک[عہ] گناہِ صغیرہ پر گرفت کرلے اگرچہ لاکھوں حسنات رکھتا ہو، یہ عدل ہے اور وہ فضل۔ یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء[1] (جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے۔ت) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت سے بےگنتی اہل کبائر ایسی فلاح پائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ رواہ احمد[2]۔

میری شفاعت میری امت سے کبیرہ گناہوں والوں کے لئے ہے۔ امام احمد نے اسے روایت کیا ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۹۹، ۵۰۰)

(۴۷) اسی مبحث کے ضمن میں فرمایا:

بلکہ وہ بھی ہوں گے جن کے گناہ نیکیوں سے بدل دیئے جائیں گے۔ قال اللہ تعالٰی:

فاولٰئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت ط وکان اللہ غفورًا رحیما[3]○

عہ اگرچہ وہ ایسا کرے گا نہیں،

لقولہ تعالٰی "ویجزی الذین احسنوا بالحسنی ○ الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ط ان ربك واسع المغفرۃ[4] ط وقولہ تعالٰی ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم وندخلکم مدخلا کریما[5]○" وقولہ تعالٰی "ان الحسنٰت یذھبن السیاٰت ط ذٰلك ذکری للذاکرین[6]○" ۱۲ منہ غفرلہ۔

ارشادِ باری تعالٰی ہے: اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے وہ جو بڑے گناہوں اور بےحیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رُک گئے، بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے۔ اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دینگے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔ اور اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴

[2] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۱۳

[3] القرآن الکریم ۲۵/ ۷۰ [4] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۱، ۳۲ [5] القرآن الکریم ۴/ ۳۱ [6] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۴

اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۰۱)

(۷۵) فلاح کی کچھ مزید اقسام بیان کرتے ہوئے فلاح باطن کے بارے میں فرمایا:

یہ منتہائے فلاح و فلاح احسان ہے۔ فلاح تقوٰی میں تو عذاب سے دُوری اور جنت کا چین تھا کہ:

فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز[۱]

جو جہنم سے بچا کر جنّت میں داخل کیا گیا وہ ضرور فلاح کو پہنچا۔

اور فلاح احسان اس سے اعظم ہے کہ عذاب کا کیا ذکر کسی قسم کا اندیشہ و غم بھی ان کے پاس نہیں آتا۔

الا ان اولياء الله لاخوف عليهم ولاهم يحزنون[۲]۔

خبردار! اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (ت)

بہرحال اس فلاح کے لئے ضرور پیر و مرشد کی حاجت ہے چاہے قسم اوّل کی ہو یا دوم کی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۰۴، ۴۰۵)

(۷۶) شیخ طریقت کے حکم کی اہمیت بیان کرتے ہُوئے فرمایا:

شیخ ہادی کا حکم رسول کا حکم ہے اور رسول کا حکم اللہ کا حکم، اور اللہ کے حکم میں مجالِ دم زدن نہیں۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضللا مبينا[۳]

کسی مسلمان مرد و عورت کو نہیں پہنچتا کہ جب اللہ و رسول کسی معاملہ میں کچھ فرمادیں تو پھر انھیں کام کا کوئی اختیار رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ کُھلا گمراہ ہوا۔

فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۰۹، ۵۱۰

---

[۱] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۵

[۲] " ۱۰/ ۶۲

[۳] " ۳۳/ ۳۶

(۷۷) مرشد عام کے مخالفین شیطان کے چیلے اور مرید ہیں، اس سلسلے میں فرمایا:
بالجملہ جملہ مرتدین یا ضالین معاندینِ دین کہ سب مرشد عام کے مخالف و منکر ہیں، یہ اشد ہالک ہیں اور ان سب کا پیر شیطان، اگرچہ بظاہر کسی کی بیعت کا نام لیں بلکہ خود پیر و ولی و قطب بنیں۔ قال اللہ تعالٰی:
استحوذ علیہم الشیطٰن فانسٰہم ذکر اللہ اولٰئک حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون[1]
شیطان نے انھیں اپنے گھیرے میں لے کر اللہ تعالٰی کی یاد بھلادی وہی شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے شیطان ہی کے گروہ زیاں کار ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۱۳)

(۷۸) فلاحِ تقوٰی کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا:
فلاحِ تقوٰی بلاشبہہ فلاح ہے اگرچہ فلاحِ احسان اس سے اعظم و اجل ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے:
ان تجتنبوا کبٰئر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم و ندخلکم مدخلا کریما[2]
اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچے تو ہم تمھاری برائیاں مٹادیں گے اور تمھیں عزت والے مکان میں داخل فرمائیں گے۔
یہ بلاشبہہ فوزِ عظیم ہے، مولا تعالٰی نے اہلِ تقوٰی و اہلِ احسان دونوں کے لئے اپنی معیت ارشاد فرمائی؛
ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون[3]
بیشک اللہ متقیوں کے ساتھ ہے اور ان کے جو اہلِ احسان ہیں۔
یہ کیسا فضلِ عظیم ہے اور فلاح کے لئے کیا چاہیے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۱۴)

(۷۹) آیتِ وسیلہ کے لطائف بیان کرتے ہوئے فرمایا:
اقول قرآن کریم کے لطائف لامتناہی ہیں اس بیان سے، آیۂ کریمہ:
یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون[4]

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹
[2] القرآن الکریم ۴/ ۳۱
[3] " ۱۶/ ۱۲۸
[4] " ۵/ ۳۵

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو، اور اس کی راہ میں جان لڑاؤ اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (ت)

کے مبارک جملوں کا حُسنِ ترتیب واضح ہُوا، یہ فلاح احسان کی طرف دعوت ہے، اس کے لئے تقوٰی شرط ہے تو اولاً اس کا حکم فرمایا کہ اتقوا اللہ (اللہ سے ڈرو۔ ت) اب کہ تقوٰی پر قائم ہو کر راہِ احسان میں قدم رکھنا چاہتا ہے اور یہ عادۃً بے وسیلہ شیخ ناممکن ہے لہذا دوسرے مرتبہ میں قبل سلوک تلاشِ پیر کو مقدم فرمایا وابتغوا الیہ الوسیلۃ (اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ ت)، اس لئے کہ الرفیق ثم الطریق (پہلے ساتھی تلاش کرو پھر راستہ لو۔ ت)، اب کہ سامان مہیا ہو لیا اصل مقصود کا حکم دیا کہ جاھدوا فی سبیلہ اس کی راہ میں مجاہدہ کرو "لعلکم تفلحون" تاکہ فلاح احسان پاؤ،

جعلنا اللہ من المفلحین بفضل رحمتہ انہ ھو المرؤف الرحیم وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک علٰی من بہ الصلاح والفلاح وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین۔

اللہ ہمیں فلاح والوں میں کرے اس کی رحمت کے فضل سے جو فلاح والوں پر کی بیشک وہی بڑا مہربان رحم والا ہے اور اللہ درود وسلام وبرکت اتارے ان پر جن کے صدقے میں ہر صلاح وفلاح ہے اور ان کے آل واصحاب اور ان کے بیٹے حضور غوث اعظم اور ان کے سب گروہ پر، آمین! (ت)

ثمّ **اقول** یہاں سے ظاہر ہُوا کہ اس راہ میں فلاح وسیلہ پر موقوف کہ اس کو اس پر مرتب فرمایا تو ثابت ہوا کہ یہاں بے پیرا فلاح نہ پائے گا اور جب فلاح نہ پائے گا تو حزب اللہ سے ہوا حزب الشیطان سے ہوگا کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

الا ان حزب الشیطان ھم الخسرون[1]۔

سنتا ہے شیطان ہی کا گروہ خاسر ہے۔

الا ان حزب اللہ ھم المفلحون[2]

سُنتا ہے اللہ ہی کا گروہ فلاح والا ہے۔

تو دوسرا جملہ بھی ثابت ہوا کہ بے پیرے کا پیر شیطان ہے جس کا بیان ابھی گزرا، نسأل اللہ العفو

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹

[2] ؍؍ ۵۸/ ۲۲

والعافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۱۸، ۵۱۹)

(۸۰) شریعت وطریقت کے بارے میں عمرو نامی ایک شخص کے احوالِ شنیعہ کا رَد بلیغ اور شریعت کی اہمیت ومداریت کا اثبات کرتے ہوئے رسالہ "مقال العرفاء باعزاز شرع وعلماء" میں ارشاد فرمایا:

عمرو کا قول کہ شریعت چند احکام فرض وواجب وحلال وحرام کا نام ہے، محض اندھاپن ہے، شریعت تمام احکامِ جسم وجان وروح وقلب وجملہ علومِ الٰہیہ ومعارفِ نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے، ولہذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں ورنہ مردود ومخذول، تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط ومدار ہے، شریعت ہی محک ومعیار ہے، شریعت "راہ" کو کہتے ہیں، اور شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ، یہ قطعاً عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص۔ یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات واستقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم[۱] ہم کو محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی راہ چلا اُن کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔ عبداللہ بن عباس وامام ابوعالیہ وامام حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہم فرماتے ہیں:

الصراط المستقیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصاحباہ۔ رواہ عن ابن عباس الحاکم[۲] فی صحیحہ وعن ابی العالیۃ من طریق عاصم الاحوال عنہ عبد بن حمید وابناء جریج وابی حاتم وعدی وعساکر وفیہ فذکرنا ذٰلک للحسن فقال صدق ابوالعالیۃ ونصح[۳]

صراط مستقیم محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہما ہیں

---

[۱] القرآن الکریم ۱/ ۵

[۲] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر شرح الصراط المستقیم دارالفکر بیروت ۲/ ۲۵۹

[۳] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تفسیر سورۃ الفاتحہ مکتبہ نزار مصطفی البازریاض ۱/ ۳۰

الدرالمنثور تحت الآیۃ ۱/ ۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۶

(اس کو حاکم نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ابوالعالیہ سے بطریق عاصم الاحول ان سے عبد بن حمید اور ابن جریج، ابن ابی حاتم، ابن عدی اور ابن عساکر نے روایت کیا، اور اس میں ہے کہ ہم نے یہ حدیث حسن سے ذکر کی تو انھوں نے فرمایا ابوالعالیہ نے خالص سچ کہا۔(ت)

یہی وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے، قرآن عظیم میں فرمایا:

انّ ربی علی صراط مستقیم[1]

بلاشبہ اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔

یہی وُہ راہ ہے جس کا مخالف بددین گمراہ ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا:

وانّ ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذٰلکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون[2]

(شروع رکوع سے احکامِ شریعت بیان کرکے فرماتا ہے) اور اے محبوب! تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمھیں اس کی راہ سے جدا کردیں گے، یہ تمھیں تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔

دیکھو قرآن مجید نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وُہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے اور اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور پڑے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۲۳، ۵۲۴)

(۸۱) مزید فرمایا:

ہدایتِ الٰہی اگر دستگیر ہے تو بندہ لاحول پڑھتا اور اس ملعون کو دفع کرتا ہے کہ او عدو اللہ! یہ جسے تُو دن یا آفتاب کہہ رہا ہے آخر کیا ہے، اسی فانوس کا تو نُور ہے اسے بجھایا تو نور کہاں سے آئے گا، اس وقت وُہ دغاباز خائب وخاسر پھرتا ہے اور بندہ نورٌ علٰی نورٍ یھدی اللہ لنورہ من یشاء[3] (نور پر نور ہے اور اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے۔ ت) کی حمایت میں نورِ حقیقی تک پہنچتا ہے اور اگر دم میں آگیا اور سمجھا کہ ہاں دن تو ہوگیا اب مجھے چراغ کی کیا حاجت رہی، ادھر فانوس بُجھا اور معًا اندھیرا گھُپ کہ ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہ دیتا، جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۵۶
[2] " ۶/ ۱۵۳
[3] " ۲۴/ ۳۵

ظلمٰت بعضها فوق بعضٍؕ اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰىهاؕ ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فما لہ من نور[1]

ایک پر ایک اندھیریاں ہیں، اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سُوجھے، اور جسے خدا نور نہ دے اس کے لئے نور کہاں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۲۶، ۵۲۷)

(۸۲) کون سے علماء وارثِ نبی ہیں نیز آیت کریمہ ثم اورثنا الکتٰب الاٰیة کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قرآن شریف انھیں مطلقاً وارث بتارہا ہے حتی کہ ان کے بے عمل کو بھی یعنی جبکہ عقائد حق پر مستقیم اور ہدایت کی طرف داعی ہو کہ گمراہ اور گمراہی کی طرف بلانے والا وارثِ نبی نہیں نائبِ ابلیس ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ہاں رب عزوجل نے تمام علماءِ شریعت کو کہاں وارث فرمایا ہے، یہاں تک کہ ان کے بے عمل کو بھی، ہاں وہ ہم سے پُوچھئے، مولٰی عزوجل فرماتا ہے:

ثم اورثنا الکتٰب الذین اصطفینا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخیرات باذن اللہؕ ذٰلک هو الفضل الکبیر[2]

پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چُنے ہُوئے بندوں کو، تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی متوسط حال کا، اور کوئی بحکم خدا بھلائیوں میں پیشی لے جانے والا، یہی بڑا فضل ہے۔

دیکھو بے عمل کہ گناہوں سے اپنی جان پر ظلم کر رہے ہیں انھیں بھی کتاب کا وارث بتایا اور نرا وارث ہی نہیں بلکہ اپنے چُنے ہُوئے بندوں میں گنا۔ احادیث میں آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

سابقنا سابق ومقتصدنا ناج وظالمنا مغفور لہ، والحمد للہ رب محمد الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی اٰلہٖ افضل الصلٰوۃ والتسلیم۔ رواہ العقیلی وابن لال وابن مردویہ والبیهقی فی البعث والبغوی فی المعالم[3] عن امیر المؤمنین عمر، والبیهقی وابن مردویہ عن ابن عمر وابن النجار عن انس رضی اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[2] 〃 ۳۵/ ۳۲

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۵/ ۳۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۴۹۳

الدر المنثور 〃 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۴ و ۲۵

تعالیٰ عنہم۔

ہم میں کا جو سبقت لے گیا وہ تو سبقت لے ہی گیا اور جو متوسط حال کا ہُوا وہ بھی نجات والا ہے اور جو اپنی جان پر ظالم ہے اس کی بھی مغفرت ہے (والحمد للہ رب محمد الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔ اسے عقیلی، ابن لال، ابن مردویہ اور بیہقی نے بعث میں اور بغوی نے معالم میں امیر المومنین عمر سے، اور بیہقی اور ابن مردویہ نے ابن عمر سے، اور ابن نجار نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۳۰، ۵۳۱)

(۸۲) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

جب قرآن مجید نے سب وارثان کتاب کو اپنے چُنے ہُوئے بندے فرمایا، تو وُہ قطعاً اللہ والے ہوئے، اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربّانی ہُوئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولٰکن کونوا ربّانیّین بما کنتم تعلمون الکتٰب و بما کنتم تدرسون[1]

ربانی ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لئے کہ تم پڑھتے ہو۔

اور فرماتا ہے:

انّا انزلنا التورٰیة فیھا ھدًی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتٰب اللہ وکانوا علیہ شھداء[2]

بیشک ہم نے اتاری توریت اس میں ہدایت و نور ہے اس سے ہمارے فرمانبردار نبی اور ربانی اور دانشمند لوگ یہودیوں پر حکم کرتے تھے یوں کہ وُہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے گئے اور وہ اس سے خبردار تھے۔

ان آیات میں اللہ عزّوجل نے ربّانی ہونے کی وجہ اور ربانیوں کی صفات اس قدر بیان فرمائی کہ کتاب پڑھنا پڑھانا اس کے احکام سے خبردار ہونا اس کی نگہداشت رکھنا اس کے ساتھ حکم کرنا، ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف علمائے شریعت میں ہیں تو وہ ضرور ربّانی ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

ربانیین فقھاء معلمین۔ رواہ ابن ابی حاتم[3] عن سعید بن جبیر۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷۹ [2] القرآن الکریم ۵/ ۴۴

[3] الدر المنثور تحت الآیۃ ۳/ ۷۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۸

ربانی کے معنی ہیں فقیہ مدرس (اسے ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا۔ت)

نیز وہ اور ان کے تلامذہ امام مجاہد و امام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں:

ربانیین علماء فقہاء۔ رواہ عن ابن عباس[1] ابن جریر و ابن ابی حاتم و عن مجاھد ابن جریر وعن ابن جبیر الدارمی فی سننہ۔

ربانی عالم فقیہ کو کہتے ہیں (اسے ابن عباس ابن جریر و ابن ابی حاتم نے اور مجاہد سے ابن جریر نے اور ابن جبیر سے دارمی نے سنن میں روایت کیا ہے۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۳۲، ۵۳۳)

فائدہ: صوفیہ کے نزدیک الّا لیعبدون بمعنی الّا لیعرفون ہے، چنانچہ فرمایا:

قال اللہ تعالٰی "ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون[2]"۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور نہیں پیدا کیا جن و انسان کو مگر عبادت کے لئے۔ (ت)

سیدنا امام ابوالقاسم قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اجل اکابر صوفیہ کرام سے ہیں اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: الّا لیعرفون[3] یعنی ہم نے نہیں پیدا کیا جن و انس کو مگر معرفت حاصل کرنے کے لئے ۱۲۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۳۴، ۵۳۵ حاشیہ)

(۴۸) تصور برزخ میں خاص خاندان عزیزی کی نصوص ذکر کرتے ہوئے رسالہ الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ میں فرمایا:

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالٰی واذکر اسم ربك لکھتے ہیں:

یعنی و یاد کن پروردگار خود را بر سبیل دوام در ہر وقت و ہر شغل خواہ بزبان خواہ بقلب خواہ بروح خواہ بہ سر خواہ بخفی خواہ باخفی خواہ بنفس خواہ ذکر یک ضربی خواہ دو ضربی خواہ بحبس نفس خواہ بے حبس خواہ بدون برزخ خواہ با برزخ الٰی غیر ذٰلك من الخصوصیات التی استنبطھا الماھرون من اھل الطرائق وتعیین احد الشقین ازیں خصوصیات مذکورہ مفوض بصوابدید شیخ و مرشد ست کہ بحسب حال ہر چہ را اصلح داند تلقین فرماید چنانچہ در آیت دیگر فرمودہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم

---

[1] الدر المنثور تحت الآیۃ ۳/ ۷۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۸

جامع البیان (تفسیر ابن جریر) بحوالہ مجاہد و ابن عباس 〃 〃 〃 〃 ۳/ ۳۸۰

سنن الدارمی باب فضل العالم والعالم حدیث ۳۲۷ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۸۱

[2] القرآن الکریم ۵۱/ ۵۶

[3] الرسالۃ القشیریۃ مدخل اصول التوحید عند الصوفیین دار صادر بیروت ص ۱۳

لا تعلمون [1] اھ ملتقطا۔

اللہ تعالٰی کو ہر وقت اور ہر شغل میں یاد رکھ۔ دل، روح، سری، خفی، سانس یک ضربی یا دوضربی ہو یا سانس بند کرکے ہو یا بغیر بند کئے ہو، یہ زخ کے ذریعہ یا بے برزخ وغیرہا خصوصیات جن کو اہل طریقت ماہرین نے اخذ کیا ہے ان میں سے کسی مخصوص طریقہ کو متعین کرنا مرشد کی صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ حال کے مطابق جس کو مناسب سمجھے اس کی تلقین کرے جس طرح دوسری آیہ کریمہ میں ارشاد ہے کہ اگر تم نہ جانو تو اہلِ ذکر سے سوال کرو اھ ملتقطا (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۵۸۰، ۵۸۱)

نوٹ: شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی عبارت مذکورہ بالا سے مصنّف علیہ الرحمہ نے پندرہ وہابیت کُش فوائد مستنبط فرمائے ہیں جن کی تفصیل فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۵۸۱ تا ۵۸۳ میں ملاحظہ فرمائیں (مرتب)

(۸۵) اپنی تعریف وتحسین کو پسند کرنے والے شیخ کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

حُبِ ثنا، غالباً خصلتِ مذمومہ ہے اور کم از کم کوئی خصلت محمودہ نہیں اور اس کے عواقب خطرناک ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حب الثناء من الناس یعمی ویصم۔ رواہ فی مسند الفردوس [2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

ستائش پسندی آدمی کو اندھا اور بہرا کردیتی ہے (اس کو مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا گیا ہے۔ت)

اور اگر اپنی جھُوٹی تعریف کو دوست رکھے کہ لوگ اُن فضائل سے اس کی ثنا، کریں جو اس میں نہیں جب تو صریح حرام قطعی ہے۔

قال اللہ تعالٰی "لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم [3] ۝" والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) ہرگز گمان نہ کرنا اُن کو جو اپنے کئے پر خوش ہوتے اور دوست

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۴۳/۸ افغانی دار الکتب لال کنواں دہلی ص ۲۲۹ و ۲۸۰
[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۷۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲/۲
[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۸

رکھتے ہیں کہ بے کئے پر سراہے جائیں تو زنہار انھیں عذاب کے بچاؤ کی جگہ نہ گمان کرنا اور ان کیلئے دردناک مار ہے۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ۔(ت)

ہاں اگر تعریف واقعی ہو تو اگرچہ تاویل معروف ومشہور کے ساتھ، جیسے شمس الائمہ وفخر العلماء وتاج العارفین وامثال ذٰلک (اماموں کے آفتاب، اہل علم کے لئے فخر، اور عارفوں کے تاج، اور اسی قسم اور نوع کے دوسرے توصیفی کلمات جو ممدوح کی تعریف وتوصیف ظاہر کریں)۔ ت) کہ مقصود اپنے عصر یا مصر کے لوگ ہوتے ہیں اور اس پر اس لئے خوش نہ ہو کہ میری تعریف ہو رہی ہے بلکہ اس لئے کہ ان لوگوں کی تعریف ان کو نفع دینی پہنچائے گی سمع قبول سے سُنیں گے جو ان کو نصیحت کی جائے گی تو یہ حقیقتہً حُبِّ مدح نہیں بلکہ حُبِّ نصحِ مسلمین ہے اور وہ محض ایمان ہے واللہ یعلم المفسد من المصلح[1] (اور اللہ تعالےٰ بگاڑنے والے کو اصلاح کرنے والے سے جانتا ہے (یعنی وہ جانتا ہے کون مصلح اور کون مفسد ہے)۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۹۶، ۵۹۷)

(۸۶) کسی شخص کو بارات کے میزبان نے بایں شرط دعوت دی کہ نفسِ دعوت میں ممنوعاتِ شرعیہ کا ارتکاب نہیں ہوگا اور ناچ گانا وغیرہ دوسرے مکان پر ہوگا۔ صورت حال یہ ہے کہ شخص مذکور کے شریک ہونے یا نہ ہونے سے ان ممنوعات کے ارتکاب میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تو ایسی صورت میں وہ نفس دعوت میں شریک ہو یا نہ ہو؟ نیز کچھ لوگوں نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ ناچ گانے والی شادیوں میں شریک نہیں ہوں گے۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا:

اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو اگر جانتا ہے کہ جہاں کھانا کھلایا جائے گا وہیں منکراتِ شرعیہ ہوں گے، اور برات والے کا وعدہ محض حیلہ ہی حیلہ ہے تو ہرگز نہ جائے۔

قال تعالیٰ "لاتقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]"

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۱۰)

(۸۷) مزید فرمایا:

اگر واقعی ایسا ہی ہے کہ نفس دعوت منکرات سے خالی ہوگی اگرچہ دوسرے مکان میں لوگ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

[2] " ۶/ ۶۸

مشغولِ گناہ ہوں تو شرکت میں کوئی حرج نہیں۔

قال تعالیٰ "لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ[1]"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

غایت یہ کہ میزبان گنہ گار ہے پھر شرعاً گنہ گار کی دعوت بھی دعوت ہے جبکہ وُہ خود گناہ پر مشتمل نہ ہو۔ خزانۃ المفتین میں ہے:

ان لم یکن الرجل بحال لو لم یجب لا یمنعھم عن الفسق لا باس بان یجیب ویطعم وینکر معصیتھم وفسقھم لانہ اجابۃ الدعوۃ واجابۃ الدعوۃ واجبۃ او مندوبۃ فلا یمتنع بمعصیۃ اقترنت بھا[2]

اگر کسی شخص کی ایسی پوزیشن نہ ہو کہ اگر یہ دعوت قبول نہ کرے تب بھی وہ گناہ اور نافرمانی سے باز نہیں آئیں گے، تو پھر دعوت کی قبولیت میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں، البتہ اُن کے گناہ اور نافرمانی کا انکار کرے کیونکہ اس نے تو دعوت قبول کی (یعنی خود کوئی خلاف ورزی نہیں کی) اور دعوت قبول کرنا واجب ہے یا مستحب۔ لہذا ایسی دعوت جس سے گناہ پیوست ہو ممنوع نہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۱۱)

(۸۸) مزید فرمایا:

یُونہی وہ عہد کرنے والے نہ جائیں کہ خلافِ عہد معیوب ہے۔

قال تعالیٰ "واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[3]"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (لوگو!) وعدہ پُورا کیا کرو کیونکہ وعدہ کے متعلق قیامت کے دن پُوچھ ہوگی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۱۲)

(۸۹) آیت کریمہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الاٰیۃ کے شانِ نزول کے بارے میں فرمایا:

قُتَیلہ بنت عبدالعزّٰی بن سعد اپنی بیٹی حضرت سیّدتنا اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی اور کچھ گوشت کے زندہ جانور، پنیر، گھی ہدیہ لائی۔ بنت الصدیق نے نہ لیا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۳۴۳

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۴

نہ ماں کو گھر میں آنے دیا کہ توکافرہ ہے۔ اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا، آیت اُتری:

لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین[1]۔

اللہ تعالٰی ان کافروں کے ساتھ نیک سلوک سے تمھیں منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑے۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہدیہ لو اور گھر میں آنے دو[2]۔ رواہ الامام احمد عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم (امام احمد نے اس کو عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۲۴)

(۹۰) ٹیک لگا کر کھانا کھانے کے بارے میں فرمایا:

ٹیک لگا کر کھانا اگر بہ نیّت تکبّر ہو تو کراہت کیسی حرام ہے،

قال تعالٰی "الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا دوزخ تکبّر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں (یعنی یقیناً ہے)۔(ت)

ورنہ بلاکراہت درست۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۲۸)

(۹۱) شیعوں کے ہاں ان کے ہمراہ ان کا تیار کردہ کھانا کھانے کے بارے میں فرمایا:

روافض کے ساتھ کھانا کھانا، ان کی تقریباتِ سرور میں دوستانہ شریک ہونا اور جو امور ولاء و وداد و محبّت پر دلالت کریں اُن سے احتراز و اجتناب کی نسبت احادیثِ کثیرہ و اقوالِ ائمہ وافرہ متظافرہ وارد ہیں، ازاں جملہ حدیث ابنِ حبان وعقیلی وغیرہما کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تجالسوھم[4]۔

نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پانی پیو نہ ان کے پاس بیٹھو۔

قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/۸

[2] الدرالمنثور | تحت الآیۃ ۶۰/۸ | داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/۱۲۳ و ۱۲۴

مسند احمد بن حنبل | عن عبداللہ ابن الزبیر | المکتب الاسلامی بیروت ۴/۴

[3] القرآن الکریم ۳۹/۶۰

[4] الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران الاخنس دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۶

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1]

میل نہ کرو ظالموں کی طرف کہ تمھیں چھوئے دوزخ کی آگ۔

اور فرماتا ہے :

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[2]

یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۳۱)

(۹۲) ایسے شخص کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا جو خاکروب اور بھنگیوں کی روٹی کھانے ان کے چھونے اور اپنے کنویں سے ان کے پانی بھرنے میں کوئی حرج سمجھتا :

جو بات مسلمانوں پر فتحِ بابِ غیبت کرے انھیں فتنے میں ڈالے گی اور انھیں فتنے میں ڈالنا حرام ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق۔[3]

بلاشبہہ جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو فتنے میں ڈالا (پھر اس جرم) سے توبہ نہ کی تو ان کے لئے عذاب دوزخ ہے اور جلا دینے والی آگ کا عذاب ہے۔ (ت)

مسلمان کہ بھنگیوں سے احتراز کرتے ہیں شرعاً منع نہیں، نہ شرعاً اصل ہے، اور وہ عادت فاشیہ ہونے کے باعث طبیعت ثانیہ ہو رہا ہے تو ضرور وہ ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا اور اپنے کنویں سے اس کا پانی بھرنا گوارا نہ کریں گے، اب اگر اس نے اس پر صبر کیا تو خود اپنے ہاتھوں بلا میں پڑا، اپنی عاقبت تنگ کی اور اس کے قریبی رشتہ داروں نے بھی اسے برادری سے نکالا تو قطع رحم کا بھی باعث ہوا اور وہ سخت حرام ہے، اور اگر اس سے صبر نہ ہوا تو ضرور اس کے باعث فتنہ اٹھنے فساد پھیلنے کا اندیشہ قوی ہے، اور مسلمانوں میں فساد پیدا کرنا حرام ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

والفتنۃ اشدّ من القتل[4] فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت جرم ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[2] 〃 ۶/ ۶۸

[3] 〃 ۸۵/ ۱۰

[4] 〃 ۲/ ۱۹۱

حدیث میں ہے:

الفتنۃ نائمۃ لعن اللہ من ایقظھا[1]۔

فتنہ سوئی ہوئی خرابی ہے لہذا جو کوئی اسے جگائے اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

غرض بہت وجوہ سے یہ فعل شرعاً نادرست ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۴۰)

(۹۳) زید دانستہ روافض اور قادیانیوں کے گھر کھانا کھانے جاتا ہے اس کے بارے میں فرمایا:

مرتد کے یہاں کھانا کھانے جانا اُس سے میل جول سب حرام ہے۔ زید اگر جاہل ہے اور ناواقفی میں یہ حرکت اس سے ہوئی اور اب معلوم ہونے پر علانیہ توبہ کرے تو خیر، ورنہ امامت کے قابل نہیں، فوراً معزول کیا جائے۔

قال اللہ تعالیٰ "لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]" وقال تعالیٰ "واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مت جھکو (یعنی اُن سے میل ملاپ نہ رکھو) ورنہ تمھیں آگ (دوزخ) چھوئے گی (مراد یہ کہ آتشِ دوزخ میں داخل ہو جاؤ گے)۔ اور نیز ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۴۷، ۶۴۸)

(۹۴) مزید فرمایا:

زید گنہگار ہوا اس نے حکم شریعت کے خلاف کیا، اس سے علانیہ توبہ لی جائے، اگر نہ مانے تو اس سے محفل شریف نہ پڑھوائی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4]۔

اور اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۴۸)

---

[1] الجامع الصغیر بحوالہ الرافعی عن انس حدیث ۵۹۷۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۷۰

[2] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

[3] " " ۶/۶۸

[4] " " ۶/۶۸

(۹۵) جن کی کمائی میں سود کی آمیزش ہو ان کے یہاں کھانا پینا اور شادی بیاہ کرنا کیسا ہے۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

اگر معلوم ہو کہ یہ کھانا جو ہمارے سامنے آیا بعینہٖ سُود کا ہے مثلاً سُود میں چاول لئے تھے یا چاولوں کی کٹوتی بغیر شرائطِ شرعی کی تھی وہی چاول پکائے ہیں تو اُس کا کھانا جائز نہیں اور اگر مال خریدا ہوا ہے اگرچہ سُودی روپے سے، تو اس کا کھانا حرام نہیں کہ اس کا وہ روپیہ حرام تھا خریدنا حرام نہ تھا اور کچھ معلوم نہ ہو جب بھی حلّت ہے۔ یہ تو اصل اُس کھانے کا حکم تھا باقی ایسے لوگوں سے اتحاد میل جول خلا ملا نہ چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[۱]۔

اور تمھیں شیطان بُھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اُن سے شادی بیاہت کا رشتہ ہرگز نہ کیا جائے کہ اس سے بڑھ کر میل جول اور کیا ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۵۰)

(۹۶) کسب حرام والوں کے ہاں کھانے پینے کے بارے میں ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

جس کا پیشہ محض حرام کا ہو اُس سے مخالطت ویسے ہی نہ چاہیے۔

قال اللہ تعالیٰ "واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[۲]"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر شیطان تمھیں بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

اُس کے یہاں کھانا اور زیادہ معیوب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۵۳، ۶۵۴)

(۹۷) عشرۂ محرم میں شکار کھیلنے سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جسے کھانے یا دوا کے لئے کسی جانور کی حاجت ہے وہ اگر بقدر حاجت دو ایک جانور مار لائے تو یہ کسی کھیل یا تفریح کا فعل نہ ہوگا۔ آیہ کریمہ اذا حللتم فاصطادوا[۳] (لوگو! جب تم احرام سے فارغ ہو کر حلال ہو جاؤ تو پھر شکار کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ ت) میں اسی کا ذکر ہے مگر بے حاجت مذکورہ تفریح طبع کے لئے جو شکار کیا جاتا ہے وہ خود ناجائز ہے کہ ایک لہو و لعب ہے لوگ خود اسے شکار کھیلنا کہتے

---

[۱] و [۲] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[۳] القرآن الکریم ۵/ ۲

ہیں اور کھیل کے لئے بے زبانوں کی جان ہلاک کرنا ظلم و بے دردی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۶۵۷)

(۹۸) میلاد پڑھوانے والا پڑھنے والے کو کھانا کھلائے تو کھا لینا چاہیے یا نہیں ؟ اور کھا لینے کی صورت میں پڑھنے والے کو میلاد خوانی کا ثواب ملے گا یا نہیں ؟ اس کے جواب میں فرمایا :

پڑھنے کے عوض کھانا کھلاتا ہے تو یہ کھانا نہ کھلانا چاہیے نہ کھانا چاہیے، اور اگر کھائے گا تو یہی کھانا اس کا ثواب ہوگیا، اور ثواب کیا چاہتا ہے بلکہ جاہلوں میں جو یہ دستور ہے کہ پڑھنے والوں کو عام حصوں سے دُونا دیتے ہیں اور بعض احمق پڑھنے والے اگر اُن کو اوروں سے دُونا نہ دیا جائے تو اس پر جھگڑتے ہیں، یہ زیادہ لینا دینا بھی منع ہے، اور یہی اس کا ثواب ہوگیا۔

وقال اللہ تعالٰی "لا تشتروا باٰیٰتی ثمنا قلیلا۔[1]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا : (لوگو !) میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۶۳)

(۹۹) عیسائیوں کے ساتھ کھانے پینے اور ان کے برتنوں کے استعمال کو جائز قرار دینے والے اور اس پر آیت کریمہ "وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم" سے استدلال کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا :

امور مذکورہ ممنوع ہیں، اس میں ان کے ساتھ مجالست ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے :

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ بے انصافوں کے۔

علماء فرماتے ہیں اس میں قیامت تک ہر کافر و بدمذہب داخل ہے والقعود مع کلھم ممتنع (ہر کافر کے ساتھ بیٹھنا ممنوع ہے۔ ت) یہ اُن کی طرف میل کا موجب ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]

بے انصافوں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں جہنم کی آگ چھوئے گی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۴۱

[2] " ۶/۶۸

[3] " ۱۱/۱۱۳

27/27

بدمذہب کے لئے حدیث میں ارشاد ہے :

لاتؤاکلوھم ولا تشاربوھم[1]

نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پیو۔

نہ کہ جو مسلمان ہی نہیں اس میں مسلمانوں کو اپنے سے نفرت دلانا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

بشّروا ولا تنفّروا[2] بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ۔

آیۂ کریمہ میں "طعام" سے مراد ذبیحہ ہے۔ گیہوں، چاول، دودھ، دہی تو مشرک کے یہاں کا بھی حلال ہے جبکہ نجس نہ ہو اہل کتاب کی کیا تخصیص۔ ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم تفاسیر میں اور بیہقی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس اور عبد ابن حمید حضرت مجاہد اور عبدالرزاق مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی :

طعام الذین اوتوا الکتٰب ذبائحھم[3]

طعام اہل کتاب سے ان کے ذبیحہ مراد ہیں۔

شرع مطہر میں ہر غیر مسلم کافر ہے یہودی ہو یا نصرانی یا مجوسی یا مشرک۔ جو اہل کتاب کو کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

ان الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین فی نار جھنم خٰلدین فیھا[4]

بیشک وہ جو کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اور فرماتا ہے :

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم[5]

بیشک کافر ہیں وہ جو مسیح ابن مریم کو خدا کہتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۶۴ تا ۶۶۶)

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۲۴۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۲۹

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتخوام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[3] الدر المنثور بحوالہ ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی فی السنن وعبد بن حمید عن مجاہد وعبدالرزاق تحت الآیۃ ۵/۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۶

[4] القرآن الکریم ۹۸/۶

[5] " " ۵/۷۲

(۱۰۰) شہد اتارنے اور بیت النحل میں کچھ شہد چھوڑنے کے بارے میں فرمایا:
شہد کا اتارنا بلاشبہہ جائز ہے۔

قال اللہ تعالٰی "یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس[1]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: شہد کی مکھیوں کے پیٹوں سے ایک مشروب (پینے کی چیز) نکلتا ہے کہ جس کے رنگ الگ الگ (اور جدا) ہیں، اس میں لوگوں کے لئے شفاء (تندرستی) ہے۔ (ت)

اور بیت النحل میں اس کا کچھ حصّہ چھوڑنا ضرور نہیں کہ وہ اُن کی غذا نہیں اُن کی غذا پھل پھول ہیں۔

قال تعالٰی ثم کلی من کل الثمرات[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: پھر تو ہر قسم کے پھلوں سے کھا

شہد تمام وکمال ہمارے لئے ہے۔

قال تعالٰی خلق لکم ما فی الارض جمیعا[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے پیدا فرمایا وہ سب کچھ جو زمین میں موجود ہے (ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۶۶، ۶۶۷)

(۱۰۱) زید بایں خیال کسی دعوت پر نہیں جاتا کہ آج کل کی دعوتیں عموماً فخر و تطاول وغیرہ ممنوعات پر مشتمل ہوتی ہیں، اور فقہاء نے ایسی دعوتوں میں جانے سے منع فرمایا ہے، اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

اس سوال کے جواب میں فرمایا:

قبولِ دعوت سنّت ہے، فقہاءِ کرام کا حکم غیر معیّن پر ہے اور نہ ہرگز اُن کے یہاں تعمیم، نہ اصلاً اس پر دلیل قویم۔ وہ تو یہ فرماتے ہیں کہ جہاں ایسا ہو وہاں نہ جانا چاہئے۔ غیر معیّن پر حکم کسی معیّن مسلمان کے لئے سمجھ لینا بدگمانی ہے جب تک اس کے قرائن واضحہ نہ ہوں، اور بدگمانی حرام۔

قال اللہ تعالٰی یایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[4]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[5] الحدیث۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گناہوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۷۲، ۶۷۳)

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۱۶/ ۶۹ [3] القرآن الکریم ۲/ ۲۹ [4] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[5] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

فتاوٰی رضویّہ جلد ۲۲

(۱) عورتوں کے زیور سے متعلق فرمایا:

عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا جائز ہے،

قال اللہ تعالٰی "اومن ینشؤا فی الحلیۃ"[۱]

اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا: کیا وُہ جو زیور میں پروان چڑھے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۲۶)

(۲) مسئلہ مذکورہ بالا میں مزید فرمایا:

بجنے والا زیور عورت کے لئے اس حالت میں جائز ہے کہ نامحرموں مثلاً خالہ، ماموں، چچا، پُھوپھی کے بیٹوں، جیٹھ، دیور، بہنوئی کے سامنے نہ آتی ہو نہ اس کے زیور کی جھنکار نامحرم تک پہنچے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن الآیۃ[۲]

عورتیں اپنا سنگار شوہر یا محرم کے سوا کسی پر ظاہر نہ کریں۔

اور فرماتا ہے:

ولا یضربن بارجلھن لیعلم مایخفین من زینتھن[۳]

عورتیں پاؤں دھمک کر نہ رکھیں کہ اُن کا چُھپا ہوا سنگار ظاہر ہو۔

فائدہ: یہ آیۂ کریمہ جس طرح محرم کو گہنے کی آواز پہنچنا منع فرماتی ہے یُونہی جب آواز نہ پہنچے اس کا پہننا عورتوں کے لئے جائز بتاتی ہے کہ دھمک کر پاؤں رکھنے کو منع فرمایا نہ کہ پہننے کو، بخلاف جہلِ وہابیہ کہ بجتا گہنا پہننا ہی حرام کہتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۲۸)

(۳) مردوں کے لئے ریشم پہننا حرام ہے، چنانچہ فرمایا:

حذیفہ رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں:

---

[۱] القرآن الکریم ۴۳/۱۸
[۲] القرآن الکریم ۲۴/۳۱
[۳] 〃 ۲۴/۳۱

من لبس ثوب حریر البسہ اللہ تعالٰی یومًا من نار لیس من ایامکم ولٰکن من ایام اللہ تعالٰی الطوال[1] رواہ الطبرانی، وقال اللہ تعالٰی وانّ یومًا عند ربك کالف سنة مما تعدون[2]

جو ریشم پہنے اللہ تعالٰی اسے ایک دن کامل آگ پہنائے گا، وہ دن تمہارے دنوں میں سے نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کے اُن لمبے دنوں سے یعنی ہزار برس کا ایک دن۔ اس کو امام طبرانی نے روایت کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: بیشک تمہارے رب کے نزدیک ایک دن تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۵۷)

(۴) ایک خاص قسم کا کپڑا اعلٰحضرت کی خدمت میں بھیجا گیا، اس کی عدم حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اصل اشیاء میں اباحت ہے جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر جرأت ممنوع و معصیت ہے۔

قال اللہ تعالٰی "قل آللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اُن لوگوں سے فرمادیں (یعنی دریافت کریں) کیا اللہ تعالٰی نے تمہیں ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے یا تم ویسے ہی اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔ (ت)

وقال تعالٰی ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلٰل وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[4]

ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ (لوگو!) تمہاری زبانیں جو کچھ جھوٹ بیان کرتی ہیں اس سلسلے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام تاکہ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو، یقیناً جو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ (ت)

علامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات الحرمة او الکراھة الذین لابد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحة التی ھی الاصل[5]

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ حذیفہ موقوفاً ترھیب الرجال من لبسھم الحریر الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۹۹

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۷ [3] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۹

[4] ۱۶/ ۱۱۶

[5] ردالمحتار بحوالہ الصلح بین الاخوان فی اباحة شرب الدخان کتاب الاشربہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۹۶

اللہ تعالٰی پر افتراء کرنے میں کوئی احتیاط نہیں کہ حرمت اور کراہت ثابت کرے اس لئے کہ ان دونوں کے لئے دلیل ضروری ہے بلکہ احتیاط اس کو مباح کہنے میں ہے اس لئے کہ یہی اشیاء میں اصل ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۸۰)

(۵) مزید فرمایا:

بالجملہ جب تک تحریم ثابت نہ ہو اباحتِ اصلیہ شرعیہ پر عمل سے کوئی مانع نہیں۔

قال اللہ تعالٰی "خلق لکم ما فی الارض جمیعا"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ جو زمین میں ہے پیدا کیا۔(ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۸۱)

(۶) نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ تہبند اور بلا بٹن کرتا پہنا اور جَو کی روٹی کھائی تو اگر کوئی پاجامہ، شلوار یا بٹن اور کالر والی قمیص پہنے یا گندم کی روٹی کھائے تو کیا وہ مخالفِ سنّت کہلائے گا؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ سُنَنِ زوائد ہیں بہ نیت اتباع اجر ہے ورنہ:

قل من حرّم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیّبٰت من الرزق[2]

فرما دیجئے اللہ تعالٰی کی زیب وزینت کس نے حرام ٹھہرائی جو اس نے بندوں کے لئے نکالی (یعنی ظاہر فرمائی) اور ستھری روزی۔ (ت)

ہاں یہ ضرور ہے کہ کفّار یا بدمذہبوں یا فسّاق کی وضع نہ ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۸۶)

(۷) زرد رنگ کے لباس اور جُوتے کے بارے میں فرمایا:

کُسُم کا رنگا ہُوا سُرخ اور کیسر کا زرد جنھیں معصفر ومزعفر کہتے ہیں مرد کو پہننا ناجائز وممنوع ہے اور اُن سے نماز مکروہِ تحریمی، اور ان کے سوا اور رنگت کا زرد بلا کراہت مباح خالص ہے خصوصًا زرد جُوتا مورثِ سرور وفرحت،

قالہ سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما واستند بقولہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۹

[2] 〃 ۷/ ۳۲

صفراء فاقع لونها تسرّ النّٰظرین[1]۔

چنانچہ زرد جُوتے کے متعلق سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ارشاد فرمایا اور اللہ تعالٰی کے اس قول "اُس گائے کا رنگ خالص زرد ہے جو دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہے" سے استدلال فرمایا ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۹۶)

(۸) مُشت زنی کی مذمّت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یہ فعل ناپاک حرام و ناجائز ہے، اللہ جل وعلا نے اس حاجت کے پورا کرنے کو صرف زوجہ و کنیز شرعی بتائی ہیں اور صاف ارشاد فرمادیا ہے کہ:

فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العٰدون[2]۔

جو اس کے سوا اور کوئی طریقہ ڈھونڈے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

حدیث میں ہے:

ناکح الید ملعون[3]۔

جلق لگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۰۲)

(۹) غیر فاحشہ مسلمہ کے اپنی حقیقی فاحشہ بہن سے میل جول کے بارے میں فرمایا:

قولِ علماء:

لاینبغی للمرأۃ الصالحۃ ان تنظر الیھا المرأۃ الفاجرۃ کما فی السراج الوھاج والھندیۃ وردّ المحتار[4]۔

یہ مناسب نہیں کہ نیک اور پارسا عورت کی طرف بدکار عورت دیکھے، جیساکہ سراج وہاج، فتاوٰی ہندیہ اور ردالمحتار میں ہے۔(ت)

اور اسی طرح ارشادِ الٰہی عزّوجل:

---

[1] الدرالمنثور تحت الآیۃ ۲/ ۶۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۷۴

[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۷ و ۷۰/ ۳۱

[3] کشف الخفاء حدیث ۲۸۳۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۹۱

الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۱۰۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۵۷

[4] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۸

و امّا ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّلمین ؁[1]

اگر تجھے شیطان (بُری مجلس سے اُٹھ کر چلے جانا) بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ (کم ازکم مزید تو) نہ بیٹھو۔ (ت)

ہرصورت کو عام ہے اور مصلحت بھی عام، بلکہ ایسی قرابت قریبہ میں بُرا اثر پڑنے کا زیادہ احتمال کہ اجنبیہ سے نہ اتنا میل ہوتا ہے نہ اس کی طرف اتنا میل۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۰۴)

(۱۰) طوائف فاحشہ عورتوں اور ان کے ذکور سے باہمی مودّت اور میل جول رکھنے والوں کے بارے میں فرمایا:

اُن کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے کا حال بھی سُن لیجئے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اول ما دخل النقص علی بنی اسرائیل کان الرجل یلقی الرجل فیقول یا ھذا اتق اللہ ودع ما تصنع فانہ لایحل لک ثم یلقاہ من الغد وھو علی حالہ فلا یمنعہ ذٰلک ان یکون اکیلہ وشریبہ وقعیدہ فلما فعلوا ذٰلک ضرب اللہ قلوب بعضھم علٰی بعض ثم قال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علٰی لسان داؤد و عیسی ابن مریم ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون ؁ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون ؁ الحدیث۔ رواہ ابوداؤد[2] واللفظ لہ والترمذی وحسنہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بنی اسرائیل میں پہلی خرابی جو آئی وُہ یہ تھی کہ اُن میں ایک دوسرے سے ملتا اُس سے کہتا اے شخص! اللہ سے ڈر اور اپنے کام سے باز آ کہ یہ حلال نہیں، پھر دوسرے دن اس سے ملتا اور وُہ اپنے اُسی حال پر ہوتا تو یہ مرد اُس کو اُس کے ساتھ کھانے پینے، پاس بیٹھنے سے نہ روکتا جب انھوں نے یہ حرکت کی اللہ تعالےٰ نے اُن کے دل باہم ایک دوسرے پر مارے کہ منع نہ کرنے والوں کا حال بھی اُنھیں خطا والوں کے مثل ہوگیا۔ پھر فرمایا: بنی اسرائیل کے کافر لعنت کئے گئے داؤد و

---

[1] القرآن الکریم ۶ / ۶۸

[2] سُنن ابی داؤد کتاب الملاحم آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۲۴۰

جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ المائدۃ تحت آیۃ لعن الذین کفروا الخ امین کمپنی ۲ / ۱۳۰

عیسٰے بن مریم کی زبان پر، یہ بدلہ ہے اُن کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا، وہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرے کام سے نہ روکتے تھے، البتہ یہ سخت بُری حرکت تھی کہ وہ کرتے تھے۔ (امام ابوداؤد نے حدیث مذکور کو روایت کیا اور یہ الفاظ انھیں کے ہیں، امام ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[1]

اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ۔

تفسیر احمدی میں ہے:

ھم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع۔[2]

ظالم لوگ بدمذہب اور فاسق اور کافر ہیں ان سب کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

مروی ہوا کہ اللہ عزوجل نے یوشع علیہ الصلٰوۃ والسلام کو وحی بھیجی میں تیری بستی سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار بُرے لوگ ہلاک کروں گا۔ عرض کی: الٰہی! بُرے تو بُرے ہیں اچھے کیوں ہلاک ہوں گے۔ فرمایا:

انھم لم یغضبوا وکانوا یؤکلونھم ویشاربونھم۔ رواہ ابن ابی الدنیا[3] وابو الشیخ عن ابراھیم عن عمر الصنعانی۔

اس لئے کہ جن پر میرا غضب تھا اُنھوں نے اُن پر غضب نہ کیا اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہے (ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے ابراہیم سے اُنھوں نے عمر صنعانی سے اس کو روایت کیا۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۱۱، ۲۱۲)

(۱۱) چھوٹے بچّوں کو فحش گوئی اور بے حیائی سے روکنے کی تلقین و تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

بچپن سے جو عادت پڑتی ہے کم چھوٹتی ہے، تو اپنے نابالغ بچّوں کو ایسی ناپاکیوں سے نہ روکنا اُن کے لئے معاذاللہ جہنم کا سامان تیار کرنا اور خود سخت گناہ میں گرفتار ہونا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] التفسیرات الاحمدیۃ زیر آیت واما ینسینك الشیطٰن الخ مطبعہ کریمیہ بمبئی ص ۳۸۸
[3] فیض القدیر بحوالہ ابن ابی الدنیا تحت حدیث ۲۱۳۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۰۵

قال اللہ تعالٰی "یٰایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملٰئکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت درشت خو فرشتے مؤکل ہیں کہ اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں فرمایا جائے وہی کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل مسلمانوں کو نیک عادتوں کی توفیق دے اور بری عادتوں بری باتوں سے پناہ بخشے، آمین!

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۱۵)

(۱۲) جہاں محارم وغیر محارم مرد عورتیں جمع ہوں وہاں اپنی بیوی کو نہ روکنے والے مرد اور روکنے کے باوجود نافرمانی کرنے والی بیوی کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جواب سوال پانزدہم: الرجال قوامون علی النساء[2] (مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ ت) مرد کو لازم کہ اپنی اہلیہ کو حتی المقدور مناہی سے روکے۔

یٰایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[3]۔

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

عورت بحال نافرمانی دوہری گناہگار ہوگی، ایک گناہِ شرع، دوسرے گناہِ نافرمانیِ شوہر، اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشتہر کہ بے اذن جائے تو نکاح سے جائے' غلط اور باطل۔ مگر جبکہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق بائن معلق کی ہو، مرد ہر مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہوسکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لئے مجالس منکرہ میں بھی جانا ممکن جبکہ مشیر فتنہ نہ ہو، والفتنۃ اکبر من القتل[4] (فتنہ قتل سے بڑا ہے۔ ت) مگر تجسس واتباع عورات و دخول دار غیر بے اذن کی اجازت نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۳۰)

(۱۳) زانی اور دیّوث سے احتراز کے بارے میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۶

[2] " ۴/ ۳۴

[3] " ۶۶/ ۶

[4] " ۲/ ۲۱۷

زانی و دیّوث فاسق ہیں اُن کے پاس اُٹھنے بیٹھنے میل جول سے احتراز چاہیے۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1]۔"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں کبھی شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالم گروہ کے پاس مت بیٹھو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۴۳)

(۱۴) اسی نوعیت کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

یہ لوگ دیّوث ہیں، اور دیّوث کو فرمایا کہ اس پر جنّت حرام ہے، دیّوثی بھی فقط اس فعل تک ہے، وُہ جو سائل نے بیان کیا کہ احکامِ شریعت کے ساتھ تمسخر و استہزاء اور عالم پر طعن و لعن کرتے ہیں یہ تو صریح کفر ہے "والعیاذ باللہ" وہ ایمان سے نکل جاتے ہیں اور اُن کی عورتیں نکاح سے۔

قال اللہ تعالٰی "اباللہ واٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[2]۔"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اللہ تعالٰی اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو، لہٰذا معذرت نہ کرو اور بہانے نہ بناؤ، بلاشبہہ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۴۴)

(۱۵) کسی کی منکوحہ کو خاوند سے باغی کرنے اور حرام کاری کے پیشہ کی ترغیب دینے اور اس سلسلہ میں اس کی معاونت کرنے والوں کے بارے میں استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ایسی بات پُوچھنا فضول ہے کوئی چھپا ہوا مسئلہ ہوتا تو احتمال ہوتا کہ ان کو معلوم نہیں حکم بتا دیا جاتا اور جو لوگ اللہ و رسول کو پیٹھ دے کر دیدہ و دانستہ علانیہ ایسے کبائرِ عظیمہ کا ارتکاب کریں ان پر فتوٰی کا کیا اثر ہوگا، جان رہے ہیں کہ اللہ واحد قہار کا غضب اپنے سر لے رہے ہیں پھر فتوے سے کیا متاثر ہوسکتے ہیں، ہاں مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں سے قطعًا قطع تعلق کریں اور ان سے سلام کلام میل جول یک لحظہ چھوڑ دیں، ایسا نہ ہو کہ اُن کی آگ میں یہ بھی جل جائیں۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[3]۔" وقال اللہ تعالٰی "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[4]۔"

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۵، ۶۶
[3] " " ۶/ ۶۸
[4] " " ۱۱/ ۱۱۳

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۴۶)

(۱۶) دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے عدمِ جواز پر حدیث میں لفظ یَد کے مفرد واقع ہونے سے وہابیہ کے استدلال کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

ظاہر ہے کہ افراد یَد سے اس حدیث خواہ کسی حدیث میں اگر نفی یَدَین پر استدلال ہوگا تو لاجرم بطریق مفہومِ مخالف ہوگا اور وہ محققین کے نزدیک حجت نہیں جس کی بحث کُتبِ اصول میں ختم ہو چکی۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت)

اوّلاً قرآن عزیز میں ہے:

بیدك الخیر انك علٰی کل شیئ قدیر[1]

تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے، بیشک تُو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ تیرے ایک ہی ہاتھ میں بھلائی ہے، معاذ اللہ دوسرے میں نہیں۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۸۰)

(۱۷) مزید فرمایا:

ثالثاً اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل انّ الفضل بید اللہ[2]

تم فرماؤ بیشک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ ایک ہی ہاتھ میں فضل ہے؟

رابعاً فرماتا ہے:

بیدہٖ ملکوت کل شیئ[3]

اسی کے ہاتھ میں ہے قدرت ہر چیز کی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۲۶
[2] القرآن الکریم ۳/ ۷۳
[3] " ۳۶/ ۸۳

کیا معاذ اللہ دوسرے ہاتھ میں مالکیت و مقدرت نہیں ؟

خامسًا دیلمی کی حدیث میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

یداللہ مبسوطۃ[1] اللہ کا ہاتھ کشادہ ہے۔

کیا معاذ اللہ اس کا یہ مفہوم کہ ایک ہی ہاتھ کشادہ ہے ؟

قال اللہ تعالٰی :

بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء[2]

بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں خرچ فرماتا ہے جیسے چاہے۔

سادسًا حدیث میں ہے :

یداللہ ملای[3] اللہ تعالٰی کا ہاتھ غنی ہے۔

کیا دوسرے ہاتھ سے غنا منفی ہے ؟

سابعًا حدیث شریف میں ہے :

یداللہ ھی العلیا[4] اللہ ہی کا ہاتھ اونچا ہے۔

کیا عیاذًا باللہ ایک ہی ہاتھ بلند و بالا ہے ؟

ثامنًا قال اللہ تعالٰی :

اذا اخرج یدہ لم یکد یراھا[5]

کافر ایسی اندھیری میں ہے کہ اپنا ہاتھ نکالے تو نظر نہ آئے۔

کیا اس کے یہ معنی کہ دونوں ہاتھ نکالے تو نظر آئیں گے ؟

تاسعًا قال اللہ تعالٰی :

خذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث[6]

اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر مار اور قسم جھوٹی نہ کر۔

---

[1] کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق برمز "فر" حدیث ۱۰۱۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲ /۲۷۵

[2] القرآن الکریم ۵ /۶۴

[3] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ ہود ۲ /۶۷۲ و کتاب التوحید ۲ /۱۱۰۲ قدیمی کتب خانہ کراچی

[4] مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۴۴۶ و ۳ /۴۷۳ و ۴ /۱۳۷

[5] القرآن الکریم ۲۴ /۴۰ [6] القرآن الکریم ۳۸ /۴۴

علماء فرماتے ہیں یہ حکم اب بھی باقی ہے یعنی اگر مثلاً کسی نے غصے میں قسم کھائی کہ زید کو سو لکڑیاں ماروں گا، اب غصہ فرو ہوا، چاہتا ہے کہ قسم بھی سچی ہو اور زید ضربِ شدید سے بچے بھی تو جھاڑو وغیرہ کی سو شاخیں جمع کر کے اسی طرح زید کے بدن پر مارے کہ وہ سب جسم پر جدا جدا پہنچیں۔ کیا اگر دونوں ہاتھ میں جھاڑو لے کر ماریں تو اس ارشاد کا خلاف ہوگا!

عاشرًا قال تعالیٰ:

یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون[1]

جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

کیا اگر دونوں ہاتھ سے دیں تو حکمِ تعمیل نہ ہو! (فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۲۸۲، ۲۸۳)

(۱۸) کوئی چیز شرعاً ممنوع کب ہوتی ہے؟ اس کے بارے ضابطہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سادسًا یہ بھی سہی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس فعل کا نہ کرنا ثابت پھر نہ کرنا اور بات ہے اور منع فرمانا اور بات، ممنوع وہ چیز ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع کی، نہ کہ وہ چیز جو حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کی۔ قرآن عظیم نے یوں فرمایا:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا[2]

رسول جو تمھیں دے لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

یوں نہیں فرمایا کہ ما فعل الرسول فخذوہ ومالم یفعل فانتھوا جو رسول نے کیا کرو اور جو نہ کیا اس سے باز رہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۳۰۵، ۳۰۶)

(۱۹) ذرا ذرا سی بات پر مسلمانوں سے الجھتے اور متعدد امور کو بلا دلیل ممنوع کہنے والوں کے بارے میں فرمایا:

حاشا کہ ان کی غرض حمایتِ شرع ہو۔ حمایتِ شرع چاہیے تو جن امور کی تحریم و ممانعت میں کوئی آیت و حدیث نہ آئی خواہ مخواہ بزورِ زبان انھیں گناہ و مذموم ٹھہرا کر شرع مطہر پر افتراء کیوں کرتے۔ قال اللہ تعالیٰ:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[3]

---

[1] القرآن الکریم ۹/۲۹
[2] القرآن الکریم ۵۹/۷
[3] " ۱۶/۱۱۶

اور نہ کہو اسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اُن کا بھلا نہ ہوگا۔(ت)

بلکہ صرف مقصود ان حضرات کا عوام مسلمین میں تفرقہ ڈالنا اور براہِ تلبیس و تدلیس اپنے لئے ایک جُدا روش نکالنا اور اس کے ذریعہ سے اپنی شہرت کے سامان جمع کرنا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۱۲)

(۲۰) گھر میں داخل ہوتے وقت اہلِ خانہ کو سلام کہنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

قال اللہ عزوجل "فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علٰی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبٰرکۃ طیبۃ"[1]

(اللہ عزوجل نے فرمایا:) جب تم گھروں میں جاؤ تو سلام کرو اپنوں کو ملتے وقت کی اچھی دُعا اللہ کی طرف سے برکت والی پاکیزہ۔

معالم التنزیل میں ہے:

ای یسلم بعضکم علٰی بعض ھذا فی دخول الرجل بیت نفسہ یسلم علی اھلہ ومن بیتہ وھو قول جابر وطاؤس والزھری وقتادۃ والضحاک وعمرو بن دینار، وقال قتادۃ اذا دخلت بیتك فسلم علٰی اھلك فھم احق من سلمت علیہ[2]

یعنی تمھارے بعض بعض کو (ایک دوسرے کو) سلام کیا کریں۔ یہ اس وقت کے لئے ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں جائے تو گھر میں موجود اپنوں اور وہاں دیگر حاضرین کو سلام دے۔ جابر، طاؤس، زہری، قتادہ، ضحاک اور عمرو بن دینار کا یہی قول ہے۔ اور حضرت قتادہ نے فرمایا: جب تم اپنے گھر میں جاؤ تو اپنے گھر والوں کو سلام پیش کیا کرو، جن کو تم سلام دیتے ہو ان سے زیادہ حق گھر والے رکھتے ہیں۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۲۴)

(۲۱) تحریم حلال کے مرتکبین کے بارے میں فرمایا:

اینجا جواب سائل راہمیں قدر پسندست کہ چیزے کہ حرمتش از شرع مطہر ثابت نیست ہر کہ حرامش گوید افترا بر شرع مطہر میکند و افترا بر خدا و رسول وآسان کارے ست؟ والعیاذ

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۴/ ۶۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۳۰۴

باللہ سبحنہ وتعالیٰ، قال ربنا تبارک قدس "ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون"[1] اینان کہ اصول کاسدہ وفروع فاسدہ دردین اختراع کردہ صدہا مباحات شرعیہ بلکہ مستحبات قطعیہ بلکہ سنن ثابتہ رابدعت شنیعہ وحرام شدید بلکہ مخل اصل ایمان وشرک صریح وواجب العقاب قطعی الوعید میگویند قطعاً برخدا ورسول جل جلالہ وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دروغ مے بندند ودرمغاک ہلاک "فقد باء باحدھما"[2] "ومن اظلم ممن افتری علی اللہ الکذبا"[3] وغیر ذٰلک من المہالک می افتند۔

یہاں سائل کے لئے جواب میں اتنا ہی کافی ہے کہ جس چیز کی حرمت شرعاً ثابت نہیں اس کو حرام کہنا شریعت پر افترا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کیا آسان کام ہے اللہ کی پناہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہوئے اپنی زبانوں سے جھوٹ مت بناؤ کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہیں وُہ فلاح نہ پائیں گے"۔ ان لوگوں نے دین میں من گھڑت اور فاسد مسائل کا اختراع کرکے صدہا شرعی مباحات بلکہ مستحبات کو بلکہ سُنن ثابتہ کو بدعت سیئہ اور حرام بلکہ اصل ایمان کے لئے مخل اور صریح شرک اور واجب العقاب والوعید قرار دیا ہے یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں اور ہلاکت کا راستہ اپناتے ہیں اور متعدد آیاتِ وعید کا مصداق بنتے ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۶۳، ۳۶۴)

(۲۳) مزاراتِ اولیاء اللہ کی چوکھٹ کو چُومنے سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
اصل کُلی یہ ہے کہ تعظیم ہر منتسب بارگاہِ کبریا علی الخصوص محبوبانِ خدا انحائے تعظیم حضرت عزت جل وعلا ہے، قال اللہ تعالیٰ:

ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیرلہ عند ربہ[4]

جو اللہ کی حُرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے پروردگار کے یہاں۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یاکافر " " ۱/ ۵۷

[3] القرآن الکریم ۶/ ۲۱

[4] " ۲۲/ ۳۰

وقال تعالٰی :

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب[1]۔

جو اللہ کے شعاروں کی تعظیم کرے وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۶۶، ۳۶۷)

(۲۴) تعظیم نبی کے بارے میں فرمایا :

ابن حجر مکی نے جوہر منظم میں فرمایا :

تعظیم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم[2] ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فمالہ من نور[3]۔

نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم اُن جمیع اقسامِ تعظیم کے ساتھ جس میں حضرت عزت سے الوہیت میں شریک کرنا لازم نہ آئے امر مستحسن ہے ان سب کے نزدیک جن کی آنکھیں اللہ تعالٰے نے روشن کی ہیں یعنی جنھیں نورِ ایمان بخشا ہے۔ اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۶۸)

(۲۵) عمرو نے زید کے سلام کے جواب کے بدلے یہ الفاظ کہے کہ تم بہت جھوٹے ہو تمھارا اسلام لینا درست نہیں تو عمرو گنہگار ہوا یا نہیں، اس سوال کے جواب میں فرمایا :

زید اگر شرعًا ان الفاظ اور اس طریقہ عمل کا مستحق نہ تھا جو عمرو نے کہے اور برتا تو عمرو ضرور گنہگار، اور حق اللہ و حق العبد دونوں میں گرفتار ہوا، حق اللہ تو یہ کہ اُس کے حکم کا خلاف کیا، اس کا ارشاد ہے :

اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا اوردوھا[4]۔

(لوگو!) جب تمھیں سلام کیا جائے تو اس سے بہتر جواب دیا کرو یا وہی الفاظ لوٹا دیا کرو (ت)

اور دوسرا اس سے اشد، حق اللہ یہ کہ شریعتِ مطہرہ پر افترا کیا کہ تیرا اسلام لینا درست نہیں، اور حق العبد یہ کہ بلاوجہ شرعی زید نے مسلم کو ایذا دی، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

---

[1] القرآن الکریم ۲۲ / ۳۲

[2] الجوہر المنظم الفصل الاول المکتبۃ القادریۃ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۲

[3] القرآن الکریم ۲۴ / ۴۰

[4] ؍؍ ۴ / ۸۶

فوائد تفسیر جلد ۳

من اٰذی مسلمًا فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ ۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن ۔

جس نے بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی (اس کو طبرانی نے کبیر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا۔ ت)

اُس پر فرض ہے کہ اپنی ان حرکاتِ شنیعہ سے رب العزۃ کے حضور توبہ کرے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۸۰، ۳۸۱)

(۲۶) طوافِ مزارات کے بارے میں مولوی عبد الحمید پانی پتی کے طویل استفتاء کے جواب میں فرمایا:

اقول وباللہ التوفیق و بہ الوصول الیٰ ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اسی سے تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنا۔ ت) طواف لغۃً وعرفاً پھیرے کرنے کو کہتے ہیں عام ازیں کہ دو چیزوں کے درمیان آمد و رفت ہو جس میں ایک پھیرے کے مبدا و منتہیٰ متغائر ہوں گے یا ایک ہی چیز کے گرد جس میں دائرہ کی طرح مبدا و منتہیٰ ایک ہوگا، دونوں صورتوں کو لغت و عرفِ عرب نے طواف کہا اور دونوں کو شرع مطہر نے طواف مانا، صورتِ اولیٰ صفا و مروہ کے درمیان سعی،

قال اللہ تعالیٰ "فلا جناح علیہ ان یطوف بھما"[2]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس شخص پر کوئی گناہ نہیں جو صفا و مروہ کے درمیان چکر لگائے (ت)

اور صورتِ ثانیہ کعبہ معظمہ کے گرد پھرنا،

قال تعالیٰ "ولیطوفوا بالبیت العتیق"[3]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو چاہئے کہ اس کے قدیم (آزاد) گھر کا طواف کریں۔ (ت)

حقیقتِ طواف اس قدر ہے، نیت و غایت کا اختلاف حقیقت کی تغیر نہیں کرتا کہ نیت و غایت رُکنِ شئی نہیں، آخر نہ دیکھا کہ ائمہ کرام نے نیت کو شرطِ نماز قرار دیا نہ کہ رکنِ نماز، اور غایت کا خروج تو غایت ظہور میں ہے، غرض پھیرے کرنا جہاں اور جس طرح اور جس نیت اور جس غرض سے ہو

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۴۳۷۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۰
المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۸

[3] " " ۲۲/ ۲۹

طواف ہی ہے، پھر فعل اختیاری کو تصور بوجہٍ ما و تصدیق بفائدۃٍ ما سے چارہ نہیں مگر فعل کبھی غایت اصلیہ تک آپ مؤدی ہوتا ہے کبھی دوسرے فعل مؤدی الی الغایۃ کا وسیلہ۔ اوّل کو مقصود لذاتہ کہتے ہیں جیسے نماز، اور دوم کو وسیلہ و مقصود لغیرہٖ جیسے وضو۔ طواف میں یہ دونوں صورتیں ہیں مثلاً گلگشت یعنی تفریح نفس و شم روائح طیبہ و چستی بدن و تنسّم ہوا کے لئے چمن کی روشوں میں ٹہلنا پھرنا خواہ وہ خطوطِ مستقیم پر ہوں یا مثلاً کسی حوض کے گرد مستدیر۔ یہاں طواف مقصود لذاتہ ہے یا مثلاً کسی شئی کی تقسیم کو حلقہ یا صفوں پہ دورہ کرنا کہ یہاں مقصود لغیرہٖ ہے، پھر طواف کی غایت مقصودہ تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے غیر کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے امثلہ مذکورہ بلکہ توہین بلکہ تعذیب کے لئے جیسے ڈرل کہ یہاں آمد و شد کہ طواف ہے مقصود لذاتہ ہے اور نار سے حمیم، حمیم سے نار کی طرف کفار کے پھیرے کہ یہ طواف مقصود لغیرہ ہے اور دونوں تعذیب کے لئے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی "یطوفون بینھا وبین حمیم اٰن"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: وہ دوزخی اس کے یعنی آگ اور گرم اُبلتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگائیں گے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۸۶، ۳۸۷)

(۲۷) طواف کی اقسام اربعہ بیان کرتے ہوئے تیسری قسم کے بارے میں فرمایا:

قسم سوم: طواف وسیلہ مقصود ہو اور غرض و غایت تعظیم جیسے نوکر چاکر غلاموں کا اپنے مخدوم و آقا پر طواف اس کے کام خدمت کو اس کے گرد پھرنا،

قال اللہ تعالٰی "طوافون علیکم بعضکم علٰی بعض"[2]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) تمہارے نوکر غلام تمہارے گرد بکثرت طواف کرنے والے ہیں، تین وقت ترک حجاب کے سوا ہر وقت اذن لینے میں انھیں حرج ہوگا۔

اور اہلِ جنّت کے حق میں فرماتا ہے:

"یطوف علیھم ولدان مخلدون"[3]

ہمیشہ رہنے والے لڑکے ان کے گرد طواف کریں گے۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۵/ ۴۴

[2] " ۲۴/ ۵۸

[3] " ۵۶/ ۱۷

اور فرماتا ہے:

يطاف عليهم بكاس من معين[1]

اُن پر طواف کیا جائے گا پیالوں میں وہ پانی لے کر جو آنکھوں کے سامنے بہتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

يطاف عليهم بآنية من فضة واكواب[2]

چاندی کے برتن اور کوزے لے کر اُن پر طواف کیا جائے گا۔

اس میں وہ صورت بھی آتی ہے کہ طواف غیر کعبہ کا ہو اور غرض و غایت عبادتِ الٰہی۔ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال سليمان لاطوفن الليلة على تسعين امرأة وفی رواية بمائة امرأة كلهن تاتی بفارس يجاهد فی سبيل الله فطاف عليهن[3] الحديث۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قسم ہے آج کی رات میں نوّے اور ایک روایت میں سَو عورتوں پر طواف کروں گا کہ ہر ایک سے ایک سوار پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ پھر اُنھوں نے ان کا طواف کیا۔

صحیح مسلم شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

كان النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم يطوف على النساء بغسل واحد[4]۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک ہی غسل سے اپنی ازواجِ مطہرات پر طواف فرماتے۔ (ت)

اشباہ والنظائر و درمختار میں ہے:

ليس لنا عبادة شرعت من عهد اٰدم الى الاٰن ثم تستمر فی الجنة الا النكاح والايمان[5]۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۴۵

[2] " " ۷۶/ ۱۵

[3] صحیح البخاری کتاب الجہاد ۱/ ۳۹۵، کتاب النکاح ۲/ ۲۸۸، کتاب الایمان والنذور ۲/ ۹۸۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاستثناء فی الیمین وغیرہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۹

[4] صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز نوم الجنب الخ " " ۱/ ۱۴۴

[5] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۵

ہمارے لئے کوئی عبادت ایسی نہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے اب تک مشروع رہی پھر ہمیشہ ہمیشہ جنت میں مشروع رہے گی مگر ایمان یعنی یادِ خدا اور نکاح یعنی جماعِ زوجہ۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۹۰، ۳۹۱)

(۲۸) مزید فرمایا:
بالجملہ اگر طواف مقصود بالذات نہیں جب تو جواز ظاہر ہے اور اگر مقصود بالذات ہے تو صرف فرق نیات ہے، اگر بہ نیتِ تعظیمِ قبر ہے تو بلاشبہہ حرام ہے اور تبرک و استفاضہ وغیرہما نیاتِ محمودہ سے ہے تو فی نفسہٖ اس میں حرج نہیں، اور یہ ٹھہرا لینا کہ اس مسلمان کی نیت طواف سے تعظیمِ قبر ہے قلب پر حکم ہے اور یہ غیب کا ادعا اور محض حرام ہے۔
قال اللہ تعالٰی "ولا تقف ما لیس لك بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك کان عنہ مسئولا ۝"[1] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم[2]"
اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمھیں علم نہیں۔ یقیناً کان، آنکھ اور دل ان سب سے پوچھا جائے گا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کیا تُو نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا کہ تجھے معلوم ہو۔ (ت)
یہ بدگمانی ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام۔
قال اللہ تعالٰی " یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ۝[3]" وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔[4]
(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں۔ اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) بدگمانی سے بچو کیونکہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶
[2] سنن ابی داوٗد کتاب الجہاد باب علی ما یقاتل المشرکون آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۵۵
[3] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲
[4] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

بدگمانی کرنا سب سے جھوٹی بات ہے ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۹۹)

(۲۹) مریدوں سے اپنے آگے سجدہ کروانے والے پیر جو کہ جوازِ سجدہ پر سورۂ یوسف کی آیت کریمہ "وخرّوا لہ سجّدًا" سے استدلال کرتا ہے ، کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ؛

سجدہ غیر خدا کو حرام قطعی ہے اور قرآن عظیم کی طرف اس کے جواز کی نسبت کرنا افتراء ہے ۔ قرآن عظیم نے اگلی شریعت والوں کا واقعہ ذکر فرمایا ہے اُن کی شریعت میں سجدۂ تحیّت حلال تھا ہماری شریعت نے حرام فرما دیا ، تو اب اس سے سند لانا ایسا ہے جیسے کوئی شراب کو حلال بتائے کہ اگلی شریعتوں میں جہاں تک نشہ نہ دے حلال تھی بلکہ شریعتِ سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سگی بہن سے نکاح جائز تھا اب اس کی سند لا کر جو حلال بتائے وہ کافر ہو جائیگا ۔ ایسے پیر اور ایسے مریدوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ ہے اور پڑھی ہو تو پھیرنا واجب ، اور انھیں امام بنانا ناجائز ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۰۷)

(۳۰) قدم بوسی اور سجدۂ تحیّت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ؛

بزرگانِ دین کی قدم بوسی بلاشبہہ جائز بلکہ سنّت ہے ، بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پائے مبارک چُومے اور حضور نے منع نہ فرمایا ۔ رہا سجدۂ تحیّت ، اگلی شریعتوں میں جائز تھا ۔ ملائکہ نے بحکمِ الٰہی حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا ۔ حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی زوجہ مقدسہ اور ان کے گیارہ صاحبزادوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا ۔ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حضرت سیدنا مریم (علیہا السلام) کے شکم مبارک میں تھے اور سیدنا یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بہن کے شکم مقدس میں ، جب حضرت مریم اپنی بہن کے پاس تشریف لائیں اُن کی بہن عرض کرتی ہیں ؛

انّی اریٰ ما فی بطنی یسجد لما فی بطنک [1]

میں دیکھتی ہوں کہ وہ جو میرے پیٹ میں ہے اس کے لئے سجدہ کرتا ہے جو تمھارے پیٹ میں ہے ۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳/۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸/۳۲
روح المعانی " " " المکتبۃ الرشیدیہ کوئٹہ ۳/۱۹۵

وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی کہ اس کو شرک کہتے اللہ کے رسولوں اور فرشتوں کو شرک کا مرتکب اور اللہ عزوجل کو معاذ اللہ شرک کا حکم دینے والا ٹھہراتے ہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

ورفع ابویہ علی العرش وخروا لہ سجدا۔[1]

حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا اور وہ سب (والدین و برادران) حضرت یوسف کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر گئے (ت)

وقال اللہ تعالٰی "واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس[2]"

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہہ دیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو تو سوائے شیطان کے سب نے سجدہ کیا۔ (ت)

دیوبندیہ خود مرتدین ہیں ان کو مسائل اسلامی میں دخل دینے کا کیا حق، علمائے حرمین شریفین نے ان کے پیشواؤں کو نام بنام لکھا ہے کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[3] جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے خود کافر۔ ہاں ہماری شریعت مطہرہ نے غیر خدا کے لئے سجدۂ تحیت حرام کیا ہے اس سے بچنا فرض ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۱۷، ۴۱۸)

(۳۱) سادات کرام کی تحقیر کی مذمت اور محبت و اطاعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) سادات کرام کی تعظیم فرض ہے اور ان کی توہین حرام، بلکہ علمائے کرام نے ارشاد فرمایا جو کسی عالم کو مولویا یا کسی سید کو میروا بروجہ تحقیر کہے کافر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر[4]

سادات کرام اور علماء کی تحقیر کفر ہے، جس نے عالم کی تصغیر کرکے عویلم یا علوی کو علیوی تحقیر کی نیت سے کہا تو کفر کیا۔ (ت)

بیہقی امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے اور ابوالشیخ و دیلمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۰

[2] " " ۲/ ۳۴

[3] حسام الحرمین علٰی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت وجماعت بریلی ص ۹۴

[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ان الالفاظ الکفر الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یعرف حق عترتی والانصار والعرب فھو لاحد ثلاث اما منافقا و اما لزنیۃ واما لغیر طھور۔ ھذا لفظ البیھقی[1] من حدیث زید بن جبیر عن داؤد بن الحصین عن ابن ابی رافع عن ابیہ عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ولفظ غیرہ اما منافق واما ولد زنیۃ واما امرء حملت بہ امہ فی غیر طھر[2]۔

جو میری اولاد اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین علتوں سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ (یہ بیہقی کے الفاظ زید بن جبیر نے داؤد بن حصین سے انھوں نے ابن ابی رافع انھوں نے اپنے والد کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کئے، دوسروں کے الفاظ یوں ہیں: یا منافق یا ولدِ زنا یا اس کی ماں نے ناپاکی کی حالت میں اس کا حمل لیا۔ ت)

بلکہ علماء وانصار و عرب سے تو وہ مراد ہیں جو گمراہ و بددین نہ ہوں اور سادات کرام کی تعظیم ہمیشہ جب تک ان کی بدمذہبی حدِ کفر کو نہ پہنچے کہ اس کے بعد وہ سید ہی نہیں نسب منقطع ہے۔

قال اللہ تعالٰی "انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (اے نوح (علیہ السلام)) وہ تیرا بیٹا (کنعان) تیرے گھر والوں میں سے نہیں اس لئے کہ اس کے کام اچھے نہیں۔ (ت)

جیسے نیچری، قادیانی، وہابی غیر مقلد، دیوبندی اگرچہ سید مشہور ہوں نہ سید ہیں نہ اُن کی تعظیم حلال بلکہ توہین و تکفیر فرض، اور روافض کے یہاں تو سیادت بہت آسان ہے، کسی قوم کا فرد رافضی ہو جائے دو دن بعد میر صاحب ہو جائے گا۔ ان کا بھی وہی حال ہے کہ اُن فرقوں کی طرح تبرائیانِ زمانہ بھی عموماً مرتدین ہیں، والعیاذ باللہ تعالٰے۔

(۲) محبتِ آلِ اطہار کے بارے میں متواتر حدیثیں بلکہ قرآن عظیم کی آیتِ کریمہ ہے:

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربٰی[4]

---

[1] شعب الایمان حدیث ۱۶۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۳۲

[2] الفردوس بماثور الخطاب " ۵۹۵۵ " " " ۳/ ۶۲۶

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶

[4] " " ۴۲/ ۲۳

(ان سے) فرما دیجئے (لوگو!) اس دعوتِ حق پر میں تم سے کچھ نہیں مانگتا مگر رشتہ کی الفت و محبت۔ (ت)

اُن کی محبت بحمداللہ تعالٰی مسلمان کا دین ہے اور اس سے محروم ناصبی خارجی جہنمی ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، مگر محبت صادقہ، نہ روافض کی سی محبت کاذبہ جنھیں ائمہ اطہار فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم تمھاری محبت ہم پر عار ہو گی۔ اطاعتِ عامہ اللہ و رسول کی پھر علمائے دین کی ہے۔

قال اللہ تعالٰی "اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم[1]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں (یعنی امراء و خلفاء)۔ (ت)

اصل اطاعت اللہ و رسول کی ہے اور علمائے دین اُن کے احکام سے آگاہ، پھر اگر عالم سید بھی ہو تو نورٌ علٰی نور، امورِ مباحہ میں جہاں تک نہ شرعی حرج ہو نہ کوئی ضرر سید غیر عالم کے بھی احکام کی اطاعت کرے کہ اس میں اس کی خوشنودی ہے اور سادات کرام کی خوشی میں کہ حدِ شرع کے اندر ہو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا ہے اور حضور کی رضا اللہ عزوجل کی رضا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۲۰، ۴۲۱)

(۳۲) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

سید سُنّی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں، اُن اعمال کے سبب اُس سے تنفر نہ کیا جائے نفس اعمال سے تنفر ہو بلکہ اس کے مذہب میں بھی قلیل فرق ہو کہ حدِ کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل، تو اس حالت میں بھی اس کی تعظیمِ سیادت نہ جائے گی، ہاں اگر اس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچے جیسے رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری وغیرہم، تو اب اس کی تعظیم حرام ہے کہ جو وجہِ تعظیم یعنی سیادت، وہی نہ رہی۔

قال اللہ تعالٰی "انہ لیس لک من اھلک انہ عمل غیر صالح[2]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے نوح (علیہ السلام)! وہ یعنی تیرا بیٹا تیرے خاندان اور گھرانے والوں میں سے نہیں اس لئے کہ اس کے کام اچھے نہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[2] " " ۱۱/ ۴۶

شریعت نے تقویٰ کو فضیلت دی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[1] (بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ ت) مگر یہ فضل ذاتی ہے فضلِ نسب منتہائے نسب کی افضلیت پر ہے سادات کرام کی انتہائے نسب حضور سیّد عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ہے، اس فضل انتساب کی تعظیم ہر متقی پر فرض ہے کہ وہ اس کی تعظیم نہیں حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۴۲۳)

(۴۳) سجدۂ تعظیمی کی حرمت کے بیان میں ایک رسالہ "الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" تحریر فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

اب یہ مبارک جواب بتوفیق الوہاب چھ[6] فصل پر منقسم:

فصل ۱: قرآن کریم سے سجدۂ تحیت کی تحریم، یہ اس کا رد ہے جو بکر نے صفحہ ۸ پر کہا: "کوئی آیت سجدۂ انسان کے خلاف قرآن میں کہیں بھی نہیں۔"

فصل ۲: چالیس[40] حدیثوں سے سجدۂ تحیت کی تحریم، یہ اُس کا رد ہے جو بکر نے ایک ضعیف حدیث دکھا کر صفحہ ۹ پر کہا: "اسی حدیث کو سجدۂ تعظیمی کے مخالف سند میں پیش کیا کرتے ہیں سوائے اس کے اور کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں"۔ اللہ اکبر، متواتر حدیثوں کے مقابل یہ ڈھٹائی۔

فصل ۳: ایک سَو دس[110] نصوصِ فقہ سے سجدۂ تحیت کی تحریم، یہ اس کا رد ہے جو بکر نے صفحہ ۲۳ پر کہا: "سوائے چند جاہل ضدی لوگوں کے کوئی سجدۂ تعظیم کے خلاف نہ تھا"۔ صفحہ ۲۴: "اس سے انکار کرنے والے شیطان کی طرح راندۂ درگاہ ہوں گے"۔ صفحہ ۱۰: "سجدۂ تعظیمی کا انکار موجبِ لعنت و پھٹکار"۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (بہت جلدی ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

فصل ۴: خود بکر کی سندوں اور اُسی کے مستندوں اور اُسی کے منہ سے قرآن مجید و احادیثِ متواترہ و اجماعِ علماء و اجماعِ اولیاء سے سجدۂ تحیت حرام ہونے کا ثبوت۔ یہ کاہے کا رد ہے اسے بکر سے پوچھئے۔

فصل ۵: اُس ذرا سی تحریر میں بکر کے افتراء، اختراع، کذب، خیانت، جہالت، سفاہت کا اظہار۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

[2] " " ۲۶/ ۲۲۷

فصل ۶: سجدۂ آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی بحث اور اس سے استدلال مجوز کا قاہر ابطال۔

وباللہ التوفیق والوصول الی التحقیق والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا واٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین!

اور اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے حصولِ توفیق ہے، اور تحقیق تک رسائی ہوسکتی ہے، ہر تعریف اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ہمارے آقا اور مولٰی اور ان کی سب آل اور تمام ساتھیوں پر اللہ تعالٰی کی رحمت نازل ہو۔ اے اللہ! ہماری دُعا قبول فرمالیجئے۔ (ت)

فصل اوّل، قرآن کریم سے سجدۂ تحیّت کی تحریم

قال ربنا تبارك وتعالٰی "ولایأمرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون[1]"

(ہمارے رب تبارک وتعالٰی نے فرمایا) نبی کو یہ نہیں پہنچتا کہ تمھیں حکم فرمائے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو رب ٹھہرالو، کیا نبی تمھیں کفر کا حکم دے بعد اس کے تم مسلمان ہو۔

عبد بن حمید اپنی مسند میں سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ فرمایا:

بلغنی ان رجلا قال یارسول اللہ نسلم علیك کما یسلم بعضنا علٰی بعض افلا نسجد لك؟ قال لا ولکن اکرموا نبیکم واعرفوا الحق لاھلہ فانہ لاینبغی ان یسجد لاحد من دون تعالٰی فانزل اللہ تعالٰی "ماکان لبشران یؤتیہ اللہ الکتٰب" الٰی قولہ "بعد اذ انتم مسلمون[2]"

مجھے حدیث پہنچی کہ ایک صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم حضور کو بھی ایسا ہی سلام کرتے ہیں جیسا کہ آپس میں، کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں؟ فرمایا: نہ بلکہ اپنے نبی کی تعظیم کرو اور سجدہ خاص حق خدا کا ہے اسے اسی کے لئے رکھو اس لئے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ سزاوار نہیں۔ اس پر اللہ عزّوجل نے یہ آیت اتاری۔

اکلیل فی استنباط التنزیل میں اس آیت کے نیچے یہی حدیث اختصاراً ذکر کرکے فرمایا:

ففیہ تحریم السجود لغیر اللہ تعالٰی[3] (اس میں غیر خدا کے لئے حرمتِ سجدہ کا

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۰

[2] الدرالمنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۸

[3] الاکلیل فی استنباط التنزیل سورۃ آل عمران مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۵۴

بیان ہے۔ ت) تو اس آیۂ کریمہ نے غیر خدا کو سجدہ حرام فرمایا۔

آیت کی ایک شانِ نزول یہ بھی ہے کہ نصارٰی نے کہا ہمیں عیسٰی نے حکم دیا ہے کہ ہم اُن کو خدا مانیں اُس پر اُتری، امام خاتم الحفاظ نے جلالین میں دونوں سبب یکساں بیان کئے:

نزل لما قال نصارٰی نجران ان عیسٰی امرھم ان یتخذوہ ربا او لما طلب بعض المسلمین السجود لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

آیتِ مذکورہ اس وقت نازل ہوئی جب نجران کے عیسائیوں نے کہا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے انھیں حکم دیا کہ وہ حضرت عیسٰی کو رب بنالیں، یا اس کا نزول اُس وقت ہُوا جب بعض مسلمانوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انھیں سجدہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ (ت)

اس نے ظاہر کر دیا کہ دونوں سبب قوی ہیں کہ خطبہ میں وعدہ ہے کہ تفسیر میں وہی قول لائیں گے جو سب سے صحیح تر ہو، اور بیضاوی و مدارک و ابوالسعود و کشاف و تفسیر کبیر و شہاب و جمل وغیرہم عامۂ مفسرین نے اسی سببِ اوّل کو ترجیح دی کہ مسلمانوں نے حضور کو سجدے کی درخواست کی اس پر اُتری۔ خود آخر آیت میں فرمایا "کیا تمھیں کفر کا حکم دیں بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو" تو ضرور مسلمان مخاطب ہیں جو خواہانِ سجدہ ہوئے تھے نہ کہ نصارٰی۔

مدارک شریف و کشاف میں ہے:

"بعد اذ انتم مسلمون" یدل علی ان المخاطبین کانوا مسلمین وھم الذین استأذنوہ ان یسجدوا لہ۔[2]

آیت کے الفاظ "بعد اذ انتم مسلمون" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آیتِ کریمہ کے مخاطب مسلمان تھے، اور یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انھیں سجدہ کرنے کی اجازت مانگی۔

بیضاوی و ارشاد العقل میں ہے:

دلیل ان الخطاب للمسلمین وھم المستأذنون لان یسجدوا لہ۔[3]

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ اصح المطابع دہلی ص ۵۵

[2] مدارک التنزیل تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۶۶ و الکشاف تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ مکتب الاعلام الاسلام قم ایران ۱/ ۳۷۸

[3] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ دار الفکر بیروت ۲/ ۵۲ و ارشاد العقل السلیم ۳/ ۸۰ الجزء الثانی ص ۵۳

آیت میں یہ دلیل ہے کہ اس میں خطاب مسلمانوں کو ہے۔ اور یہ وہی لوگ ہیں کہ جنھوں نے حضور پاک سے انھیں سجدہ کرنے کی اجازت مانگی۔ (ت)

کبیر[1] میں قولِ کشاف نقل کرکے مقرر رکھا، فتوحات میں ہے:

یقرب ھذا الاحتمال قولہ فی اٰخر الاٰیۃ بعد اذ انتم مسلمون[2]۔

آیۃ کریمہ کے آخر میں "بعد اذ انتم مسلمون" کے الفاظ اس احتمال کے قریبی ہونے کو چاہتے ہیں۔ (ت)

عنایۃ القاضی میں ہے:

ھٰذہ الفاصلۃ ترجیح القول بانھا نزلت فی المسلمین القائلین افلا نسجد لک[3]۔

یہ فاصلہ اس قول کی ترجیح ہے کہ آیت ان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی کہ جو حضور پاک سے عرض کررہے تھے کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ (ت)

تفسیر نیشاپوری میں بھی اس کی تقویت کی **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں) خطاب نصارٰی پر انتم مسلمون میں مجاز کی ضرورت ہے کہ نصارٰی نجران مسلمان کب تھے تو معنی یہ[ع] لینے ہوں گے ایامر اٰباءکم الاولین بالکفر بعد ان کانوا مسلمین

ع **اقول** وتاویلی ھذا اصح واظھر من تاویل الشھاب فی حاشیۃ البیضاوی اذ قال "و ان جاز ان یقال للنصارٰی انا مرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون ای منقادون و مستعدون لقبول الدین الحق ارخاء للعنان واستدراجا[4] اھ ففیہ مالا یخفی علی نبیہ" ۱۲ منہ۔

اقول میری یہ تاویل بیضاوی کے حاشیہ میں شہاب کی اس تاویل سے اصح واظہر ہے جو انھوں نے فرمایا کہ نصارٰی کو یہ کہنا کیا ہم تمھیں کفر کا حکم کرتے جب تم مسلمان ہوچکے" اگر جائز ہے تو اس معنی میں کہ مطیع ہوچکے ہو اور دینِ حق کو قبول کرنے میں رغبت پیدا کرچکے ہو یہ بطور ارخاء عنان واستدراج ہے اھ تو اس تاویل میں اعتراض ہے جو سمجھدار پر مخفی نہیں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۱۰۰

[2] الفتوحات الالٰہیۃ " " " دار الفکر بیروت ۱/ ۲۹۴

[3] و[4] عنایۃ القاضی علی انوار التنزیل " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۷۸

کیا عیسٰے تمھارے اگلے باپ داداؤں کو جو اُن کے زمانے میں دینِ حق پر تھے کفر کا حکم کرتے بعد اس کے کہ وہ ایمان لاچکے تھے، اور خطاب مسلمین پر کفر میں تاویل کی حاجت ہے کہ مسلمانوں نے ہرگز سجدۂ عبادت نہ چاہا۔

اوّلاً نہ یہ صحابہ سے معقول تھا روزِ اوّل سے توحید کا آفتاب عالم آشکار فرمادیا تھا موافق مخالف نزدیک کا دور کا ہر شخص جانتا تھا ہر شخص جانتا تھا ہر گھر میں چرچا تھا کہ یہ ایک اللہ کی عبادت کی طرف بُلاتے اور شرک کے برابر کسی شے کو دشمن نہیں رکھتے تو کسی صحابی سے عبادتِ نبی کی درخواست اور وہ بھی خود نبی سے کیونکر متصور تھی، خصوصًا یہ سجدہ کی درخواست کرنے والے کون تھے، اجلۂ صحابہ معاذ بن جبل وقیس بن سعد وسلمان فارسی حتی کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہم جیسا کہ فصلِ احادیث میں آتا ہے۔

ثانیًا حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے جواب میں یہی فرمایا کہ ایسا نہ کرو، یہ نہ فرمایا کہ تم عبادتِ غیر کی درخواست کرکے کافر ہوگئے، تمھاری عورتیں نکاح سے نکل گئیں، توبہ کرو، دوبارہ اسلام لاؤ، پھر عورتیں راضی ہوں تو ان سے نکاح کرو۔

ثالثًا سب سے زائد یہ کہ مولٰے تعالٰے بھی تو خود اسی آیت میں ان کو مسلمان بتارہا ہے کہ تم تو مسلمان ہو کیا تمھیں کُفر کا حکم دیں۔ لہٰذا امام محمد بن محمد حافظ الدین وجیز میں فرماتے ہیں:

قولہ تعالٰی مخاطبا للصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ایأمر بالکفر بعد اذ انتم مسلمون، نزلت حین استأذنوا فی السجود لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولایخفی ان الاستئذان لسجود التحیۃ بدلالۃ "بعد اذ انتم مسلمون"، ومع اعتقاد جواز سجدۃ العبادۃ لایکون مسلما فکیف یطلق علیہم بعد اذ انتم مسلمون[1]

اللہ عزّوجل نے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا کیا نبی تمھیں کفر کا حکم دیں بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو، یہ آیت اُس وقت اُتری جب صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کی اجازت چاہی، اور ظاہر ہے کہ انھوں نے سجدۂ تحیّت کی درخواست کی تھی اس دلیل سے کہ فرماتا ہے کہ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو، اور سجدۂ عبادت جائز مان کر مسلمان نہیں رہتا تو یہ

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علٰی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا الخ نورانی کتبخانہ پشاور ۶/ ۳۴۳

کیونکر فرمایا جاتا کہ" بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہُوں) بعدہٗ یہی دلیل روشن کر رہی ہے کہ کفر سے کفرِ حقیقی مراد نہیں کہ کفر حقیقی کی درخواست کرکے بھی مسلمان نہیں رہتا پھر کیونکر فرمایا جاتا کہ" بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔"

وقد کان استدل بہ البعض القائلون بان سجدۃ التحیۃ کفر مطلقا ذکرہ فی الوجیز دلیلا لھم، فانقلب الدلیل علی المدعی وثبت انھا لیست بکفر کما علیہ الجمھور والمحققون فاحفظ وتثبت وللّٰہ الحمد۔

بعض لوگوں نے اس سے استدلال کیا ہے جو سجدۂ تعظیمی کے علی الاطلاق کفر کے قائل ہیں، وجیز میں اُن کی دلیل ذکر فرمائی، پھر دلیل دعوے پر پلٹ آئی اور یہ ثابت ہوگیا کہ سجدۂ تعظیمی کفر نہیں، جیسا کہ جمہور اور اہلِ تحقیق کا یہ مؤقف ہے، لہٰذا اس کو یاد رکھو اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے۔ (ت)

لاجرم کفر سے مراد کفر دون کفر ہوگا جو محاوراتِ شارع میں شائع ہے خصوصًا سجدہ کہ نہایت مشابہ پرستشِ غیر ہے، فصل دوم میں زمین بوسی کی نسبت کافی شرح وافی و کفایہ شرح ہدایہ و تبیین شرح کنز و درمختار[1] و مجمع الانہر و فتح اللہ المعین و جواہر اخلاطی وغیرہا سے آئے گا لانہ یشبہ عبادۃ الوثن بُت پرستی کے مشابہ ہے، تو سجدہ تو مشابہ تر کفر ہوگا، اس کی صورت بعینہا صورتِ کفر بلا ادنٰی تفاوت ہے تو کفرِ صوری ضرور ہے جیسا کہ فصل دوم میں خلاصہ و محیط و منح الروض و نصاب الاحتساب وغیرہا سے آتا ہے" ان ھذا کفر صورۃ[2] " سجدہ صورتِ کفر ہے۔

وھو احد مناز ع ھذا الاطلاق فی کلامھم کما سیأتی بعونہ عزّ وجل۔

اہلِ علم کے کلام میں جو اطلاق ہے اس میں یہ ایک تنازع کی جگہ ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی عزت والے اور بڑی شان والے کی مدد سے عنقریب آئے گا۔ (ت)

بہرحال آیۂ کریمہ میں ایک طرف تجوز ہے لہٰذا امام خاتم الحفاظ نے دونوں شانِ نزول برابر رکھیں اور شک نہیں کہ ایک ایک آیت کے لئے کئی کئی شانِ نزول ہوتے ہیں اور قرآن کریم اپنے جمیع وجوہ پر حُجّت ہے کما فی التفسیر الکبیر وشرح المواھب للزرقانی وغیرھما (جیسا کہ تفسیر کبیر اور شرح مواہب للزرقانی وغیرہما میں ہے۔ ت) تو قرآن عظیم نے ثابت فرمایا کہ

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[2] منح الروض الازہر علی الفقہ الاکبر فصل فی الکفر دارالبشائر الاسلامیہ بیروت ص ۵۱۵

سجدۂ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ صحابہ کرام نے حضور کو سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی اس پر ارشاد ہوا "کیا تمھیں کفر کا حکم دیں"، معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسی قبیح چیز ایسا سخت حرام ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا۔ جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سجدۂ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۳۱ تا ۴۳۷)

(۳۴) اسی رسالہ مذکورہ میں سجدۂ تعظیمی کے بارے میں مزید فرمایا:

حدیث بست و دوم: عبد بن حمید امام حسن بصری سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کا اذن مانگنے پر وُہ آیت اُتری کہ کیا تمھیں کفر کا حکم دیں[1]۔ یہ حدیث فصل اول میں گزری۔

تذییل اوّل: مدارک شریف میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہا، حضور نے فرمایا:

لاینبغی لمخلوق ان یسجد لاحد الا للہ تعالٰی[2]۔

کسی مخلوق کو جائز نہیں کہ وُہ کسی کو سجدہ کرے ماسوائے اللہ تعالٰی کے۔ (ت)

تذییل دوم: تفسیر کبیر میں بروایت امام سفیٰن ثوری سماک بن ہانی سے ہے:

قال دخل الجاثلیق علی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ فاراد ان یسجد لہ فقال لہ علی اسجد للہ ولا تسجد لی[3]۔

امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی بارگاہ میں سلطنتِ نصارٰی کا سفیر حاضر ہوا، حضرت کو سجدہ کرنا چاہا، فرمایا: مجھے سجدہ نہ کر اللہ عزوجل کو سجدہ کر۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۵۰، ۴۵۱)

(۳۵) سجدۂ تعظیمی کے جواز پر بکر کے خرافات اور استدلالات فاسدہ کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

(۴۶ تا ۴۸) ان سے بھی بدرجہا سخت سے سخت بیبا کی یہ کہ "حضرت علی و صحابہ کبار سے لے کر تمام بڑے بڑے علماء و مشائخ اولیاء سے سجدہ تعظیمی ثابت ہے" ص۲۳۔ یہ مولٰی علی پر افترا، صحابہ کبار پر افترا، تمام ائمہ کرام پر افترا۔ یہ تین افترا لاکھوں افتراؤں کا مجموعہ ہیں۔ بکر سچا ہے تو مولٰی علی یا کسی صحابی یا کسی امام تابعی یا امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابویوسف، امام محمد،

---

[1] الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۸
[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " ۲/ ۳۴ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۲
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۹۵

امام بخاری، امام مسلم یا اُن کے یا اِن کے کسی ایک شاگرد سے ثبوت صحیح دکھائے کہ انھوں نے کسی غیر خدا کو سجدہ کیا یا اسے جائز بتایا ورنہ قرآن مجید میں جو کچھ کا ذبین پر ہے اس سے ڈرے اور جلد سے جلد توبہ کرے، کذب فی الدنیا سے کذب فی الدین سخت تر ہے، اور بحکم حدیث لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[1] (اس پر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔ ت) کا استحقاق ہے اور زید و عمرو پر افترا سے صحابہ و ائمہ پر افترا اخبیث تر ہے، اور قرآن کریم میں انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[2] (جھوٹ وہی لوگ تراشتے (اور باندھتے) ہیں جو درحقیقت ایمان نہیں رکھتے۔ ت) کا احقاق ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی الاعلی (اللہ تعالٰی کی پناہ، گناہوں سے بچنے اور حصولِ نیکی کی طاقت بغیر اللہ تعالٰی بلند و بالا کی توفیق دیئے کسی میں نہیں۔ ت)

(۴۹) آگے افترا و اختراع کی اور بھی پوری تند چڑھی کہ "ان سب کا اجماع مسئلہ سجدۂ تعظیمی ثابت ہے اور کوئی شخص انکار کی مجال نہیں رکھتا تو پس[ع] اگر سجدۂ تعظیمی گمراہی بھی ہے تو اجماعِ امت سے گمراہی اس کی جاتی رہی" ص۲۳۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (یقیناً ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ت) سچ فرمایا حدیثِ مجید نے:

حبك الشئ یعمی ویصم[3]

کسی چیز کی محبت تجھے اندھا و بہرا کردیتی ہے۔ (ت)

تعصّب آدمی کو اندھا بہرا کردیتا ہے۔ سچ فرمایا ربّ العزّۃ عزّ جلالہ نے:

فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[4]

آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

ع: تو بھی دو پس ہی رہے، فصاحت، ف کہاں چھوڑی یوں کہا ہوتا فتو پس کہ تینوں زبانیں جمع ہوجاتیں ۱۲ منہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[3] مسند احمد بن حنبل باقی حدیث ابی الدرداء المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۹۴

[4] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

سجدۂ غیر پر امت کرشن کا فر کا ضرور اجماع ہے جس پنڈت سے چاہو پوچھ لو جس مندر میں چاہو دیکھ لو لیکن اُمتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم وسلم اس ملعون تہمت سے بری ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) بلکہ ابھی بکر کے مستند فتاوٰی عزیزیہ سے سُن چکے کہ غیر کے لئے سجدۂ تحیت حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے۔

(۵۰) طرفہ یہ کہ "گمراہی بھی ہے تو اجماع سے جاتی رہی" یعنی اُمّت گمراہی پر اجماع تو کرلیتی ہے لیکن اُس اجماع سے گمراہی کی کایا پلٹ ہو کر ہدایت ہو جاتی ہے انّا للہ وانّا الیہ راجعون، زہے گمراہی وجنون، لا یعقلون شیئا ولا یہتدون[2] (نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں اور نہ راہ پاتے ہیں۔ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۸۸ ۴ تا ۴۹۰)

تحریفاتِ بکر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

(۵۷) ایسا ہی جُل عبارتِ کشاف سے کھیلا، اس کی اصل عبارت یہ ہے:

فان قلت کیف جاز لهم ان یسجدوا لغیر اللہ قلت کانت السجدة عندهم جاریة مجری التحیة والتکرمة کالقیام والمصافحة وتقبیل الید ونحوها ماجرت علیه عادة الناس من افعال شهرت فی التعظیم والتوقیر[3]۔

یعنی اگر تو کہے کہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور اُن کے بیٹوں کو غیر خدا کے لئے سجدہ کیسے جائز ہوگیا، تو میں کہوں گا اُن کے یہاں سجدۂ تحیت کا رواج تھا جیسے قیام و مصافحہ و دست بوسی وغیرہ افعال تعظیم وتوقیر جن کا لوگوں میں رواج ہے۔

اسے یہ بنالیا کہ ص۱۳ "سجدۂ تعظیمی قرنِ اوّل سے جاری ہے" اول تو رواج حال ہی میں سجدہ کا نام کہاں تھا قیام و مصافحہ و دست بوسی کا ذکر تھا جس کا صاف یہ مطلب کہ جیسے اب یہ افعال تحیت ہیں یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے زمانے میں سجدۂ تحیت تھا، پھر "جرت علیه عادة الناس" سے اتنا ثابت کہ زمخشری کے زمانے میں ان کا رواج ہے قرنِ اوّل کا کون سا حرف تھا، نہ قرنِ اول میں قیام

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[2] ؎ ۲/ ۱۷۰
[3] الکشاف (تفسیر الزمخشری) تحت آیۃ ۱۲/ ۱۰۰ مکتب الاعلام الاسلامی قم ایران ۲/ ۵۰۶

دست بوسی عادتِ ناس تھی، وقوعِ خاص و عادتِ ناس میں جو فرق نہ کرے جاہل ہے، تو یہ کشاف پر دُوسرا افترا ہے۔

(۵۸) بکر اس کی عبارت میں بھی قطع و برید سے نہ چُوکا، وہ جو اس نے سوال قائم کیا تھا کہ اگر تو کہے انھیں غیر خدا کے لئے سجدہ جائز ہوگیا صاف اڑا دیا جس سے کُھلتا تھا کہ ہماری شریعت میں ناجائز ہے جس پر سوال ناشی ہوا، اگر ہماری شریعت میں بھی جائز ہوتا تو سوال کا کیا منشا تھا۔

(۵۹) اسی طرح کشاف میں عبادت و تحیت کا فرق بتا کر کہا:

یجوز ان تختلف الاحوال والاوقات فیہ[1]

اس میں احوال و اوقات کا اختلاف ہوسکتا ہے۔

یعنی جب جائز تھا اب حرام۔ یہ کسے کہا، سجدۂ تحیت کو یا سجدۂ عبادت کو؟ کیا وہ بھی کسی زمانے میں غیر خدا کے لئے جائز ہوسکتا ہے؟ یہ ہے کل جمع کشاف کا کلام جس پر وہ صریح تہمت رکھ دی کہ "بہت شرح وبسط سے تعظیمی سجدہ کی اباحت پر زور دیا ہے" ص ۱۴۔

غرض او مفتری نتواں برآمد   کہ او از خود سخن می آفریند

(جھُوٹ کہنے والے سے یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ وُہ خود بات کو گھڑ لیتا ہے۔ ت)

(۶۰) شاہ عبدالعزیز صاحب کو قولی افترا کے ساتھ فعلی افترا سے بھی نہ چھوڑا کہ "وہ خود والدین و اولیاء اللہ کے مزارات پر سجدہ تعظیمی ادا کرتے تھے" ص ۱۴۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[2] اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو۔

(۶۱) یہ وہی شاہ عبدالعزیز صاحب ہیں جن کے فتاوٰی سے سُن چکے کہ سجدۂ تحیت باجماع قطعی حرام ہے۔ یہ وہی شاہ صاحب ہیں جو تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

درامتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصہ حضرت یوسف و اخوانِ ایشاں واقع شدہ کہ "وخروا لہ سجدا" و در شریعتِ ما ایں طریق ہم فیما بین مخلوقات حرام ست بدلیل احادیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ[3]

---

[1] الکشاف عن حقائق التنزیل   تحت الآیۃ ۲/ ۳۴   مکتب الاعلام الاسلامی قم ایران   ۱/ ۱۲۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱

[3] فتح العزیز (تفسیر عزیزی)   تحت الآیۃ ۲/ ۳۴   مطبع مجتبائی دہلی   ص ۱۷۷

پہلی اُمتوں میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا، جیسا کہ حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں مذکور ہے کہ اُنھوں نے یوسف کو سجدہ کیا، لیکن ہماری شریعت میں یہ طریقہ بھی لوگوں کا آپس میں اختیار کرنا حرام ہے اُن متواتر حدیثوں کی وجہ سے جو اس باب میں وارد ہوئیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۹۲ تا ۴۹۴)

مزید فرمایا:

(۷۶) بکر مدعیِ حنفیت حنفیت سے جُدا چلا، مذہبِ حنفی میں بیشک آیت حدیث سے منسوخ ہو سکتی ہے کما ھو مصرح فی کتب اصولھم قاطبۃ (جیسا کہ اصول کی عام کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ت) احکام میں حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا کلام اللہ عزوجل ہی کا کلام ہے تو کلامِ خدا کلامِ خدا ہی سے منسوخ ہوا۔

قال اللہ تعالٰی "وما ینطق عن الھوٰی ○ ان ھو الا وحیٌ یوحٰی ○"[1]

(اللہ تعالٰے نے فرمایا) یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے وہ تو نہیں مگر وحی کہ بھیجی گئی۔

(۷۷) صفحہ ۱۵ پر سرخی دی:

"آنحضرت نے خود سجدے کی اجازت دی۔"

یعنی غیر خدا کو سجدۂ تحیت کی جس کی بحث ہے، یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر منہ بھر کر شدید افترا ہے۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[2]۔

اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون[3]

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۹۷، ۴۹۸)

مزید فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۳ و ۴

[2] " " ۲/ ۱۱۱

[3] " " ۱۶/ ۱۰۵

(۹۷) بکر نے چاند سورج بلکہ بُت کو سجدہ اور مہادیو کی ڈنڈوت حلال کر لی جیسے یہاں حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عبادت کا ذکر فرمایا اور اس سے بکر نے یہ ٹھہرا لیا کہ صرف سجدۂ عبادت کو منع کیا ہے، یونہی آیۂ کریمہ :

لا تسجدوا للشمس ولا للقمر[1]

(لوگو! سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو۔ ت)

جس میں سجدۂ شمس وقمر سے ممانعت اور سجدۂ الٰہی کا حکم ہے۔ اس کا تتمہ یہ ہے :

ان کنتم ایاہ تعبدون[2] اگر تم اُسے پُوجتے ہو۔

یہاں بھی اللہ عزّوجل نے عبادت کا ذکر فرمایا ہے، تو یہاں بھی چاند سورج کو صرف سجدۂ عبادت کی ممانعت ہوئی۔ اب بُت ہو یا بھُوت کسی بلا کو سجدۂ تحیت کی ممانعت پر قرآن کریم میں کوئی آیت نہ رہی' کیا بکر کوئی آیت دکھا سکتا ہے، ہرگز نہیں، اب بکر اپنی لقاّظیاں یاد کرے اور" انسانی" کی قید سے ہاتھ اُٹھا کر یُوں کہے جو اس نے صٹ پر کہا ہے" قرآن میں کسی سجدۂ تعظیم کی ممانعت نہیں، ایسی کوئی آیت نہیں جہاں کسی سجدۂ تعظیم کی ممانعت کی گئی ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعظیمی سجدہ کے خلاف قرآن خاموش رہنا چاہتا ہے یعنی وُہ مسلمانوں سے نہ یہ کہتا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرو نہ یہ کہتا ہے کہ تم پر سجدۂ تعظیمی حرام کیا گیا ہے تم کسی غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا"۔ یہ" کسی" کا لفظ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اس کے بعد صٹ کا نتیجہ دیکھئے" پس جب قرآن نے ایسا کوئی صاف حکم نہیں دیا تو سجدۂ تعظیمی کا حرام ہونا یا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوسکتا"۔ دیکھئے کیسی کھُلم کھُلا بُت کی سجدہ سے تعظیم اور بے نیّت عبادت مہادیو کی ڈنڈوت حلال کی ہے، کیوں نہ ہو جن کا کرشن نبی ہو ان کا دین آپ ہی ایسا ہو۔

(۹۸) چاند سورج کو سجدہ کی ممانعت جو قرآن کریم نے فرمائی اس پر بکر کا یہ عذر صٹ ۹ کہ" اس آیت میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے اور گفتگو سجدۂ انسانی میں ہے سورج چاند اور چیز ہے انسان خلیفۃ اللہ دوسری چیز ہے"۔

اولاً عجب پادر ہوا ہے اس کے طور پر آیت میں تو چاند سورج کو سجدۂ عبادت کی ممانعت ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷

[2] " " ۴۱/ ۳۷

کہ فرمایا:

ان کنتم ایاہ تعبدون[1]

اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو۔

سجدۂ عبادت میں خلیفہ و غیر خلیفہ کا کیا فرق۔

ثانیاً سجدۂ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استناد کی خود بیخکنی کرلی اُس آیت میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے (یعنی ملائکہ نے سجدہ کیا) اور گفتگو سجدۂ انسانی میں ہے (کہ انسان دوسرے کو سجدہ کرے) فرشتہ اور چیز ہے انسان خلیفۃ اللہ دوسری چیز ہے۔ غیر خلیفہ نے خلیفہ کو سجدہ کیا اس سے خود خلیفہ کا سجدہ کرنا کیسے جائز کرلیا علی نفسھا تجنی براقش۔

(۹۹) قرآن کریم میں سجدۂ تحیت کی ممانعت نہ سُوجھنی قرآن عظیم سے غفلت پر مبنی، کیا قرآن مجید نے نہ فرمایا:

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول[2]

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔

کیا قرآن عزیز نے نہ فرمایا:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[3]

جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

کیا قرآن حکیم نے نہ فرمایا:

ومن یعص اللہ و رسولہ فان لہ نار جھنم[4]

جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی بیشک اس کے لئے جہنّم کی آگ ہے۔

کیا قرآن حمید نے نہ فرمایا:

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ط ان اللہ شدید العقاب[5]

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷
[2] القرآن الکریم ۴/ ۵۹
[3] " ۴/ ۸۰
[4] " ۷۲/ ۲۳
[5] " ۵۹/ ۷

رسول جو تمھیں عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

کیا قرآن جلیل نے نہ فرمایا:

فلا وربك لا یؤمنون حتّٰی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما[1]

اے محبوب! تمھارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تمھیں حاکم نہ بنائیں اپنے آپس کے اختلاف میں، پھر جو تم فیصلہ فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے تنگی نہ پائیں اور خوب اچھی طرح مان لیں۔

کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس نزاع کا فیصلہ نہ فرما دیا کہ لا تفعلوا سجدۂ تحیت نہ کرو، تو قطعاً قرآن عظیم ہی سجدۂ تحیت سے منع فرما رہا ہے اور جو اس فیصلہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ مانے اس کا حکم جو ارشاد ہوا اللہ تعالٰی مسلمان کو اس سے پناہ دے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۰۶ تا ۵۰۸)

(۳۶) اللہ تعالٰی پر بکر کے افتراء کا ردِّ بلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

فصل سوم اللہ عزّوجل پر بکر کے افترا اور خود اسی کے منہ قرآن عظیم سے تحریم سجدۂ تحیت کا ثبوت

(۱۴) سیّد المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا اگرچہ بعینہ اللہ عزّوجل پر افترا ہے مگر بکر توصریح خاص کا طالب ہے قرآن میں تصریح نہ ہو تو حدیث نہیں سُنتا لہذا بالخصوص رب العزت پر بھی جرأتیں کیں ص۵۹ میں اس کی عبارت دیکھ چکے خود مانا کہ سجدۂ تحیت سے "خدا کی عظمت کے انتہائی طریقے میں آدم کا شرک ہوتا تھا" پھر اسی کو اللہ کی مرضی ٹھہرایا کہ "خدا کی خود مرضی تھی کہ میری خلافت کی تعظیم وہی چاہیئے جو خود میری ہے" یہ اللہ پر افتراء ہے اور کُھلا شرک اس کے ذمہ باندھنا، ایسے ہی افتراؤں کو کفر فرمایا۔

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون[2]

ایسے افتراء وہی کرتے ہیں جو مسلمان نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۵

[2] " " ۱۶/ ۱۰۵

(۱۱۵) ص۶ پر کہا: "خدا نے اپنی عبادت کے سجدے کے لئے کعبہ کو سمت قرار دیا ہے اس میں ایک بڑا فلسفہ پوشیدہ ہے وُہ یہ کہ خدا سجدۂ عبادت اور سجدۂ تعظیم میں امتیاز قائم کرنا چاہتا تھا تاکہ مسلمان جان جائیں کہ سمتِ کعبہ کا سجدہ عبادت ہے جو غیر خدا کو جائز نہیں اور غیر مقرر سمت کے سجدے جائز ہیں۔ سمتِ کعبہ مقرر ہونے سے پہلے خدا نے فرمایا تھا:

اینما تولوا فثم وجہ اللہ[۱]

تم جدھر متوجہ ہو خدا اسی طرف ہے۔

یعنی جس سمت سجدہ کرو خدا ہی کو ہوگا مگر بعد میں سمتِ کعبہ مقرر ہوگئی اس کی وجہ یہی تھی کہ خدا سجدۂ عبادت وسجدۂ تعظیم میں فرق کرنا چاہتا تھا جو اس سمت نے کر دیا۔"

یہ اللہ عزوجل پر دوسرا افترا ہے، بکر جلد بتائے کہ سمتِ کعبہ مقرر فرمانے کی یہ وجہ اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں بتائی ہے ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون[۲] (کیا تم اللہ تعالٰی کے متعلق وہ کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ ت) اللہ ورسول کی طرف بے ثبوت بات نسبت کرنی بھی افترا ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[۳] (اپنی دلیل پیش کرو اگر تم اپنے دعوٰی میں سچے ہو۔ ت) نہ کہ غلط بات جس کی غلطی ابھی ظاہر ہوتی ہے۔

(۱۱۶) کریمۂ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ[۴] (تم جدھر منہ کرو اُسی طرف اللہ تعالٰی کا جلوہ ہے۔ ت) حسبِ حدیث جامع ترمذی شریف قبلۂ تحری میں ہے اُس کا یہ مطلب ٹھہرانا کہ اس آیت کے نزول تک سمتِ قبلہ مقرر نہ تھی اللہ عزوجل نے اختیار دیا تھا جدھر چاہو نماز پڑھو۔ یہ اللہ تعالٰی پر تیسرا افترا ہے، تقررِ قبلہ روزِ اوّل سے ہے۔

ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکا[۵]

سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا وہ ہے جو مکہ مکرمہ میں بابرکت شان سے موجود ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۰۹، ۵۱۰)

(۳۷) بکر کے افتراء علی اللہ کے رَد میں مزید فرمایا:

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵
[۲] القرآن الکریم ۲/ ۸۰
[۳] 〃 ۲/ ۱۱۱
[۴] 〃 ۲/ ۱۱۵
[۵] 〃 ۳/ ۹۶

(۱۲۴) صنا "خدا نے فرمایا ہے فلیعبدوا رب ھذا البیت[1] عبادت کریں اس گھر کے پالنے والے کی۔ اس میں رب ھذا البیت کا لفظ ہے اور قاعدۂ عرب کے بموجب رب کا لفظ ذی رُوح پر آتا ہے اور کعبہ ذی روح نہیں پتھر کا مکان ہے، پس ثابت ہوا کہ اس بیت سے مراد قلبِ آدم ہے۔"

یہ اللہ سبحٰنہ پر پانچواں افترا بھی ہے اور قرآن کی تفسیر بالرائے بھی اور بتصریح کُتبِ عقائد الحاد بھی کہ معنیٰ ظاہر باطل کرکے باطنیہ کی طرح باطنی گھڑے۔ متن عقائد امام اجل نسفی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

النصوص تحمل علی ظواھرھا والعدول عنھا الی معان یدعیھا اھل الباطن الحاد[2]

نصوص اپنے ظاہر پر حمل کئے جاتے ہیں، لہٰذا ظاہر معانی سے ہٹ کر اپنے معانی تراش لینا کہ جن کا اہلِ باطن دعوٰی کرتے ہیں سراسر بے دینی ہے۔ (ت)

(۱۲۵) عرب پر بھی افترا، رب المال و رب الدار نہ سُنے۔ حدیث میں ہے:

کلا و رب الکعبۃ[3] (ہرگز نہیں، ربِ کعبہ کی قسم۔ ت)

جانے دے، قرآن کریم فرماتا ہے:

رب المشرقین و رب المغربین[4] (دونوں مشرق اور دونوں مغرب کے رب کی قسم۔ ت)

اور فرماتا ہے:

فلا اقسم برب المشارق والمغارب[5] (متعدد مشرق اور متعدد مغرب کے رب کی میں قسم کھاتا ہوں۔ ت)۔

اور فرماتا ہے:

وانہ ھو رب الشعرٰی[6] (بیشک وہ شعرٰی ستارے کا رب ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۶/ ۳

[2] مجموع المتون فی مختلف الفنون متن العقائد النسفیہ فی التوحید الشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص۶۱۸

[3] شعب الایمان حدیث ۵۱۵۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۹۴

[4] القرآن الکریم ۵۵/ ۱۷ [5] القرآن الکریم ۷۰/ ۴۰ [6] القرآن الکریم ۵۳/ ۴۹

رب السمٰوٰت والارض[1] (وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ت)

اور فرماتا ہے:

سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون[2] (تمہارا رب عزت والا رب ہر عیب سے پاک ہے۔ت)

کیا اُفق کا وہ حصہ جس سے تحویل سرطان کا آفتاب نکلتا ہے اور وہ جس سے تحویل جدی کا اور وہ حصے جن میں یہ ڈوبتے ہیں اور وُہ جن سے ہر روز کا آفتاب نکلتا اور جن میں ڈوبتا ہے اور شعرٰی ستارہ اور وہ آسمان و زمین و عزت یہ سب ذی روح ہیں؟ اس سے بڑھ کر جھُوٹا کون جسے قرآن جھٹلائے۔

(۱۲۶) یہ عیاری دیکھئے کہ ذی رُوح پر جانے کے لئے ترجمہ کیا "اس گھر کے پالنے والے" اور نہ جانا کہ گھر کے ساتھ "پالنے" کا لفظ چسپاں ہی نہیں جب تک گھر سے مجازاً اس کے ساکن مراد نہ لیں۔ یہ بھی کلامِ الٰہی میں معنوی تحریف ہے۔

(۱۲۷) مسلمان دیکھیں ہم نے حدیث سے ثابت کر دیا کہ سجدۂ تحیت حرام ہے خود بکر کی مسلّم و نہایت معتمد کتبِ فقہ سے ثابت کر دیا کہ سجدۂ تحیت سُور کھانے سے بھی بدتر حرام ہے، اس کے مستند کی تصریح نے دکھا دیا کہ اس کے حرام ہونے پر اجماعِ قطعی ہے، اسی کے منہ قرآن عظیم نے ثابت کر دیا کہ حرام ہے، اس کی مستند لطائف کی تصریح دکھا دی کہ جمہور اولیاء اس کی ممانعت پر ہیں۔

اب بکر کی ناپاک بدزبانیاں دیکھئے:

ص۱۰ "سجدۂ تعظیمی کا انکار موجبِ لعنت و پھٹکار ہے۔"

ص۲۳ "سوائے چند جاہل و ضدی لوگوں کے کوئی شخص اس سجدۂ تعظیمی کے خلاف نہ تھا۔"

ص۲۴ "اس سے انکار کرنے والے شیطان کی طرح راندۂ درگاہ ہوں گے۔"

ص۲۴ "اس میں مخالفانہ کلام کرنا شقاوت و سنگدلی ہے۔"

اب کہئے اس کی یہ لعنت و شقاوت و شیطنت کس کس پر ہُوئی، قرآن پر، حدیث پر، فقہ پر، اجماع پر، ائمہ پر، اولیاء پر۔ الحمدُ للہ کہ یہ سب تو اس سے پاک و منزّہ ہیں لیکن وہ تمام خباثتیں اپنے قائل ہی پر پلٹیں۔

وذٰلک جزاء الظّٰلمین[3] ○ وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۵
[2] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۸۰
[3] القرآن الکریم ۵/ ۲۹ و ۵۹/ ۱۷

ینقلبون[1]

ظالموں کی یہی سزا ہے۔ اب جان لیں گے ظالم کہ وہ کس کروٹ پہ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

چھٹا فائدہ تھا عبارتِ لطائف کا کہ بکر پر مکر نہ فقط ائمہ کرام و فقہائے عظام و علمائے اعلام بلکہ جمہور حضرات اولیائے فخام کو بھی یہ شیطان ملعون، شقی، سنگدل، راندۂ درگاہ، جاہل، ضدی کہتا ہے مگر قرآن عظیم سے نہ سُنا الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[2] (خبردار! ظالموں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہو۔ ت)۔

(۱۲۸) ہم نے دکھا دیا کہ بکر نے ائمہ پر افتراء کئے، کتابوں پر چیٹے جوڑے، رسول اللہ پر تہمتیں باندھیں، واحد قہار پر بہتان اُٹھائے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، قرآن عظیم تو ایسوں ہی پر لعنت کرتا ہے، ہاں کرشن مت جدا ہے۔

(۱۲۹) اپنی ان ناپاکیوں کے ہوتے ہوئے اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتا اور قرآن وحدیث و فقہ واجماع وائمہ واولیاء پر ایک اور ملعون تہمت گھڑتا ہے ص۱۹ :" جو لوگ سجدۂ تعظیمی کو منع کرتے ہیں وہ حضرت محبوب الٰہی اور اُن کے پیرانِ عظام کو جاہل و فاسق بنانا چاہتے ہیں "

لا الٰہ الا اللہ "کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا[3]"

اللہ تعالٰی کے سوا کوئی سچّا معبود نہیں، بڑی بات ہے جو اُن کے مُنہ سے نکلتی ہے، وہ تو نہیں کہتے مگر نرا جھوٹ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۱۲ تا ۵۱۴)

(۳۸) مجوزین سجدۂ تحیت کے سجدۂ آدم و یوسف علیہما السلام سے استدلال کا ابطال کرتے ہوئے فرمایا:

فصل چہارم سجدۂ آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی بحث اور دلائل قاہرہ سے بطلان استدلال مجوزین کا ثبوت۔

مجوزین کے ہاتھ میں لے دے کر جو کچھ سند ہے یہی ہے اور اسے یوں رنگتے ہیں کہ قرآن عظیم سے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ /۲۲۷

[2] " " ۱۱ /۱۸

[3] " " ۱۸ /۵

ثابت ہوا کہ یہ شریعتِ آدم و یوسف کا حکم تھا اور شرائع سابقہ قطعاً حجت ہیں جب تک اللہ و رسول انکار نہ فرمائیں اور یہاں انکار نہیں تو قرآن عظیم سے قطعاً جواز ہے اور یہ حکم تا قیامت باقی ہے کہ اوّل تو یہ خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہو سکتی اور ہو تو قطعی کا ناسخ قطعی چاہیے وہ یہاں مفقود، اور حدیث احاد نامسموع و مردود۔ یہ ہے وہ جسے بکر نے طویل تقریرات پریشان میں بیان کیا نصف ص۱۱ سے اخیر ص۱۲ تک اور ص۹ میں ۵ سطریں، ص۲۴ میں ۹ سطریں، نیز ص۴ و ص۵ میں ۱۲ سطریں اسی کی تکمیل ہیں غرض ڈیڑھ ورق سے زائد میں یہی ہے بلکہ اس انضباط سے ہے بھی نہیں جو ہم نے ان دو سطروں میں کر دیا مگر یہ حقیقۃً نسج العنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اس میں ایک فقرہ بھی صحیح نہیں جیسا کہ بعونہٖ تعالیٰ ابھی مشاہدہ ہوگا۔

(۱۳۰) اگر دین و عقل و ادبِ ائمہ نصیب ہو اگر آدمی آئینہ میں اپنا منہ دیکھے اگر چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانے کو شناعت جانے، اگر ہلدی کی گرہ پر پنساری نہ بنے تو اتنا ہی دیکھنا بس تھا کہ قرآن کریم کی یہ آیتیں ائمۂ دین و جماہیر اولیائے کاملین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مخفی نہ تھیں حجت شرائع سابقہ و نسخ و فرق قطعی و ظنی کے مسائل یقیناً اُن کے پیش نظر تھے آخر انھوں نے سجدۂ تحیت کی تحریم و ممانعت کچھ دیکھ بھال ہی کر رکھی ہوگی، یا ایسے پیش پا افتادہ اعتراضوں کی اُن میں کسی کو سوجھ نہ ہوئی کیا وہ سب کے سب تم سے بھی علم و فہم و عقل و دین میں گئے گزرے تھے۔

(۱۳۱) جانے دو رد المحتار و فتاوٰی قاضی خان پر تمہارا ایمان ہے کہ ص۱۲ "نہایت مشہور معتبر کتابیں ہیں قرآن و حدیث کے غور و احقاق کے بعد ان کو مرتب کیا ہے" ہم نے انھیں کتابوں سے دکھا دیا کہ سجدۂ تحیت کم از کم حرام و گناہِ کبیرہ ہے اور سُوئر کھانے سے بھی بدتر۔ قرآن مجید میں سجدۂ آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی آیتیں انھیں نہ سُوجھیں تو خاک غور و احقاق کیا، یہ بھی جانے دو اسی غور و احقاق والی رد المحتار سے اُس تمام بے سر و پا تقریر کا خاص رَد لو۔ رد المحتار کی جلد پنجم کتاب الحظر والاباحۃ میں قبیل فصل فی البیع ہے:

اختلفوا فی سجود الملٰئکۃ قیل کان للہ تعالٰی والتوجہ الٰی اٰدم للتشریف کاستقبال الکعبۃ وقیل بل لاٰدم علٰی وجہ التحیۃ والاکرام ثم نسخ بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا تاترخانیۃ، قال فی تبیین المحارم والصحیح الثانی ولم یکن عبادۃ لہ بل تحیۃ و اکراما ولذا امتنع عنہ ابلیس وکان جائزا فیما مضی کما فی قصۃ یوسف قال ابو منصور

الماتریدی وفیہ دلیل علی نسخ الکتاب بالسنۃ۔[1]

یعنی سجدۂ ملائکہ میں علماء کو اختلاف ہوا بعض نے کہا سجدہ اللہ تعالٰی کے لئے تھا اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعزاز کے لئے منہ اُن کی طرف تھا جیسے کعبہ کو منہ کرنے میں ہے۔ اور بعض نے کہا بلکہ سجدہ ہی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تحیت وتکریم کے طور پر تھا پھر اس حدیث سے منسوخ ہوگیا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے، یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور تبیین المحارم میں فرمایا: صحیح قولِ دوم ہے اور یہ ان کی عبادت نہ تھا بلکہ تحیت وتکرم، ولہذا ابلیس اس سے باز رہا اور سجدۂ تحیت اگلی شریعتوں میں جائز تھا جیسا کہ قصۂ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے۔ امام اجل علم الہدٰی امام اہلسنت سیدنا ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اس پر دلیل ہے کہ حکمِ قرآن حدیث سے منسوخ ہوجاتا ہے انتہی۔

للہ انصاف، اس غور واحقاقِ قرآن والی مشہور معتبر کتاب نے آپ کا کوئی فقرہ کسی فقرے کا کوئی تسمہ لگا رکھا وللہ الحمد۔

(۱۳۲) اگر بکر ربقۂ تقلید گردن سے نکال کر خود محقق بن کر یہ استدلال کرے تو استغفر اللہ، کیا امکان ہے کہ ایک حرف چل سکے۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ۔ ت)

اولاً سرے سے اس کا آدم یا یوسف یا کسی نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت ہونے ہی کا ثبوت دے، اور ہرگز نہ دے سکے گا، آدم علیہ السلام کی آفرینش سے پہلے رب عزوجل نے یہ حکم ملائکہ کو دیا تھا:

فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین۔[2]

جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی رُوح پھونک دوں اُس وقت تم اس کے لئے سجدہ میں گرنا۔

تو اُس وقت تک کوئی نبی تشریف لایا تھا نہ کوئی شریعت اُتری۔ ملائکہ وبشر کے احکام جدا ہیں، جو حکم فرشتوں کو دیا گیا وہ شریعت میں من قبلنا (جو انبیاء ہم سے پہلے گزرے ان کی شریعت۔ ت)

---

[1] ردالمحتار باب الاستبراء وغیرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۶

[2] القرآن الکریم ۱۵/ ۲۹ و ۳۸/ ۷۲

نہیں، قصہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اتنا ثابت کہ شریعتِ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سجدۂ تحیت کی ممانعت نہ تھی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فعلِ ممنوع نہیں کرتے، ممانعت نہ ہونا دونوں طرح ہوتا ہے یا تو ان کی شریعت میں اس کے جواز کا حکم ہو یہ اباحتِ شرعیہ ہوگی کہ حکمِ شرعی ہے یا اُن کی شریعت میں اس کا کچھ ذکر نہ آیا ہو تو جو فعل جب تک شرع منع نہ فرمائے مباح ہے یہ اباحت اصلیہ ہوگی کہ حکم شرعی نہیں بلکہ عدمِ حکم ہے، اور جب دونوں صورتیں محتمل تو ہرگز ثابت نہیں کہ شریعت یعقوبیہ میں اس کی نسبت کوئی حکم تھا تو شریعت میں من قبلنا ہونا کب ثابت، بحمدہٖ تعالیٰ شبہہ کا اصل معنیٰ ہی ساقط۔

(۱۳۳) **ثانیاً** قرآن عظیم سے سجدہ مبحوث عنہا (جو زیرِ بحث ہے۔ت) کا جواز قطعاً ثابت ہونا بوجوہ باطل:

وجہ اوّل: علماء کو اختلاف ہے کہ یہ سجدہ زمین پر سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا، سر خم کرنا۔

ابوالشیخ کتاب العظمہ میں امام محمد بن عباد بن جعفر مخزومی سے راوی:

قال کان سجود الملٰئکۃ لاٰدم ایماء[1]

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملائکہ کا سجدہ اشارہ تھا۔

ابن جریر وابن المنذر وابوالشیخ امام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج سے تفسیر قولہ تعالٰی وخروا لہ سجدا (اللہ تعالٰی کے ارشاد وخرّوا لہ سجّدا یعنی حضرت یوسف کے والدین اور ان کے برادر حضرت یوسف کے لئے سجدے میں گر گئے۔ت) میں راوی:

قال بلغنا ان ابویہ واخوتہ سجدوا لیوسف ایماء برؤسھم کھیأۃ الاعاجم وکانت تلک تحیتھم کما یصنع ذٰلک ناس الیوم[2]

ہمیں حدیث پہنچی کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ماں باپ بھائیوں کا سجدہ سر سے اشارہ کرنا تھا جیسے اہلِ عجم کے یہاں یہ ان کی تحیت تھی جس طرح اب بھی کچھ لوگ کرتے ہیں کہ سلام میں سر جھکاتے ہیں۔

امام فخرالدین رازی وغیرہ نے محاوراتِ عرب سے اس معنی سجدہ کا اثبات کیا۔ امام بغوی نے

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابی الشیخ فی العظمۃ عن محمد بن عباد تحت الآیۃ ۲/۳۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۴

[2] الدرالمنثور بحوالہ ابن جریر وابن المنذر وابی الشیخ عن ابن جریج " ۱۲/۱۰۰ " " " " ۴/۵۲۲

معالم التنزیل اور امام خازن نے لباب میں اسی کو اختیار فرمایا اور قولِ اول کو ضعیف کہا سجدۂ ملائکہ میں فرماتے ہیں :

لم یکن فیه وضع الوجه علی الارض انما کان انحناء فلما جاء الاسلام ابطل ذٰلك بالسلام[1]

یعنی وہ زمین پر مُنہ رکھنا نہ تھا صرف جُھکنا تھا جب اسلام آیا اسے بھی سلام مقرر کرکے باطل فرمادیا۔

سجدۂ یوسف میں فرماتے ہیں :

لم یرد بالسجود وضع الجباہ علی الارض وانما ھو الانحناء والتواضع وقیل وضعوا الجباہ علی الارض وکان ذٰلك علی طریق التحیة والتعظیم وکان جائزا فی الامم السالفة فنسخ فی ھٰذہ الشریعة[2]

یعنی سجدے سے زمین پر پیشانی رکھنا مراد نہیں وُہ تو صرف جُھکنا اور تواضع کرنا تھا، اور بعض نے کہا بطورِ تحیت و تعظیم پیشانی ہی زمین پر رکھی اور یہ اگلی اُمتوں میں جائز تھا اس شریعت میں منسوخ ہوگیا۔

بعینہٖ یُونہی خازن میں ہے، دونوں امام جلیل جلال الدین نے تفسیر جلالین میں اسی پر اقتصار فرمایا، جلال سیوطی سجدۂ آدم میں فرماتے ہیں :

واذ قلنا للملٰئکة اسجدوا لاٰدم سجود تحیة بالانحناء[3]

یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے (بطورِ حکم) فرمادیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو یعنی سجدہ سے بطورِ تحیت صرف جُھکنا مراد ہے۔ (ت)

سورۂ یُوسف میں فرماتے ہیں :

خروا له سجدا سجود انحناء لا وضع جبهة وکان تحیتھم فی ذٰلك الزمان[4]

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیة ۲/ ۳۴ دارالکتب العلمیة بیروت ۱/ ۳۳
[2] " " " " ۱۲/ ۱۰۰ " " " " ۲/ ۳۷۸
[3] تفسیر جلالین تحت الآیة ۲/ ۳۴ اصح المطابع دہلی نصف اول ص ۸
[4] " " " ۱۲/ ۱۰۰ " " " " ۱۹۸

وہ سب حضرت یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لئے سجدہ میں گر گئے یعنی ان کے سامنے جھک گئے نہ کہ پیشانی زمین پر رکھی، اور یہ کارروائی اس زمانے میں ان کی تحیّت یعنی تعظیم تھی۔ (ت)

جلال محلی سورۂ کہف میں فرماتے ہیں:

واذقلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم سجود انحناء لاوضع جبھۃ۔[1]

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا حضرت آدم کو سجدہ کرو یعنی اُن کے سامنے جھک جاؤ نہ کہ زمین پر پیشانی رکھو۔ (ت)

اور یہ دونوں حضرات اصح الاقوال لیتے ہیں، خطبۂ جلالین میں ہے:

ھذا تکملۃ تفسیر القراٰن الکریم الذی الفہ الامام جلال الدین المحلی علی نمطہ من الاعتماد علی ارجح الاقوال۔[2]

یہ قرآن کریم کی تفسیر کا تکملہ ہے کہ جس کو جلال الدین محلی نے تالیف کیا اُسی کی طرز پر سب سے زیادہ راجح قول پر اعتماد کرتے ہوئے۔ (ت)

تو ان چاروں اکابر کے نزدیک راجح قول دوم ہے کہ محض جھکنا تھا نہ کہ سجدۂ معروفہ، بعض گروہ دیگر کے نزدیک قول اول راجح ہے وبہ اقول لقعوا وخروا (اور میں یہی کہتا ہوں (ترجیح قول اول) اس لئے کہ قرآن مجید میں الفاظ "قعوا" اور "خرّوا" ہیں یعنی اس کے لئے سجدہ میں پڑجاؤ، اور اس کے لئے وہ سجدہ میں گر گئے۔ ت) بہرحال خود اختلاف نافی قطعیت ہے نہ کہ ترجیح بھی مختلف۔

(۱۳۴) بحر کا ص۵ پر اس سے بچاؤ کے لئے زعم کہ "سجدے کی صورت سوائے موجودہ شکل کے اور کوئی نہیں ہے، اور بعض غیر مسلم اقوام میں جو سجدہ کی تعریف ہے وہ اسلامی سجدہ نہیں بلکہ رکوع کے مشابہ ہے" سخت جہالت ہے، کیا امام اجل محمد بن عباد تابعی تلمیذ اُمّ المومنین صدیقہ وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمر وابوہریرہ وجابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم وامام جلیل احد تبع التابعین ابن جریج تلمیذ امام ہمام جعفر صادق واستاذ الاستاذ امام شافعی رحمہم اللہ تعالٰی اور امام محی السنۃ بغوی وامام فخر الدین رازی وامام خازن وامام جلال الدین المحلی وامام جلال الدین

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۱۸/ ۵۰ اصح المطابع دہلی نصف ثانی ص ۲۴۷

[2] تفسیر جلالین خطبۃ الکتاب اصح المطابع دہلی ص ۴

السیوطی وغیرہم اکابر معاذ اللہ غیر مسلم اقوال سے ہیں یا اصطلاحاتِ کفار سے قرآنِ عظیم کی تفسیر کرتے ہیں۔

(۱۳۵) سجدۂ تلاوت کہ نماز میں واجب ہو فوراً بشکلِ رکوع بھی ادا ہو جاتا ہے یونہی رکوعِ نماز میں اس سجدہ کی نیت کرنے سے جبکہ چار آیت کا فصل دے کر نہ ہو۔ اور ایک روایت میں بیرونِ نماز بھی اس سجدہ میں رکوع کافی ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(تؤدی برکوع وسجود) غیر رکوع الصّلٰوۃ وسجودھا (فی الصّلٰوۃ لھا) ای للتلاوۃ وتؤدی (برکوع صلٰوۃ علی الفور)[1]

جو سجدۂ تلاوت کہ نماز میں تلاوت کی وجہ سے واجب ہو وہ نماز کے رکوع، سجدہ کے علاوہ الگ رکوع اور سجدہ سے ادا کیا جا سکتا ہے لیکن اگر نماز میں ایک دو یا تین آیتیں پڑھنے سے فوراً رکوع کیا تو سجدۂ تلاوت اس سے بھی ادا ہو جائے گا بشرطیکہ رکوع میں اسے ادا کرنے کی نیت کرے (ت)۔

ردالمحتار میں ہے:

وروی فی غیر الظاھر ان الرکوع ینوب عنھا خارج الصلٰوۃ ایضاً[2]

غیر ظاہر روایت میں مروی ہے کہ رکوع بیرونِ نماز سجدۂ تلاوت کے قائم مقام ہو جاتا ہے (ت)

جہالت سے شرعی احکام کو غیر اسلامی کر دیا۔

(۱۳۶) **وجہ دوم**: اگر یہ سجدۂ مشہورہ تھا تو ائمہ کو اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ آدم و یوسف کو تھا یا سجدہ اللہ عزوجل کو اور آدم و یوسف قبلہ۔ ابن عساکر ابو ابراہیم مزنی سے راوی:

انہ سئل عن سجود الملٰئکۃ لاٰدم فقال ان اللہ جعل اٰدم کالکعبۃ[3]

یعنی اُن سے سجدۂ ملائکہ کے بارے میں استفسار ہوا، فرمایا: اللہ عزوجل نے آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو کعبہ کی طرح کر دیا تھا۔

معالم و خازن وغیرہما میں ہے:

وقیل معنی قولہ اسجدوا لاٰدم ای الی اٰدم فکان اٰدم قبلۃ والسجود للہ تعالٰی

---

[1] الدر المختار کتاب الصّلٰوۃ باب سجود التلاوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۵

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۱۸

[3] الدر المنثور بحوالہ ابن عساکر تحت الآیۃ ۲/ ۳۴ " " " " ۱/ ۱۱۳ و ۱۱۴

کما جعلت الکعبۃ قبلۃ للصلٰوۃ و الصلٰوۃ للہ تعالٰی۔[1]

یعنی بعض نے کہا معنٰی آیت یہ ہیں کہ آدم کی طرف سجدہ کرو تو آدم قبلہ تھے اور سجدہ اللہ تعالٰی کو، جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور نماز اللہ تعالٰی کے لئے۔

نیز سورۂ یوسف میں ہے:

وروی عن ابن عباس معناہ خرّوا لہ عزوجل سجدا بین یدی یوسف، والاول اصح۔[2]

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے معنٰی یہ ہیں کہ اللہ کے لئے یوسف کے سامنے سجدہ میں گرے، اور اوّل زیادہ صحیح ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس قول دوم کی تحسین کی۔

حیث قال الوجہ الثانی انہم جعلوا یوسف کالقبلۃ وسجدوا للہ شکر النعمۃ وجدانہ، وھذا التاویل حسن فانہ یقال صلیت للکعبۃ کما یقال صلیت الی الکعبۃ، قال حسان ع

الیس اول من صلی لقبلتکم[3]

جیسا کہ امام رازی نے فرمایا کہ دُوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت یوسف کو قبلہ کی طرح ٹھہرایا تھا (یعنی ان کی طرف سجدہ کیا) لیکن سجدہ اللہ تعالٰی کے لئے تھا حضرت یوسف کو پالینے کی نعمت کا شکرادا کرتے ہوئے، اور یہ توجیہ اچھی ہے کیونکہ صَلَّیْتُ للکعبۃ کہا جاتا ہے جیسا کہ صلیت الی الکعبۃ کہا جاتا ہے یعنی دونوں میں کوئی فرق نہیں [یعنی میں نے کعبہ کی طرف نماز پڑھی] اور حضرت حسان نے فرمایا ع

کیا وُہ پہلا شخص نہیں جس نے تمہارے قبلہ کے لئے یعنی اس کی طرف نماز پڑھی (ت)

اور ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر یہ محلِ نزاع سے خارج ہے، نزاع اس میں ہے کہ غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی کیا جائے۔ ص۲ پر تحریر بکر کا سرنامہ ہے: "پیروں اور مزاروں کو سجدۂ تعظیمی"

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۲/ ۳۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۳

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۲/ ۱۰۰ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۳۷۸

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۸/ ۱۶۹

ص۵ "عبادت کے سجدے اور تعظیم کے سجدے میں بہت فرق ہیں، عبادت کا سجدہ غیر خدا کو کرنے کی ممانعت فرمائی۔

ص۶ "عبادت کا سجدہ غیر خدا کو جائز نہیں اور غیر مقررسمت کے جائز ہے۔"

ص۷ "تعظیمی سجدے کے خلاف قرآن خاموش ہے، نہ یہ کہتا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرو نہ یہ کہ غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا۔"

ص۸،۹ " وہ آیت کہ سجدہ نہ کرو سورج اور چاند کو، اس میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے اور گفتگو سجدہ انسانی میں ہے۔"

ص۹ "صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں، فرمایا: آدمی کو زیبا نہیں کہ سوائے خدا کے کسی کو سجدہ کرے۔"

ص۱۱ "خدا کی مرضی تھی کہ خلافت کی تعظیم وہی ہو جو میری، اس واسطے آدم کو سجدہ کرایا۔"

ص۱۵ "مسجودِ خلائق کسی بندہ کے حق میں لکھتے ہیں یا کسی خدا کے۔"

ص۱۶ "ہر حاضر ہونے والا آپ کو سجدۂ تعظیمی کرتا تھا۔"

ص۱۷ "سیر الاولیاء سے:

درامم ماضیہ رعیت مر بادشاہ را و امت مر پیغمبر را سجدہ می کردند[1]

پہلی اُمتوں میں رعیت بادشاہ کو، امت پیغمبر کو سجدہ کرتی تھی۔

لطائف سے:

القوم للنبی والمرید للشیخ والرعیة للملك والولد للوالدین والعبد للمولی[2]

قوم، پیغمبر کو۔ مرید، پیر کو۔ رعیت، بادشاہ کو۔ بیٹا، والدین کو۔ اور غلام، آقا کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ (ت)

صفحہ ۲۱:

سجد الرجل للسلطان ولغیرہ یرید بہ التحیة لایکفر[3]

---

[1] سیر الاولیاء باب ششم مؤسستہ انتشارات اسلامی لاہور ص ۳۵۱

[2] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹

[3] " " " " " " " "

کسی شخص نے بادشاہ یا کسی اور کو سجدہ کیا کہ جس سے اس کی تعظیم مراد تھی تو وہ (اس کام سے) کافر نہ ہوگا۔ (ت)

صفحہ ۲۲: "سجدۂ تحیت آدمی کے لئے ہے سجدۂ عبادت خدا کے لئے۔"

ایضاً: "سجدۂ تحیت نبی کے لئے، پیر کے لئے، بادشاہ کے لئے، والدین کے لئے، آقا کے لئے۔"

ایضاً: "بادشاہ کو سجدہ کیا یا کسی اور کو اور تعظیم کی نیت ہوئی تو کافر نہیں۔"

صفحہ ۲۳: "سجدۂ تعظیمی تمام بزرگوں کو کیا جاتا تھا۔"

ایضاً: "بزرگوں کو تعظیمی سجدہ۔"

صفحہ ۲۴: "مزاروں کو سجدہ۔"

غرض اوّل تا آخر تحریر بکر شاہد اور خود بکر شخص آگاہ کہ غیر خدا کو سجدہ کرنے میں کلام ہے نہ کہ غیر کی طرف، کعبہ کی طرف ہر مسلمان سجدہ کرتا ہے اور کعبہ کو سجدہ کرے تو کافر۔

(۱۳۷) بکر نے بعلت عادت خودکشی کی کہ هو فی الخصام غیر مبین ○ (وہ کھل کر واضح طور پر جھگڑالو نہیں۔ ت)

صفحہ ۱۰ پر "سجدہ کی مجازی و حقیقی سمت" کی سُرخی دے کر اپنی اگلی پچھلی ساری کارروائی خاک میں ملائی نافع و مضر میں بے تمیزی اس پر لائی کہ وہی قول مان لیا جس پر سجدۂ آدم کو سجدہ نزاعی سے کچھ تعلق نہ رہا اور اسی کو اپنے مزعوم سجدہ کا مطلب قرار دیا، تصریح کردی کہ "درحقیقت آدم کا سجدہ نہ تھا بلکہ وہ خدا کی جانب سجدہ تھا آدم محض ایک سمت تھے جیسا کعبہ ہمارے سجدوں کی سمت ہے تو کیا پتھروں کا بنا ہوا کعبہ تو سمتِ سجدہ ہوسکتا ہے اور آدم کا وجود جو خلیفۃ اللہ اور انوارِ الٰہی کا زندہ خزانہ ہے سجدہ کی سمت نہیں ہوسکتا بالکل عیاں ہے کہ کعبہ کی طرح آدمی بھی سجدہ تعظیمی کی سمت مجازی ہے۔"

چلئے فراغت شد، سارا دفتر گاؤ خورد (سارا دفتر گائے نے کھالیا۔ ت) جس شخص کو یہ تمیز نہ ہو کہ اس کے سر میں کیا ہے اور منہ سے کیا نکلتا ہے، یہ ادراک نہ ہو کہ وہ اپنا گھر بناتا یا یکسر ڈھا رہا ہے، اس کا مدارک علیہ میں دخل دینا عجب تماشا ہے۔

(۱۳۸) وہ جو صفحہ ۲۱ پر بحوالہ لطائف مرصاد سے نقل اور صفحہ ۲۲ پر اس کا ترجمہ کیا کہ "مشائخ کے سامنے جو سجدہ کیا جاتا ہے یہ سجدہ نہیں بلکہ تعظیم ہے اپنے معبود کے نور کی جو مشائخ میں جلوہ فگن ہوتا ہے۔" یہ بھی وہی سارے گھر کا ستیاناس لگا لینا ہے۔ یہ عبارت لطائف کا ساتواں فائدہ ہے مشائخ کو سجدہ کہ مشائخ کے سامنے سجدہ رہ گیا اب کسے روئیں گے، وہ چھتیس[36] جگہ لام اور را اور کو

جو نمبر ۱۳۴ میں گزرے۔

(۱۳۹) مگر یہ بھی وقتی بول ہے کہ منہ سے نکل گیا، ہرگز یہ بکر کے دل کی نہیں کہ مشائخ کو سجدۂ تحیت نہ ہو صرف اس کے سامنے ہو، نہ ہرگز یہ اس کے فاعلوں کی نیت ہوتی ہے بلکہ یقیناً مشائخ و مزارات ہی کو سجدہ کرتے اور اسی کا قصد رکھتے اور اسی پر لڑتے جھگڑتے ہیں تو بکر پر یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم[1] (وہ اپنے مونہوں سے وہ کچھ کہتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں۔ ت) صادق، ع

منہ سے کہتے ہیں وہ جو دل میں نہیں

(۱۴۰) جب یہ ٹھہری کہ سجدہ مشائخ کو نہیں وہ صرف سمت ہیں اور سجدہ اللہ عزوجل کو، تو اب سجدۂ عبادت و تحیت کا تعدد باطل۔ کیا اللہ کو کبھی سجدہ معبود سمجھ کر ہوگا وہ سجدۂ عبادت ہے اور کبھی بغیر معبود سمجھے وہ سجدۂ تحیت ہے۔ حاشا اُسے ہر سجدہ معبود ہی جان کر ہوگا تو صرف سجدۂ عبادت رہ گیا سجدۂ تحیت خود ہی باطل ہوا، اور صفحہ ۵، ۶، ۷ وغیرہا کی ساریاں لفاظیاں باطل ولغو ہوگئیں۔

(۱۴۱) لغو ہی نہیں بلکہ مرادِ بکر پر پانی پھیر گئیں، جب ہر سجدہ سجدۂ عبادت ہے اور اُسے اقرار ہے کہ سجدۂ عبادت کے لئے اللہ تعالٰی نے کعبہ کو سمت ٹھہرایا ہے تو مشائخ یا مزارات کو اس کی سمت بنانا اللہ عزوجل سے صریح مخالفت وحرام ہے۔

(۱۴۲) اب شرائع سابقہ اور نسخ اور قطعی وظنی کا سب جھگڑا خود ہی چکا دیا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرما چکا:

حیث ما کنتم فولّوا وجوھکم شطرہ[2]

تم جہاں کہیں ہو کعبہ ہی کو منہ کرو۔

تو جس طرح اس آیت سے بیت المقدس کا قبلہ منسوخ ہوگیا اور جو اس طرف نماز کا قصد کرے مستحق جہنم ہے یونہی آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کے یہاں جو معظمینِ دین کو سمت بنانا تھا وہ بھی بعینہٖ اسی آیت سے منسوخ ہوگیا اور مشائخ و مزارات کو سمت بنانے والا حکمِ الٰہی کا مخالف و مستحقِ نار ہوا جیسے کوئی بہن سے نکاح کرے اس سند سے کہ شریعتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷

[2] ؍؍ ۲/ ۱۴۴ و ۱۵۰

جائز تھا واقعی علٰے نفسہا تجنی براقش۔

(۱۴۳) اب وہ بیہودہ قیاس کہ "کیا پتھّروں کا بنا ہوا کعبہ الخ" خود ہی مردود ہو گیا نص قطعی کے مقابل قیاس کارِ ابلیس ہے کہ:

انا خیر منه خلقتنی من نارٍ وخلقته من طین۔[1]

میں اس (آدم) سے بہتر ہوں کیونکہ تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے (آدم کو) کیچڑ سے پیدا کیا۔(ت)

(۱۴۴) اور وُہ قیاس بھی کتنا اوندھا، پتھّروں کا بنا ہوا بے جان کعبہ تو اعلٰے سجدے سجدۂ عبادت کی سمت حقیقی ہو اور خلیفۃ اللہ زندہ خزانۂ انوارِ الٰہی ادنی سجدے سجدۂ تحیت کی بھی سمتِ حقیقی نہ بن سکے صرف مجازی ہو یہ قیاس صحیح ہوتا تو عکس ہوتا۔

(۱۴۵) جب سجدہ مشائخ کی طرف ہے تو سمت حقیقۃً "متحقق موجود مشاہد کو مجازی ماننا کن آنکھوں کا کام ہے۔

(۱۴۶) جو آنکھیں مشاہدات کو مجازی مانیں اُن سے اس کی کیا شکایت کہ کعبہ ان پتھروں سے بنے ہُوئے مکان کا نام نہیں ورنہ پہاڑوں پر اور کنُویں میں نماز باطل ہو، ہاں کرشن مت میں کعبہ کی حقیقت اتنی ہی ہو گی کہ پتھر کا گھر جیسے مندر کی مُورتیں۔

(۱۴۷) اس بیہودہ قرارداد و بمعنی قیاس نے کلام حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا رَد کر دیا، عبارت سیر الاولیاء کہ بکر نے صفحہ ۱۹ پر جس کا حوالہ دیا قصۂ سیاح کے بعد اس کی ابتداء یوں ہے:

بعدہ فرمودند معہذا پیش من رُوئے بر زمین می آرند من کارہ ام۔

اس کے بعد فرمایا اس کے باوجود لوگ میرے سامنے اپنے چہرے زمین پر رکھ دیتے ہیں۔ لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہُوں۔(ت)

جب یہ سجدہ اللہ ہی کو ہے خدا کے سجدے کو بُرا سمجھنا کیا معنی، اپنے سمت بننے کو بُرا جاننا کس لئے، کیا پتھروں کا کعبہ سمتِ سجدہ ہو سکتا ہے اور خلیفۃ اللہ اور انوارِ الٰہی کا زندہ خزانہ نہیں ہو سکتا اگر وہ اپنے آپ کو خزانۂ انوارِ الٰہی نہ جانتے تھے تو منع کیوں نہیں فرماتے تھے۔ یہ کیا

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۲ و ۳۸/ ۷۶

حجت ہوئی کہ صفحہ ۱۹ "اپنے شیخ کے ہاں ایسا دیکھا ہے"، شیخ تو خزانۂ انوارِ الٰہی تھے یہاں منع کرنے کو معاذاللہ وہاں کی تجہیل و تفسیق سے کیا علاقہ۔

(۱۴۸) صدر کلام سے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سجدۂ تحیت سے کارہ ہونا اُڑا دیا۔ یہ خیانت کی فہرست میں اضافہ ہے۔

(۱۴۹) یہی رَد عبارتِ لطائف کا کر لیا خود ص۲۱ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عالم کے سوال اور حضرت کے ارشاد کا ترجمہ کیا "ایک مولوی صاحب نے مخدوم سے سوال کیا کیا یہ سجدہ نامشروع ہے، مخدوم نے فرمایا: میں نے بارہا منع کیا اور اس حرکت سے روکا ہے یہ باز نہیں آتے۔" اللہ کو سجدے سے روکنا اور بار بار منع کرنا اور بکر صاحب کا ترجمہ میں اسے حرکت کہنا کیا معنی!

(۱۵۰) عالم نے کہا یہ سجدہ نامشروع ہے، حضرت مخدوم نے اس پر انکار نہ فرمایا بلکہ اور تائید فرمائی کہ میں نے تو بارہا منع کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم بھی اس سجدہ کو نامشروع جانتے تھے، ورنہ حق سے سکوت درکنار باطل کی تائید نہ فرماتے۔ یہ عبارتِ لطائف کا آٹھواں فائدہ ہوا۔ وجہ دوم میں یہ ۹۸ نمبر اس وجہ پر زائد تھا مگر اصل مبحث کے کمال مؤید کہ بکر کے ہاتھوں "یخربون بیوتھم بایدیھم" آشکار ہوا اپنے ہاتھوں اپنا گھر ویران کرتے ہیں۔ رہا وایدی المؤمنین اور مسلمانوں کے ہاتھوں یہ اوپر کے گزشتہ و آئندہ کے کثیر نمبروں سے آشکار فاعتبروا یااولی الابصار[1] (پس نصیحت اور پند پذیر ہو اے نگاہیں رکھنے والو! ـ ت)۔

(۱۵۱) **وجہ سوم**: آیت سورۂ یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام میں ایک وجہ نفیس اور ہے جس سے سمت بنانا بھی برقرار نہیں رہتا، ابن عطا بن ابی رباح استاذ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: معنیٔ آیت یہ ہے کہ یوسف کے پانے پر اللہ کے لئے سجدۂ شکر کیا۔ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں: میرے نزدیک آیت کے یہی معنی متعین ہیں یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام کا یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کو سجدہ کرنا از بس بعید ہے اور یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کا اُسے روا رکھنا اُن کے دین و عقل سے مستبعد کہ باپ اور بوڑھے اور نبی اللہ اور علم و دین و درجاتِ نبوت

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

میں اُن سے زیادہ اور وہ اللہ انھیں سجدہ کریں، تفسیر کبیر کی عبارت یہ ہے:

وھو قول ابن عباس فی روایة عطاء ان المراد بھذہ الاٰیة انھم خروا لہ ای لاجل وجدانہ سجدا للہ تعالٰی وحاصل الکلام ان ذٰلک السجود کان سجودا للشکر فالمسجود لہ ھو اللہ تعالٰی الا ان ذٰلک السجود انما کان لاجلہ، وعندی أن ھذا التاویل متعین لانہ لایستبعد من عقل یوسف ودینہ ان یرضی بان یسجد لہ ابوہ مع سابقتہ فی حقوق الولادة والشیخوخة والعلم والدین وکمال النبوة۔[1]

پہلی بات، اور وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ارشاد ہے بروایت عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ اس آیہ خروا لہ سجدا سے مراد یہ ہے کہ وہ سب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پالینے کی نعمت پر اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ ریز ہوئے، لہٰذا خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ سجدہ تو اللہ تعالٰی کے شکر ادا کرنے کا سجدہ تھا لہٰذا اس میں مسجود لہ (وہ جس کے لئے سجدہ کیا جائے) اللہ تعالٰی ہے، البتہ وہ سجدہ حضرت یوسف کی وجہ سے تھا یعنی ان کو پالینے کی خوشی میں اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے لئے سجدہ بجالایا گیا) اور میرے (یعنی امام فخر الدین رازی کے) نزدیک یہی تاویل و توجیہ متعین ہے، اس لئے کہ حضرت یوسف کی ذہانت اور کمالِ عقل اور صاحبِ دین ہونے کی وجہ سے یہ بعید ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہوجائیں کہ اُن کے بُوڑھے باپ جو حقوق ابوت (پدری حقوق)، مقامِ نبوت، بڑھاپے، علم اور دین (ان تمام اوصاف میں) اُن سے درجہ اولویت اور سبقت رکھتے ہوں، اُن کے آگے سجدہ کریں۔ (ت)

پھر فرمایا:

الوجہ الخامس لعل التحیة فی ذٰلک الوقت ھو السجود وھذا فی غایة البعد لان المبالغة فی التعظیم کانت الیق بیوسف منھا بیعقوب علیھما الصلوٰۃ والسلام فلو کان الامر کما قلتم لکان من الواجب ان یسجد یوسف لیعقوب علیھما الصلوٰۃ والسلام۔[2]

پانچویں وجہ: اُس دَور میں شاید تعظیم کے لئے سجدہ ہوا کرتا تھا (اور جو کچھ مروی ہوا) یہ عقل سے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیہ ۱۲/ ۱۰۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۸/ ۱۶۹

[2] " " " " " " " " " ۱۸/ ۱۷۰

انتہائی بعید ہے کیونکہ تعظیم میں مبالغہ اختیار کرنا حضرت یوسف کے زیادہ لائق اور مناسب تھا کہ وہ اپنے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کرتے، لہٰذا اگر معاملہ ایسا ہے جیسا کہ تم نے کہا تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے واجب تھا کہ وہ اپنے والدگرامی حضرت یعقوب علیہما الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرتے۔ (ت)

(۱۵۲) وجہ چہارم: سب جانے دو وہ انھیں کو سجدہ معروفہ سہی اور وہ ان کی شریعتوں کا حکم ہی سہی تو شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا ہی قطعی نہیں ائمہ اہلسنت کا مختلف فیہ ظنی مسئلہ ہے بعض کے نزدیک وہ اصلاً حجت نہیں، نہ اُن پر عمل جائز جب تک ہماری شرع سے کوئی دلیل قائم نہ ہو، اور یہی مذہب اکثر متکلمین اور ایک گروہ حنفیہ وشافعیہ کا ہے، اور اسی پر امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی اور امام فخرالدین رازی وسیف آمدی ہیں، بعض کے نزدیک حجت ہیں جب تک نسخ پر دلیل قائم نہ ہو، اکثر حنفیہ اسی پر ہیں۔ اصول امام فخرالاسلام میں ہے:

قال بعض العلماء یلزمنا شرائع من قبلنا حتی یقوم الدلیل علی النسخ وقال بعضھم لایلزمنا حتی یقوم الدلیل[1]

بعض علماءِ کرام نے فرمایا شرائع (اور ادیان) جو ہم سے پہلے ہوئے اُن کے مطابق عمل کرنا ہمارے لئے لازم (اور ضروری) ہے، جب تک کوئی دلیل ان کے نسخ پر قائم نہ ہو اور بعض نے فرمایا وہ ہم پر لازم نہ ہوں گے یہاں تک کوئی دلیل (جوازِ عمل) قائم ہو۔ (ت)

شرح امام عبدالعزیز بخاری میں ہے:

ذھب اکثر المتکلمین وطائفۃ من اصحابنا واصحاب الشافعی الی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن متعبدًا بشرائع من قبلنا وان شریعۃ کل نبی تنتھی بوفاتہ علی ماذکر صاحب المیزان او ببعث نبی اٰخر علی ماذکر شمس الائمۃ و یتجدد للثانی شریعۃ اخرٰی فعلی ھذا لایجوز العمل بھا الا بما قام الدلیل علٰی بقائہ وقال بعضھم یلزمنا العمل فیمالم یثبت انتساخہ[2]

اکثر اہل کلام اور ہمارے اصحاب میں سے ایک گروہ اور اصحاب امام شافعی اس نظریہ کی

---

[1] اصول البزدوی باب شرائع من قبلنا قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۳۲
[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی " دار الکتاب العربی بیروت ۳/۲۱۲

طرف گئے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم شرائع سابقہ پر عامل نہ تھے کیونکہ ہر نبی کی شریعت اس کی وفات پر منتہی ہوجاتی ہے جیسا کہ صاحبِ المیزان نے ذکر فرمایا (یہاں تک کہ) کوئی دوسرا نبی مبعوث ہوتا ہے پھر اس دوسرے نبی کے لئے تجدیدِ شریعت ہوتی ہے جیسا کہ شمس الائمہ نے بیان فرمایا، لہذا شرائع سابقہ پر عمل کرنا جائز نہیں مگر جبکہ اس کی بقا پر کوئی دلیل قائم ہو، اور بعض نے فرمایا ہمیں ایسے احکام پر عمل کرنا لازم ہے کہ جن کا نسخ ثابت نہ ہو۔ (ت)

مسلم الثبوت میں ہے:

وعن الاکثرین المنع وعلیہ القاضی والرازی والاٰمدی[1]

اکثر اہلِ علم سے اس پر عمل کرنے کی ممانعت منقول ہے۔ چنانچہ قاضی، رازی اور علامہ آمدی کی یہی رائے ہے۔ (ت)

(۱۵۳) **وجہ پنجم**: وہ کوئی حکم عام نہیں وہ واقعۂ حال ہیں اور باتفاق عقل ونقل واقعۂ حال کے لئے عموم نہیں ہوتا اب جو اُس سے ایک عام استنباط کرنا چاہیں تو وہ نہ ہوگا مگر یوں کہ علت جامعہ نکال کر مسکوت عنہ کو منصوص پر قیاس کریں تو نص نہ رہا کہ قطعی ہو بلکہ قیاس کہ ظنی ہے۔

(۱۵۴) **ثالثاً** حجت ماننے والے بھی اس حالت میں حجت مانتے ہیں کہ ہماری شرع نے اُس پر انکار نہ فرمایا ہو اور یہاں انکار ثابت ہے کہ فرمایا: لاتفعلوا[2] نہ کرو، لاینبغی لمخلوق ان یسجد لاحد الا للہ تعالٰی[3] کسی مخلوق کو غیر خدا کا سجدہ لائق نہیں۔ بالفرض اگر یہاں ظنیت ہو تو وہاں تو ظنیت در ظنیت کتنی ظنیتیں ہیں ظنی کے انکار کو ظنی بس ہے اور انکار خاص اُس بیان کے ساتھ ہونا کچھ ضرور نہیں ورنہ بکثرت استحالے لازم آئیں گے وخلق منہا زوجہا[4] (اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ ت) سے اصل وفرع مثلاً باپ بیٹی کا نکاح جائز ہوجائے گا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء[5] (اور اُن دونوں (آدم وحوا) سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ ت) سے بہن بھائی کا،

---

[1] مسلم الثبوت فصل فی افعالہ الجبلیۃ الاباحۃ مسئلۃ نحن والنبی صلی اللہ علیہ وسلم متعبدون الخ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۰

[2] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

سنن ابی داؤد کتاب النکاح ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲/ ۳۴ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۲

[4] القرآن الکریم ۴/ ۱ [5] القرآن الکریم ۴/ ۱

فساھم فکان من المدحضین[1] (پھر وُہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے پھر وہ (دریا میں) دھکیلے ہوئے لوگوں میں سے ہوگئے۔ت) سے محض بربنائے قرعہ کسی مسلمان کو سمندر میں پھینکنا فبرأہ اللہ مما قالوا[2] (پھر اللہ تعالٰی نے لوگوں کے غلط کہنے سے اُسے بَری کردیا۔ت) سے برملا برہنہ نکلنا وکشفت عن ساقیھا[3] (پھر اس عورت (ملکہ سبا) نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا۔ت) سے حرہ اجنبیہ کی ساقین دیکھنا مجمع کو دکھانا یعملون لہ مایشاء من محاریب و تماثیل[4] (وُہ (سلیمان علیہ السلام) جوکچھ چاہتے جنّات ان کے لئے بنادیتے یعنی پختہ عمارتیں و مجسّمے۔ت) سے زید و عمرو کے بُت بنانا فطفق مسحًا بالسوق والاعناق[5] (پھر وہ (سلیمان علیہ السلام) ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگے۔ت) سے اپنے نسیان کے بدلے گھوڑوں کا قتل الٰی غیر ذٰلك (اس کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں۔ت)۔

(۱۵۵) بکر نے حسبِ عادت یہاں بھی تین کتابوں پر افتراء کئے، ہدایہ میں امام محمّد کا ایک فرق اصطلاح بیان کیا کہ:

المروی عن محمد نصا ان کل مکروہ حرام الا انہ لما لم یجد فیہ نصا قاطعا لم یطلق علیہ لفظ الحرام[6]

یعنی امام محمد کی تصریح ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے مگر جہاں وہ نص قطعی نہیں پاتے وہاں لفظ حرام نہیں کہتے۔

اس کا ترجمہ یہ بیان کیا ص۱۱: "جس میں کوئی نص قطعی نہ پائی جائے اس پر حرام کا اطلاق نہیں ہوسکتا"۔ وہ صاف صاف تو فرمارہے ہیں کہ ہر مکروہ حرام ہے اور پھر حرام کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ یہ ہدایہ پر افتراء ہے۔

(۱۵۶) ابتدائے عبارت سے وہ الفاظ کہ امام محمد کی تصریح ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے صاف کتر لئے کہ چال نہ کھلے، یہ خیانت ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۴۱
[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۶۹
[3] 〃 ۲۷/ ۴۴
[4] 〃 ۳۴/ ۱۳
[5] 〃 ۳۸/ ۳۳
[6] الہدایۃ کتاب الکراھیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۰

(۱۵۷) ص۱۱ ردالمحتار کی عبارت نقل کی :

شرع من قبلنا حجة لنا اذا قصه اللہ تعالٰی اور سولہ من غیر انکار و لم یظھر نسخہ ففائدۃ نزول الاٰیۃ تقریر الحکم الثابت[1]

جو حضرات ہم سے پہلے ہوئے ان کی شریعت (اور دین) ہمارے لئے دلیل ہے جبکہ اللہ تعالٰی اور اس کا رسول گرامی بغیر انکار کئے اُسے بیان فرمائے، اور اس کا نسخ ظاہر اور ثابت نہ ہو، پھر نزول آیت کا فائدہ حکمِ ثابت کو برقرار رکھنا ہے۔ (ت)

اور ص۱۲ پر اُس کا ترجمہ کیا نفیس ہوتا ہے: "تو نزولِ آیت کا فائدہ حکمِ ثبوت کو پہنچے گا۔" زہے بے علمی۔

(۱۵۸) ص۱۲ پر قاضی خان کی عبارت الاصل فی الاشیاء الاباحۃ[2] (اشیاء میں اصل، ان کا مباح ہونا ہے۔ ت) کا یہ ترجمہ کیا: "تمام اشیاء میں اصلیت مباح ہونا ہے۔" زہے منشی گری۔

(۱۵۹ تا ۱۶۱) خیر، یہ تو معمولی کمالاتِ بکری ہیں۔ کہنا یہ ہے کہ ہدایہ و ردالمحتار و قاضی خان کی عبارتیں تو یہ نقل کیں اور ص۱۲ پر نتیجہ یہ دیا: "یہ کتابیں صاف صاف کہتی ہیں کہ سابقہ شریعت کی بات کے خلاف کوئی نصِ قطعی موجود نہ ہو تو اس کے مباح ہونے میں کسی دلیل کی حاجت نہیں۔" ہدایہ و قاضی خان کی عبارتوں میں تو شریعت سابقہ کا نام تک نہ تھا، ردالمحتار میں ذکر تھا نصِ قطعی کا ذکر تک نہ تھا۔ یہ تینوں کتابوں پر تین افتراء ہوئے۔

(۱۶۲) رابعاً اگر قطعیت درکار ہو تو نمبر ۱۶ میں تفسیر عزیزی سے گزرا کہ سجدۂ تحیت حرام ہونے میں متواتر حدیثیں ہیں۔

(۱۶۳) اگر روایۃً متواتر نہ بھی ہو قبولاً متواتر ہے کہ تمام ائمہ اسے مانے ہوئے ہیں تو اس سے قطعی کا نسخ روا ہے جیسے حدیث: لا وصیۃ لوارث[3] (کسی وارث کے لئے وصیت نہیں۔ ت) جس سے وصیت والدین واقربین کہ منصوص قرآن تھی منسوخ کہی گئی۔ امام اجل بخاری کشف الاسرار

---

[1] ردالمحتار

[2] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۷۸

[3] سُنن ابی داؤد کتاب الوصایا باب ماجاء فی الوصیۃ للوارث آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۴۰

میں فرماتے ہیں :

ھٰذا الحدیث فی قوۃ المتواتر اذا لمتواتر نوعان متواتر من حیث الروایۃ و متواتر من حیث ظھور العمل بہ من غیر نکیر فان ظھورہ یغنی الناس عن روایتہ وھو بھٰذہ المثابۃ فان العمل ظھر بہ مع القبول من ائمۃ الفتوٰی بلا تنازع فیجوز النسخ بہ۔[1]

یہ حدیث، متواترہ کے زمرہ میں ہے، اس لئے کہ متواتر کی دو قسمیں ہیں :

(۱) متواتر بلحاظ روایت

(۲) اس حیثیت سے متواتر کہ بغیر انکار اس پر ظہورِ عمل ہے (خلاصہ) (i) متواتر روایتی ، (ii) متواتر عملی، کیونکہ اس کا ظہور لوگوں کو اس کی روایت کرنے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اور وہ اس درجہ میں ہے، کیونکہ اس پر عمل کرنا بالکل ظاہر اور واضح ہوگیا، اور اس کے باوجود ائمہ فتوٰی نے اسے بغیر کسی نزاع کے قبول اور تسلیم کیا ہے، لہذا اس کے ساتھ نسخ جائز ہے۔ (ت)

(**۱۶۴**) نہ سہی تو خود بکر کے مستند فتاوٰی عزیزیہ سے نمبر ۵ا میں گزرا کہ سجدۂ تحیت حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے، اجماع اگرچہ ناسخ و منسوخ نہ ہو دلیلِ نسخ یقیناً ہے کہ :

لا تجتمع امّتی علی الضلالۃ۔[2]

میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ (ت)

کشف میں ہے :

الاجماع لاینعقد البتۃ بخلاف الکتاب والسنۃ فلا یتصور ان یکون ناسخا لھما ولو وجد الاجماع بخلافھما لکان ذٰلک بناء علی نص اٰخر ثبت عندھم انہ ناسخ للکتاب والسنۃ۔[3]

یقیناً اجماع، کتاب وسنّت کے خلاف کبھی منعقد نہیں ہوتا، لہذا یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اجماع کتاب وسنّت کے لئے ناسخ ہوگا۔ پھر اگر اجماع اُن دونوں کے خلاف پایا جائے تو یہ کسی

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تقسیم الناسخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۷۸

[2] سُنن ابن ماجہ ابواب الفتن باب السواد الاعظم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۲

[3] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تقسیم الناسخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۷۶

ایسی دوسری نص کی بناء پر ہوگا جو ائمہ کرام کے نزدیک کتاب وسنّت کی ناسخ ہوگی۔ (ت)
مسلم و فواتح میں ہے:

الاجماع دلیل علی الناسخ کعمل الصحابی خلاف النص المفسر[1]

اجماع ناسخ پر دلیل ہے جیسے کسی صحابی کا اپنی نص مفسر کے خلاف عمل کرنا۔ (ت)

(۱۶۵) خبر منسوخ نہ ہونے کا مسئلہ یہاں پیش کرنا سخت جہالت ہے، خبر یہ تھی کہ ملائکہ و یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ کیا، اسے کون منسوخ مانتا ہے کیا واقع غیر واقع ہوسکتا ہے اس خبر سے یہ حکم مستنبط کرتے ہو کہ سجدۂ تحیت غیر خدا کو جائز ہے یہ حکم اگر تھا تو منسوخ ہوا۔ مسلم و فواتح میں ہے:

ھٰھنا امران الاخبار یتعلق الامر بالمخاطبین والامر المتعلق بھم الموجب ولم ینتسخ الخبر لان وقوع الامر واقع ولم یرتفع وانّما انتسخ الامر المخبر عنہ وھو لیس خبرا فما ھو خبر لم یتنسخ وما انتسخ لیس بخبر[2]

یہاں دو۲ امر ہیں: ایک یہ کہ خبر "امر المخاطبین" سے متعلق ہے۔ دوسری یہ کہ جو امر ان سے متعلق ہے وہ موجب ہے۔ لہٰذا خبر میں نسخ نہیں اس لئے کہ وقوعِ امر واقع ہے کہ جس میں ارتفاع ممکن نہیں۔ البتّہ امرِ مخبر عنہ میں نسخ واقع ہوا ہے، اور وہ خبر نہیں۔ لہٰذا جو خبر ہے وہ منسوخ نہیں، اور جو منسوخ ہے وہ خبر نہیں۔ (ت)

(۱۶۶) بکر نے اپنے افتراءات علی اللہ تعالٰی میں زعم کیا تھا صـ۶ "کہ خدا نے قرآن میں فرمایا تھا: "اینما تولّوا فثمّ وجہ اللہ"[3] تم جدھر متوجہ ہو خدا اسی طرف ہے یعنی جس طرف سجدہ کرو خدا ہی کو ہوگا، بعد میں سمتِ کعبہ مقرر ہوگئی۔" یہ آیت بھی جملہ خبریہ تھی کس طرح منسوخ ہوگئی۔

(۱۶۷ تا ۱۷۲) اب باپ بیٹی، بہن بھائی کے نکاح اور دیگر امور مذکورہ نمبر ۱۴۵ کی حرمت کی کوئی راہ نہ رہی کہ وہ تمام آیات اخبار ہی تھیں اور "اخبارِ منسوخ نہیں ہوتے۔"

(۱۷۳) بلکہ یہ سب زائد از حاجت ہے، ہم ثابت کرچکے کہ اس سجدۂ تحیت کا جواز نص کا حکم نہیں، ہوگا تو قیاس سے، قیاس مجتہدین پر ختم ہوگیا۔

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی باب فی النسخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۸۱
[2] " " " " " " " " " " ۲/ ۷۶
[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵

(۱۷۴) قیاس بھی سہی تو سجدہ غایت تعظیم ہے، خود بکر نے ص۵ پر کہا: "تعظیم کا اظہار اس سے زیادہ انسان اور کسی صورت سے نہیں کر سکتا۔"

ص۱۱: "آخری تعظیم ہے جو حقیقت میں عبادت کی آخری شان ہے۔"

اور غایت تعظیم کے لئے نہایت عظمت درکار۔ کم درجہ معظم کے لئے انتہا درجہ کی تعظیم ظلم صریح ہے اور اعلٰی معظمین کے حق میں دست اندازی ع

گر فرق مراتب نکنی زندیقی

(اگر تم مراتب کا فرق ملحوظ نہ رکھو گے تو تری بے دینی ہوگی۔ ت)

مخلوق میں نہایت عظمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے، آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام دونوں نبی تھے تو غیر انبیاء، مشائخ و مزارات کو اُن پر قیاس کرکے اُن کے لئے سجدۂ تعظیمی بتانا ظلم شدید ہے اور انبیاء کا حق تلف کرنا۔

(۱۷۵) یہ سب اُسے شریعتِ سابقہ مان کر ہے، ہم بیان کرچکے کہ سرے سے اسی کا ثبوت نہیں، اب نہ حکم ثابت نہ نسخ کی حاجت، سجدۂ آدم کا حکم بشر کو نہ ملا تھا ملائکہ کے لئے اب بھی ہو تو ہمیں کیا، سجدۂ یوسف بربنائے اباحت اصلیہ ہونا ممکن، اور اباحت اصلیہ کا رفع نسخ نہیں۔ مسلم الثبوت میں ہے:

رفع مباح الاصل لیس بنسخ[1]

اصلی اباحت کا اُٹھ جانا نسخ نہیں۔ (ت)

اسی طرح کشف الاسرار وغیرہ میں ہے، تو ارشادِ حدیث لاتفعلوا[2] (ایسا نہ کرو۔ ت) واجب القبول اور سجدۂ تحیت کا حرام ہونا ہی حکمِ خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۱۸ تا ۵۳۷)

(۳۹) مولوی عبدالقادر صاحب جونپوری نے سجدۂ تحیہ و تواجد کے بارے میں ایک مباحثے کا حال بطور استفتاء اعلٰحضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا جس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

---

[1] مسلم الثبوت باب فی النسخ مسئلہ اجمع اہل الشرائع علٰی جوازہ عقلاً مطبع انصاری دہلی ص ۱۶۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱

سنن ابن ماجہ ابواب النکاح " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

بلاشبہہ ہماری شریعتِ مطہرہ میں غیر خدا کے لئے سجدۂ تحیت حرام فرمایا، تمام کتب اس کی تحریم سے مالامال ہیں، شرائع من قبلنا اُس وقت تک حجت ہیں کہ ہماری شریعت ممانعت نہ فرمائے اور منع کے بعد اباحتِ سابقہ سے استدلال نہیں ہوسکتا، جیسے شراب وغیرہ۔ اصل اشیاء میں ضرور اباحت ہے مگر بعد منعِ شرع اباحت نہیں رہ سکتی۔

قال اللہ تعالٰی ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنه فانتھوا۔[۱]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو کچھ تمھیں رسولِ گرامی عطا فرمائیں اُسے لے لو، اور جس سے تمھیں رسول منع فرمائیں اس سے باز رہو۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۴۹، ۵۵۰)

(۴۰) غنا اور سماع کون سا ممنوع اور کون سا جائز ہے، اس سلسلے میں فرمایا:

غنا کا غالب اطلاق انھی مہیجاتِ شہواتِ باطلہ پر آتا ہے کما نبه علیه فی ارشاد الساری (جیسا کہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس پر آگاہ کیا گیا ہے۔ت) احادیث واقوالِ مذمت اسی پر محمول ہیں ورنہ اذکارِ حسنہ اصواتِ حسنہ والحاناتِ حسنہ سے سُننے کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس میں احادیث وارد۔ اور اب وہ لہو نہیں، نہ وہ شیطانی آواز ہے، تو آیۂ کریمہ واستفزز من استطعت منھم بصوتک[۲] (ان میں سے جس پر تُو قابو پائے (اور تیرا بس چلے) انھیں اپنی آواز سے پھسلادے۔ت) اس پر صادق نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۵۶)

(۴۱) یُوں کہنا درست نہیں کہ صوفیاءِ کرام کے قول وفعل کی کوئی وقعت نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

صوفیہ کرام کی نسبت یہ کہنا کہ اُن کا قول وفعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا، بہت سخت بات ہے، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واتبع سبیل من اناب الیّ۔[۳]

جو میری طرف جھکے اُن کی راہ کی پیروی کر۔

صوفیہ کرام سے زیادہ اللہ کی طرف جُھکنے والا کون ہوگا۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

انما یتمسك بافعال اھل الدین۔[۴] دینداروں ہی کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔

---

[۱] القرآن الکریم ۵۹/۷
[۲] القرآن الکریم ۱۷/۶۴
[۳] القرآن الکریم ۳۱/۱۵
[۴] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۲

صوفیہ کرام سے بڑھ کر اور کون دیندار ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۵۹)

(۴۲) تحریم سجدۂ تعظیمی کے بارے میں مزید فرمایا:

اسی تحریم میں ہماری سند تصریح فقہائے کرام ہے اور اسی قدر ہمیں بس ہے، ہم مقلّد ہیں، دلیل مجتہد کے پاس ہے، آیات سے اس پر استدلال کسی طرح تام نہیں، کریمہ واذا حُیّیتم بتحیّۃ[1] (جب تمھیں سلام کیا جائے۔ ت) میں سلام مراد ہے نہ ہر تحیت۔ تحیّتیں کثیر ہیں، سلام، مصافحہ، معانقہ، قلیل انحنا، دست بوسی، قدمبوسی، قیام، انحنا تا حدِ رکوع، سجدۂ تحیت سلام سے سجود تک سب تحیت ہی ہیں اور اخیرین کے سوا سب جائز، بلکہ انحنا کے سوا سب حدیث و سنّت سے ثابت۔ کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر بیٹا قدم چُومے تو باپ پر بھی فرض ہے کہ اس کے قدم چُومے کیونکہ اس نے تحیّت کی اور تحیت کا معاوضہ فرض ہے یہ محض باطل ہے۔ ولہذا کتابوں میں وجوب جواب صرف سلام کے لئے فرمایا ہے۔ کریمہ ایا مرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون[2] (کیا وہ تمھیں کفر کرنے کا حکم دے گا جبکہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔ ت) خود شاہد عدل ہے کہ وُہ دربارہ سجدۂ عبادت ہے، سجدۂ تحیت کو کون کفر کہہ سکتا ہے، کفر ہوتا تو اگلی شرائع میں کیونکر جائز ہو سکتا، کیا کوئی شریعت جوازِ کفر بھی لا سکتی ہے، کفر ہوتا تو رب عزّوجل ملائکہ کو اس کا حکم کیونکر فرماتا۔ کیا رب عزّوجل کبھی کفر کا بھی حکم فرماتا ہے، تو سجدۂ تحیت قطعاً کفر نہیں۔ اور یہ آیت فرما رہی ہے کہ اس چیز کا ذکر ہے جو قطعاً کفر ہے، تو اگر دربارۂ سجود نازل ہے تو یقیناً دربارۂ سجدۂ عبادت ہی نازل ہے۔ کبیر و ابو السعود و کشاف و مدارک جن کا حوالہ دیا گیا ان میں کہیں اس کی تصریح نہیں کہ یہ سجدۂ تحیت کے بارے میں اُتری۔ یہ[illegible]ں تفسیر ماثور دو ہیں:

ایک امام ائمۃ المفسرین ترجمان القرآن سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے جسے ابن ابی حاتم و ابن جریر و ابن المنذر اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا کہ ابورافع قرظی یہودی اور سمی رئیس نصرانی نجرانی نے خدمتِ اقدس حضور سیّد عالم میں عرض کیا، حضور! یہ چاہتے ہیں کہ ہم حضور کی عبادت کریں جیسے نصارٰی نے عیسٰی کو پوجا۔ فرمایا: معاذ اللہ! غیر خدا کی عبادت نہیں ہو سکتی نہ مجھے اس کا حکم ہوا نہ میں اس لئے بھیجا گیا[3] او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۶ [2] القرآن الکریم ۳/ ۸۰

[3] الدر المنثور بحوالہ ابن جریر و ابن ابی حاتم والبیہقی فی الدلائل تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۸

فوائد تفسیر جلد ۳

وسلم (یا جیساکہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت)

دوسری تفسیر کہ حسن بصری سے مرسلاً ہے وقد قال المحدثون ان مراسیل الحسن عندھم شبه الریح (جبکہ محدثین حضرات نے ارشاد فرمایا حضرت حسن کی مرسل حدیثیں ان کے نزدیک ہوا کے مشابہ ہیں یعنی درجۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ ت) ایک شخص نے عرض کی ہم حضور کو ایسے ہی سلام کرتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو، کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں۔ اس پر انکار فرمایا اور یہ آیت[1] اُتری۔

تفسیر اول کہ ہر طرح اصح واقوی ہے اس پر تو مطلع صاف ہے، یہودی ونصرانی نے عبادت ہی کو پُوچھا تھا جس پر یہ جواب ارشاد ہوا اور اسی تفسیر پر رب عزّ وجل کا روئے سخن اپنے مسلمان بندوں کی طرف رکھنا اُن خبیث سائلوں کی تفسیہ اور اُن کے حال کی تقبیح ہے کہ یہ تمہیں قابل جواب نہیں، اے میرے مسلمان بندو! تم خیال کرو کہ یہ اگر ایسا چاہتے تو تم سے فرماتے کہ تم اپنے غلامان فرمانبردار، پھر کیا ایسا ہوسکتا تھا کہ تمھیں اسلام کے بعد کفر کا حکم دیتے، معاذ اللہ، اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ بوجہ خطاب یہ گمان کہ سائل مسلمان تھے جیساکہ اُس معتزلی کی کشاف میں گزرا، اور بعض بعد والوں نے اتباع کیا باطل ہے اور اس تفسیر صحیح کے خلاف جو سلطان المفسرین صحابی وابن عم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی، دوم مرسل ومقطوع اگر ثابت ہو جائے تو اُس میں رَجُلاً ہے یعنی ایک شخص نے عرض کی، ضرور یہ کوئی اعرابی بادیہ نشیں جدید الاسلام ناواقف ہوگا جس نے سجدۂ عبادت کی درخواست کی جس پر رب العزۃ نے فرمایا کہ تمھیں کفر کا حکم دیں گے اور ایسے بعض اشخاص سے ایسے سوال کا صدور مستبعد نہیں بلکہ ہونا ہی چاہیے تھا۔ رب عزّ وجل فرماتا ہے:

لترکبن طبقا عن طبق[2]

ضرور تم زینہ بہ زینہ (بتدریج) چڑھتے جاؤ گے۔ (ت)

سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر اگلوں میں کوئی ایسا ہوگزرا جس نے علانیہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہو تو ضرور تم میں بھی کوئی ایسا ہوگا[3] لترکبن طبقا عن طبق سیدنا موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ان کے متعدد اصحاب نے سوال کیا یٰموسی اجعل لنا الٰھا کما

---

[1] الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۸۴/ ۱۹

[3]

لھم الٰھۃ[1] اے موسٰی! ہمیں بھی ایک خدا بنادے جیسے ان کے بہت سے خدا ہیں۔

فرمایا: بل انکم قوم تجھلون[2] بلکہ تم نرے جاہل ہو۔

تو یہاں بھی اگر کسی بادیہ نشین نومسلم جاہل ناواقف نے اپنی نادانی سے ایسی درخواست کی کیا بعید ہے اور اسی قرب عہد کے سبب ہدایت فرمادی گئی تکفیر نہ ہوئی جیسے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے تجھلون (تم نرے نادان لوگ ہو۔ ت) فرمایا نہ تکفرون (تم کفر کررہے ہو۔ ت)۔

جس طرح ایک جوان حاضرِ خدمت اقدس ہوا اور آکر بے دھڑک عرض کی: یارسول اللہ! میرے لئے زنا حلال کردیجئے۔ نبی سے براہِ راست یہ درخواست کس حد تک پہنچتی ہے۔ صحابہ کرام نے اسے قتل کرنا چاہا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا اور اُسے قریب بُلایا یہاں تک کہ اس کے زانو زانوئے اقدس سے مل گئے۔ پھر فرمایا: کیا تُو یہ پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں سے زنا کرے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری بہن سے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری بیٹی سے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری پھوپی سے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری خالہ سے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تُو جس سے زنا کرے گا وہ بھی تو کسی کی ماں، بہن، بیٹی، پھُوپی، خالہ ہوگی۔ جب اپنے لئے پسند نہیں کرتا اوروں کے لئے کیوں پسند کرتا ہے۔ پھر دستِ اقدس اُس کے سینہ پر مَلا اور دعا کی: الٰہی اس کے دل سے زنا کی محبت نکال دے۔ وہ صاحب فرماتے ہیں: اس وقت سے زنا سے زیادہ کوئی چیز مجھے دشمن نہ تھی[3]۔ پھر صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ اس وقت اگر تم اُسے قتل کردیتے تو جہنم میں جاتا، میری تمھاری مثل ایسی ہے جیسے کسی کا ناقہ بھاگ گیا لوگ اُسے پکڑنے کو اُس کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ بھڑکتا اور زیادہ بھاگتا ہے اس کے مالک نے کہا تم رہنے دو تمھیں اس کی ترکیب نہیں آتی، پھر گھاس کا ایک مُٹھا ہاتھ میں لیا اور اسے دکھایا اور چمکارتا ہوا اس کے پاس گیا یہاں تک کہ بٹھا کر اس پر سوار ہولیا۔ اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (یا جیسا کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۵۹ تا ۵۶۲)

(۳۴) سجدہ کی حرمت سے قدمبوسی کی حرمت پر استدلال کرنے والوں کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۳۸ [2] القرآن الکریم ۷/ ۱۳۸

[3] احیاء علوم الدین کتاب الامر بالمعروف والنہی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۴۷ و مسند احمد بن حنبل ۵/ ۲۵۶ و ۲۵۷ السنن الکبرٰی کتاب السیر دارصادر بیروت ۹/ ۱۶۱

اور اس میں انکار کی شق وہی نکالتے ہیں جو تعظیمِ محبوبان و مقبولانِ خدا سے منکر ہیں، قدمبوسی کو سجدہ سے کیا تعلق۔ قدمبوسی سر بر پا نہادن (پاؤں سر پر رکھنا۔ ت) ہے۔ اور سجدہ پیشانی برزمین نہادن (پیشانی زمین پر رکھنا۔ ت) ہے، مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]" وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2]۔

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔ (ت)

وقال سیدی زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ الظن الخبیث انما ینشؤ من القلب الخبیث[3]

(سیدی زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا) گمانِ خبیث، خبیث دل میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۶۶)

(۴۴) داڑھی منڈانے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

علاوہ بریں اس میں تغییرِ خلقت خدا بطریق ممنوع ہے اور وہ بنصِ قرآن اثرِ اضلال شیطان اور بحکم حدیث رسالت پناہی موجبِ لعنتِ الٰہی ہے۔

قال اللہ عزّ اسمہ حاکیا عن ابلیس "ولاضلنھم ولامنینھم ولاٰمرنھم فلیبتکن اٰذان الانعام ولاٰمرنھم فلیغیرن خلق اللہ[4]" وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ الواشمات والمتوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ، متفق علیہ[5]۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ عزّوجل من بعد وصیۃ یوصی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۴

[3] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۹۰۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۱۵۷

[4] القرآن الکریم ۴/۱۱۹

[5] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۹
صحیح مسلم " " " " ۲/۲۰۵

اللہ تعالٰی معزّز نام والے نے شیطان کی حکایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:
میں (یعنی شیطان) لوگوں کو ضرور گمراہ کروں گا اور انھیں امیدوں اور آرزوؤں کے سبز باغ دکھاؤں گا اور (بذریعہ وسوسہ اندازی) حکم دوں گا کہ جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں اور انھیں کہوں گا کہ اللہ تعالٰی کی خِلقت (یعنی بناوٹ) میں تبدیلی کریں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی خال گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کرے۔ بال اکھاڑنے والی عورتوں پر، خوبصورتی کیلئے دانتوں میں (مصنوعی) فاصلہ بنانے والیوں پر اور بناوٹ خداوندی میں رَدّ و بدل کرنے والی عورتوں پر لعنت ہو۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲، ۵۷۴، ۵۷۵)

(۴۵) آیت کریمہ محلّقین رؤسکم و مقصرین کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

آیت کریمہ میں حلق و تقصیر ج کا ذکر ہے۔ تقصیرِ ج یہ کہ ہر بال سے بقدر ایک پورے کے کم کریں چہارم سر کے بالوں کی تقصیر واجب ہے کل کی مندوب و مسنون اسے عادی امور سے تعلق نہیں یہ طریقہ کہ ان کفرہ یا بعض فسقہ میں معمول ہے کہ چھوٹی چھوٹی گھونٹیاں رکھتے ہیں جہاں ذرا بڑھیں کتروادیں خلافِ سنّت و مکروہ ہے، سنّت یا سارے سر پر بال رکھ کر مانگ نکالنا یا سارا سر مُنڈانا ہے۔

فی ردّ المحتار عن الروضۃ السنۃ فی شعر الرأس امّا الفرق او الحلق[1]

فتاوٰی شامی میں روضہ سے نقل کیا گیا کہ سروں کے بالوں میں مانگ نکالنا سنّت ہے یا تمام بال منڈوادینا سُنّت ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۶۰۲)

(۴۶) داڑھی کے وجوب اور اس کی شرعی حد کا بیان اور ولید نامی منکر وجوب لحیہ کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزّوجل کے پاک مبارک رسولوں سے استہزاء، انھیں بے اعتدالی کا مرتکب بتانا، شرعِ مطہر کو بے اعتدالیوں کا پسند کرنے والا ٹھہرانا، موسٰی کلیم اللہ و ہارون نبی اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی نسبت وہ ملعون الفاظ کہ دشمن نے بڑھی داڑھی الخ، ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رِیش مطہر بڑی ہونا قرآن عظیم سے ثابت جان کر پھر وہ ناپاک ملعون شعر دو تین بال پر اعتدال بند اور شریعت وانبیاء کو بڑھانا پسند ان

---

[1] ردّ المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱

ان باتوں کا جواب کفرستانِ ہند میں کیا ہو سکتا ہے مگر صبحِ قیامت قریب ہے،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1]۔ قل اباللّٰہ و اٰیٰتہ و رسولہ کنتم تستھزء ون[2] والذین یؤذون رسول اللّٰہ لھم عذاب عظیم[3]

عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹ کھائیں گے ــــــــــ فرمادیجئے کیا اللہ تعالٰی، اس کی آیات اور اس کے رسولوں کے ساتھ ہنسی مزاح کرتے ہو۔ اور جو لوگ اللہ تعالٰی کے رسول کو دُکھ دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ت)

جب جہل وجہالت وشیوۂ جاہلیت وبیقیدی وجرأت کی یہ نوبت تو کلام وخطاب کا کیا محل، اور حق کے حضور گردن جھکانے کی کیا امل، مگر قرآن عظیم نے جہاں اعراض کا حکم بتایا فاصدع بما تؤمر[4] (کھول کر بیان کرو جیسا کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے۔ ت) لتبیننہ للناس[5] (کہ تم ضرور لوگوں کیلئے (واضح طور پر) بیان کردو۔ ت) بھی ارشاد فرمایا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۶۱۷، ۶۱۸)

(۷۴) ایضاحِ حق، ازاحتِ باطل، استیصالِ شبہات اور استحصالِ دلائل کے لئے چند تنبیہات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

تنبیہ اوّل: مسلمانو! تمھارے رسولِ اکرم سیدِ عالم عالمِ اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رب عزوجل نے علمِ اولین وآخرین عطا فرمایا حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر قرآنِ عظیم اتارا، تبیانا لکل شیئ[6] ہر چیز کا روشن بیان، تفصیل کل شیئ[7] ہر شئی کی کامل شرح، ما فرطنا فی الکتٰب من شیئ[8] ہم نے کتاب میں کچھ اُٹھا نہ رکھا اس میں تمام احکام جزئیہ تفصیلیہ ہی نہیں بلکہ ازلاً ابداً جمیع کوائن وحوادث بالاستیعاب موجود ہیں۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی کہ حضور پرنور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کتاب اللّٰہ فیہ نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم۔ رواہ الترمذی[9]۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۵
[3] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[4] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴
[5] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۷
[6] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹
[7] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۱۱
[8] القرآن الکریم ۶/ ۳۸
[9] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۴

قرآن، اس میں خبر ہے ہر اس چیز کی جو تم سے پہلے ہے اور ہر اس شیئ کی جو تمہارے بعد ہے اور حکم ہے ہر اس امر کا جو تمہارے درمیان ہے (اسے ترمذی نے روایت کیا۔ ت)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

لو ضاع لی عقال بعیر لوجدته فی کتاب اللہ۔ ذکرہ ابن ابی الفضل المرسی نقل عنه فی الاتقان[1]

اگر میرے اُونٹ کی رسّی گُم ہوجائے تو قرآن عظیم میں اسے پاؤں (ابن ابی الفضل مرسی نے اسے ذکر فرمایا، الاتقان میں اُن سے نقل کیا گیا۔ (ت)

امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لو شئت لاوقرت من تفسیر الفاتحۃ سبعین بعیرا۔[2]

میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستّر اونٹ بھروادوں۔

ایک اونٹ کے من بوجھ اٹھاتا ہے، اور ہر مَن میں کے ہزار اجزاء، حساب سے تقریباً پچیس لاکھ جزء آتے ہیں، یہ فقط سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے پھر باقی کلامِ عظیم کی کیا گنتی۔ پھر یہ علم علمِ علی ہے، اس کے بعد علمِ عمر، اس کے بعد علمِ صدیق کی باری ہے، "ذھب عمر به تسعة اعشار العلم" عمر علم کے نو حصّے لے گئے، کان ابوبکر اعلمنا ہم سب میں زیادہ علم ابوبکر کو تھا۔ پھر علمِ نبی تو علمِ نبی ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ غرض قرآن عظیم و فرقانِ کریم میں سب کچھ ہے جسے جتنا علم اتنی ہی فہم، جس قدر فہم اسی قدر علم۔

وتلك الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العٰلمون[3]

ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں مگر انھیں صرف علم والے ہی سمجھ سکتے ہیں (ت)

کہاوتیں ارشاد تو سب کے لئے ہوتی ہیں پر اُن کی سمجھ اُنھیں کو ہے جو علم والے ہیں، پھر علم کے مدارج بے حد متفاوت وفوق کل ذی علم علیم[4] (ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والستون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۶۰

[2] " " النوع الثامن والسبعون " " " ۲/ ۴۶۳

[3] القرآن الکریم ۲۹/ ۴۳

[4] " ۱۲/ ۷۶

عالمِ امکان میں نہایت نہایات حضور سیّد الکائنات علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوات والتحیات، و لہٰذا ارشاد ہُوا:

انا انزلنا الیک الکتٰب بالحق لتحکم بین الناس بما ارٰىك الله[1]

ہم نے آپ کی طرف سچّی کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو کچھ آپ کو اللہ تعالٰی نے دکھا دیا ہے۔ (ت)

توحضور کا جو کچھ حکم جو کچھ رائے جو کچھ طریقہ جو کچھ ارشاد ہے سب قرآن عظیم سے ہے ان الٰی ربك المنتھٰی[2] (یقیناً تمھارے پروردگار کی طرف ہی ہر کام کی انتہا ہے۔ ت) سب قرآن عظیم میں ہے: ان ھو الا وحی یوحٰی[3] (وُہ تو صرف وحی ہے جو ان پر کی گئی۔ ت) مگر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے علم تام و شامل سے جانا کہ آخر زمانہ میں کچھ بددین مکّار بدلگام فاجر ایسے آنے والے ہیں کہ ہمارا جو حکم اپنی اندھی آنکھوں سے بظاہر قرآن عظیم میں نہ پائیں گے منکر ہو جائیں گے۔

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یأتھم تأویلہٗ کذٰلك کذب الذین من قبلھم فانظر کیف کان عاقبۃ الظّٰلمین[4]

بلکہ انھوں نے اس کو جھٹلایا جس کو بذریعہ علم وہ احاطہ نہ کر سکے حالانکہ ابھی ان کے پاس اس کی کوئی تاویل نہیں آئی تھی، یُونہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا تو دیکھو ظالموں کا کیسا (عبرتناک) انجام ہوا۔ (ت)

لہٰذا حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صاف ارشاد فرمایا:

الا انی اوتیت القراٰن ومثلہ معہ الا یوشك رجل شبعان علٰی اریکتہ یقول علیکم بھٰذا القراٰن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول الله کما حرم الله۔ رواہ الائمۃ احمد[5] والدارمی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۰۵ [2] القرآن الکریم ۵۳/ ۴۲

[3] 〃 ۵۳/ ۴ [4] 〃 ۱۰/ ۳۹

[5] جامع الترمذی ابواب العلم ۲/ ۹۱ و سنن ابی داوٗد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ ۲/ ۲۷۶
مسند احمد بن حنبل عن المقدام ۴/ ۱۳۱ و سنن ابن ماجہ مقدمۃ الکتاب ص ۳
سنن الدارمی باب السنۃ قاضیۃ علٰی کتاب اللہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۱۱۷

وابوداؤد والترمذی وابن ماجة بالفاظ متقاربة عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سُن لو مجھے قرآن عطا ہُوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل، خبردار نزدیک ہے کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو، جو حرام پاؤ اسے حرام مانو۔ حالانکہ جو چیز رسول اللہ نے حرام کی وہ اسی کی مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمائی۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے تقریباً ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۶۱۸ تا ۶۲۰)

(۴۸) مزید فرمایا:

اس منکر کا داڑھی بڑھانے کے حکم کو کہنا قرآن میں کہیں نہیں اور اسی بناء پر احادیث صحیحہ سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو یہ کہہ کر رُد کر دینا کہ داڑھی بڑھانا اخلاق میں ہوتا تو قرآن میں کیوں نہ آتا وہ پیٹ بھرے بے فکرے بے نصیبے بے بہرے کی بات ہے جس کی پیشگوئی حضور عالم ما کان وما یکون فرما چکے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ سچ فرمایا رب جل وعلا نے:

فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما[1]

تمھارے پروردگار کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک وہ آپس کے جھگڑوں میں تمھیں حاکم تسلیم نہ کرلیں، پھر تمھارے فیصلہ سے اپنے دلوں میں ذرا سی تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ اسے دل وجان سے بغیر کسی کھٹک کے مان لیں۔ (ت)

قرآن عظیم قسم کھا کر فرماتا ہے کہ اے نبی! جب تک تیری باتیں دل سے نہ مان لیں ہرگز مسلمان نہ ہوں گے طوطے کی طرح زبان سے لاکھ رٹے جائیں کیا ہوتا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۶۲۱، ۶۲۲)

(۴۹) اسی مبحث (وجوبِ لحیہ) میں مزید فرمایا:

تنبیہ ہفتم آیاتِ قرآنیہ میں۔ حق فرمایا ہمارے رب جل وعلا نے:

فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[2]

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۵ [2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

ہے یُوں کہ آنکھیں نہیں اندھی ہوتیں بلکہ وُہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔
ان بے بصیرتوں کو اگر کبھی کُھلی آنکھوں سے قرآن عظیم کی زیارت نصیب ہوتی تو جانتے کہ داڑھی بڑھانے کی طرف ارشاد اس میں ایک دو نہیں بلکہ بکثرت آیاتِ کریمہ میں موجود ہے، اس میں دو طریق ہیں:

اول طریق عموم: یہ دو وجہ پر ہے:

وجہ اوّل کہ صحابہ کرام وائمۂ اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم امثالِ مقام میں استعمال فرماتے رہے۔

آیت ۱: قال اللہ عزوجل:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا۔[1]

جو کچھ یہ رسولِ کریم تمھیں دے اختیار کرو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

آیت ۲: قال تعالٰی:

یٰایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔[2]

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور اپنے علماء کی۔

آیت ۳: قال عزوجل:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔[3]

جو رسول کے فرمانے پر چلا اس نے اللہ کا حکم مانا۔

رب تبارک وتعالٰی ان آیات اور ان کے امثال میں نبی کا حکم بعینہٖ اپنا حکم اور نبی کی اطاعت بعینہٖ اپنی اطاعت بتاتا ہے تو تمام احکام کہ احادیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کتاب اللہ اُس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔

احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ سب ائمہ اپنی مسند و صحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۷
[2] القرآن الکریم ۴/۵۹
[3] القرآن الکریم ۴/۸۰

لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات لخلق اللہ۔

اللہ کی لعنت بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور مُنہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں اللہ کی بنائی چیز بگاڑنے والیوں پر۔

یہ سُن کر ایک بی بی خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: میں نے سُنا ہے آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی، فرمایا:

مالی لا العن من لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو فی کتاب اللہ۔

مجھے کیا ہُوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔

اُن بی بی نے کہا: میں نے قرآن اوّل سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اس کا ذکر نہ پایا، فرمایا:

ان کنتِ قراتیہ لقد وجدتیہ، اما قراتِ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ و ما نھٰکم عنہ فانتھوا۔

اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا یہ بیان اس میں ضرور پاتیں۔ کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی کہ جو رسول تمھیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

انھوں نے عرض کی: ہاں — فرمایا: فانہ قد نھٰی عنہ[1] تو بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا۔

منکر دیکھے کہ اس کا خیال وہی اُن بی بی کا خیال، اور ہمارا جواب بعینہٖ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کا جواب ہے یا نہیں۔ یہ بی بی اُمّ یعقوب اسدیہ ہیں کبار تابعین وثقات صالحات سے ہونے میں تو کلام نہیں، اور حافظ الشان نے فرمایا: صحابیہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ بہرحال ان کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۳۴
صحیح البخاری کتاب اللباس باب الموصولۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۹
سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب صلۃ الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۸
جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی الواصلۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۲
سنن النسائی کتاب الزینۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۹۲

فضیلت وصلاح قبولِ حق پر باعث ہوئی سمجھ لیں اور اس کے بعد خود اس حدیث کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتیں،

کما رواہ البخاری[1] من طریق عبد الرحمٰن بن عابس عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جیسا کہ امام بخاری نے عبدالرحمٰن ابن عابس کے طریقہ سے، اس نے بی بی صاحبہ سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

ابنائے زمانہ سے گزارش کرنی چاہیے کہ ع

دِلا مردانگی زیں زن بیاموز

(اے دل! اس عورت سے مردانہ جرأت سیکھ۔ ت)

ع ولکن الھدایۃ لن تنالا بلا فضل من المولٰی تعالٰی

(لیکن تُو ہرگز ہدایت نہیں پا سکے گا اللہ تعالٰی کے فضل کے بغیر۔ ت)

ایک بار عالمِ قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مکہ معظمہ میں فرمایا: مجھ سے جو چاہو پوچھو میں قرآن سے جواب دوں گا۔ کسی نے سوال کیا: احرام میں زنبور کو قتل کرنے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا" و حدثنا سفیٰن بن عیینۃ عن عبد الملک بن عمیر عن ربعی بن حراش عن حذیفۃ بن الیمان عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر، وحدثنا سفیٰن بن مسعر بن کدام عن قیس بن مسلم عن طارق بن شھاب عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ امر بقتل المحرم الزنبور ذکرہ الامام السیوطی فی الاتقان[2]۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، جو کچھ تمہیں رسول کریم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں اس سے باز رہو (اللہ عزوجل نے تو فرمایا کہ ارشادِ رسول پر عمل کرو) ہم سے سفیان بن عیینہ نے فرمایا اس نے عبدالملک بن عُمیر سے، اُس نے رِبعی بن خراش سے، اُس نے حذیفہ بن یمان سے، انھوں نے نبی

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم فعل الواصلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۵

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الواشمہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۹

[2] الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی النوع الخامس والستون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۵۹

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ت) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہمیں حدیث پہنچی کہ حضور نے فرمایا: میرے بعد ابوبکر و عمر کی پیروی کرنا، اور ہم سے سفیان بن مسعر بن کدام نے بیان کیا انھوں نے قیس بن مسلم سے انھوں نے طارق بن شہاب سے روایت کی کہ ہمیں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث پہنچی کہ انھوں نے احرام باندھے ہوئے کو قتلِ زنبور کا حکم دیا (امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اسے "الاتقان فی علوم القرآن" میں ذکر فرمایا۔ت)

وجہ ثانی: اقول و باللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت)

آیت ۴: قال جل ذکرہ (اللہ جل جلالہ نے فرمایا):

لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر و ذکر اللہ کثیرا۔[1]

البتہ بیشک تمھارے لئے رسول اللہ کے چال طریقہ میں اچھی ریت ہے اس کے لئے جو ڈرتا ہو اللہ اور پچھلے دن سے اور بہت یاد کرے اللہ کی۔

اس آیۂ کریمہ میں مولٰی جل و علا اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے طریق و روش پر چلنے کی ہدایت فرماتا اور مسلمانوں کو یوں جوش دلاتا ہے کہ دیکھو ہماری یہ بات وہ مانے گا جس کے دل میں ہمارا خوف، ہماری یاد، ہم سے امید، قیامت سے دہشت ہوگی اور موافق مخالف حتی کہ نصارٰی و یہود و مجوس و ہنود و تمام جہان جانتا ہے کہ اس سرورِ جہاں و جہانیاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّتِ دائمہ مستمرہ داڑھی رکھنی تھی جس پر تمام عمر مداومت فرمائی، محافظت فرمائی، تاکید فرمائی، ہدایت فرمائی، معاذ اللہ کبھی تجویزِ خلاف نے گنجائش نہ پائی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۶۲۸ تا ۶۳۱)

نوٹ: احادیث مؤیدہ کی تفصیل فتاوٰی رضویہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۵۰) داڑھی کے وجوب سے متعلق مزید فرمایا:

دوم طریق خصوص: اس میں بھی بحمد اللہ تعالٰی فیض جلیل قرآن جلیل سے آیاتِ کثیرہ عبدِ ذلیل پر فائضِ برکات ہوئیں۔

فاقول و باللہ التوفیق (پس میں اللہ تعالٰی کی توفیق و مدد سے ہی کہتا ہوں۔ت)

یہ نفیس طریق وجوہِ عدیدہ رکھتا ہے جن سے اعفائے لحیہ کا امر یا طلب یا اس کے خلاف پر وعید یا

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۲۱

مذمت ثابت ہو۔

وجہ ثالث ــــ آیت ۵ : قال تعالٰی وتقدس :

وان یدعون الا شیطانا مریدا ہ لعنہ اللہ وقال لاتخذن من عبادك نصیبا مفروضا ہ ولاضلنهم ولامنینهم ولامرنهم فلیبتکن اٰذان الانعام ولامرنهم فلیغیرن خلق اللہ [1]

کافر نہیں پوجتے مگر شیطان سرکش کو جس پر خدا نے لعنت کی اور وہ بولا میں ضرور لے لوں گا تیرے بندوں میں سے اپنا ٹھہرا ہوا حصہ اور میں ضرور انھیں بہکا دوں گا اور ضرور خیالی لالچوں میں ڈالوں گا اور ضرور انھیں حکم دوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور بیشک انھیں حکم دوں گا کہ اللہ کی بنائی چیز بگاڑیں گے۔

یہی وہ آیہ کریمہ ہے جس کی رُو سے حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زنان مذکورہ پر لعنت فرمائی اور اس کی علت یہی خدا کی بنائی چیز بگاڑنی بتائی، بعینہ یہی کیفیت داڑھی منڈوانے کی ہے، منہ کے بال نوچنے والیاں تغیر خلق اللہ کرتی ہیں، یونہی داڑھی منڈوانے والے، تو یہ سب اسی فلیغیرن خلق اللہ (تو وہ اللہ تعالٰی کی بناوٹ میں تبدیلی کریں گے۔ ت) میں داخل اور شیطان کے محکوم اور اللہ و رسول کے ملعون ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی اکلیل فی استنباط التنزیل میں زیرِ آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

یستدل بالاٰیة علی تحریم الخصاء والوشم وما یجری مجراہ من الوصل فی الشعر وبرد الاسنان والنمص وھو نتف الشعر من الوجه۔[2]

آیت مذکورہ سے استدلال کیا جاتا ہے خصی کرنے، بدن گودنے اور ان جیسے دیگر اعمال مثلاً بال جوڑنے، دانتوں میں کشادگی پیدا کرنے اور چہرے کے بال نوچنے کی حُرمت پر۔ (ت)

تفسیر مدارک شریف میں ہے:

فلیغیرن خلق اللہ بالخصاء او الوشم او تغیر الشیب بالسواد والتخنث[3] اھ باختصار۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۷ تا ۱۱۹

[2] الاکلیل فی استنباط التنزیل سورۃ النساء مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ ص ۸۲

[3] مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) تحت الآیۃ ۴/ ۱۱۹ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۲

اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کریں گے یعنی خصی کرنے، بدن گدوانے، سفید بالوں کو سیاہ کرنے اور زنانہ اوصاف اپنانے میں۔ مختصراً عبارت ختم ہوئی۔ (ت)

شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث المغیرات خلق اللہ (اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو بدلنے والی عورتیں۔ ت) فرماتے ہیں:

علت وحرمت مثلہ وحلق لحیہ وامثال آں نیز ہمیں ست[1]

مثلہ یعنی حلیہ بگاڑنا اور داڑھی مونڈنے یا منڈوانے اور اس قسم کے دوسرے کام کرنے کے حرام ہونے کی یہی علت اور سبب ہے۔ (ت)

وجہ رابع — آیت ۶: قال جل مجدہٗ:

ذٰلك ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب[2]

بات یہ ہے اور جو بڑائی کرے دین الٰہی کے شعاروں کی تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

آیت ۷: قال عزّ شانہٗ:

یایہا الذین اٰمنوا لا تحلوا شعائر اللہ[3]

اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہرالو دینِ خدا کے شعاروں کو۔

شک نہیں کہ داڑھی شعارِ دینِ اسلام سے ہے۔ امام بدر محمود عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں ختنہ کی نسبت نقل فرماتے ہیں:

انہ شعار الدین کالکلمۃ وبہ یتمیز المسلم من الکافر[4]

ختنہ کرنا کلمہ شریف کی طرح شعائرِ اسلام میں سے ہے، اس سے مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز ہوتا ہے۔ (ت)

جب ختنہ حالانکہ امر خفی ہے مثل کلمہ طیبہ کے شعار دین اور وجہ امتیازِ مومنین وکافرین قرار پایا یہاں تک کہ مسلمانانِ ہند نے اس کا نام بھی "مسلمانی" رکھ لیا، تو داڑھی کہ امر ظاہر ہے اور پہلی نظر اسی پر پڑتی ہے

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۲

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[3] ؎ ؎ ۵/ ۲

[4] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب اللباس باب قص الشارب دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۲/ ۸۰

بدرجۂ اولیٰ شعائرِ اسلام و مابہ الامتیاز کرام ولیام ہے، اور بعض کفار کا اس میں شریک ہونا منافیِ شعاریت اسلام نہیں جس طرح ختنہ کرنے میں یہود شریکِ مسلمین ہیں خود نفس آیاتِ کریمہ ہی میں دیکھئے موردِ نزولِ جانورانِ ھدی ہیں کہ حرمِ محترم کو قربانی کے لئے بھیجے جاتے ہیں انھیں شعارِ دینِ الٰہی فرمایا حالانکہ تمام مشرکینِ عرب اس فعل میں شریک تھے۔ اور جب داڑھی شعارِ دین ہے اور بیشک یونہی ہے تو بحکمِ قرآن اس کے ازالہ کو حلال ٹھہرا لینا اور اس کی تعظیم تقوٰیٔ قلوب کا کام۔

وجہِ خامس آیت ۸ : قال عزّ مجدہٗ :

ثم اوحینا الیک ان اتبع ملّۃ ابراھیم حنیفا۔[1]

پھر ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی کہ جناب ابراہیم علیہ السّلام کے دین کو اپناؤ (یعنی دین ابراہیمی کی پیروی کرو) جو ہر قسم کے باطل سے الگ تھلگ رہنے والے تھے (ت)

آیت ۹ : قال سبحٰنہ وتعالیٰ :

قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا۔[2]

تم فرماؤ بلکہ ہم ابراہیم کا دین لیتے ہیں۔ (ت)

آیت ۱۰ : قال جلت اٰلاؤہ (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ جس کی بڑی بڑی نعمتیں ہیں۔ت) :

ومن یرغب عن ملۃ ابراھم الا من سفہ نفسہ۔[3]

اور ملّتِ ابراہیمی سے کون بے رُخی کرسکتا ہے سوا اس کے جسے اس کے نفس نے بیوقوف بنا ڈالا ہو۔(ت)

آیت ۱۱ : قال توالت نعماؤہ (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا بندوں پر جس کے انعامات مسلسل اور لگاتار ہیں) :

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابرٰھیم والذین معہ۔[4]

بیشک تمھارے لئے حضرت ابراہیم اور ان اہلِ ایمان حضرات کی زندگیوں میں، جو ان کے ساتھی تھے، بہترین اقتدا ہے۔(ت)

آیت ۱۲ : قال جل ذکرہ (اللہ تعالٰی جس کا ذکر بڑا ہے نے ارشاد فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲۳
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۵
[3] " " ۲/ ۱۳۰
[4] " " ۶۰/ ۴

لقد کان لکم فیھم اُسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر و من یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید[1]

بیشک تمہارے لئے ان میں (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں میں) بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالٰی اور قیامت پر یقین رکھتا ہو اور جو کوئی ہمارے حکم سے منہ پھیرے تو بیشک اللہ تعالٰی بے نیاز اور لائقِ تعریف ہے۔ (ت)

ہر ذی علم جانتا ہے کہ داڑھی بڑھانا ملتِ ابراہیمی کا مسئلہ شریعتِ ابراہیمی کا طریقہ ہے اور ان آیات میں رب جل وعلا نے ہمیں ملتِ ابراہیم علٰی ابنہ الکریم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی اتباع کا حکم دیا اور معاذ اللہ اس سے اعراض کو سخت حماقت اور سفاہت فرمایا اور ان کی رسم و راہ اختیار کرنے کی کمال ترغیب دی اور آخر میں فرمادیا کہ جو ہمارے حکم سے پھرے تو اللہ بے نیاز بے پروا ہے اور ہر حال میں اسی کے لئے حمد ہے۔

وجہ سادس ـــــ آیت ۱۳: قال تقدست اسماؤہ (اللہ تعالٰی جس کے اسماء پاک ہیں، نے ارشاد فرمایا):

اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ[2]۔

یہ انبیاء وہ ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے راہ دکھائی تو تُو انھیں کی راہ کی پیروی کر۔

صدر کلام میں احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ کی حدیث اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے گزری کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ[3] الحدیث۔

دس چیزیں شرائع قدیمہ مستمرہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہیں از انجملہ لبیں ترشوانی اور داڑھی بڑھانی، الحدیث۔

مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ داڑھی بڑھانی راہِ قدیم حضرت رُسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ہے، اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ راہِ انبیاء کی پیروی کرو۔ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ لا تأخذ

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۶

[2] " ۶/ ۹۰

[3] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸

بلحیتی[1] (میری داڑھی نہ پکڑو ۔ ت) میں لحیہ کا فقط ذکر ہی نہیں بلکہ داڑھی بڑھانے کی طرف ارشاد نکلتا ہے کہ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی انبیائے کرام بلکہ بالخصوص ان اٹھارہ رسولوں میں ہیں جن کا نامِ پاک اس رکوع میں بالتصریح ذکر فرما کر اُن کی اقتداء کا حکم ہوا،

قال سبحانہ "ومن ذریته داؤد وسلیمٰن وایوب ویوسف وموسٰی وھٰرون وکذٰلک نجزی المحسنین[2]"

پاک پروردگار نے ارشاد فرمایا اور ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسٰی اور ہارون علیہم السلام ہوئے ہیں اور ہم یُونہی نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ (ت)

وجہ سابع ــــ آیت ۴: قال جل ثناؤہ (اللہ تعالٰی، بہت زیادہ تعریف کا حق رکھنے والی ذات، جس کی تعریف بڑی ہے، نے ارشاد فرمایا:

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّه ما تولّٰی ونصله جهنّم وساءت مصیرا۔[3]

جو خلاف کرے رسول کا حق واضح ہوئے پر اور چلے راہِ مسلمانان کے سوا راہ، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں اور جہنم میں ڈالیں اور کیا بُری پلٹنے کی جگہ۔

مسلم تو مسلم، کفار تک جانتے ہیں کہ روزِ اول سے مسلمانوں کی راہ داڑھی رکھنی ہے، اہلبیتِ کرام وصحابۂ عظام وائمۂ اعلام اور ہر قرن وطبقہ کے اولیائے اُمت وعلمائے ملت بلکہ قرونِ خیر میں تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے یہاں تک کہ ازالہ تو ازالہ اگر خلقۃً کسی کی داڑھی نہ نکلتی اس پر سخت تاسف کرتا اور یہ ہر عیب سے بدتر عیب سمجھا جاتا، علمائے کرام علاماتِ قیامت میں گِنا کرتے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے کہ داڑھیاں منڈوائیں کتروائیں گے۔ اس پیشگوئی کے مطابق یہ داڑھی مُنڈوں مخرشوں متر شوں کی تراشیں خراشیں کافروں مشرکوں کی دیکھا دیکھی مدتہا مدت کے بعد مسلمانوں میں آئیں وہ بھی رند واوباش وبدوضع لوگوں میں، پھر اُن میں بھی جو ایمان سے حصہ رکھتے ہیں اب تک اپنی اس حرکت کو مثل اور معاصی وقبائح کے بُرا جانتے ہیں اور طریقۂ اسلامی سے جُدا سمجھتے بلکہ اُن میں بعض خوش عقیدہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۹۴

[2] " ۶/ ۸۴

[3] " ۴/ ۱۱۵

اپنے معظمین دینی کے سامنے میں جاتے لجاتے انھیں منہ دکھاتے شرماتے ہیں، الحمدللہ یہ ان کے ایمان کی بات ہے شامتِ نفس سے گناہ کریں لیکن اُسے گناہ وقبیح جانیں مگر چوری سرزوری والوں سے خدا کی پناہ کہ داڑھی رکھنے پر قہقہے اڑا کر شعارِ اسلام کے ساتھ نفسِ اسلام و ایمان بھی مونڈ کر پھینک دیں۔ امام اجل عارف باللہ سیدی محمد بن علی بن عباس مکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب طریق المرید للوصول الیٰ مقام التوحید پھر امام ہمام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

وھذا لفظ المکی قال فی ذکر سنن الجسد، ذکر ما فی اللحیۃ من المعاصی والبدع المحدثۃ قد ذکر فی بعض الاخبار ان للہ تعالٰی ملٰئکۃ یقسمون والذی زین بنی اٰدم باللحی وفی وصف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان کث اللحیۃ وکذٰلک ابوبکر وکان عثمان طویل اللحیۃ دقیقھا وکان علی عریض اللحیۃ قد ملأت ما بین منکبیہ، ووصف بعض بنی تمیم من رھط الاحنف بن قیس قال (وعبارۃ الاحیاء قال اصحاب الاحنف بن قیس) وددنا انا اشترینا للاحنف اللحیۃ بعشرین الفا فلم یذکر حنفہ فی رجلہ ولا عورۃ فی عینہ وذکر کراھیۃ عدم لحیتہ وکان عاقلا حلیما وقد روینا من غریب تاویل قولہ تعالٰی "یزید فی الخلق ما یشاء" قال اللحی وذکر عن شریح القاضی قال (ولفظ الاحیاء قال شریح) وددت لو ان لی لحیۃ بعشرۃ اٰلاف، ففی اللحیۃ من خفایا الھوٰی ودقائق اٰفات النفوس ومن البدع المحدثۃ اثنتا عشرۃ خصلۃ من ذٰلک النقصان منھا وذٰلک مثلۃ وذکر عن جماعۃ ان ھذا من اشراط الساعۃ[1] اھ ملخصًا۔

یعنی یہ ذکر ہے کہ ان معصیتوں اور نوپیدا بدعتوں کا جو لوگوں نے داڑھی میں نکالیں، حدیث میں ہے اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں کہ یوں قسم کھاتے ہیں اس کی قسم جس نے فرزندانِ آدم کو داڑھی سے زینت بخشی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حلیہ شریف میں ہے ریش مبارک گھنی تھی، اور ایسے ہی ابوبکر صدیق اور عثمانِ غنی کی داڑھی دراز و باریک، مولیٰ علی کی داڑھی چوڑی سارا سینہ بھرے ہوئے رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ احنف بن قیس (کہ اکابر ثقات تابعین و علماء وحکمائے کاملین سے تھے

---

[1] قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب الفصل السادس والثلاثون دار صادر بیروت ۲/ ۱۴۲ تا ۱۴۴
احیاء العلوم النوع الثانی فیما یحدث فی البدع الخ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۴۴

زمانہ رسالت میں پیدا ہوئے ۶۷ھ یا ۷۲ھ میں وفات پائی) عاقل وحلیم تھے (پاؤں میں کج تھا ایک آنکھ جاتی رہی تھی داڑھی خلقۃً نہ نکلی تھی) ان کے اصحاب نہ اس کج پر افسوس کرتے نہ یک چشمی پر بلکہ داڑھی نہ ہونے کی کراہیت ذکر کرتے اور کہتے ہمیں تمنا ہے کاش اگر بیس ہزار کو ملتی تو احنف کے لئے داڑھی خریدتے۔ نادر تفسیروں سے آیۂ کریمہ یزید فی الخلق مایشاء کی تفسیر میں ہمیں روایت پہنچی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بڑھاتا ہے صورت میں جو چاہے، اس سے داڑھی مراد ہے۔ شریح قاضی (کہ اجلہ ائمہ واکابر تابعین سے ہیں زمانۂ رسالت میں ولادت پائی بلکہ کہا گیا صحابی ہیں امیر المومنین عمر فاروق پھر امیر المومنین مولیٰ علی کی سرکار میں قاضی تھے امیر المومنین علی فتاوٰی میں ان سے رائے لیتے ۸۰ھ ہجری سے پہلے یا بعد انتقال ہوا داڑھی خلقۃً نہ تھی) وہ فرماتے کہ مجھے آرزو ہے کہ کاش دس ہزار دے کر داڑھی مل جاتی، تو داڑھی میں شیطانی خواہشوں کے بقایا اور نفسانی آفتوں کے دقائق اور نو پیدا بدعتوں سے بارہ ۱۲ باتیں لوگوں نے ایجاد کی ہیں از انجملہ داڑھی کم کرنی اور یہ مثلہ یعنی صورت بگاڑنی ہے اور ایک جماعتِ علمائے سے مروی ہوا کہ یہ قیامت کی نشانیوں سے ہے، انتہی۔

مدارج شریف میں ہے:

آوردہ اند کہ لحیۂ امیر المومنین علی پُر می کرد سینہ اورا و ہمچنیں لحیۂ امیر المومنین عمر و عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین و در حلیۂ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوشتہ اند کہ کان طویل اللحیۃ و عریضھا [۱]

منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی داڑھی مبارک ان کے سینۂ اقدس کو ڈھانپ دیتی تھی یا ڈھانپے ہوتی تھی، اور اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مبارک داڑھیاں تھیں کہ بڑی اور گنجان ہونے کی وجہ سے ان کے سینوں کو ڈھانپ دیتی تھیں، اور حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالے عنہ کے حلیۂ مبارکہ میں تحریر کیا گیا ہے کہ آپ کی ریش مبارک دراز اور چوڑی تھی، صلے اللہ تعالیٰ علیٰ ابیہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم (ت)

وجہ ثامن — آیت ۱۵، ۱۶؛ قال تبارك شانه فی البقرة و فی الانعام

(اللہ تعالیٰ جس کی شان بابرکت ہے، نے سورۃ بقرہ اور سورۃ انعام میں ارشاد فرمایا):

ولا تتبعوا خطوات الشیطن انه لکم عدو مبین [۲]

---

[۱] مدارج النبوت باب اوّل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۵

[۲] القرآن الکریم ۲/۱۶۸ و ۶/۱۴۲

شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بیشک وہ تمہارا دشمن ہے۔

آیت ۱۷ : قال عزوعلا (اللہ تعالٰی غالب اور بزرگ و برتر ذات نے ارشاد فرمایا) :

یایھا الذین اٰمنوا لاتتبعوا خطوات الشیطٰن ومن یتبع خطوات الشیطٰن فانہ یامر بالفحشاء والمنکر[1]

اے ایمان والو! شیطان کے رستے پر نہ چلو اور جو شیطان کی راہ پر چلے تو وہ یہی بے حیائی اور بُری بات کا حکم کرتا ہے۔

آیت ۱۸ : قال عزمن قال (کہنے والوں پر جو غالب اور حاوی ہے اس نے ارشاد فرمایا) :

یایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کآفّۃ ولاتتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ○ فان زللتم من بعد ما جاءتکم البیّنٰت فاعلموا انّ اللہ عزیز حکیم ○ ھل ینظرون الّا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملٰئکۃ وقضی الامر والی اللہ ترجع الامور[2]

اے ایمان والو! پورے اسلام میں داخل ہو اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو یقیناً وہ تمہارا صریح بدخواہ ہے پھر اگر اس کی طرف جھکو بعد اس کے کہ تمہارے پاس آچکیں الٰہی حجتیں تو جان رکھو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئے ان پر عذاب خدا کا بادل کی گھٹاؤں میں اور فرشتے اور ہو جائے ہونے والی، اور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام۔

جلالین میں ہے :

نزل فی عبداللہ بن سلام واصحابہ لما عظموا السبت وکرھوا الابل بعد الاسلام "یایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم" الاسلام "کافۃ" حال من السلم ای فی جمیع شرائعہ فان زللتم ملتم عن الدخول فی جمیعہ عزیز لایعجزہ شیئ عن انتقامہ منکم ھل ینظرون ینتظر التارک الدخول فیہ قضی الامر تم امر اھلاکھم[3]

یعنی جب حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ اکابر علمائے یہود سے تھے مشرف بہ اسلام ہوئے، عادتِ سابقہ کے باعث تعظیم روز شنبہ کا ارادہ کیا اور گوشتِ شُتر کھانے

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۱
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸ تا ۲۱۰
[3] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۲/ ۲۰۸ اصح المطابع دہلی ص ۳۱

سے کراہت ہوئی۔ رب عزوجل نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ اے ایمان والو! اسلام لائے ہو تو پورا اسلام لاؤ اسلام کی سب باتیں اختیار کرو، یہ نہ ہو کہ مسلمان ہو کر کچھ عادتیں کافروں کی رکھو، اور اگر نہ ما تو خوب جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے تم پر عذاب لاتے اُسے کوئی روک نہیں سکتا پھر فرمایا جو مسلمان ہو کر بعض کفری خصلتیں اختیار کریں وہ کاہے کا انتظار کر رہے ہیں یہی نا کہ آسمان سے اُن پر عذاب اُترے اور ہونے والی ہو چکے یعنی ہلاک و تمام کر دیئے جائیں۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ۔

ان آیات میں رب العزت جلّ وعلا نے خصلتِ کفار اختیار کرنے پر کیسی تہدید اکید و وعیدِ شدید فرمائی، اور شک نہیں کہ داڑھی منڈانا کترنا خصلتِ کفار ہے۔ عنقریب بعونہٖ تعالیٰ بکثرت احادیثِ متعددہ سے اس کا بیان آتا ہے اور خود بیان کی حاجت کیا ہے کہ امر آپ ہی واضح اور نیز تقریراتِ سابقہ سے لائح۔ اصل میں یہ خصلت ملعونہ مجوس ملاعنہ کی تھی اُن سے اور کفار نے سیکھی، جب عہد معدلت مہد امیرالمومنین غیظ المنافقین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں عجم فتح ہوا اور کسریٰ خبیث کا تخت ہمیشہ کے لئے الٹ دیا گیا، مجوس منحوس کچھ اسلام لائے کچھ بقبول جزیہ رہے، کچھ پریشان و سرگرداں دار الکفر ہندوستان میں آنکلے، یہاں کے راجہ نے اُن سے تحریم گاؤ و تحریم مادر و دختر و خواہر کا عہد لے کر جگہ دی۔ ہنود بے بہبود نے داڑھی منڈانا، نوروز و مہرگان بنام ہولی و دیوالی منانا، ان میں آگ پھیلانا وغیر ذٰلک من الخصال الشنیعہ ان سے اُڑایا، مجوس ایران کہ مسلمان ہوئے تھے ان میں بہت بدباطن اپنی تباہی ملک و افسر و تاراج مال و دختر کے باعث دلوں میں حضرت امیرالمومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کینہ رکھتے تھے مگر مسلمان کہلا کر اسلام کی عزت و شوکت، اسلام کی قوت و دولت، اسلام کے تاج و معراج یعنی امیرالمومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان میں گستاخی کی کیا مجال تھی۔ جب ابن صبا یہودی خبیث نے مذہب رفض ایجاد کیا اور شدہ شدہ یہ ناشدنی مذہب ایرانیوں تک پہنچا، ان آتش پرست مغبچوں کی دبی آگ نے موقع پایا کہ اہل اسلام میں بھی ایسا مذہب نکلا کہ امیرالمومنین پر تبرا کہئے اور خاصے مومنین بنے رہئے۔ اُنھوں نے بہزار جان لبیک کہی اور نئے دین کی تاصیل تفریع بڑھ چلی، باپ دادا کی قدیم سُنّتیں اپنا رنگ لائیں، نوروز منائے، داڑھیاں کتروائیں، اتیان ادبار و اباحت و اعارت و اجارتِ فرج کی گیا گنتی، نکاح محارم تک منظور رہا مگر پردۂ تحریہ میں مستور رہا، ادھر اسلامی فاتحوں کی شیرانہ تاختنے

ع۵ اہل سنت شیعہ را بعض مسائل قبیحہ طعن میکردند جمعے از علمائے مذہب الشان تدبیر دفع آں طعن بایں صورت

(باقی بر صفحہ آئندہ)

سیاہانِ ہند کے مُنہ سپید کر دیئے، ہزاروں مارے لاکھوں قید کئے، یہاں تک کہ ہندو کے معنیٰ ہی غلام ٹھہر گئے۔ یہاں کے نومسلم مسلم تو ہو گئے مگر ہزاروں اپنے آبائی خصال کے پابند رہے، داڑھیاں منڈائیں، بسنت منائیں، ساونی کریں، چُنریاں رنگائیں، عورتیں بدلحاظی کے کپڑے پہنیں، کنبے بھر کی سب غیریں سامنے آنے کے واسطے نہیں، شادیوں میں معاذ اللہ فحش گیت، سالی بہنوئی میں ہنسی کی رِیت، یہاں تک کہ بہت پوربی اضلاع میں چھوت اور چوکا تک مشہود۔ اور اکثر دیہات میں ہولی دیوالی بلکہ اس سے زائد شیطنت موجود، پھر اس عملداری میں شیوعِ نیچریت بے قیدی شرع و آزادیٔ نفس کے لئے سونے میں سہاگہ کچھ اتباعِ فرنگ، کچھ زنانی امنگ، صفائیٔ رخسار کا نصیب جاگا۔ لاجرم اس حرکت کے عادیوں کو چند حال سے خالی نہ پایئے گا، نسلاً مجوسی یا مذہباً رافضی یا پوربی تہذیب کا دلدادہ نیچری یا جھوٹے متصوفہ یا مبتلائے رفضِ خفی یا باپ دادا ہندو نومسلم غافل یا ان صحبتوں کا بگڑا آوازہ جاہل، بہر حال اس کا مبدء و منبع و مرجع وہی خصلتِ کفار جس سے خدا ناراض رسول بیزار، جس پر قرآن عظیم میں وہ سخت وعید وہ قاہر مار، آئندہ ماننے نہ ماننے کا ہر شخص مختار، والتوفیق باللہ العزیز الغفار۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۶۴۳ تا ۶۴۴)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کردہ اند کہ از کُتبِ خود آں مسائل را محو نمودند و کُتبِ قدیمہ را مخفی ساختند مثل لواطت با مملوک و با مادر و خواہر لف حریر[1] ۱۲ تحفہ اثنا عشریہ ملخصاً۔

شیعان کے بعض قبیح مسائل پر اہلسنّت طعن کرتے ہیں تو ان کے مذہبی علماء کے ایک گروہ نے ان باتوں کے جواب کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ اپنی کتابوں سے ان مسائل کو حذف کر دیا (یعنی نکال دیا) اور پُرانی کتابوں کو چُھپا لیا، اپنے غلام کے ساتھ بدکاری کرنا، ماں بہن کے ساتھ ریشم لپیٹ کر ہمبستری کرنا وغیرہ جیسے مسائل ۱۲ تحفہ اثنا عشریہ کی تلخیص۔

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ثانی کید سی و پنجم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۵

فتاوٰی رضویّہ جلد ۲۳

(۱) حلال شرعی کو حرام قرار دینے اور غیر مقلدین کی ناحق مدد کرنے والے جھوٹوں کے بارے میں فرمایا:

ایسے لوگ سخت گنہگار بلکہ گمراہ ہیں کہ حق کے مقابل باطل کی اعانت کرتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے بلکہ جب تک توبہ نہ کریں مسلمانوں کو اُن سے بالکل قطع علاقہ کردینا چاہیے کہ وُہ ظالم ہیں اور ظالم بھی کس پر، دین پر۔ اور اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اور اگر تمھیں شیطان بُھلاوے میں مبتلا کردے تو پھر یاد آنے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس مت بیٹھو (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۱۰۲)

(۲) محلہ دار مسلمانوں کے اجتماعی طور پر صدقہ وخیرات سے متعلق ایک صورت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

فعل مذکور کو بقصدِ مسطور اور اہلِ دعوت کو وُہ کھانا کھانا شرعًا جائز و روا، جس کی ممانعت شرع مطہر میں اصلاً نہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا[2]

تم پر کچھ گناہ نہیں کھاؤ مل کر یا الگ الگ۔

تو بے منع شرعی ارتکابِ ممانعت جہالت و جرأت۔

وانا **اقول** وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہُوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ت) نظر کیجئے تو یہ عمل چند دواؤں کا نسخہ جامعہ ہے کہ اس سے مساکین وفقراء بھی کھائیں گے، علماء وصلحاء بھی، عزیز و رشتہ دار بھی، قریب و اہلِ جوار بھی، تو اس میں بعددِ ابوابِ جنّت آٹھ خوبیاں ہیں:

(۱) فضیلتِ صدقہ　　(۲) خدمتِ صلحاء

(۳) صلۂ رحم　　(۴) مواساۃِ جار

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] 〃 ۲۴/ ۶۱

(۵) سلوکِ نیک سے مسلمانوں خصوصًا غربار کا دل خوش کرنا۔
(۶) ان کی مرغوب چیزیں ان کے لئے مہیا کرنا۔
(۷) مسلمان بھائیوں کو کھانا دینا۔
(۸) مسلمانوں کا کھانے پر مجتمع ہونا۔

اور ان سب امور کو جب بہ نیتِ صالحہ ہوں باذن اللہ تعالٰی رضائے خدا عفو وخطا و دفعِ بلا میں دخل تام ہے ظاہر ہے کہ قحط، وبا، ہر مصیبت و بلا گناہوں کے سبب آتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی "وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تمھیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا، اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔ (ت)

تو اسبابِ مغفرت و رضا و رحمت بلاشبہہ اس کے عمدہ علاج ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۱۳۶، ۱۳۷)

(۳) بغرضِ حصولِ شفار و دفعِ بلا پانچ متفرق اشیار کو جمع کرنے کا ایک عجیب نسخہ نافعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ اکبر، غور کیجئے بحمد اللہ کیسا نسخہ جلیلہ، جمیلہ، جامعہ، کافیہ، شافیہ، صافیہ، وافیہ ہے کہ ایک مفرد دو اور اس قدر منافع جانفزا، وفضل اللہ اوسع واکبر واطیب واکثر (اللہ کا فضل بہت وسیع، بہت بڑا، بہت پاکیزہ اور بہت زیادہ ہے) علمار تو لغرضِ حصولِ شفار و دفعِ بلا متفرق اشیار جمع فرماتے ہیں کہ اپنی زوجہ کو اس کا مہر کل یا بعض دے وہ اس میں سے کچھ بطیبِ خاطر اُسے ہبہ کر دے ان داموں کا شہد و روغنِ زیتون خرید ے بعض آیاتِ قرآنیہ خصوصًا سورۂ فاتحہ اور آیاتِ شفار رکابی میں رکھ کر آبِ باراں اور وہ نہ ملے تو آبِ دریا سے دھوئے، قدرے وہ روغن و شہد ملا کر پئے، بعونہٖ تعالٰی ہر مرض سے شفا پائے کہ اس نے ۲ دو شفائیں قرآن و شہد، ۲ دو برکتیں باران و زیت، اور ہنی و مری زرِ موہوب مہر، پانچ چیزیں جمع کیں۔

لقولہ تعالٰی "ننزل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین"[2] وقولہ تعالٰی "فیہ شفاءٌ للناس"[3] وقولہ تعالٰی "ونزلنا من السماء ماء مبٰرکا"[4] وقولہ تعالٰی "شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ"[5] وقولہ تعالٰی "فان طبن لکم عن شیئ منہ نفسا فکلوہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۳۰
[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۲
[3] ؍؍ ۱۶/ ۶۹
[4] ؍؍ ۵۰/ ۹
[5] ؍؍ ۲۴/ ۳۵

هنيئًا مريئًا[1]

یعنی ہم اتارتے ہیں قرآن سے وہ چیز کہ شفاء و رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔ شہد میں شفا ہے لوگوں کے لئے۔ اور اتارا ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اور مبارک پیڑ زیتون کا۔ پھر اگر عورتیں اپنے جی کی خوشی کے ساتھ تمھیں مہر میں سے کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

ان مبارک ترکیبوں کی طرف حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضی شیر خدا مشکلکشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی و حضرت سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہدایت فرمائی، ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں بسند حسن مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

اذا اشتکی احدکم فلیستوھب من امرأته من صداقها درهما فلیشتر به عسلا ثم یأخذ ماء السماء فیجمع هنیئا مریئا مبارکا۔[2]

جب تم میں سے کوئی بیمار ہو تو اسے چاہئے اپنی عورت سے اس کے مہر میں سے ایک درہم ہبہ کرائے اس کا شہد مول لے پھر آسمان کا پانی لے کہ رچتا پچتا برکت والا جمع کرے گا۔

ایک بار فرمایا:

اذا اراد احدکم الشفاء فلیکتب اٰیة من کتاب اللہ فی صحفة ولیغسلها بماء السماء ولیأخذ من امرأته درهما عن طیب نفس منها فلیشتر به عسلا فلیشربه فانه شفاء

ذکرہ الامام القسطلانی فی المواهب اللدنیة۔[3]

جب تم میں سے کوئی شخص شفا چاہے تو قرآن عظیم کی کوئی آیت رکابی میں لکھے اور آبِ باراں سے دھوئے اور اپنی عورت سے ایک درہم اس کی خوشی سے لے اس کا شہد خرید کر پئے کہ بیشک شفاء ہے۔ (امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اسے ذکر کیا ہے۔ ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۱۵۴، ۱۵۵)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۴

[2] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت آیۃ فکلوا ھنیئا مریئا مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۳/ ۸۶۲
المواہب اللدنیہ بحوالہ ابن ابی حاتم فی التفسیر المقصد الثامن، الفصل الاول النوع الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۷۹

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳/ ۴۷۹

(۴) مسئلہ مذکورہ کے بارے میں مزید فرمایا:

فقراء کہ آئیں کہ ان کی مدارات و خاطرداری میں سعی جمیل کریں، اپنا احسان ان پر نہ رکھیں بلکہ آنے میں اُن کا احسان اپنے اوپر جانیں کہ وُہ اپنا رزق کھاتے اور تمھارے گناہ مٹاتے ہیں، اُٹھانے بٹھانے کھلانے، کسی بات میں برتاؤ ایسا نہ کریں جس سے اُن کا دل دُکھے کہ احسان رکھنے ایذا دینے سے صدقہ بالکل اکارت جاتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لایتبعون ما انفقوا منّا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ قول معروف و مغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعھا اذی والله غنی حلیم ○ یایھا الذین اٰمنوا لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس[1] الاٰیۃ۔

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال خدا کی راہ میں پھر اپنے دیئے کے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ دل دکھانا اُن کے لئے ان کا ثواب ہے اپنے رب کے پاس، نہ اُن پر خوف اور نہ وہ غم کھائیں، اچھی بات (کہ ہاتھ نہ پہنچا تو میٹھی زبان سے سائل کو پھیر دیا) اور درگزر (کہ فقیر نے ناحق ہٹ یا کوئی بے جا حرکت کی تو اس پر خیال نہ کیا اسے دُکھ نہ دیا) یہ اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دل ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ ہے (کہ تمھارے صدقہ و خیرات کی پرواہ نہیں رکھتا، احسان کس پر کرتے ہو) حلم والا ہے (کہ تمھیں بے شمار نعمتیں دے کر تمھاری سخت سخت نافرمانیوں سے درگزر فرماتا ہے تم ایک نوالہ محتاج کو دے کر وجہ بے وجہ اسے ایذا دیتے ہو) اے ایمان والو! اپنی خیرات اکارت نہ کرو احسان رکھنے اور دل ستانے سے اس کی طرح جو مال خرچ کرتا ہے لوگوں کے دکھاوے کو (کہ اس کا صدقہ سرے سے اکارت ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۱۵۹، ۱۶۰)

(۵) بلیات و آندھی اور طوفان وغیرہ کے وقت اذان دینے سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جائز ہے اور جواز کے لئے حدیث صحیح:

مامن شیئ انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ[2] فاذا رأیتم ذٰلك فافزعوا الی ذکر اللہ[3]

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۶۲ تا ۲۶۴

[2] جامع الترمذی کتاب ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الذکر امین کمپنی دہلی ۲/۱۷۳

[3] صحیح البخاری باب الذکر فی الکسوف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۵

ذکرِ الٰہی سے زیادہ کوئی شے اللہ تعالٰی کے عذاب سے چھڑانے والی نہیں۔ پھر جب تم عذاب دیکھو تو اس (گھبراہٹ کی) حالت میں اللہ تعالٰی کے ذکر کے ذریعے پناہ حاصل کرو۔ (ت)

اور آیۂ کریمہ:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[1]

سن لو! اللہ تعالٰی کے ذکر ہی سے دلوں کو چین و اطمینان نصیب ہوتا ہے (ت)

وغیرہ کافی ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۱۷۴، ۱۷۵)

(۶) نماز کے بعد بآوازِ بلند کلمہ شریف پڑھنے کے بارے میں ایک استفتار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ذکرِ الٰہی افضل الاعمال بلکہ اصل جملۂ اعمال حسنہ صالحہ ہے یہاں تک کہ بعد ایمان اعظم ارکانِ اسلام نماز سے بھی وہی مقصود ہے،

قال اللہ تعالٰی "اقم الصلٰوۃ لذکری[2]"۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ (ت)

اور کلمہ طیبہ کہ اصل الاصول ہے افضل الاذکار ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ[3]"۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے اچھا ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے (ت)

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ذکر کا مطلق حکم فرمایا اور تعمیم احوال فرمائی:

یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبہم[4]

(اللہ تعالٰے کے مقبول بندے) وہ ہیں جو اللہ تعالٰی کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے ہیں یعنی ہر حال میں خدا کا ذکر کرتے ہیں (ت)

بلکہ اس کی تکثیر کا حکم فرمایا۔

قال اللہ تعالٰی "واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[5]"

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۸ [2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۴
[3] سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب الحامدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۸
[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۱
[5] " ۶۲/ ۱۰

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون"[1]

(رسول اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا) اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہنے لگیں یہ تو دیوانہ ہے۔

جس چیز کی اتنی کی تکثیر شارع کو مطلوب ہو اس کی تقلیل نہ چاہے گا مگر وہ جسے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ضد ہے۔ رہا خوف ریا، وہ متعلق بہ قلب ہے۔ ریا سے اگر نماز ہو تو وہ بھی ناجائز ہے مگر عقل و دین والا ریا سے منع کرے گا نماز سے نہ روکے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۱۷۸، ۱۷۹)

(۷) جن عام راستوں کی پاکی اور ناپاکی کی تصدیق نہیں وہاں حمد و نعت پڑھنے کے بارے میں فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[2]

جب جمعہ کی نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت ذکرِ الٰہی کرو کہ تم فلاح پاؤ۔

جمعہ کے نمازیوں کو حکم ہے کہ جمعہ پڑھ کر باہر نکلو تو زمین میں اپنے اپنے کاموں کو پھیل جاؤ اور ذکرِ الٰہی بکثرت کرو، راستوں میں بھی ذکرِ الٰہی کا یہاں سے صریح حکم نکلا، اور جس جگہ کی پاکی ناپاکی کی تحقیق نہیں وہ پاک ہی ہے یہاں تک کہ اس پر نماز جائز ہے۔ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل[3]

میرے لئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنائی گئی تو میرے امتی کو جہاں کہیں نماز کا وقت آئے نماز پڑھے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۱۸۱)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب اکثروا ذکر اللہ الخ دار الفکر بیروت ۱/۴۹۹

[2] القرآن الکریم ۶۲/۱۰

[3] صحیح البخاری کتاب التیمم قول اللہ عزوجل فلم تجدوا ماءً الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸

(۸) دو حقیقی بہنوں سے نکاح کو جائز قرار دینے والے قاضی کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ نکاح بنصِ صریح قرآن مجید حرام قطعی حرام قطعی حرام قطعی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ان تجمعوا بین الاختین"[۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع نہ کرو۔ (ت)

اس نکاح کو درست کہنا صریح کلمۂ کفر ہے، اس قاضی پر لازم ہے کہ نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھے اور اپنے اس قولِ نجس سے توبہ کرے، اور اگر عورت رکھتا ہے تو بعد تجدیدِ اسلام اس سے ازسرِ نو نکاح کرے، اس لفظ کے بعد جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب باطل ہوئیں، جس جس نے جو جو نماز پڑھی اُس کا پھیرنا اُس پر لازم ہے، اور اب جب تک تجدیدِ اسلام نہ کرے اُس کے پیچھے نماز باطل محض ہے کہ پڑھنا حرام، اور پڑھ لی ہو تو پھیرنا فرض، اور اس سے نکاح ہرگز نہ پڑھوایا جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۱۹۲)

(۹) مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی خدمت ونسب نافع ہے۔ اس سلسلہ میں قصۂ موسیٰ وخضر علیہما السلام سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

جب مقبولانِ خدا سے اتنا سا علاقہ کہ کبھی ان کو پانی پلا دیا یا وضو کو پانی دے دیا، عمر میں اس کا کوئی کام کر دیا، آخرت میں ایسا نفع دے گا تو خود ان کا جُز ہونا کس درجہ نافع ہونا چاہیئے بلکہ دُنیا و آخرت میں صالحین سے علاقہ نسب کا نافع ہونا قرآن عظیم سے ثابت ہے:

واما الجدار فکان لغلمین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنز لھما وکان ابوھما صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشدھما ویستخرجا کنزھما رحمۃ من ربک[۲]

وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا، اور ان کا باپ نیک تھا تو میرے رب نے اپنی رحمت سے چاہا کہ اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں۔

خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ایک دیوار گرتے دیکھی اور ہاتھ لگا کر اسے قائم کر دیا اور وہاں والوں نے اُن کو اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مہمانی دینے سے انکار کر دیا تھا اور ان کو کھانے کی حاجت تھی، اس پر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ "آپ چاہتے تو اس پر اُجرت لیتے"۔ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[۲] " " ۱۸/ ۸۲

نے اس کا یہ جواب دیا کہ :

"یہ دیوار دو یتیموں کی ہے جو ایک مردِ صالح کی اولاد میں ہیں اور اس میں نیچے ان کا خزانہ ہے ، دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہو جاتا ، لوگ لے جاتے ، لہٰذا آپ کے رب عزّوجل نے اپنی رحمت سے چاہا کہ دیوار قائم اور خزانہ محفوظ رہے کہ وہ جوان ہو کر نکالیں ، ان کے صالح باپ کے صدقہ میں ان پر یہ رحمت ہوئی ۔"

علماء فرماتے ہیں : وہ ان بچوں کا آٹھواں یا دسواں باپ تھا ۔

حدیث ۱۱۱ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں :

حفظ الصلاح لابیهما وما ذکر عنهما صلاحا ۔

ان کے باپ کی صلاح کا لحاظ فرمایا گیا ، ان کی اپنی صلاح کا کوئی ذکر نہ فرمایا ۔

یعنی وہ اگرچہ خود بھی صالح ہوں اور کیوں نہ ہوں گے کہ ان کے لئے خزانہ لازوال محفوظ رکھا تھا سونے کی تختی پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ، اور کچھ نصائح و مواعظ ۔

کما رواه ابنا ابی حاتم و مردویه فی تفاسیرهما عن ابی ذر[1] وهذا عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنهما کلاهما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، والشیرازی فی الالقاب[2] والخرائطی فی قمع الحرص وابن عساکر فی التاریخ[3] عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما من قوله ۔

جیسا کہ اسے روایت کیا ہے ابن حاتم و مردویہ نے اپنی تفاسیر میں ابی ذر سے اور یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ، دونوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ۔ اور شیرازی نے القاب میں اور خرائطی نے قمع الحرص میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کا قول روایت کیا ہے ۔

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابی ذر و علی رضی اللہ عنہما تحت الآیۃ ۱۸/۸۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۲۰

[2] " " الشیرازی فی الالقاب " " " " " " " " " "

[3] " " الخرائطی فی قمع الحرص و ابن عساکر فی التاریخ عن ابن عباس " "

مگر یہ صلاح کا سبب تھا نہ کہ نتیجہ، نتیجہ ان کے باپ کی صلاح تھا،

رواہ الامام عبداللہ بن المبارک والامام احمد فی الزھد وسعید ابن منصور فی سننہ وابن المنذر وابن ابی حاتم فی تفاسیرھما والحاکم فی المستدرک۔

اس کو روایت کیا ہے عبداللہ بن مبارک نے اور امام احمد نے زہد میں اور سعید ابن منصور نے اپنی سُنن میں اور ابن منذر وابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفسیروں میں اور حاکم نے مستدرک میں۔(ت)

حدیث ۱۱۱۲ تا ۱۱۱۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ یصلح بصلاح الرجل ولدہ وولد ولدہ ویحفظہ فی ذریتہ والدویرات حولہ فمایزالون فی سترمن اللہ وعافیۃ۔ رواہ ابن مردویۃ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما مرفوعا وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما من قولہ وھذا اللفظ والمرفوع بمعناہ ونحوہ لابن المبارک وابن ابی شیبۃ عن محمد بن المنکدر موقوفاً۔

بیشک اللہ تعالٰی آدمی کی صلاح سے اس کی اولاد اور اولادِ اولاد کی صلاح فرمادیتا ہے، اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی رعایت فرمادیتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہمیشہ پردہ پوشی و امان میں رہتے ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ان کا قول روایت کیا یہ اس کے الفاظ ہیں اور مرفوع حدیث اسی کے معنٰی میں ہے اور اسی کی مثل ابن مبارک اور ابن ابی شیبہ نے محمد بن منکدر سے موقوفاً روایت کیا۔(ت)

اولاد کا ثواب اور اس کا اجر

حدیث ۱۱۱۵ کعب احبار نے فرمایا:

ان اللہ یخلف العبد المومن فی ولدہ ثمانین عاما۔ رواہ احمد[3] فی الزھد۔

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابن ابن مبارک وسعید بن منصور واحمد فی الزھد الخ تحت الآیۃ ۱۸/ ۸۲ داراحیاء التراث العربی ۵/ ۳۷۱

[2] تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۱۸/ ۸۲ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۷/ ۲۳۷۵

الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس وابن مردویہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہما ۵/ ۳۷۱

〃 بحوالہ ابن مبارک وابن ابی شیبہ عن محمد بن المنکدر موقوفاً 〃 〃

[3] 〃 بحوالہ احمد فی الزہد تحت الآیۃ ۱۸/ ۸۲ داراحیاء التراث العربی بیروت 〃 〃

اللہ تعالٰی بندۂ مومن کی اولاد میں اسّی برس تک اس کی رعایت کرتا ہے۔ اس کو احمد نے زہد میں روایت کیا ہے۔

حدیث ۱۱۶: سیدنا عیسٰی ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

طوبٰی لذریۃ المؤمن ثمّ طوبٰی لہم کیف یحفظون من بعدہ۔ مومن کی ذریت کے لئے خوبی وخوشی ہے، پھر خوبی وخوشی ہے کیسی، اس کے بعد ان کی حفاظت ہوتی ہے۔

اس پر خیثمہ نے وہی آیت تلاوت کی فکان ابوھما صالحا۔

اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد فی الزھد وابن ابی حاتم عن خیثمۃ۔[1]

اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ اور احمد نے زہد میں اور ابن ابی حاتم نے خیثمہ سے۔

وقال عزّ وجل (اور اللہ عزوجل نے فرمایا):

والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنٰھم من عملھم من شیئ۔[2]

اور وہ جو ایمان لائے اور اُن کی اولاد ایمان میں اُن کی تابع ہوئی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور اُن کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا۔

حدیث ۱۱۷ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انّ اللہ یرفع ذریّۃ المؤمن الیہ فی درجتہ وان کانوا دونہ فی العمل لتقربھم عینیہ۔ بیشک اللہ تعالٰی مومن کی ذریت کو اس کے درجہ میں اس کے پاس اٹھالے گا اگرچہ وہ عمل میں اس سے کم ہو تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔[3]

پھر یہی آیت کریمہ من شیئ تک تلاوت کی، اور اس کی تفسیر میں فرمایا:

وما نقصنا الاٰباء بما اعطینا البنین۔ رواہ البزار وابن مردویۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو عند سعید بن منصور وھناد وابناء جریر والمنذر وابی حاتم والحاکم والبیہقی فی سننہ

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد فی الزہد وابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۱۸/ ۸۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۲۸
الزہد لامام احمد بن حنبل من مواعظ عیسٰی علیہ السلام دار الدیان للتراث قاہرہ ص ۷۴

[2] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۱

[3] الدر المنثور بحوالہ البزار وابن مردویہ عن ابن عباس تحت الآیۃ ۵۲/ ۲۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۵۵۵
〃 〃 〃 سعید بن منصور وابناء جریر والمنذر و ابی حاتم والحاکم والبیہقی 〃 〃 〃 〃

فتاوٰی رضویہ جلد ۲۳

عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قولہ۔

ہم نے جو اولاد کو عطا کیا اس کے سبب والدین کو کچھ اجر کم نہ فرمایا۔ اسے روایت کیا بزار اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اور اس کو سعید بن منصور، ھناد، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

حدیث ۱۱۸ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

اذا دخل الرجل الجنّۃ سأل عن ابویہ و ذریّتہ وولدہ فیقال انھم لم یبلغوا درجتك وعملك فیقول یا رب قد عملت لی ولھم فیؤمر بالحاقھم بہ۔ رواہ عنہ الطبرانی[1] وابن مردویہ۔

جب آدمی جنّت میں جائے گا اپنے ماں باپ اور اولاد کو پوچھے گا۔ ارشاد ہوگا کہ وہ تیرے درجے اور عمل کو نہ پہنچے۔ عرض کرے گا اے رب میرے! میں نے اپنے اور ان کے سب کے نفع کے لئے اعمال کئے تھے۔ اس پر حکم ہوگا کہ وہ اس سے ملا دیئے جائیں۔ اسے طبرانی نے اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا۔

اس کی تصدیق میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کریمۂ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ھم ذریۃ المؤمن یموتون علی الاسلام فان کانت منازل اٰبائھم ارفع من منازلھم لحقوا باٰبائھم ولم ینقصوا من اعمالھم التی عملوا شیئا۔ رواہ عنہ ابن ابی حاتم[2]۔

یہ ذریتِ مومن کا حال ہے جو اسلام پر مریں، اگر ان کے باپ دادا کے درجے ان منزلوں سے بلند تر ہوئے تو یہ اپنے باپ دادا سے ملا دیئے جائیں گے اور ان کے اعمال میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اسے روایت کیا ابن عباس سے ابن ابی حاتم نے۔

صحابہ اور اہل بیت کی اولاد کے درجات

جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل و اولاد کو دین و دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو

---

[1] الدر المنثور بحوالہ الطبرانی وابن مردویہ تحت الآیۃ ۵۲/۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۵۵۵

[2] 〃 〃 ابن ابی حاتم 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۵۲

صدیق و فاروق و عثمان و علی و جعفر و عباس و انصارِ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی صلاح کا کیا کہنا، جن کی اولاد میں شیخ، صدیقی و فاروقی و عثمانی و علوی و جعفری و عباسی و انصاری ہیں یہ کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین و دُنیا و آخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر حضرات عُلیہ سادات کرام اولادِ امجاد حضرت خاتونِ جنت بتول زہرا کہ حضور پر نور سیّد الصالحین سیّد العالمین سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع و اعلٰے و بلند و بالا ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔[1]

اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دُور رکھے اے نبی کے گھر والو! اور تمھیں ستھرا کر دے خوب پاک فرما کر۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۳۹ تا ۲۴۴)

(۱۰) آیت کریمہ "ولسوف یعطیك ربك فترضٰی" کی تفسیر سے متعلق نقل فرمایا:

حدیث ۱۲۴ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ کریمہ "ولسوف یعطیك ربك فترضٰی" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

من رضا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان لایدخل احد من اھل بیتہ النار۔ رواہ ابن جریر[2] عنہ من طریق السدی۔

یعنی اللہ عزّ وجل حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے وعدہ فرماتا ہے کہ بیشک عنقریب تمھارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ حضور کے اہلِ بیت سے کوئی شخص دوزخ میں نہ جائے۔ اسے روایت کیا ابن جریر نے سدی کے حوالہ سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۴۵)

(۱۱) فضل نسب سے متعلق آیات واحادیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا:

تنبیہ نبیہ اور نتیجہ — اقول ان نصوصِ جلیلہ قرآن عظیم و احادیثِ نبی کریم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ و التسلیم سے روشن ہوا کہ:

(۱) حدیثِ مسلم: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ من ابطأ بہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۳۳

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۹۳/۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۰/۲۸۱
الدرالمنثور بحوالہ ابن جریر عن السدی " " " " " " ۸/۲۹۸

عملہ لم یسرع بہ نسبہ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جو عمل میں پیچھے ہو اس کا نسب نفع بخش نہ ہوگا۔ (ت)

میں نفیِ نفع مطلق ہے نہ کہ نفی مطلق، ورنہ معاذ اللہ کریمہ والحقنا بھم ذریتھم[2] (ہم نے ان کی ذریت کو ان سے ملا دیا) کے صریح معارض ہوگی۔

(۲) نہ کہ کریمہ:

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون[3]۔

توجب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے۔

کہ ایک وقت مخصوص کے لئے ہے۔

الا تری قولہ تعالٰی (کیا آپ دیکھ نہیں رہے اللہ تعالٰی کے ارشاد کی طرف۔ ت):

ولا یتساءلون (اور نہ ایک، دوسرے کی بات پوچھے۔ ت)

مع قولہ عزوجل:

واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون[4]۔

اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔ (ت)

روی سعید بن منصور فی سننہ وابناء حمید والمنذر وابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال انہا مواقف فاما المؤقف الذی لا انساب بینھم ولا یتساءلون عند الصعقۃ الاولٰی لا انساب بینھم فیھا اذا صعقوا فاذا کانت النفخۃ الاٰخرۃ فاذا ھم قیام یتساءلون[5]۔

سعید ابن منصور نے اپنی سنن میں اور پسران حمید و منذر، اور ابی حاتم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: مواقف

---

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۵

[2] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۱ [3] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۰۱

[4] " ۵۲/ ۲۵

[5] الدر المنثور بحوالہ سعید بن منصور وابنا حمید والمنذر وابی حاتم دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۱۰۹

(منازل حضوری) چند ہیں، لیکن وہ موقف جس میں نہ رشتے کام آئیں نہ ان کے ذریعہ سفارش، وہ صعقۂ اولیٰ (پہلی کڑک) ہے اس میں رشتے کام نہ آئیں گے جب لوگ گھبرائے ہُوئے اُٹھیں گے، اور جب صعقۂ ثانیہ ہوگا تو سب کھڑے ہو کر رشتوں سے سوال کریں گے۔

(۳) جبکہ احادیث متواترہ سے فضل نسب، فرقِ احکام و نفعِ آخرت بلا شُبہہ ثابت تو امثال حدیث: الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لاحمر علی اسود[1] (نہ عربی کی فضیلت عجمی پر ہے اور نہ ہی سفید کی کالے پر) وحدیث: انظر فانك لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضله بتقوی[2] (بے شک تم سفید اور کالے سے بہتر نہیں ہو مگر تم کو صرف تقوٰی سے فضیلت حاصل ہے) میں مثل کریمہ: ان اکرمکم عند الله اتقاکم[3] (بے شک تم میں اللہ کے نزدیک مکرم وُہ ہے جو پرہیز گار ہے) سلب فضل کُلّی ہے نہ کہ سلب کلی فضل۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۴۷، ۲۴۸)

(۱۲) لیلۃ القدر کے موقع پر مساجد وغیرہ کو آراستہ کرنا اور چراغاں کرنا کیسا ہے۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

تزیینِ مذکور شرعاً جائز ست قال تعالٰی قل من حرم زینة الله التی اخرج لعبادہ[4] ہمچناں روشنی بقدر حاجت و مصلحت نیز و حاجت باختلاف ضیق وسعت مکان و قلت و کثرت مردمان و وحدت و تعدد منازل وغیر ذٰلک مختلف گردد در منزلے تنگ و مجمع قلیل دو سہ چراغ باہمیں یکے بسند ست و در دار وسیع و مجمع کثیر و منازل عدیدہ حاجت تابدہ و بست و بیشتر می رسد۔

مذکورہ زیب و زینت شرعاً جائز ہے۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: فرما دیجئے کہ اس زینت و زیبائش کو کس نے حرام ٹھہرا دیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی ہے۔ اسی طرح ضرورت اور مصلحت کے مطابق روشنی کا انتظام کرنا بھی جائز ہے (مختلف حالات کے لحاظ سے ضرورت بدلتی رہتی ہے) مثلاً مکان کی تنگی اور کشادگی، لوگوں کی قلت و کثرت، منازل کی وحدت و تعدد وغیرہ ان صورتوں میں ضرورت اور حاجت میں تبدیلی آجاتی ہے۔ تنگ منزل اور تھوڑے مجمع میں دو تین چراغ بلکہ ایک بھی کافی ہوتا ہے۔ کشادہ اور بڑے گھر زیادہ لوگوں اور متعدد منزلوں کے لئے دس بیس بلکہ ان سے بھی زیادہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۵۸)

---

[1] الترغیب والترہیب الترہیب من احتقار المسلم الخ حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲

[2] " " " " " حدیث ۸ " ۳/ ۶۱۲

[3] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

[4] القرآن الکریم ۷/ ۳۲

(۱۳) درختوں کو پیر صاحب کا کر کے جلانے اور استعمال میں لانے کو حرام سمجھنے کے بارے میں فرمایا:
درختوں کو رب خواہ عبد کسی کے نام کا ٹھہرا کر اُن کا جلانا اور صرف میں لانا حرام سمجھنا اپنی طرف سے شریعتِ جدیدہ نکالنا اور بحیرہ و سائبہ مشرکین کی پیروی کرنا ہے جس پر رَد و انکارِ شدید خود قرآن مجید میں موجود،

وقال تعالیٰ "وقالوا ھٰذہٖ انعام وحرث حجر لا یطعمھا الا من نشاء بزعمھم الی قولہ تعالیٰ سیجزیھم بما کانوا یفترون"[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مشرک اپنے خیال میں کہنے لگے یہ چوپائے اور کھیتی جن کی بندش کردی گئی ہے ان کو وہی کھائے گا یا کھا سکے گا جسے ہم چاہیں گے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک، عنقریب اللہ تعالیٰ انھیں سزا دے گا اس جھوٹ کی جو وہ بناتے رہتے ہیں (ت)

مسلمانوں پر ایسی بدعت شنیعہ باطلہ سے احتراز فرض ہے اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور جلد توبہ کریں۔
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۲۶۱)

(۱۴) کھیت میں سے حضور پر نور سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک پر حصّہ دینے کے بارے میں فرمایا:

کھیت میں سے حضور پُر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک پر حصّہ دینا اگر یُوں ہے کہ حضور کو اس حصہ کا مالک سمجھا جاتا ہے یا اس دینے سے تصدّق لوجہ اللہ منظور نہیں بلکہ حضور کی طرف تقرب بالذّات مقصود، یا یہ سمجھتے ہیں کہ یُوں نہ کرینگے تو حضور معاذ اللہ ناراض ہو کر مضرت دیں گے یا کوئی بلا پہنچے گی، تو یہ سب اعتقادات باطلہ وفاسدہ و بدعاتِ سیّئہ ہیں، اور اگر یُوں نہیں بلکہ اللہ عزّ وجل کے لئے تصدّق منظور، تو کھیتوں میں سے ایسا حصّہ دینا خود قرآنِ عظیم میں مطلوب۔

قال تعالیٰ "واٰتوا حقّہ یوم حصادہٖ"[2]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) (لوگو!) کھیتی سے (حقداروں کا) حق اس کی کٹائی والے دن ادا کیا کرو۔ (ت)

اور اس کے روکنے کی مذمّت قصّۂ اصحاب الجنّۃ میں مذکور،

قال تعالیٰ فتنادوا مصبحین ۝ ان اغدوا علیٰ حرثکم ان کنتم

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۸ [2] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱

صارمین ہ فانطلقوا وھم یتخافتون ہ ان لا یدخلنہا الیوم علیکم مسکین ہ الآیات۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ باغ والے صبح ہوتے ہی سویرے سویرے ایک دوسرے کو بُلانے لگے کہ سویرے اپنی کھیتی کی طرف چلو اگر تم اسے کاٹنے کا ارادہ رکھتے ہو پھر وُہ چلے گئے جبکہ وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے کہ آج تمھارے پاس کوئی محتاج نہیں آنا چاہیے (یعنی کسی محتاج کو اپنے قریب نہ آنے دیا جائے) (ت)

اور اس کا ثواب نذرِ روحِ اقدس کرنا اُس عملِ طیّب میں طیب وخوبی ہی بڑھائے گا جبکہ کسی عقیدۂ باطلہ کے ساتھ نہ ہو اس صورت میں اسے:

وجعلوا للہ ممّا ذرا من الحرث والانعام نصیبًا فقالوا ھذا للہ بزعمھم وھٰذا لشرکائنا[2] الآیۃ۔

جو کھیتی اور جانور اللہ تعالٰی نے پیدا کئے ان میں انھوں نے اللہ تعالٰی کا ایک حصّہ مقرر کیا ہے، پھر وہ اپنے خیال میں باطل کی بناء پر کہنے لگے یہ اللہ تعالٰی کا حصّہ ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا، الآیۃ۔ (ت)

میں داخل سمجھنا محض جہالت وزبان زوری ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۶۱، ۲۶۲)

(۱۵) نومولود کے لئے ولادت سے قبل نیا مکان بنوانا اور پرانے کو منحوس جاننا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

ایں رسم شنیع در آں زمان پاک اصلاً نہ بود بلکہ بعد آں نیز تا قرون متطاولہ بلکہ ہنوز ہم در عامہ ولایت اسلام ازاں نشانے نیست، ایں برسم مشرکین وہنود ماند بلکہ ازاں ہم بالاتر رفتہ است ہندوان نیز ایں چنیں نہ کنند ایں کار اگر بخیال ضلال بدفال نبودی اسراف بودے واللہ تعالٰی یقول "ولا تسرفوا انّہ لایحب المسرفین"[3] اسراف نکنید کہ خدائے دوست ندارد اسراف کنندگان را بلکہ بوجہ خلو از فائدہ تبذیر بودے واللہ

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۲۱ تا ۲۴

[2] " " ۶/ ۱۳۶

[3] " " ۷/ ۳۱

تعالیٰ یقول "ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین"[1] مال بے سود برباد دہندگان برادران شیاطین اند حالانکہ مبتنی براں وہم شیطانی ست ۔

یہ قبیح رسم اس پاک زمانے میں بالکل نہ تھی بلکہ اس کے بعد بھی عرصۂ دراز تک بلکہ اب تک عام اسلامی ممالک میں اس کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا، یہ ہندوانہ اور مشرکانہ رسوم کے مشابہ بلکہ ان سے بھی بدتر ہے کیونکہ ہندو بھی ایسا نہیں کرتے، اگر یہ عمل بدفالی اور گمراہی کے خیال سے نہ ہو تب بھی بوجہ اسراف معیوب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "لوگو! بے جا خرچ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو فضول خرچ کرنے والے لوگ پسند نہیں تم اسراف نہ کیا کرو، اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں بناتا"۔ یہ اقدام متعدد وجوہ کی بنا پر فائدے اور بھلائی سے خالی ہے امر تبذیر کے زمرے میں آتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "مال کو بے مقصد برباد کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں"۔ اس وہم کی بنیاد شیطانی ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۶۵)

(۱۶) بعد ولادت نومولود کی ناری چھیدنے کو دائی جنائی کے ساتھ مختص قرار دینے والوں کے بارے میں فرمایا:

بچّہ کی ناری چھیدنا سنّت ہے اور اس کی خصوصیت کوئی نہیں کہ یہ کام دائی جنائی کرے یا باپ بھائی جو کرے، جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دائی جنائی کے ساتھ خاص ہے اوروں کو جائز نہیں وہ دل سے مسئلہ نکالتے ہیں اور شریعت پر افترا کرکے گنہگار ہوتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ "ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون"[2]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تمھاری زبانیں جو کچھ جھوٹ بیان کرتی ہیں اس کے بارے میں یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو۔ بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۶۹، ۲۷۰)

(۱۷) بہن کے گھر بھائی کا رہنا اور خوشدامن کے گھر داماد کا رہنا شرعًا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۷

[2] " " ۱۶/ ۱۱۶

رسمِ مردود ہنود یہ ہے کہ بہن بیٹی کے گھر کا پانی پینا بُرا جانتے ہیں کھانا تو بڑی چیز ہے ، یہ رسم ضرور ناپاک و مردود ہے ۔ مولیٰ سبحٰنہ، و تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :

لیس علی الاعمٰی حرج و لا علی الاعرج و لا علی المریض حرج و لا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت اٰبآئکم او بیوت امھٰتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخوٰتکم او بیوت اعمامکم او بیوت عمّٰتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خٰلٰتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم[1]

نہ اندھے پر تنگی نہ لنگڑے پر نہ بیمار پر نہ آپ تم پر کہ اپنی اولاد کے گھر کھانا کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر یا ماں کے گھر یا بھائیوں کے گھر یا بہنوں کے گھر یا چچا کے گھر یا پھوپی کے گھر یا ماموں کے گھر یا خالہ کے گھر یا جس کی کُنجیاں تمھارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں ۔

اس اجازت میں جیسے ایک وقت کا کھانا داخل ہے یوں ہی بشرطِ رضا و عدم بار چند وقت کا خصوصًا جبکہ بہن یا ساس یا ان لوگوں کا مکان دوسرے شہر میں ہو اور یہ بعد مدّت ملنے کو جائے جب تک یہ نہ جانے کہ ان پر بار و ناگوار نہ ہوگا جہاں تک ایسے تعلقات میں ایسے بُعد سے اتنے دنوں بعد مہمان داری معروف ہے بلاشُبہہ رہ سکتا ہے ، ہاں اتنا رہنا کہ اکتا جائے اور ناگوار ہو ناجائز ، اور وہ کھانا بھی ناجائز ، اگرچہ ماں باپ ہی کا گھر ہو ، ہاں ماں باپ جبکہ محتاج ہوں مالدار اولاد کے یہاں جتنے دن چاہیں رہ سکتے ہیں اگرچہ اسے ناگوار ہو کہ اس کے مال میں اتنا ان کا حق ہے اس کی بے مرضی بھی لے سکتے ہیں ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۷۲ ، ۲۷۳)

(۱۸) شادی بیاہ کے موقع پر مروّج غلط رسومات سے متعلق رسالہ "ھادی الناس فی رسوم الاعراس" میں فرماتے ہیں :

آتشبازی جس طرح شادیوں اور شبِ برات میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییعِ مال ہے ۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا ۔

قال اللہ تعالیٰ "لا تبذر تبذیرا ہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین ط و کان الشیطان لربہ کفورا ہ[2]"

---

[1] القرآن الکریم ۲۴ / ۶۱

[2] " " ۱۷ / ۲۶ و ۲۷

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کسی طرح بے جا نہ خرچ کیا کرو کیونکہ بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بہت بڑا ناشکرا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۷۹)

(۱۹) آتش بازی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تبذر تبذیرا ۝ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین ط وکان الشیطان لربہ کفورا ۝[1]

بے جا خرچ نہ کیا کرو کیونکہ بے جا اور فضول خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ حرّم علیکم عقوق الامھات ووأد البنات ومنعا وھات وکرہ لکم قیل وقال وکثرت السؤال واضاعۃ المال۔ رواہ الشیخان[2] عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام کردی، اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا اور بخل کرنا اور گداگری کرنا اور اِدھر اُدھر کی فضول باتیں کرنا تم پر حرام کردیا ہے، اور فرمایا: زیادہ سوال کرنا اور مال کو ضائع کرنا بھی حرام کردیا گیا ہے۔ بخاری و مسلم نے اس کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۸۹)

(۲۰) ایک اور سوال کے جواب میں آتشبازی کے بارے میں فرمایا:

ممنوع وگناہ ہے،

لقولہ تعالیٰ "ولا تبذر تبذیرا ۝"[3] ولقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "کلّ لھو

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶، ۲۷

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۴

صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النھی من کثرۃ السوال الخ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۷۵، ۷۶

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶

المسلم حرام الا ثلثا[1]"

کیونکہ اللہ تعالٰی کا قول ہے بے جا خرچ نہ کیا کرو۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مسلمان کا ہر لہو حرام ہے سوائے تین کے۔ (ت)

مگر جو صورت خاصہ لہو ولعب و تبذیر و اسراف سے خالی ہو، جیسے اعلانِ ہلال، یا جنگل میں یا وقتِ حاجت شہر میں بھی دفعِ جانورانِ موذی یا کھیت یا میوے کے درختوں سے جانوروں کے بھگانے اڑانے کو ناڑیاں، پٹاخے، تو مڑیاں چھوڑنا۔

۔ فان الامور بمقاصدھا وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[2]"

اس لئے کہ امور اپنے مقاصد پر مبنی ہوا کرتے ہیں اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کی بنیاد ارادوں اور نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۹۰، ۲۹۱)

(۲۱) لہو ولعب میں مستغرق اور محرمات کے مرتکب شخص کے بارے میں بزبانِ فارسی سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اللھم اغفر لنا، در فاسق وفاجر و مرتکبِ کبائر بودنِ ایں کس چہ جائے سخن و مجال دم زدن، قال اللہ تعالٰی فرمان ایزدی ست، قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون[3] اے نبی! مسلماناں را فرمائے تا چشمانِ خود بپوشند، وشرمگاہِ خود رانگاہ دارند۔ ایں پاکیزہ تراست مرایشاں را۔ ہر آئینہ خدائے آگاہ است بہر کارے کہ می کنند، وقال تعالٰی "ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین[4]" از مردمان کسے است کہ مے خرد سخن لاغ وبازی تا براندازد از راہِ خدائے نادانستہ وسخرہ گیرد

---

[1] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸
جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد ۱/ ۱۹۷ و سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۰۷
[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲
[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۰ [4] القرآن الکریم ۳۱/ ۶

آں را۔ مراں کساں کیفرے است خوار کنندہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس و امام حسن بصری و سعید بن جبیر و عکرمہ و مجاہد و مکحول وغیرہم ائمہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین دریں آیۂ کریمہ سخن لاغ و بازی را بہ غنا و سرود تفسیر فرمودہ اند۔

ابو الصہباء گوید ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما را ازیں آیت پرسیدم، گفت ھوالغناء واللہ الذی لا الٰہ الا ھو[1] او سرود است سوگند بخدائے کہ ہیچ خدائے نیست جز او۔ ویردد ھا ثلث مرات[2] سہ بار ہمیں سخن و سوگند را تکرار فرمود بلکہ خود در حدیث آمدہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود لایحل تعلیم المغنیات ولا بیعھن واثمانھن حرام، وفی مثل ھذا أنزلت ھذہ الایۃ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ[3] الحدیث،

(ترجمہ) روا نیست زنانِ سرایندہ را آموختن و نہ آنہا را خریدن و فروختن، و بہائے آنہا حرام است و در ہمچنیں کار ایں آیت فرود آمدہ است کہ برخے از مردم سخن لاغ مے خرند تا مردماں را از راہِ خدائے دور برند، رواہ الامام البغوی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

وقال اللہ تعالٰی: قال اذھب فمن تبعک منھم فانّ جھنّم جزاؤکم جزاء موفورا ○ واستفزز من استطعت منھم بصوتک واجلب علیھم بخیلک ورجلک وشارکھم فی الاموال والاولاد وعدھم ط وما یعدھم الشیطان الا غرورا ○ انّ عبادی لیس لک علیھم سلطان[4] ○ حق جل وعلا مر ابلیس لعین را فرمود دور شو، پس ہر کہ از فرزندانِ عالم ترا پیروی کند، پس ہر آئینہ دوزخ پاداشِ ہمہ شما است پاداشِ کامل، و سبک سار کن بلغزاں ہر کہ بر و دست یابی از ایشاں بآوازِ خود، الآیۃ۔

امام مجاہد کہ از اجلۂ تلامذہ سلطان المفسرین عبداللہ بن عباس است رضی اللہ تعالٰی عنہم دریں آیۂ کریمہ آوازِ شیطان را بغنا و مزامیر تفسیر کردہ است۔

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۱/۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۲۲

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] معالم التنزیل 〃 〃 〃 〃 〃 ۳/۴۲۱

[4] القرآن الکریم ۱۷/۶۳ تا ۶۵

وقال تعالیٰ : ولیضربن بخمرهن علیٰ جیوبھن ولا یبدین زینتھن الّا لبعولتھن او اٰبائھن[1] الاٰیة یعنی اے نبی ! زنانِ مومنات را فرمائے کہ بزنند سرانداز ہائے خود را بر گریبان ہائے خود (تا سر و مُو و سینہ وگلو ہمہ نہاں ماند) و نہ نمایند آرائشِ خود را مگر لشوہران یا محارم۔

وقال اللہ تعالیٰ فی اٰخر الکریمة "ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن ط وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون[2]" (ترجمہ) و زنان نزنند پا ہائے خویش را تا دانستہ شود آنچہ نہاں مے دارند از آرائشِ خود و ہمہ باز گردید بسوئے خدائے تعالیٰ اے مسلمانان تا بکام رسید (نجات یابید)۔

وقال تعالیٰ ، ولا تقربوا الفواحش ماظھر منھا وما بطن[3] (ترجمہ) و نزدیک مشوید کارہائے بے حیائی را ہرچہ از آنہا آشکارا است و ہرچہ نہاں است۔ ایں ہمہ آیات وغیر اینہا در تحریم ہمہ اجزائے ایں کارِ شنیع نصِ ملیع است ، و در احادیث خود کثرتے است کہ احصا نتواں کرد۔

بالجملہ زنِ اجنبیہ را ایں چنیں بے حجابانہ بمجلسِ مردان راہ دادن (یکے) ، و ہرچہ تمام تر ہر ہفت و آراستہ بودنش (دو) ، مرداں را بسوئے او بنظر تلذّذ دیدن (سہ) ، و باعضائے عورتِ او از سر و مو و مساعد و بازو و سینہ و گلو نگریستن (چہار) ، و سرود و زمزمہ اش (پنج) ، و لفظِ مزامیر بر آں آتش تیز تر نند (شش) ، و پائے کوبی آں زن خاصہ با آواز خلخال و زنگلۂ زیور (ہفت) ، و دیگر حرکات فتنہ انگیز و شہوت خیز (ہشت) ، ایں ہمہ ہا در شرعِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حرام و حرام و حرام است ، "ظلمٰت بعضھا فوق بعض[4]"

الحاصل حرمت ایں فاحشۂ شنیعہ از ضروریاتِ دینِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تا آنکہ ہر کہ او را حلال داند بالقطع والیقین کافر شود ، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

یا اللہ ! بخش دیجئے ، اس شخص کے فاسق و فاجر ہونے میں بوجہ کبائر کے مرتکب ہونے کے کیا شک باقی رہ جاتا ہے ، چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد "اے محبوب نبی ! مسلمانوں سے فرما دیجئے

---

[1] القرآن الکریم ۲۴ / ۳۱

[2] " "

[3] " ۶ / ۱۵۱

[4] " ۲۴ / ۴۰

اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنے ستر کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ بہتر اور پاکیزہ طریقہ ہے یقیناً اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر ہے اُن کاموں سے جو وہ کیا کرتے تھے"۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "لوگوں میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو باقاعدہ کھیل کود کی باتیں خریدتا ہے تاکہ لوگوں کو بربنائے جہالت راہِ خدا سے بہکادے اور اس کو یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے کو ہنسی مذاق بنادے، ان لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والی سزا ہے"۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، خواجہ حسن بصری، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، مکحول اوران کے علاوہ دوسرے ائمہ، صحابہ کرام اور تابعین عظام (اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو) اس آیت کریمہ میں بیہودگی اور کھیل کی بات سے گانا بجانا مراد لیتے ہیں اور اس کی یہی تفسیر فرماتے ہیں۔

ابوالصہباء فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت مذکورہ کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ اس سے گانا مراد ہے اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ چنانچہ اس بات اور قسم کا تین مرتبہ تکرار فرمایا، بلکہ خود حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "گویا عورتوں کو تعلیم دینا جائز نہیں اور نہ ہی ان کی خرید و فروخت جائز ہے بلکہ ان کی قیمت وصول کرنا بھی حرام ہے، اسی سلسلہ میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ لوگوں میں کوئی وہ شخص ہے جو یاوہ گوئی والی باتیں خریدتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے دُور کردے"۔ امام بغوی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ابلیس لعین کو مخاطب کرتے ہوئے حکم فرمایا کہ یہاں سے چلا جا پھر اولادِ آدم میں جو کوئی تیرے پیچھے جائے گا یقیناً دوزخ ان سب کے لئے پوری اور کامل سزا ہے پھر ان میں سے جس پر تو قابو پائے اپنی آواز سے اُسے ہلکا پھلکا کرتے ہوئے پھسلادے اور ان پر لام باندھ لا اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا، اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں، اور انھیں وعدہ دے اور شیطان انھیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے، بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

امام مجاہد جو مفسرین کے بادشاہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں (اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو) وہ اس آیت کریمہ میں مذکور شیطان کی آواز سے گانا بجانا اور اس کے آلات وغیرہ مراد لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے نبی مکرم! مسلمان عورتوں سے فرمادیجئے کہ وہ اپنے دوپٹے

اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھا کریں تاکہ سر، بال، سینہ اور گلا سب باپردہ ہوجائیں اور اپنی زیبائش کو نمایاں نہ کیا کریں بجز ان کے جو اُن کے شوہر یا دیگر محارم ہیں۔

اور اللہ تعالےٰ نے آیت کریمہ کے آخر میں ارشاد فرمایا: عورتیں اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں جس سے ان کی مخفی زینت ظاہر ہونے لگے، اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف لوٹ جاؤ تاکہ مراد پالو۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے: لوگو! بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی مت جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا مخفی۔ یہ تمام آیات اور ان کے علاوہ دوسری آیتیں اس بُرے کام کے تمام اجزاء کے حرام قرار دینے کے لئے قوی اور مضبوط نصوص ہیں۔ رہا احادیث کا معاملہ، تو وہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کو احاطۂ شمار میں نہیں لایا جاسکتا۔

(خلاصۂ کلام) اس بُرے عمل میں بہت سی خرابیاں ہیں: (۱) غیر محرم عورت کا اس طرح بے پردہ مردوں کی محفل میں جانا ہیجان خیز اور فتنے کا باعث ہے (۲) اس کا آراستہ و پیراستہ ہونا اور بن ٹھن کر نکلنا (۳) مردوں کا اسے شہوت کی نگاہ سے حصولِ لذت کے لئے دیکھنا (۴) اس کے اعضاء مثلاً سر، بال، بازو، سینہ اور گلا ان سب کی طرف دیکھنا (۵) اس کا ترنّم سے گیت گانا (۶) گانے بجانے کے آلات استعمال کرنا، یہ ان پر مزید تُند و تیز آگ ہے (۷) اس خاص عورت کا زور سے پاؤں زمین پر مارنا کہ جس سے اس کے زیورات کی جھنکار محسوس ہونے لگے (۸) ان سب کے علاوہ، دوسری فتنہ برپا کرنے والی حرکات اور شہوت خیز انداز، یہ سب کام حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شریعت میں حرام، حرام اور حرام ہیں، اور یہ ایک دوسرے پر مزید اندھیرے ہیں (ت)

خلاصہ یہ ہے کہ اس بُرے اور بے حیائی کے کام کی حرمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین میں واضح ہے، یہاں تک کہ جو کوئی اس کو حلال جانے وہ قطعی اور یقینی طور پر کافر ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۲۹۲ تا ۲۹۶)

(۲۲) اعلانِ نکاح کے لئے دف بجانے اور ہوائی فائرنگ کرنے سے متعلق عربی زبان میں ایک استفتاء کا مولانا ریاست علی خان اور مولانا شاہ سلامت اللہ علیہما الرحمہ نے عربی زبان میں جواب تحریر فرمایا اعلحضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس پر محققانہ تبصرہ فرمایا بعد ازاں اسی مسئلہ کے بارے میں وہابی مفتی کے فتوی کا ردِّ بلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

امّا زعم بعض جهلة الوهابية ولعمري ما في الوهابية الا الجهلة

انه اسراف والاسراف حرام، فجهل منهم بمعنى الاسراف واعظم منه ان اجهلهم تلا فی تحریمه آیة "ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین[1]" ولم یدر المسکین ما فی الانفاق فی غرض محمود وفی مذموم او فی عبث من بون مبین ولوکان کل انفاق شیئ فی غرض مباح بل ومحمود اسرافا مذموما اذا امکن حصوله باقل منه لکان کل توسع فی مأکل او مشرب او منکح او مرکب او ملبس او مسکن حراما وهو خلاف الاجماع والنصوص الصریحة بغیر نزاع وهذا ربنا عز وجل قائلا "قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده والطیبٰت من الرزق[2]" وهذا نبینا صلی الله تعالٰی علیه وآله وسلم قائلا "ان الله تعالٰی یحب ان یری اثر نعمته علی عبده رواه الترمذی[3]" وحسنه والحاکم وصححه عن عبدالله ابن عمرو بن العاص رضی الله تعالٰی عنهما مع قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی الحدیث الصحیح بحسب ابن اٰدم لقیمات یقمن صلبه[4] الحدیث، وجعل لمن ابی التثلیث وقد اجمعوا علی جوازه حتی الشبع وانت تری هٰؤلاء الناهین المجترئین علی الله تعالٰی بما تصف السنتهم الکذب، ان هذا حرام وهذا ممنوع یأکلون الالوان ویلبسون الرقاق ویفعلون ولواجتزأوا بعشر ما انفقوا لکفٰی، وضرب الدف ایضا لا یخلو عن نفقة اما ثمن واما اجرة ولعله قد یفوق ثمن البارود وانما السرف الصرف الی غرض لا یحمد وتعدی القصد وتجاوز الحد فانظر ان هذا من ذالک

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۷

[2] " " ۷/ ۳۲

[3] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ان الله یحب ان یری اثره الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۵
المستدرک للحاکم کتاب الاطعمہ " " " " " " " دارالفکر بیروت ۴/ ۱۳۵

[4] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی کراهیة کثرة الاکل امین کمپنی دہلی ۲/ ۶۰
سنن ابن ماجه ابواب الاطعمه باب الاقتصاد فی الاکل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۸
الترغیب والترهیب الترهیب من الامعان فی الشبع مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۱۳۶

واللہ یتولی ھداك نعم من اراد التفاخر فذلك الحرام جملة واحدة ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخورا ولا اختصاص لھذا بالدف والبندقة بل لو تلا القراٰن ونوی التفاخر لکان حراما محظورا والتالی اثما موزورا کما لا یخفی فھذا ما عندنا فی الباب وربنا سبحٰنہ اعلم بالصواب وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا والاٰل والاصحاب اٰمین!

رہا بعض جاہل وہابیوں کا یہ خیال کہ یہ اسراف ہے، مجھے اپنی بقا کی قسم وہابیوں میں سوائے جہالت کے کچھ نہیں۔ لہٰذا قولِ وہابیہ کہ یہ اسراف ہے اور اسراف حرام ہے، تو ان کا یہ قول معنی اسراف سے جہالت ہے اور اس سے بھی عظیم جہالت ان کے بڑے جاہل سے صادر ہوئی اس نے اس کام کی حرمت میں قرآن مجید کی آیۂ مبارکہ پڑھ لی "بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں"۔ اور وہ بیچارہ یہ نہ سمجھا کہ اچھی اور بری غرض اور بے فائدہ کام میں خرچ کرنے میں کتنا واضح اور کھلا فرق ہے، اگر ہر خرچ کرنا مباح کام میں بلکہ اچھی غرض میں اسراف اور مذموم ہوتا تو جب اس کا اس سے معمولی درجہ میں بھی حصول ممکن ہوتا پھر کھانے پینے نکاح کرنے، سواری، لباس اور جائے سکونت اور ان سب میں وسعت اختیار کرنا حرام ہوتا حالانکہ یہ اتفاقِ امت کے بالکل خلاف ہے اور صریح نصوص اس میں بغیر کسی نزاع کے وارد ہیں۔ غور کیجئے کہ ہمارا پروردگار عزت وعظمت کا مالک اپنے محبوب کریم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمارہا ہے: فرمادیجئے کس نے حرام کردی اللہ تعالٰی کی وہ زیب وزینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی اور وہ پاکیزہ کھانے کی چیزیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلا شبہہ اللہ تعالٰی اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اپنے کسی بندے پر آثارِ نعمت دیکھے۔ چنانچہ امام ترمذی نے اس کو روایت کرکے اس کی تحسین فرمائی، اور حاکم نے اس کو عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا اور اس کو صحیح قرار دیا۔ اس کے باوجود کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حدیث صحیح میں یہ ارشاد موجود ہے: ابنِ آدم کے لئے غذا کے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں (الحدیث)۔ یہ اس کے لئے مقرر فرمایا جس نے تین لقموں کا انکار کیا حالانکہ اس کے جواز پر ائمۂ کرام نے اتفاق کیا، تم دیکھتے ہو کہ ان روکنے والوں، اللہ تعالٰی پر جرأت کرنے والوں کو ایسی چیز سے جو ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ یہ حرام ہے اور یہ منع ہے کہ لوگ رنگا رنگ کھانے کھاتے ہیں باریک اور پتلا لباس پہنتے ہیں اور یہ اور وہ کرتے ہیں، کاش وہ لوگ اس دسویں حصے پر اکتفا کرتے جو انھوں نے خرچ کیا تو کافی تھا، اور یہ بھی خیال رہے کہ دف بجانا بھی خرچ سے خالی نہیں یا تو دف خریدنے پر خرچ آئے گا یا بجانے کی اُجرت دینی پڑے گی اور شاید یہ بارود کی قیمت سے زیادہ ہو، اور خالص اسراف یہ ہے کہ

ایسی غرض کے لئے خرچ کیا جائے جس میں کوئی حُسن وخوبی اور فائدہ نہ ہو، اور یہ میانہ روی سے متجاوز ہو، لہٰذا غور کیجئے کہ یہ کہاں اور وہ کہاں (بلکہ دونوں میں واضح فرق ہے) اور اللہ تعالٰی تیری ہدایت کا مالک ہے، ہاں اگر کسی نے آپس کے خرچ کرنے سے فخر کرنے کا ارادہ کیا تو یہ بالکل حرام ہے کیونکہ اللہ تعالٰی اِترانے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا، لہٰذا حرمت کا دف اور بندوق سے کوئی اختصاص نہیں بلکہ اگر آپس میں تفاخر سے تلاوتِ کلامِ پاک کی جائے تو یہ بھی حرام اور ممنوع ہے۔ پس اس صورت میں تلاوت کرنے والا گنہ گار اور گناہ بر داشتہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں، لہٰذا اس باب میں ہماری یہی تحقیق ہے، اور ہمارا پاک پروردگار راہِ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے، ہمارے آقا و سردار اور ان کی آل اولاد و صحابہ پر اللہ تعالٰی کی خصوصی بارانِ رحمت ہو، آمین! (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۱۶ تا ۳۱۹)

(۲۳) حدِ قذف کے بارے میں ایک طویل استفتار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں زید ضرور مرتکب قذف کا ہوا اس نے سخت گناہ کبیرہ کیا اسلامی سلطنت میں وہ اسّی کوڑوں کا سزاوار تھا۔

قال اللہ تعالٰی "فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولٰئک ھم الفاسقون[1]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تہمت لگانے والوں کو اسّی کوڑے لگاؤ پھر کبھی بھی ان کی گواہی نہ مانو اور وہی نافرمان ہیں۔ (ت)

مگر یہاں نہ اسلامی سلطنت ہے نہ حدود جاری ہو سکتے ہیں نہ غیر سلطان کو حد کا اختیار ہے اور تعزیر بالمال منسوخ ہے کما حققہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور منسوخ پر عمل جائز نہیں صرف چارۂ کار یہ ہے کہ اُسے برادری سے خارج کریں مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں جب تک توبہ نہ کرے، اگر توبہ کرے تو اللہ عزّوجل قبول فرمانے والا ہے۔ خود کریمۂ مذکورہ میں الا الذین تابوا[2] کا استثنا ہے، مگر اس کی توبہ صرف یہی نہ ہوگی کہ اللہ عزّوجل کے حضور تائب ہو بلکہ لازم ہوگا کہ عمرو سے اپنے قصور کی معافی مانگے کہ وہ نہ صرف حق اللہ بلکہ حق العبد میں بھی گرفتار ہے اور تنہائی میں توبہ بھی کافی نہ ہوگی،

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۴
[2] " ۲۴/۵

اس نے مجمع میں گناہ کیا ہے مجمع ہی میں توبہ کرے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔[1]

جب تو کوئی گناہ کرے تو چھپے گناہ کی خفیہ اور برملا گناہ کی اعلانیہ توبہ کر۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۲۴)

(۲۴) بلا ثبوت کسی کو بدکار سمجھ کر اس کے پیچھے نماز چھوڑ دینے کے بارے میں فرمایا:

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی: "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں (ت)

خاص معائنہ کے چار گواہ مرد ثقہ متقی پرہیزگار درکار ہیں بغیر اس کے جو اسے متہم بزنا کرے گا شرعًا اسّی کوڑوں کا مستحق ہوگا۔ زید کی امامت میں کوئی حرج نہیں، اور توبہ و استغفار مسلمان کو ہر حال میں چاہیے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۲۶)

(۲۵) زناکاری اور ناچ گانے کو پیشہ بنانے والوں کے بارے میں فرمایا:

ان سے میل جول نہ چاہیے،

قال تعالٰی "واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔"[3]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان کسی بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آجانے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

بلکہ اور بہت فاسقوں سے اس بارے میں ان کا حکم اشد ہے کہ ان سے ملنے میں آدمی متہم ہوتا ہے اور موضع تہمت سے بچنے کا حکم مؤکد ہے۔ حدیث میں ہے:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقع التھم۔[4]

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۰۱۸۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۰۹

[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[3] ؍؍ ۶/ ۶۸

[4] مراقی الفلاح علٰی ہامش حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۴۹

جو کوئی اللہ تعالیٰ اور دن قیامت پر یقین رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ مقاماتِ تہمت میں نہ ٹھہرے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۲۷)

(۲۶) ایک مجلس میں چند افراد کا مجمع ہو کر اکٹھے قرآن مجید پڑھنا کیسا ہے؟ اس سلسلہ میں فرمایا:

قرآن مجید پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر غور سے سُننا اور خاموش رہنا فرض ہے،

قال اللہ تعالیٰ "واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہٗ وانصتوا لعلکم ترحمون۔[1]"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اُسے کان لگا کر (بغور) سُنو اور خاموشی اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

علماء کو اختلاف ہے کہ یہ استماع و خاموشی فرض عین ہے کہ جلسہ میں جس قدر حاضر ہوں سب پر لازم ہے اُن میں جو کوئی اس کے خلاف کچھ بات کرے مرتکب حرام و گناہگار ہوگا یا فرض کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص بغور متوجہ ہو کر خاموش بیٹھا سُن رہا ہے تو باقی پر سے فرضیت ساقط، ثانی اوسع اور اوّل احوط ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۵۲)

(۲۷) سوال آیا کہ مسجد میں وعظ کس کی اجازت سے ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

وعظ میں اور ہر بات میں سب سے مقدم اجازتِ اللہ و رسول ہے جل اللہ و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جو کافی علم نہ رکھتا ہو اُسے واعظ کہنا حرام ہے اور اس کا وعظ سُننا جائز نہیں، اور اگر کوئی معاذ اللہ بدمذہب ہے تو وہ نائبِ شیطان ہے اس کی بات سُننی سخت حرام ہے، اور اگر کسی کے بیان سے فتنہ اٹھتا ہو تو اُسے بھی روکنے کا امام اور اہل مسجد سب کو حق ہے، اور اگر پورا عالم سُنّی صحیح العقیدہ وعظ فرمائے تو اُسے روکنے کا کسی کو حق نہیں بقولہ تعالیٰ:

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہٗ[2]۔

اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے گھروں میں اس کا نام لینے سے روکے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۷۸)

(۲۸) مکتب و مدرسہ میں بروز جمعہ چھٹی پر قرآن سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

جمعہ کی چھٹی ہمیشہ معمولِ علمائے اسلام ہے اور اسی قدر اس کی سند کے لئے کافی، ایسی

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۴

[2] 〃 〃 ۲/ ۱۱۴

جگہ بالخصوص آیت یا حدیث ہونا ضرور نہیں، اور آیت وحدیث سے یوں بھی نکال سکتے ہیں کہ حدیث صحیح میں جمعہ کی پہلی ساعت سے جمعہ کی طرف جانے کی ترغیب فرمائی تو صبح سے فراغ جمعہ تک تو وقت اہتمام و انتظار جمعہ میں گزرا، پڑھنے کا کیا وقت ہے، اگر کہئے مسجد میں جاکر پڑھے تو قبل جمعہ حلقہ سے ممانعت فرمائی، بعد نماز فرمایا گیا:

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔[1]

جب نماز ہوچکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

یہاں بھی تجارت وکسب حلال کا ذکر فرمایا نہ کہ تعلیم علم کا، تو معلوم ہوا کہ وہ دن چھٹی کا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۷۹)

(۲۹) کسی شخص نے کہا ہماری چارپائی دور بچھاؤ تاکہ وعظ کی آواز ہمارے کان میں نہ آئے، اس کے بارے میں فرمایا:

اگر یہ امر واقعی ہے کہ وہ واعظ سُنّی العقیدہ پورا عالم صحیح البیان تھا اور اس شخص نے بلا وجہ شرعی محض تکبّر وعناد کے سبب وہ الفاظ کہے تو ضرور گنہگار اور سخت مواخذہ کا سزاوار ہوگا۔

فما لھم عن التذکرۃ معرضین کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ۔[2]

انھیں کیا ہوا کہ وعظ سے منہ پھیرتے ہیں گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

اور اگر وہ واعظ بدمذہب تھا یا جاہل تھا یا غلط سلط بیان کرتا یا عالم کہ کسی طمع وغیرہ کے سبب اُلٹی کہتا اس وجہ سے احتراز کیا تو بجا کیا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۸۶، ۳۸۷)

(۳۰) گم شدہ چیز کا پتا چلانے کے لئے یٰسٓ شریف سے نام نکالنا یا کوئی طریقہ اپنانا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

یہ طریقے نامحمود ومضر ہیں اور ان سے جس کا نام نکلے اسے چور سمجھ لینا حرام۔

قال اللہ تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۱۰

[2] 〃 ۷۴/ ۴۹ تا ۵۱

[3] 〃 ۴۹/ ۱۲

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[1]

گمان سے بچو کیونکہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے ۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۹۶)

(۳۱) آیت کریمہ " من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منہا ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منہا وکان اللہ علی کل شیٔ مقیتا " کا مطلب اور شفاعت حسنہ وسیئہ سے کیا مراد ہے ؟ اس کے متعلق فرمایا :

نیک بات میں کسی کی سفارش کرنا مثلاً سفارش کرکے مظلوم کو اُس کا حق دلادینا یا کسی مسلمان کو ایذا سے بچالینا یا کسی محتاج کی مدد کرادینا شفاعت حسنہ ہے ایسی شفاعت کرنے والا اجر پائیگا اگرچہ اس کی شفاعت کارگر نہ ہو ۔ اور بُری بات کے لئے سفارش کرنا مثلاً سفارش کرکے کوئی گناہ کرا دینا شفاعت سیئہ ہے ۔ اس کے فاعل پر اس کا وبال ہے اگرچہ نہ مانی جائے ۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۳ ص ۴۰۷)

(۳۲) فونوگراف میں قرآن مجید بھرنے، سُننے اور اس سے مزامیر کی آوازیں سُننے کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے رسالہ " الکشف شافیا حکم فونوجرافیا " میں فرمایا :

مقدمۂ ثانیہ علمائے کرام نے وجود شئے کے چار مرتبے لئے ہیں :

(۱) وجود فی الاعیان جس طرح زید کہ خارج میں موجود ہے ۔

(۲) وجود فی الاذہان کہ صورتِ زید جو اس کے لئے مرآت ملاحظہ ہے ذہن میں حاضر ہے ۔

(۳) وجود فی العبارۃ کہ زبان سے نامِ زید لیا گیا ،

فان الاسم عبارۃ عن المسمی وفی مسند احمد وسنن ابن ماجۃ وصحاح الحاکم وابن حبان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ عزوجل " انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ[2] "

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن والتجسس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۶

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۴۰
صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ لاتحرک بہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۲
الترغیب والترہیب کتاب الذکر والدعاء مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۹۳ و ۳۹۴

کیونکہ نام اپنے مسمّٰی سے عبارت ہے (اور اُسی کو ظاہر کرتا ہے) چنانچہ مسند امام احمد، سنن ابن ماجہ، صحیح حاکم اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے حوالے سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے پروردگار عزّوجل سے ذکر فرمایا (کہ وہ ارشاد فرماتا ہے کہ) میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہُوں جب میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔ (ت)

(۴) وجود فی الکتابۃ کہ نام زید لکھا گیا،

قال اللہ تعالٰی "یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰىة والانجیل"[1]

(اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا) اس نبی کو اہل کتاب اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

ظاہر ہے کہ عامہ اعیان میں یہ دو نحو اخیر بلکہ نحو ثانی بھی شَے کے خود اپنے وجود نہیں کہ حصول اشیاء باشباحہا ہے نہ کہ بانفسہا۔

اقول وھذا ھو عندی حقیقۃ انکار ائمتنا المتکلمین الوجود الذھنی ای ان الشیئ لیس فی الذھن بل شبیھہ وحملہ الامام الرازی علی انکار کونہ علما ثم ذھب بہ المتاخرون الی ما ذھبوا والافانکار قیام معان بالاذھان مما لایعقل عن عاقل فضلا عن اولٰئک اساطین العلم والعرفان۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہی میرے نزدیک حقیقت ہے۔ اور ہمارے ائمہ اہل کلام کا وجود ذہنی کا انکار کرنا باین معنٰی ہے کہ خود شَے ذہن میں نہیں ہوتی بلکہ اس کی شبیہ اور مثال ہوتی ہے۔ اور امام فخرالدین رازی نے اس بات کو اس پر حمل کیا کہ اس سے علم شَے کے ہونے کا انکار مراد ہے۔ پھر ائمہ متاخرین اس مسئلہ میں گئے ہیں کہ جس طرف رہ گئے ہیں ورنہ اذہان کے ساتھ قیام معانی کا انکار کرنا کسی صاحبِ عقل سے غیر معقول ہے (جو تابع فہم نہیں) چہ جائیکہ اُن علم وعرفان کے ستونوں سے (اس بات کا انکار ہو)۔ (ت)

مگر ہمارے ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے عقیدہ حقہ صادقہ میں یہ چاروں نحو قرآن عظیم کے حقیقی مواطن وجود و تحقیقی مجالی شہود ہیں وہی قرآن کہ صفتِ قدیمہ حضرت عزّت عزّہ وجلالہ اور اس کی

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

ذات پاک سے ازلاً ابداً قائم و مستحیل الانفکاک ولاھو ولاغیرہ لاخالق ولامخلوق (جو ازلی ابدی طور پر (اللہ تعالٰی کی ذات کے ساتھ) قائم ہے پس اس کا جُدا ہونا محال ہے، نہ عین ذات ہے، اور نہ وہ اس کا غیر ہے، نہ وُہ خالق ہے اور نہ مخلوق ہے) ہے یقیناً وہی ہماری زبانوں سے متلو، ہمارے کانوں سے مسموع، ہمارے اوراق میں مکتوب، ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔ نہ یہ کہ کوئی اور جُدا شَے قرآن پر دال ہے، نہیں نہیں، یہ سب اسی کی تجلّیاں ہیں، ان میں حقیقۃً وہی متجلّی ہے بغیر اس کے کہ وہ ذاتِ الٰہی سے جُدا ہوا یا کسی حادث سے ملا یا اس میں حلول کیا، یا کسوتوں کے حدوث سے اس کے دامن قدم پر کوئی داغ آیا، یا ان کے تکثّر سے اس کی طرف تعدد نے راستہ پایا ؎

دمبدم گر لباس گشت بدل　　　شخص صاحب لباس را چہ خلل

(اگر ساعت بہ ساعت لباس بدل گیا تو صاحبِ لباس کا اس میں کیا نقصان ہے۔ ت)

؎ مہرے ست دراز تاب خفاش　　　ایمان باید ترا نہ کنگاش

(چمگادڑ طویل کھلی والی کا مہر ہے، تجھے ایمان ہونا چاہیے نہ کہ صلاح و مشورہ۔ ت)

ابوجہل نے جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو شتر نوجوان کی شکل میں دیکھا کہ مُنہ کھولے ہُوئے اس پر حملہ کیا، کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ جبرئیل نہ تھے کوئی اور چیز جبرئیل پر دلالت کرنے والی تھی؟ حاشا یقیناً جبرئیل ہی تھے اگرچہ یہ بھی یقیناً معلوم ہے کہ جبرئیل کی صورت جمیلہ ہرگز صورت جمیلہ نہیں لہ ستمائۃ جناح قد سد الافق (اس کے یعنی جبرئیل علیہ السلام کے چھ سو پَر ہیں جو آسمان کے کناروں پر روک بن گیا۔ ت) اس راز کو اہلِ حقائق ہی خوب سمجھتے ہیں ہم پر تسلیم و اذعان واجب ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون[1]

جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خاموش ہوکر اُسے کان لگا کر سُنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ[2]

تو اُسے پناہ دو (یعنی آنے والے کو) تاکہ وُہ اللہ تعالٰی کا کلام سُنے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۴
[2] ؍؍ ۹/ ۶

فاقرءوا ماتیسر من القرآن[1]

پڑھو جس قدر قرآن مجید آسان ہو (یعنی آسانی سے پڑھ سکو)۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر[2]

یقیناً ہم نے نصیحت کے لئے قرآن مجید آسان کر دیا، بھلا ہے کوئی نصیحت ماننے والا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

بل ھو اٰیت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم[3]

بلکہ وہ روشن اور واضح آیتیں ہیں اُن لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں جنھیں علم سے نوازا گیا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

وانہ لفی زبر الاوّلین[4]

بیشک وہ پہلے لوگوں کے صحیفوں میں موجود ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

فی صحف مکرمۃ ۝ مرفوعۃ مطھرۃ۔[5]

وہ باعزّت، بلند اور پاک صحیفوں میں مرقوم ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

بل ھو قرآن مجید ۝ فی لوح محفوظ۔[6]

بلکہ شرف و بزرگی والا قرآن کریم لوحِ محفوظ (محفوظ تختی) میں (لکھا ہوا) ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

انہ لقرآن کریم ۝ فی کتاب مکنون ۝ لا یمسہ الا المطھرون ۝[7]

بیشک یہ باعزت قرآن مجید ایک پوشیدہ کتاب میں درج ہے، اس کو سوائے پاکیزہ افراد کے

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰
[2] القرآن الکریم ۵۴/ ۱۷
[3] " ۲۹/ ۴۹
[4] " ۲۶/ ۱۹۶
[5] " ۸۰/ ۱۳، ۱۴
[6] " ۸۵/ ۲۱ و ۲۲
[7] " ۵۶/ ۷۷ تا ۷۹

اور کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

نزل بہ الروح الامین ○ علیٰ قلبك لتكون من المنذرین ○ بلسان عربی مبین ○[1]

——— الیٰ غیر ذٰلك من الاٰیات۔

اسے روح الامین (حضرت جبریل علیہ السلام) نے واضح عربی زبان میں تمہارے قلبِ اطہر پر اتارا تاکہ تم ڈر سنانے والے حضرات میں سے ہوجاؤ ——— یہاں تک کہ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار اس نوع کی آیات ہیں۔ (ت)

دیکھو اسی کو مقروء، اسی کو مسموع، اسی کو محفوظ، اسی کو مکتوب قرار دیا۔ اُسی کو قرآن اور اپنا کلام فرمایا۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

القراٰن کلام اللہ فی المصاحف مکتوب وفی القلوب محفوظ وعلی الالسنۃ مقرو وعلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منزل ولفظنا بالقراٰن مخلوق وکتابتنا لہ مخلوق وکلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوق۔[2]

قرآن مجید اللہ کا کلام صحیفوں میں لکھا ہے اور دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں پر پڑھا گیا ہے اور حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر اُتارا گیا ہے، اور ہمارا قرآن مجید کو بولنا اور اسی طرح اس کو لکھنا اور پڑھنا مخلوق ہے لیکن بایں ہمہ اللہ کا کلام مخلوق نہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۹ھ۴ تا ۴۴۲)

(۳۳) رسالہ مذکورہ میں فونوگراف کی ساخت اور حقیقت پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

وجہ دوم: یہ صورت تو وہ تھی کہ اُن کا گلاسوں پلیٹوں کا پلید ونجس ہونا معلوم یا مظنون نہ ہو فان الظن فی الفقہیات ملتحق بالیقین لاسیما مثل امر الاحتیاط فی الدین (کیونکہ فقہی مسائل میں گمان، یقین کے ساتھ ملحق ہے خصوصاً اس نوع کے دینی احتیاط کے معاملہ میں۔ ت) بلکہ اگر حالتِ شبہہ ہو جب بھی حکمِ احتراز ہے کہ محرمات میں شبہہ ملتحق بیقین ہے کما نص علیہ فی الھدایۃ وغیرھا (جیساکہ ہدایہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) اب وہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ / ۱۹۳ تا ۱۹۵

[2] فقہ اکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۴

صورت فرض کیجئے کہ پلیٹ وغیرہ کی طہارت یقینی ہو اس کے اجزاء اور بنانے کا طریقہ معلوم ہو جس میں کہیں نجاست کا خلط نہیں تو اس میں ایک کھلی سخت شدید نجاست معنوی رکھی ہوئی ہے وہ یہ کہ اس کا عام بجانا، سُننا، سنانا سب کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے، قرآن عظیم اس لئے نہیں اُترا، اُسی عزت والے عزیز عظیم سے پُوچھو کہ وہ کھیل کے طور پر اپنے سننے والوں کی نسبت کیا فرماتا ہے:

اقترب للناس حسابهم وهم فی غفلة معرضون ۝ ما یاتیهم من ذکر من ربهم محدث الا استمعوه وهم یلعبون ۝ لاهیة قلوبهم[1]

لوگوں کے لئے ان کا حساب نزدیک آیا اور وہ غفلت میں رُوگرداں پڑے ہیں، نہیں آتا اُن کے پاس اُن کے رب سے کوئی نیا ذکر مگر اُسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں دل کھیل میں پڑے ہوئے۔

اور فرماتا ہے:

افمن هٰذا الحدیث تعجبون ۝ وتضحکون ولا تبکون ۝ وانتم سامدون ۝[2]

تو کیا اس کلام کو اچنبھا بناتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

اور فرماتا ہے:

وذر الذین اتخذوا دینهم لعبا ولهوا وغرتهم الحیٰوة الدنیا وذکر به ان تبسل نفس بما کسبت لیس لها من دون الله ولی ولا شفیع وان تعدل کل عدل لا یؤخذ منها اولٰئك الذین ابسلوا بما کسبوا لهم شراب من حمیم وعذاب الیم بما کانوا یکفرون ۝[3]

چھوڑ دے اُن کو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اور دُنیا کی زندگی نے انھیں فریب دیا اور اس قرآن سے لوگوں کو نصیحت دے کہیں پکڑی نہ جائے کوئی جان اپنے کئے پر کہ خدا سے جُدا نہ اُس کا کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی، اور اگر اپنے چھڑانے کو سارے بدلے دے کچھ نہ لیا جائے یہ ہیں وہ لوگ کہ اپنے کئے پر گرفتار ہوئے، اُنھیں پینا ہے کھولتا پانی اور دُکھ کی مار بدلہ ان کے کفر کا۔

اور فرماتا ہے:

ونادٰی اصحٰب النار اصحٰب الجنة ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم الله

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱ تا ۳
[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۵۹ تا ۶۱
[3] " " ۶/ ۷۰

قالوا انّ اللہ حرّمھما علی الکٰفرین ٥ الذین اتخذوا دینھم لھوا ولعبا وغرتھم الحیٰوۃ الدنیا فالیوم ننسٰھم کما نسوا لقاء یومھم ھذا وما کانوا باٰیٰتنا یجحدون[1]۔

دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے فیض سے تھوڑا پانی دو یا وہ رزق جو خدا نے تمھیں دیا، وہ کہیں گے بیشک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اور انھیں دُنیا کی زندگی نے فریب دیا تو آج ہم اُن کو بُھلا دیں گے جیسا وُہ بھُولے اُس دن کا ملنا اور جیسا جیسا ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

واقعی کفّار نے یہ بڑا داؤ مسلمانوں سے کھیلا کہ اُن کے دین کی جڑ اُن کے ایمان کی اصل قرآن عظیم کو خود اُن کے ہاتھوں کھیل تماشا بنوادیا، یہ ان لوگوں کے فونو سے قرآن سُننے سُنانے کا خاص جزئیہ ہے کہ قرآن عظیم نے اس کی ایجاد سے تیرہ سو برس پہلے ظاہر فرمادیا، اس سے بڑھ کر اور سخت بلا کیا ہوگی، اس سے بدتر اور گندی نجاست کیا ہوگی! والعیاذ باللہ ربّ العالمین۔

وجہ سوم: زید اس مجمع لہو ولغو میں ہے تماشے کے طور پر قرآن مجید سُنایا جارہا ہے اس کا دعوٰی ہے کہ میں تذکر و تفکر ہی کے طور پر سُن رہا ہوں مجھے لہو مقصود نہیں، اگر یہ صحیح ہو جب بھی وہ گناہ و جرم سے بری نہیں، ایسے مجمع میں شریک ہونا ہی کب جائز تھا اگرچہ تیری نیّت نیّتِ خیر ہو۔ کیا قرآن عظیم نے نہ فرمایا:

واذا رأیت الذین یخوضون فی اٰیٰتنا فاعرض عنھم حتّٰی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ واِمّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]۔

اور جب تُو انھیں دیکھے جو ہماری آیتوں کو مشغلہ بنارہے ہیں تو اُن سے مُنہ پھیر لے یہاں تک کہ وہ کسی اور بات کے شغل میں پڑیں، اور جو کہیں تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس سے فوراً اُٹھ کھڑا ہو۔

یہ کیا اسی کی یاد دہانی میں دوسری جگہ اس سے بھی صاف تر و سخت تر نہ فرمایا:

وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتّٰی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ انکم اذا مثلھم ان اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۵۰

[2] ؍؍ ۶/ ۶۸

جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جہنم جمیعا[1]

بیشک اللہ تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں پر گرویدگی نہیں کی جاتی اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو تم ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات کے شغل میں نہ پڑیں اور وہاں بیٹھے تو تم بھی اُنھیں جیسے ہو بیشک اللہ تعالٰی منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

آیتوں کو کھیل بنانے والے کافر ہوئے، اُس وقت اُن کے پاس بیٹھنے والے منافق ٹھہرے، یہاں پاس بیٹھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہنم میں بھی اکٹھے رہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ معالم التنزیل میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا:

دخل فی ھٰذہ الاٰیۃ کل محدث فی الدین وکل مبتدع الٰی یوم القیٰمۃ۔[2]

اس آیت میں قیامت تک کا ہر مبتدع ہر بدمذہب داخل ہے۔

وجہ چہارم: صلحاء نے خاص اپنا جلسہ کیا جس میں سب نیت صالح والے ہیں اور تفکر و تذکر ہی کے طور اس میں سے قرآن مجید سُنا خاص اُس سے سننے کی یہ ضرورت تھی کہ اس میں کسی اعلٰی قاری کی نہایت دردناک و دلکش قراءت بھری ہے اس میں سے قراءت سنانے والا بھی انھیں میں کا ہے کہ اس نے اس کا بنانا یا چلانا سیکھ لیا ہے۔

اقول (میں کہتا ہُوں۔ ت) اب یہاں دو نظریں ہیں:

نظر اولٰی و نظر دقیق۔

نظر اولٰی صاف حکم کرے گی کہ اب اس میں کیا حرج ہے، جب پلیٹیں طاہر و پاک فرض کرلی گئیں تو حرج صرف نیتِ لہو کا رہا، اس سے یہ لوگ منزّہ ہیں اور بھرنے والوں کی نیت فاسدہ کا ان پر کیا اثر۔

قال اللہ تبارک وتعالٰی "ولا تزر وازرۃ وزر اُخرٰی[3]"

اللہ تبارک وتعالٰی نے ارشاد فرمایا: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اُٹھائے گی (ت) اور کوئی فی نفسہٖ جائز کام کفار سے سیکھنے میں حرج نہیں اگرچہ انھیں کی ایجاد ہو جیسے گھڑی، تار، ریل

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۴/ ۱۴۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۹۲

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

وغیرہا، اور فونو بذاتِ خود معازف و مزامیر سے نہیں کہ اس کے لئے کوئی خاص آواز ہی نہیں جس کے واسطے اُسے وضع کیا ہو اس سے قصد کی جاتی ہو وہ تو ایک آلۂ مطلقہ ہے جس کی نسبت ہر گونہ آواز کی طرف ایسی ہے جیسی اوزانِ عروضیہ کی کلام کی طرف، بلکہ حروفِ ہجا کی معنیٰ کی طرف، حروفِ ہجا من حیث ہی حروف الہجا علوم رسمیہ میں کسی خاص معنی کے لئے موضوع نہیں بلکہ وہ آلۂ تادیہ معانی مختلفہ ہیں جیسے معنی چاہیں اُن سے ادا کر سکتے ہیں اچھے ہوں خواہ بُرے، یہاں تک کہ ایمان سے کفر تک سب انھیں حروف سے ادا ہوتا ہے ایسے آلۂ مطلقہ کو من حیث ہی کذا حسن یا قبیح کسی کے ساتھ موصوف نہیں کر سکتے بلکہ وہ مدح و ذم و ثواب و عقاب میں اس چیز کا تابع ہوتا ہے جو اس سے ادا کی جائے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۵۴ تا ۵۵۸)

(۳۴) ایک خیال باطل کا دفعیہ کرتے ہُوئے فرمایا:

اقول (میں کہتا ہُوں۔ ت) اور یہ خیال کہ ایک ہمارے چھوڑے سے کیا ہوتا ہے ہم نہ لیں گے تو اور ہزاروں لینے والے ہیں مقبول نہیں، ہر ایک کا یہی خیال کرے تو کوئی بھی نہ چھوڑے تو حکمِ شرع معطل رہ جائے، چھوٹے گا یُونہی کہ ہر ایک اپنے ہی استعمال کو اس کا ذریعۂ اصطناع سمجھے، جب سب چھوڑ دیں گے آپ ہی بنانا معدوم ہو جائے گا، اور اگر نہ چھوڑیں تو ہر ایک کو اپنی قبر میں سونا اپنے کئے کا حساب دینا ہے اوروں سے کیا کام، ایسی ہی جگہ کے لئے ارشاد ہوا ہے:

یایہا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم[1]

اے ایمان والو! تم اپنی جان کی اصلاح کرلو تمھیں اوروں کی گمراہی سے نقصان نہیں جبکہ تم خود راہ پر ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۴۶۴)

(۳۵) جمہور کے نزدیک سیاہ خضاب ممنوع ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا:

عقود الدریہ میں ہے:

العمل بما علیہ الاکثر[2]

اس پر عمل کرنا ہے جس پر اکثر ہیں۔ (ت)

قولِ جمہور پر حدیث صحیح صحاح ستّہ:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ مسائل وفوائد شتّٰی من الحظر والاباحۃ الخ حاجی عبد الغفار ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۵۶
ردالمحتار فصل فی البئر ۱/ ۱۵۱ و کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع ۵/ ۲۴۷ داراحیاء التراث العربی بیروت

لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمایا کہ اللہ تعالٰی ان عورتوں پر لعنت کرے جو "خال" گودنے والی اور خال گُدوانے والی ہیں، چہرہ کے بال نوچنے اور نُچوانے والی ہیں، اور خوبصورتی کے پیشِ نظر دانتوں کے درمیان کشادگی بنانے والی ہیں، اللہ تعالٰی کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی ہیں۔ (ت)

شاہد عدل ہے عورت زیادہ اس کی محتاج ہے کہ شوہر کی نگاہ میں آراستہ ہو، جب اسے یہ امور تغیر خلق اللہ کے سبب حرام وموجبِ لعنت ہُوئے تو مرد پر بدرجۂ اولٰی۔

وقد قال تعالٰی لاتبدیل لخلق اللہ[2] وقال تعالٰی عن عدوہ ابلیس ولاٰمرنھم فلیغیرن خلق اللہ[3]

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اللہ تعالٰی کی تخلیق (پیدائش) میں کوئی تبدیلی نہیں۔ نیز اللہ تعالٰی نے اپنے دشمن شیطان لعین سے حکایتاً فرمایا (کہ اس نے کہا) ضرور انھیں حکم دوں گا کہ وُہ اللہ تعالٰی کی تخلیق میں تبدیلی کریں گے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۴۹۳)

(۳۶) شادی کے موقع پر دُولہا یا اس کا والد دُلھن کے استاذ کو کچھ پیسے دے تو اس کو لینا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

اگر بخوشی دیئے لینا جائز ہے اور مجبوری سے دیئے تو حرام۔

قال اللہ تعالٰی "یاایھا الذین اٰمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[4]" واللہ تعالٰی اعلم۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) آپس میں اپنے مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمھاری رضامندی

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الموصولۃ و باب المستوشمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۹ - ۸۸۰
صحیح مسلم " باب تحریم فعل الواصلۃ " " " ۲/ ۲۰۵
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۳۴
جامع الترمذی باب ماجاء فی الواصلۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱
سنن ابی داؤد باب صلۃ الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۸
سنن النسائی کتاب الزینۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۹۲

[2] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۰ [3] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۹ [4] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

سے تجارت اور کاروبار ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳۷) ہندوؤں کے سُودی معاملہ کی وثیقہ نویسی کرنے والے کے بارے میں استفتار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ[۱]

جو اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ پہنچے اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔

اے اپنے رب سے ڈرنے والے بندے! بیشک سُود لینا اور دینا اور اس کا کاغذ لکھنا اور اس پر گواہی کرنا دینا سب کا ایک حکم ہے اور سب پر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٰکل الربا ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[۲]

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے سُود کھانے والے، کھلانے والے، اسے دیکھنے والے، اسے لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا: یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔(ت)

فوراً اس کا چھوڑ دینا اور اس سے توبہ کرنا فرض ہے، اور بشارت ہو کہ یہ نیک پاکیزہ خیال کہ اللہ عزوجل کے خوف سے پیدا ہوا بحکم آیت مذکورہ وجہ حلال سے رزق طیب ملنے اور اللہ عزوجل کی رضا کی خوشخبری دیتا ہے اور بیشک جو اللہ تعالےٰ پر توکل کرتا ہے اللہ اسے بس ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۵۵۶، ۵۵۷)

(۳۸) وظائف و اعمال کے اثر کرنے کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(۲) صبر و تحمل، دن گزریں تو گھبرائیں نہیں کہ اتنے دن پڑھتے گزرے ابھی کچھ اثر نہ ہوا یوں اجابت بند کر دی جاتی ہے بلکہ لپٹا رہے اور لَو لگائے رہے کہ اب اللہ و رسول اپنا فضل کرتے ہیں۔

---

[۱] القرآن الکریم ۶۵/ ۲ و ۳

[۲] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولو انھم رضوا ما اٰتاھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون[1]

کیا خوب ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول کے دینے پر راضی ہوجاتے اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب ہمیں عطا فرماتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے ، بے شک ہم اللہ کی طرف لَو لگائے ہیں۔

حدیث میں ہے :

یستجاب لاحدکم مالم یعجل فیقول قد دعوت فلم یستجب لی[2]

تمھاری دُعائیں قبول ہوتی ہیں جب تک جلدی نہ کرو کہ میں نے دُعا کی اور اب تک قبول نہ ہوئی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۵۸)

(۳۹) مجلس میلاد کے لئے چندہ دے کر واپس لے لیا کہ ہم مسجد کی مرمت میں صَرف کریں گے۔ اس میں ایک روپیہ زائد بھی آگیا۔ پھر اس کو کھا پی گئے۔ اب کیا حکم ہے ؟ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا :

جو وعدہ مسجد میں صَرف کرنے کا کیا تھا اگر اس پر قائم تھے اور بوجہ حاجت اس وقت صَرف کرلیا اور دل میں یہ نیت تھی کہ اس کے عوض مسجد میں اتنا لگا دیں گے تو اللہ عزوجل سے وعدہ خلافی بھی نہ ہوئی، اور اگر یہ نیت نہ تھی تو خلاف وعدہ کا وبال ہوا، اور معاذ اللہ اس کی نحوست شدید ہے۔

قال اللہ تعالٰی " فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون[3]"

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) پھر اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں میں نفاق جما دیا اُس دن تک کہ اس سے وہ ملیں گے اس لئے کہ اُنھوں نے اپنے کئے ہوئے وعدہ کی اللہ تعالٰی سے خلاف ورزی کی اور اس لئے کہ وُہ جھُوٹ کہا کرتے تھے (ت)

مگر وُہ ایک روپیہ زائد جو اُن کو دیا گیا اس کا کھا لینا ہر طرح انھیں حرام تھا بہر حال وہ مرتکب غصب و حرام

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۵۹

[2] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب انہ یستجاب للداعی مالم یعجل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۵۲

[3] القرآن الکریم ۹/ ۷۷

ہُوئے اُن پر توبہ فرض ہے اور اس ایک روپیہ کا تاوان دینا لازم ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۶۰)

(۴۰) وظیفہ مقرر ہونے کے باوجود لوگوں سے کچھ لینے والے قاضیوں کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر بجبر میگیرند ظالم و غاصب اند، قال اللہ تعالٰی "ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[1] و قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ و مالہ و عرضہ[2] و اگر بسوال و تضرع میگیرند نیز حرام ست قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی[3] در ہندیہ وغیرہا ست ماجمع السائل بالتکدی فھو خبیث[4] بر سلطانِ اسلام و ولاۃ و حکام و محتسبان و لاۃ مقام فرض است کہ آنہا را ازیں کردار باز دارند قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان[5] قال اللہ تعالٰی "لولا ینھٰھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون"[6] نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

اگر وہ لوگوں سے زبردستی لیتے ہیں تو اس صورت میں ظالم اور غاصب ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگو! ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون، مال اور آبرو۔ اور اگر عاجزانہ طور پر گڑگڑا کر سوال کرتے اور لیتے ہیں تو پھر بھی حرام ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقہ وخیرات کسی مالدار اور طاقتور اور تندرست آدمی کے لئے حلال نہیں۔ چنانچہ فتاوٰی ہندیہ وغیرہ میں ہے: کاوش اور چھینا جھپٹی سے جو کچھ سائل نے جمع کیا ہے وہ خبیث (ناپاک) مال ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

[2] صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم ظلم المسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۷

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عبد اللہ بن عمرو دار الفکر بیروت ۲/ ۱۹۲

سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب من یعطی من الصدقۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۱

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

[5] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۴۹

[6] القرآن الکریم ۵/ ۶۳

لہٰذا شاہِ اسلام، مقرر کردہ والی، حکّام اور احتساب کرنے والے، بلند عہدہ رکھنے والے، اُن پر فرض ہے کہ ایسے ذلیل سائلوں کو اس کارروائی سے روک دیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی تم میں سے کوئی بُرائی دیکھے تو اسے زورِ بازو سے بدل دے (یعنی اسے بند کر دے) اگر یہ طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے اصلاح کرے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر اُسے دل سے بُرا سمجھے لیکن یہ سب سے ضعیف تر ایمان ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے اللہ والے اور پادری انھیں کیوں نہیں روکتے بلاشبہہ بہت بُری کارروائی ہے جو وہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۶۴، ۵۶۵)

(۴۱) محکمہ آبکاری میں ملازمت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

شراب کا بنانا، بنوانا، چھُونا، اٹھانا، رکھنا، رکھوانا، بیچنا، بکوانا، مول لینا، دلوانا سب حرام حرام ہے۔ اور جس نوکری میں یہ کام یا شراب کی نگاہداشت اس کے داموں کا حساب کتاب کرنا ہو سب شرعاً ناجائز ہیں۔ قال اللہ تعالےٰ:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

(لوگو!) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۶۵، ۵۶۶)

(۴۲) شرع میں تخویف واقعی معتبر ہے نہ کہ محض دھمکی۔ چنانچہ فرمایا:

ایک تخویف واقع ہوتی ہے معلوم ہے کہ ایسا نہ ہوا تو معاذ اللہ ضبطی جائداد وغیرہ ناقابل مضرتوں کا سامنا ہے اور ایک نری دھمکی، ثانی کا اعتبار نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ انما ذٰلکم الشیطان یخوف اولیاءہ فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مؤمنین[2]۔

(اللہ تعالےٰ نے فرمایا) یہ شیطان ہے کہ تمھیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو اُن سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

اور اوّل ضرور معتبر ہے اور "الا من اکرہ"[3] کی حد میں داخل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۶۹، ۵۷۰)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۵ [3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

(۴۳) قرضِ حسنہ دے کر واپسی کا مطالبہ کرنے کے بارے میں فرمایا:
قرضِ حسنہ دے کر مانگنے کی ممانعت نہیں، ہاں مانگنے میں بیجا سختی نہ ہو،

وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الٰی میسرۃ۔[1]

اگر مقروض تنگدست (اور نادار) ہو تو اُسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے۔ (ت)

اور اگر مدیون نادار ہے جب تو اسے مہلت دینا فرض ہے یہاں تک کہ اس کا ہاتھ پہنچے، اور جو دے سکتا ہے اور بلا وجہ لیت ولعل کرے وہ ظالم ہے اور اس پر تشنیع و ملامت جائز۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطل الغنی ظلم،[2] ولیّ الواجد یحل مالہ و عرضہ۔[3]

حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مالدار کا (ادائیگی قرض میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور پانے والے کا کترانا اور پہلو بچانا اس کے مال اور عزت کو مباح کر دیتا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۸۵، ۵۸۶)

(۴۴) حاجی نے حج کے لئے رقم ایک کمپنی کو جمع کرائی، کمپنی نے بنک میں جمع کرا کے اس پر سُود لیا اس پر حاجی گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:
حاجی نہ اپنی خوشی سے جمع کرتا ہے نہ اس کی یہ نیت ہے کہ کمپنی سُود لے، اگر لے گی تو اس کا وبال اس پر ہے حاجی پر الزام نہیں،

لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[4] ○ وتحلل فعل فاعل مختار یقطع النسبۃ کما فی الھدایۃ وغیرھا۔

کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔ فاعل مختار کا فعل درمیان میں آڑے آگیا جو نسبت کو قطع کر دیتا ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۹۹)

(۴۵) منطق و فلسفہ و دیگر علوم عقلیہ حاصل کرنے کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرمایا:
خامسًا اس کا ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم دیکھ لے بعض طبائع خواہی نخواہی زیغ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۰
[2] و [3] صحیح البخاری کتاب الاستقراض باب مطل الغنی ظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۳
[4] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

کی طرف جاتے ہیں حق بات اُن کے دلوں پر کم اثر کرتی اور جھوٹی جلد پڑ جاتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی "وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا ۰ وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: اگر درستی اور ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس پر نہیں چلتے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھ لیں تو اس پر چلنے لگتے ہیں۔ (ت)

بالجملہ گمراہ ضال یا مستعد ضلال کو اس کی تعلیم حرام قطعی ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۳۵)

(۴۶) دینی معلم واستاذ کے حقوق و تعظیم کے بارے میں تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

اُسی میں تاتارخانیہ سے ہے:

یقدم حق معلمہ علٰی حق ابویہ وسائر المسلمین، ویتواضع لمن علمہ خیرا ولو حرفا ولا ینبغی ان یخذلہ ولا یستأثر علیہ احدا فان فعل ذٰلک فقد فصم عروۃ من عری الاسلام ومن اجلالہ ان لا یقرع بابہ بل ینتظر خروجہ[2] اھ۔

یعنی استاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے، اپنے استاد پر کسی کو ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام سے رشتوں سے ایک رسّی کھول دی، اور استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے اھ۔

قال اللہ تعالٰی "ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم"[3]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یقیناً جو لوگ آپ کے حجروں کے باہر سے پکارتے اور آوازیں

---

[1] القرآن الکریم ۷/۱۴۶

[2] فتاوٰی عالمگیری کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۷۸

[3] القرآن الکریم ۴۹/۴ و ۵

دیتے ہیں ان میں زیادہ تر بے عقل اور نا سمجھ ہیں، اگر وہ آپ کے باہر تشریف لانے (کا انتظار کرتے ہوئے) صبر کرتے تو یہ اُن کے حق میں بہت بہتر ہوتا۔ اور اللہ تعالٰی بخشنے والا بے حد مہربان ہے(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۳۸)

(۴۷) حفظِ قرآن کو بیکار و بے ثمر سمجھنے کے وسوسے میں مبتلا شخص کے بارے میں فرمایا:

انجام اس وسوسۂ ابلیس وفساد باطنی کا یہ ہے کہ وہ قرآن مجید بھول جائے اور ان وعیدوں کا مستحق ہو جو اس باب میں وارد ہوئیں۔ اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ[1] الآیۃ۔

جو میرے ذکر یعنی قرآن سے منہ پھیرے گا سو اس کے لئے تنگ عیش ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ کہے گا اے میرے رب! تُو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا اور میں تو تھا انکھیارا، اللہ تعالٰی فرمائے گا یونہی آئی تھیں تیرے پاس ہماری آیتیں سو تُو نے انھیں بُھلا دیا اور ایسے ہی آج تو بُھلا دیا جائے گا کہ کوئی تیری خبر نہ لے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۴۶)

(۴۸) علومِ دینیہ کی تکمیل کے بعد اقلیدس وحساب وغیرہ دیگر علوم وفنون سیکھنا مباح ہے۔ چنانچہ فرمایا:

غرض یہ علوم ضروریہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسہ، طبعیات، فلسفہ یا دیگر خرافات وفلسفہ پڑھنے پڑھانے میں مشغولی بلاشبہہ متعلم ومدرس دونوں کے لئے حرام ہے اور ان ضروریات سے فراغ کے بعد پُورا علم دین فقہ، حدیث، تفسیر، عربی زبان اس کی صرف، نحو، معانی، بیان، لُغت، ادب وغیرہا آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین[2]۔

پھر ایسا نہ ہوا کہ ان کے گروہ میں سے ایک جماعت نکلتی تاکہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے (ت)

یہی علوم علمِ دین ہیں اور انھیں کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب، اور ان کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کارِ ثواب نہیں، ہاں جو شخص ضروریاتِ دین مذکورہ سے فراغت پا کر اقلیدس، حساب،

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/۱۲۴

[2] ؍؍ ۹/۱۲۲

مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے ورنہ ؎

مبادا دل آں فرومایہ شاد   از بہر دنیا دہد دیں بباد

(اللہ کرے اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جس نے دنیا کے لئے دین برباد کیا۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۴۸)

(۴۹) دوسروں کو حقیر اور خود کو بڑا سمجھنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

رہا اپنے آپ کو بہتر سمجھنا یہ تکبر ہے اس کے لئے یہی آیت کافی ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین[1]

کیا نہیں ہے دوزخ میں ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا، یعنی ضرور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۵۰)

(۵۰) جو عالم و حافظ اپنے بچوں کو دینی علم سے محروم رکھ کر انگریزی تعلیم دلائے اور اپنی لڑکیوں کے عقد غیر متشرع سے کرے قیامت میں اس سے باز پرس ہوگی یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

ضرور باز پرس کا محل ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا[2]

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آتشِ دوزخ سے بچاؤ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ[3]

تم میں سے ہر ایک چرواہا (نگہبان) ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت (زیر دست) کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۵۱)

(۵۱) قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے محذوفات و مطالب وغیرہ کو خطوط ہلالی یعنی بریکٹ میں لکھنا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۳۹ / ۶۰

[2] 〃 〃 ۶۶ / ۶

[3] کنز العمال حدیث ۱۴۷۰۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶ / ۳۰

الحمدُ للہ قرآن عظیم بحفظ الٰہی عزوجل ابدالآباد تک محفوظ ہے تحریفِ محرفین و انتحالِ منتحلین کو اس کے سراپردۂ عزت کے گرد بار ممکن نہیں لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ[1] (باطل اس کے آگے اور پیچھے سے نہیں آسکتا۔ ت) حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے قرآن اتارا اور اس کا حفظ اپنے ذمۂ قدرت پر رکھا،

اِنّا نحن نزّلنا الذکر و انّا لہ لحٰفظون[2]۔

ہم ہی نے قرآن پاک کو اُتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (ت)

توریت و انجیل کچھ تو ملعون احباروں نے اپنے اغراضِ ملعونہ سے روپے لے کر اپنے مذہب ناپاک کے تعصب سے قصدًا بدلیں اور کچھ ایسے ہی ترجمہ کرنے والوں نے اس غلط و خبط کی بنیادیں ڈالیں مرورِ زماں کے بعد وہ اصل زیادت مل ملا کر سب ایک ہوگئیں، کلامِ الٰہی و کلامِ بشر مختلط ہو کر تمیز نہ رہی۔ الحمدُللہ نفسِ قرآن میں اگرچہ یہ امر محال ہے تمام جہان اگر اکٹھا ہو کر اُس کا ایک نقطہ کم و بیش کرنا چاہے ہرگز قدرت نہ پائے مگر ترجمہ سے مقصود اُن عوام کو معانیِ قرآن سمجھانا ہے جو فہمِ عربی سے عاجز ہیں خطوط ہلالی نقول و در نقول خصوصًا مطابع میں ضرور مخلوط و نامضبوط ہو کر نتیجہ یہ ہوگا کہ دیکھنے والے عوام اصل ارشادِ قرآن کو اس مترجم کی زیادت سمجھیں گے اور مترجم کی زیادات کو رب العزۃ کا ارشاد یہ باعثِ ضلال ہوگا اور جو امر منجر بہ ضلال ہو اس کی اجازت نہیں ہوسکتی اسی لئے علماء مترجمین نے ترجمہ کا یہی دستور رکھا کہ بین السطور میں صرف ترجمہ اور جو فائدہ زائدہ ایضاحِ مطلب کے لئے ہو وہ حاشیہ پر لکھا انھیں کی چال چلنی چاہئے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۷۸، ۶۷۹)

(۵۲) وہابیوں کے پاس اپنے بچّوں کو پڑھانا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

حرام حرام حرام، اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال و مبتلائے آثام۔ قال اللہ تعالٰی:

یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا[3] واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ واللہ سبحانہ و تعالٰے اعلم۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۸۲)

(۵۳) براہِ سخن پروری عبارت کتب میں اپنی طرف سے چند الفاظ داخل کر کے علماء کرام اور اپنے اساتذہ کو دھوکا دینا کیسا ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۲
[2] القرآن الکریم ۱۵/ ۹
[3] ؍؍ ؍؍ ۶۶/ ۶

سخن پروری یعنی دانستہ باطل پر اصرار و مکابرہ ایک کبیرہ ۔ کلماتِ علماء میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے الحاق کرکے ان پر افترا ۔ دوسرا کبیرہ ۔ علماءِ کرام اور خود اپنے اساتذہ کو دھوکا دینا خصوصًا امرِ دین میں تیسرا کبیرہ ۔ یہ سب خصلتیں یہود لعنہم اللہ تعالٰی کی ہیں ۔

قال اللہ تعالٰی "ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون ○"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : (لوگو !) حق کے ساتھ باطل نہ ملاؤ اور نہ حق کو چھپانے والے بنو جبکہ تم (حق کو خوب) جانتے ہو ۔ (ت)

وقال تعالٰی "فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون ○"[2]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : خرابی اور بربادی ہے ان لوگوں کے لئے بوجہ ان کے ہاتھوں کی لکھائی کے ، اور خرابی ہے ان کے لئے بوجہ ان کی کمائی کے جو وہ کما رہے ہیں ۔ (ت)

وقال تعالٰی یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون[3]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : وہ لوگ اللہ کے کلام کو سمجھنے اور جاننے کے باوجود بدل ڈالتے ہیں ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۸۲ ، ۶۸۳)

(۵۴) عالم بے عمل اور جاہل باعمل میں سے کون افضل ہے ؟ اس کے جواب میں فرمایا :

جاہل ، عالم کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا جبکہ وہ عالم عالمِ دین ہو ۔

قال اللہ تعالٰی "قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون"[4]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے علم والے اور بے علم ۔

جاہل بوجہ جہل اپنی عبادت میں سَو گناہ کر لیتا ہے اور مصیبت یہ کہ انھیں گناہ بھی نہیں جانتا اور عالمِ دین اپنے گناہ میں وہ حصہ خوف و ندامت کا رکھتا ہے کہ اُسے جلد نجات بخشتا ہے ۔ ولہذا حدیث میں ارشاد ہوا کہ عالم کا ہاتھ ربّ العزّت کے دستِ قدرت میں ہے اگر وہ لغزش بھی کرے تو اللہ تعالٰی جب چاہے اُسے اُٹھا لے گا ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۸۶ ، ۶۸۷)

(۵۵) ایک شخص نے کہا کہ درمختار کو حدیث کے سامنے نہیں مانتا تو اس کا کیا جواب ہوا ؟ اس کے بارے میں فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۲/۴۲
[2] القرآن الکریم ۲/۷۹
[3] 〃 ۲/۷۵
[4] 〃 ۳۹/۹

اس کا جواب وہی مناسب ہے جو قرآن عظیم نے تعلیم کیا ہے کہ :

سلامٌ علیکم لا نبتغی الجٰھلین [1]

تم پر (الوداعی) سلام ہو، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۹۰)

(۵۶) لڑکیوں کو لکھائی سکھانے کے بارے میں فرمایا :

عورتوں لڑکیوں کو لکھنا سکھانا منع ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا تعلموھن الکتابۃ۔ [2]

عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ۔

اس میں فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے۔ اور اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

والفتنۃ اشدّ من القتل [3]

فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۹۱، ۶۹۲)

(۵۷) منکرِ قیامت اور لواطت کے قائل زانی شخص کے پاس اولاد کو تعلیم دلوانے کے بارے میں فرمایا :

جو شخص قیامت کا منکر اور دین کا معاذ اللہ تنزل چاہنے والا ہے وہ کسی طرح مسلمان نہیں ہو سکتا، اور مرتد کی صحبت آگ ہے نہ کہ اس کے زیرِ تربیت ہو،

قال اللہ تعالٰی "و امّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین [4]"

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اگر تمھیں کبھی شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

اور جب وہ دین کا تنزّل چاہنے والا ہے تو تعلیمِ دین کی ترقّی اس سے کیونکر متوقع ہے، اس مدرسہ کے پاس نہ جانا چاہیے اور چھوڑ دیا جائے کہ اُسی کے خیال والے اس میں پڑھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۵

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن نصر دار الفکر بیروت ۲/ ۵۷۵

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱

[4] " ۶/ ۶۸

کتبِ فقہائے کرام کا منکر گمراہ بددین ہے اور حلِ لواطت کا قائل کافر، ایسے شخص کے پاس بیٹھنا حرام ہے نہ کہ اس سے پڑھنا۔

قال اللہ تعالٰی "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ظالموں کی طرف مت جُھکو ورنہ تمہیں (دوزخ کی) آگ پہنچے گی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۹۴)

(۵۸) علمِ نجوم وجفر وطلسم وغیرہ کے بارے میں ایک طویل استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جفر بیشک نہایت نفیس جائز فن ہے، حضرات اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم کا علم ہے، امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے اپنے خواص پر اس کا اظہار فرمایا اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے معرضِ کتابت میں لائے، کتاب مستطاب جفر جامع تصنیف فرمائی۔ علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

امام جعفر صادق نے جفر جامع میں ما کان وما یکون تحریر فرمادیا۔[2]

سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے الدر المکنون والجوهر المصئون میں اس علم شریف کا سلسلہ سیدنا آدم وسیدنا شیث وغیرہما انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قائم کیا اور اس کے طُرق واوضاع اور ان میں بہت غیوب کی خبریں دیں۔[3]

عارف باللہ سیدی امام عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے ایک رسالہ اس کے جواز میں لکھا اس کا انکار نہ کرے گا مگر ناواقف یا گمراہ متعسف۔ نجوم کے دو ٹکڑے ہیں، علم وفن تاثیر۔ اول کی طرف تو قرآن عظیم میں ارشاد ہے:

الشمس والقمر بحسبان[4] والشمس تجری لمستقر لها ذٰلك تقدیر العزیز العلیم ۝ والقمر قدرنٰه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم ۝ لا الشمس ینبغی لها ان تدرك القمر ولا الیل سابق النهار وکل فی فلك یسبحون[5] وجعلنا الیل

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

[2] شرح المواقف المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۶/۲۲

[3] الدر المکنون والجوهر المصئون

[4] القرآن الکریم ۵۵/۵ [5] القرآن الکریم ۳۶/۳۸ تا ۴۰

والنہار اٰیتین فمحونا اٰیۃ الّیل وجعلنا اٰیۃ النہار مبصرۃ لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب وکل شیءٍ فصّلنٰہ تفصیلا [1] ○ والسمآء ذات البروج [2] ○ تبارک الذی جعل فی السماء بروجا [3] ○ فلا اقسم بالخنس ○ الجوار الکنس [4] ○ ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحٰنک فقنا عذاب النار [5] ○ الم تر الیٰ ربک کیف مدّ الظل ولوشاء لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ○ ثم قبضنٰہ الینا قبضا یسیرا [6] ○ الیٰ غیر ذٰلک من اٰیات کثیرۃ۔

سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں، یہ سورج ہے جو اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے، یہ اس (اللہ تعالےٰ) کا اندازہ مقرر کیا ہُوا ہے جو زبردست اور سب کچھ اچھی طرح جاننے والا ہے، ہم نے چاند کے لئے مختلف منازل کا ایک اندازہ کرلیا ہے یہاں تک کہ وہ آخر کار کھجور کی پرانی (اور بوسیدہ) ٹہنی کی طرح ہوجاتا ہے، اور نہ سُورج کی یہ طاقت ہے کہ وہ پیچھے سے چاند کو آپکڑے، اور نہ رات میں یہ قوت ہے کہ وہ دن سے آگے نکل جائے۔ یہ سب کے سب اپنے مرکز (مدار) میں تیر رہے ہیں۔ ہم نے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں بنایا لیکن ہم نے رات کی نشانی مٹادی (یعنی اسے مدھم کردیا) اور دن کی نشانی کو روشن کردیا تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو (یعنی دن کو رزقِ حلال کی تلاش کرو) تاکہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب کو جان سکو، اور ہم نے ہر چیز کو خُوب اچھی طرح تفصیل سے بیان کردیا۔ برجوں والے آسمان کی قسم بڑا بابرکت ہے (اللہ تعالیٰ) جس نے آسمان میں بُرج رکھے۔ پھر میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے تاروں کی۔ اور وہ (خدا کے مقبول بندے) آسمان وزمین کی پیدائش (بناوٹ) میں گہرا غور و فکر کرتے ہیں۔ (پھر عرض کرتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تُونے یہ سب کچھ بیکار اور بے فائدہ نہیں بنایا، لہٰذا تمام عیوب ونقائص سے تیری ذات پاک ہے لہذا ہمیں آتشِ دوزخ کے عذاب سے بچا اور محفوظ فرمادے۔ کیا آپ نے اپنے پروردگار کے (بے شمار نشانات قدرت میں سے اِس نشانی کو) نہیں دیکھا کہ کس طرح سایہ کو پھیلادیتا ہے، اور اگر وُہ چاہتا تو ٹھہرا ہُوا بنادیتا۔ پھر ہم نے اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۲
[2] القرآن الکریم ۸۵/ ۱
[3] " ۲۵/ ۶۱
[4] " ۸۱/ ۱۵، ۱۶
[5] " ۳/ ۱۹۱
[6] " ۲۵/ ۴۵، ۴۶

وجود پر سورج کو دلیل ٹھہرادیا، پھر ہم آہستہ آہستہ اُسے (سایہ کو) اپنی طرف سمیٹتے رہتے ہیں۔ پس آیاتِ مذکورہ کے علاوہ اور بھی بہت سی آیاتِ قرآنیہ ہیں (جو علمِ نجوم کی طرف راہنمائی کرتی ہیں)۔ (ت)

اور اس کا فن تاثیر باطل ہے تدبیرِ عالم سے کواکب کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا نہ اُن کے لئے کوئی تاثیر ہے، غایت درجہ حرکات فلکیہ مثل حرکات نبض علامات ہیں کما قال اللہ تعالٰی:

وعلٰمٰت ط وبالنجم ھم یھتدون[1]

اور کچھ نشانیاں ہیں اور وہ لوگ ستاروں سے راہ پاتے ہیں۔ (ت)

نبض کا اختلاف اعتدال سے طبیعت کے انحراف پر دلیل ہوتا ہے مگر وُہ انحراف اس کے اثر نہیں بلکہ یہ اختلاف اس کے سبب سے ہے اس علامت ہی کی وجہ سے کبھی اس کی طرف اکابر نے نظر فرمائی ہے،

فنظر نظرۃ فی النجوم ○ فقال انّی سقیم[2]۔

پھر ایک نگاہ ستاروں پر ڈالی تو ارشاد فرمایا میں تو بلاشُبہہ بیمار ہُوں۔ (ت)

زمانۂ قحط میں امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حکم دیا کہ باران کے لئے دعا کرو اور منزل قمر کا لحاظ کرلو۔ امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے منقول ہے:

لا تسافروا والقمر فی العقرب[3]۔

سفر نہ کرو جبکہ چاند برج عقرب میں ہو (ت)

اگرچہ علماء نے اس کی یہ تاویل فرمائی ہے کہ عقرب ایک منزل تھی اور قمر ایک راہزن کا نام تھا کہ اس منزل میں تھا۔ علمِ تکسیر علمِ جفر سے جُدا دوسرا فن ہے اگرچہ جفر میں تکسیر کا کام پڑتا ہے یہ بھی اکابر سے منقول ہے۔ امام حجۃ الاسلام غزالی وامام فخر الدین رازی وشیخ اکبر محی الدین ابن عربی وشیخ ابو العباس بونی وشاہ محمد غوث گوالیاری وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی اس فن کے مصنف ومجتہد گزرے ہیں اس میں مشرف قمر وغیرہ ساعات کا لحاظ اگر اسی علامت کے طور پر ہو جس کی طرف ارشاد فاروقی نے اشارہ فرمایا تو لاباس بہ ہے اور پابندی اوہام منجمین کے طور پر ہو تو ناجائز۔

ان ھی الّا اسماء سمّیتموھا انتم وابآؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان[4] ان الحکم الّا للہ امر الّا تعبدوا الّا ایّاہ ذٰلک الدین القیم ولٰکن اکثر

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۶ [2] القرآن الکریم ۳۷/ ۸۸ و ۸۹
[3] کشف الخفاء تحت الحدیث ۳۰۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۲۰
[4] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۳

الناس لایعلمون[1]

وہ تو نہیں مگر کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں ورنہ اللہ تعالٰی نے ان کی کوئی سند (دلیل) نہیں اتاری۔ حکم اللہ تعالٰی کے سوا کسی کا نہیں، پس اس نے یہ حکم فرمایا کہ اس کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو یہی ٹھیک دین ہے، لیکن زیادہ تر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں مانتے۔ (ت)

طلسم و نیرنجات سراسر ناجائز ہیں، نیرنج تو شعبدہ ہے اور شعبدہ حرام کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ درمختار وغیرہ بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ ت) اور طلسم تصاویر سے خالی نہیں اور تصویر حرام۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۹۷ تا ۷۰۰)

(۵۹) اگر کوئی صاحبِ علم اپنے استاد مربّی کا انکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

استاذ کا انکار کفرانِ نعمت ہے اور کفرانِ نعمت موجبِ سزا و عقوبت، وھل نجزی الّا الکفور[2] (ہم بدلہ یعنی سزا نہیں دیتے سوائے اس کے جو ناشکرا ہے۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۰۷، ۷۰۸)

(۶۰) نذیر احمد بی، اے کا ترجمۂ قرآن کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

نذیر احمد کا یہ ترجمہ صحیح ہے نہ ایمان، وہ شخص منکرِ خدا تھا، جیسے اس نے اور کتابیں نصرانیت و نیچریت آمیز لکھیں جن سے مال کمانا مقصود تھا ویسے ہی یہ ترجمہ بھی کر دیا گیا اس سے بھی داموں ہی کی غرض تھی، ورنہ جو شخص اللہ ہی کو نہ مانتا ہو وہ قرآن کے ترجمہ کو کیا جانے گا۔ اس کا ترجمہ ہرگز نہ پڑھا جائے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۰۸)

(۶۱) جھوٹا مسئلہ بیان کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت شدید کبیرہ ہے اگر قصداً ہے تو شریعت پر افتراء ہے اور شریعت پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[3]

وہ جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰
[2] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۷
[3] 〃 ۱۰/ ۶۹ و ۱۶/ ۱۱۶

اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتوٰی دے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[1]

جو بغیر علم کے فتوٰی دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۱۱، ۷۱۲)

(۶۲) جاہل مفتی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

اور اگر فتوٰی سے اگرچہ صحیح ہو وجہ اللہ مقصود نہیں بلکہ اپنا کوئی دنیاوی نفع منظور ہے تو یہ دوسرا سببِ لعنت ہے کہ آیات اللہ کے عوض ثمن قلیل حاصل کرنے پر فرمایا گیا:

اولٰئك لا خلاق لھم فی الاٰخرۃ ولا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم یوم القیٰمۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم[2]

ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ ان سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظرِ رحمت کرے اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۱۶)

(۶۳) ضیافت میں علماء و سادات کے لئے امتیازی اہتمام کرنا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

بلاشبہہ جائز ہے، علماء سادات کو رب العزت عزّ وجل نے اعزاز و امتیاز بخشا تو ان کا عام مسلمانوں سے زیادہ اکرام امرِ شرع کا امتثال اور صاحبِ حق کو اس کے حق کا ایفا ہے۔

قال اللہ تعالٰی "قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[3]"

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) تُو فرما کیا برابر ہو جائیں گے عالم اور جاہل۔

جب اللہ جل وعلا ہی نے علماء و جُہلا کو برابر نہ رکھا تو مسلمانوں پر بھی اُن کا امتیاز لازم، اسی باب سے ہے علمائے دین کو مجالس میں صدرِ مقام و مسندِ اکرام پر جگہ دینا کہ سلفاً و خلفاً شائع و ذائع اور شرعاً و عرفاً مندوب و مطلوب۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۱۸)

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۹۳
[2] القرآن الکریم ۳/ ۷۷
[3] ؍؍ ۳۹/ ۹

(۶۴) زید جاہل ہونے کے باوجود امامت میں سبقت کرتا ہے، وعظ کہتا ہے اور خود اپنے آپ کو مولوی صاحب لکھتا اور کہلواتا ہے۔ اس کے بارے میں ایک استفتار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یُوں ہی اپنے آپ کو بے ضرورتِ شرعی مولوی صاحب لکھنا بھی گناہ و مخالفِ حکمِ قرآنِ عظیم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ھواعلم بکم اذ انشاکم من الارض و اذ انتم اجنّۃ فی بطون امھتکم فلا تزکّوا انفسکم ھواعلم بمن اتقی[1]"

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اللہ تعالیٰ تمھیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمھیں زمین سے اٹھان دی اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں چھپے تھے تو اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ کہو خدا خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہے۔

اور فرماتا ہے:

الم ترالی الذین یزکّون انفسھم بل اللہ یزکّی من یشاء[2]

کیا تُو نے نہ دیکھا اُن لوگوں کو جو آپ اپنی جان کو سُتھرا بتاتے ہیں بلکہ خدا سُتھرا کرتا ہے جسے چاہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال انا عالم فھو جاھل۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط[3] عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند حسن۔

جو اپنے آپ کو عالم کہے وُہ جاہل ہے (امام طبرانی نے الاوسط میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

ہاں اگر کوئی شخص حقیقت میں عالمِ دین ہو اور لوگ اُس کے فضل سے ناواقف ہوں اور یہ اس سچی نیّت سے کہ وہ آگاہ ہو کر فیض لیں ہدایت پائیں اپنا عالم ہونا ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں، جیسے سیّدنا یوسف علیٰ نبیّنا الکریم وعلیہ الصّلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا تھا: انّی حفیظٌ علیم[4] (بیشک میں حفاظت

---

[1] القرآن الکریم ۵۳ / ۳۲

[2] " " ۴ / ۴۹

[3] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۶۸۴۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۷ / ۴۳۳

[4] القرآن الکریم ۱۲ / ۵۵

کرنے والا اور جاننے والا ہوں ۔ ت) پھر یہ بھی سچّے عالموں کے لئے ہے ۔

زید جاہل کا اپنے آپ کو مولوی صاحب کہنا دونا گناہ ہے کہ اس کے ساتھ جھوٹ اور جھوٹی تعریف کا پسند کرنا بھی شامل ہوا ۔

قال اللہ عزوجل "لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا و یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنّھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم[1] "

(اللہ عزوجل نے فرمایا) ہرگز نہ جانیو تو انھیں جو اِتراتے ہیں اپنے کام پر اور پسند رکھتے ہیں اسے کہ تعریف کئے جائیں اس بات سے جو انھوں نے نہ کی تو ہرگز نہ سمجھنا انھیں عذاب سے پناہ کی جگہ میں ، اور اُن کے لئے دُکھ کی مار ہے ۔

معالم شریف میں عکرمہ تابعی شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول :

یفرحون باضلالھم الناس وبنسبۃ الناس ایّاھم الی العلم ولیسوا باھل العلم[2]

خوش ہوتے ہیں لوگوں کو بہکانے پر اور اس پر کہ لوگ انھیں مولوی کہیں حالانکہ مولوی نہیں ۔

جاہل کی وعظ گوئی بھی گناہ ہے ۔ وعظ میں قرآن مجید کی تفسیر ہوگی یا نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث یا شریعت کا مسئلہ اور جاہل کو ان میں کسی چیز کا بیان جائز نہیں ، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار ۔ رواہ الترمذی[3] ۔

جو بے علم قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے (اس کو امام ترمذی نے روایت کیا ۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۲۶ ، ۷۲۷)

(۶۵) مسائلِ شرع کا مذاق اڑانے اور داڑھی منڈوں کو داڑھی والوں سے بہتر کہنے والے پیر کے بارے میں فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۳ / ۱۸۸

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳ / ۱۸۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱ / ۳۰۳

[3] جامع الترمذی ابواب تفسیر القرآن امین کمپنی دہلی ۲ / ۱۱۹

اگر عیاذاً باللہ استخفاف وتحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے، یُونہی مسائلِ شرعیہ کے ساتھ استہزاء صراحۃً کفر ہے،

قال اللہ تعالٰی "قل اباللہ و اٰیٰتہ و رسولہ کنتم تستھزءون ۝ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے میرے محبوب رسول! ان لوگوں سے فرما دیجئے کیا تم اللہ تعالٰی اس کی آیات اور اس کے رسول سے استہزاء اور مذاق کرتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ کیونکہ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔ (ت)

یُونہی وہ کلمۂ ملعونہ کہ داڑھی مُنڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں الخ صاف سُنّتِ متواترہ کی توہین اور کلمۂ کُفر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۳۶)

(۶۶) بطریقِ روافض واقعاتِ کربلا بیان کرنے اور بدمذہبوں کی دلجوئی کے لئے ذکرِ صحابہ کرام سے منع کرنے والے شخص کے بارے میں سوال کا جواب جو دلیل یہ دیتا ہے کہ اگر تم ان صحابہ کی تعریف کرو گے تو بدمذہب دل میں ان کو بُرا کہیں گے۔ چنانچہ اس شخص کے بارے میں فرمایا:

وہ شخص جو اس عذر بادو باطل سے اس فرض کو منع کرتا ہے یا سخت سفیہ جاہل ہے یا درپردہ اُن کفار و اشقیا کا ممد و معاون۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ شق ثانی ہو تو اس سے مطلقاً قطع تعلق کریں۔ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[2]

ان سے دُور بھاگو اُن کو اپنے سے دُور کرو کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

اور شق اول ہو تو اُسے سمجھائیں کہ پرائی خباثت کے سبب ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم[3]

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵، ۶۶
[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰
[3] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

اے ایمان والو! اپنی جانوں کی فکر کرو، جو بھٹک گیا وہ تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ (ت)

تو علماء فرماتے ہیں کہ:

لاتترك سنة لاقترانها مع بدعة من غيره۔

کسی ایسی سنّت کو نہ چھوڑا جائے جو کسی دوسرے کی بدعت کے ساتھ مخلوط ہو (ت)

نہ کہ ایسے مہمل خیال پر اس درجہ اہم فرض کو چھوڑنا اور پھر نتیجہ یہ کہ اُن کی خباثتیں فاش و آشکار ہوں اور ادھر سے جواب نہ ہو اور عوام ان کے شکار ہوں آج وہ دل میں بُرا کہتے ہیں کل سیکڑوں کو علانیہ بُرا کہنے والا بنالیں، ایسی اوندھی مت کا کیا ٹھکانا ہے، یُوں تو اذان بھی حرام ہو جائے گی کہ دُور سے سُن کر بھی اعداء دین کے کلیجے شق ہوتے ہیں اور خفیہ جو منہ پر آتا ہے بکتے ہیں، اگر یہ جاہل سمجھ جائے فبہا ورنہ معلوم ہوگا کہ جاہل نہیں معاند ہے اس سے بھی قطع تعلق لازم ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1]۔

اگر شیطان تمھیں کسی بُھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۴۲)

(۶۷) تواجد کے بارے میں فرمایا:

تواجد یعنی باختیارِ خود وجد کی سی حالت بنانا، یہ اگر لوگوں کے دکھاوے کو ہو تو حرام ہے اور ریا اور شرکِ خفی ہے، اور اگر لوگوں کی طرف نظر اصلاً نہ ہو بلکہ اہل اللہ سے تشبّہ اور بہ تکلّف اُن کی حالت بنانا کہ امام حجۃ الاسلام وغیرہ اکابر نے فرمایا ہے کہ اچھی نیت سے حالت بناتے بناتے حقیقت مل جاتی ہے اور تکلیف دفع ہو کر تواجد سے وجد ہو جاتا ہے تو یہ ضرور محمود ہے مگر اس کے لئے خلوت مناسب ہے مجمع میں ہونا اور ریا سے بچنا بہت دشوار ہے، پھر بھی دیکھنے والوں کو بدگمانی حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2]۔

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۴۵)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] ″ ″ ۴۹/ ۱۲

(۶۸) مجلس کانفرنس جس کا ممبر ہر مذہب کا ہو سکتا ہے، میں شرکت کے بارے میں جناب سید احمد صاحب علیہ الرحمہ کے سوال کا جواب لکھتے ہوئے فرمایا :

یہ مجلس نیچریوں کی ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ "واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]۝"

وقال اللہ تعالیٰ "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]۝"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اگر تمھیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔" اور نیز اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: "(لوگو!) ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی۔" (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۴۷)

(۶۹) ذکرِ ولادت اقدس کے وقت محفلِ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں قیام کرنے کے بارے میں فرمایا :

مجلسِ میلاد مبارک میں وقتِ ذکرِ ولادتِ مقدس قیام جس طرح حرمین شریفین و جمیع بلادِ دارالاسلام میں دائر و معمول ہے مستحب و مستحسن ہے۔

قال اللہ عزّ وجل "وتعزروہ وتوقروہ[3]"

اللہ عزوجل نے فرمایا: ان کی یعنی حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عزّت و توقیر کرو۔ (ت)

وقال اللہ تعالیٰ "ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[4]"

اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا: جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کا تقوٰی (پرہیزگاری) ہے۔ (ت)

علامہ سید جعفر برزنجی مدنی عقد الجوہر میں فرماتے ہیں :

وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ائمۃ ذو روایۃ ورویۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ[5]

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸ [2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳
[3] " " ۴۸/ ۹ [4] " " ۲۲/ ۳۲
[5] عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر ترجمہ وحاشیہ نور بخش توکلی جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵، ۲۶

بیشک حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر ائمہ صاحبِ روایۃ اور صاحبِ مشاہدہ نے قیام کو مستحسن قرار دیا ہے۔ لہذا اس خوش نصیب کے لئے خوشخبری ہو کہ جس کی نگاہ میں آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم بجالانا اس کا غایۃ مقصد اور قرار نگاہ کا محل ہو۔ (ت)

(۷۰) خاص ایام میں میلاد شریف کی محافل منعقد کرنا خصوصًا ربیع الاول شریف میں اور مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

ذکر سید المحبوبین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نورِ ایمان وسرورِ جان ہے، ان کا ذکر بعینہٖ ذکرِ رحمٰن ہے۔ قال تعالٰے:

ورفعنا لك ذكرك[1]

اے حبیب! ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کردیا ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے:

اس آیۂ کریمہ کے نزول کے بعد سیدنا جبرئیل امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم حاضرِ بارگاہِ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہوئے اور عرض کی حضور کا رب فرماتا ہے:

اتدری کیف رفعت لك ذكرك۔

کیا تم جانتے ہو میں نے کیسے بلند کیا تمہارے لئے تمہارا ذکر۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی: اللہ اعلم (اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

ارشاد ہوا:

جعلتك ذكرا من ذكرى فمن ذكرك فقد ذكرنی[2]

اے محبوب! میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا کہ جس نے تمہارا ذکر کیا بیشک اس نے میرا ذکر کیا۔

اور ماہِ ربیع الاول شریف اس کے لئے زیادہ مناسب، جیسے دورِ قرآن وختمِ قرآن کے لئے ماہِ رمضان کہ اُسی مہینے میں اُترا۔

شهر رمضان الذی انزل فیه القراٰن[3]

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/۴

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول الفصل الاول دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۰و۲۱

[3] القرآن الکریم ۲/۱۸۵

ماہِ رمضان شریف وہ بابرکت مہینہ ہے کہ جس میں قرآن مجید اتارا گیا۔ (ت)
یہاں اس عالم میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رونق افروز ہونا ماہِ ربیع الاول میں ہوا، ولہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز جان افروز دوشنبہ کو روزۂ شکر کے لئے خاص فرماتے اور اس کی وجہ یوں ارشاد فرماتے کہ فیہ ولدت و فیہ انزل علیّ[1] اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر کتاب اُتری۔ یہ تخصیصات بوجہ مناسبات ہیں تو اُن پر طعن جہل ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۲، ۵۳)

(۷۱) مزید فرمایا:
امام قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مواہب اللدنیہ شریف میں تصریح فرمائی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح شریف الحانِ خوش کے ساتھ سُننا محبتِ حضور کو ترقی دیتا ہے[2] اور ولادتِ اقدس پر اظہارِ فرحت وسرور خود نصِ قرآن سے مامور۔ قال اللہ تعالیٰ:
قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلك فلیفرحوا۔[3]
تم فرماؤ کہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ملنے پر چاہئے کہ لوگ اس پر فرحت وسرور کریں۔ (ت)
انسان العیون میں ہے، بعض صالحین خواب میں زیارت جمال اقدس سے مشرف ہوئے عرض کی، یارسول اللہ! یہ جو لوگ ولادتِ حضور کی خوشی کرتے ہیں، فرمایا:
من فرح بنا فرحنا بہ۔[4]
جو ہماری خوشی کرتا ہے ہم اس سے خوش ہوتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۴)

(۷۲) ایک گنہگار شخص نے انتہائی محبّت سے محفل میلاد منعقد کرکے ذکرِ محبوب سُننا اختیار کیا ہے اور کچھ لوگ اُسے اچھا نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا:
اگر یہ بیان واقعی ہے کہ اچھے لوگ اسے اچھا سمجھتے ہیں تو بدباطنوں کے بُرا سمجھنے سے بُرا نہیں ہوسکتا، نہ لوگوں کی بدگمانی سے کوئی اثر ہو سوا اس کے کہ بدگمانی کرنے والے خود ہی گنہگار ہوں۔ قال اللہ تعالیٰ:

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی قتادۃ الانصاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۹۷ و ۲۹۹
[2] المواہب اللدنیہ المقصد السابع محبتہ ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم 〃 〃 〃 ۳/ ۳۱۱ و ۳۱۲
[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸
[4] سبل الہدیٰ والرشاد الباب الثالث عشر فی اقوال العلماء فی عمل المولد الشریف دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۶۳

يايّها الذين اٰمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن انّ بعض الظن اثم[1]

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہیں (ت)

جھوٹی تہمت رکھنے والا سخت گنہگار و مستحقِ عذاب ہے اور اس بنا پر اس کے یہاں مجلس مبارک پڑھنے سے لوگوں کو روکنا مناع للخیر ہونا ہے، ظاہر سوال کا جواب تو یہ ہے اور واقع کا علم اللہ عزوجل کو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۵۵)

(۷۳) شہادتِ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی پیشگوئی موجود ہے یا نہیں؛ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

قرآن مجید میں تمام ما کان و ما یکون کا بیان ہے،

قال اللہ تعالٰی نزلنا عليك الكتٰب تبيانا لكل شئ[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ہم نے آپ پر ایک عظیم کتاب نازل فرمائی جو ہر چیز کا واضح بیان ہے۔ (ت)

اور حدیثوں میں شہادتِ شریفہ کا صاف ذکر ہے، امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی صواعق محرقہ وغیرہا میں اُن کی تفصیل ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۵۵)

(۷۴) محفلِ میلاد میں ذکرِ ولادت باسعادت کے موقع پر قیام کرنے کے بارے میں فرمایا:

اللہ تعالٰی نے اپنی نعمتوں کا بیان و اظہار اور اپنے فضل و رحمت کے ساتھ مطلقاً خوشی منانے کا حکم دیا ہے، قال اللہ تعالٰی:

واما بنعمة ربك فحدث[3]

اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ (ت)

وقال تعالٰی:

قل بفضل اللہ وبرحمته فبذٰلك فليفرحوا[4]

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] ” ۱۶/ ۸۹

[3] ” ۹۳/ ۱۱

[4] ” ۱۰/ ۵۸

(اے محبوب! آپ) فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (کے ملنے) پر چاہیے کہ (لوگ) خوشی کریں۔ (ت)

ولادتِ حضور صاحبِ لولاک تمام نعمتوں کی اصل ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا۔[1]

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

وما ارسلنٰک الّا رحمۃ للعٰلمین۔[2]

(اے محبوب!) اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت دونوں جہان کے لئے۔ (ت)

تو آپ کی خوبیوں کے بیان و اظہار کا نص قطعی سے ہمیں حکم ہُوا اور کارِ خیر میں جس قدر مسلمان کثرت سے شامل ہوں اسی قدر زائد خوبی اور رحمت کا باعث ہے۔ اسی مجمع میں ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر کرنے کا نام مجلس و محفلِ میلاد ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۹، ۶۰)

(۵۷) میلاد منانے کے بارے میں وہابیہ کے نظریات اور اسے بدعت سیئہ کہنے کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

ان عبارات سے ثابت ہُوا کہ وہابیہ کا بدعت کو صرف بدعت سیئہ میں منحصر ماننا اور اس کی کیفیت کی طرف نظر کرنا محض ادعا اور باطل ہے، بلکہ بعض بدعت بدعت حسنہ ہے اور بعض بدعت واجبہ ہے جس کلیہ کے تحت داخل ہو ویسا ہی حکم ہوگا، اور یہ شروع میں تحریر ہوچکا ہے کہ ذکرِ ولادت شریف واما بنعمۃ ربّک فحدّث[3] (اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ ت) کے تحت میں ہے تو قطعاً مندوب و مشروع ہوا۔ علامہ ابن حجر نے فتح المبین میں لکھا ہے:

والحاصل ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبھا وعمل المولد واجتماع الناس لہ کذٰلک۔[4]

یعنی بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے اور عمل مولد شریف اور اس کے لئے لوگوں کا جمع ہونا اسی قبیل سے ہے۔

لیجئے اس میں مجمع کی تصریح بھی موجود ہے، اور مسلم الثبوت میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۴ [2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷

[3] 〃 ۹۳/ ۱۱

[4] انسان العیون بحوالہ ابن حجر باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمدا المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۴

شاع و ذاع احتجاجهم سلفاً وخلفاً بالعمومات من غیر نکیر[1]

شرع کے عموم کو حجت ماننا اسلاف واخلاف میں بلا انکار مشہور ومعروف ہے (ت)

اور یہ بھی اسی میں ہے:

والعمل بالمطلق یقتضی الاطلاق[2]۔

مطلق پر عمل میں اطلاق کا لحاظ ہوتا ہے۔ (ت)

تحریر الاصول علامہ ابن الہمام اور اُس کی شرح میں ہے:

العمل بہ ان یجری فی کل ماصدق علیہ المطلق[3]۔

اس پر عمل یوں کہ جس پر مطلق صادق آتا ہے اس میں حکم جاری ہوگا۔ (ت)

قال اللہ تعالٰی:

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[4]۔

یعنی اللہ تعالٰی کا ذکر بکثرت کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ (ت)

اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر بعینہٖ خدا کا ذکر ہے، حق سبحانہ وتعالٰی اپنے پیارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

ورفعنا لك ذکرك[5]

بلند کیا ہم نے تمہارے ذکر کو تمہارے واسطے۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں:

جعلتك ذکرا من ذکری فمن ذکرك ذکرنی[6]

---

[1] مسلم الثبوت الفصل الخامس مسئلۃ للعموم صیغ مطبع الانصاری دہلی ص ۷۳

[2] " فصل المطلق مادل علٰی فرد منتشر " " " ۱۱۹

[3] التقریر والتحریر مسئلۃ الاکثر ان منتہی التخصیص جمع یزید علی نصفہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۶۶-۳۶۵

[4] القرآن الکریم ۸/ ۴۵

[5] " ۹۴/ ۴

[6] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الفصل الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۰ و ۲۱

یعنی اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ میں نے تم کو اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا پس جو تمھاری یاد کرے اس نے میری یاد کی۔

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی یاد و تعریف بعینہٖ خدا کی یاد ہے۔ پس حکمِ اطلاق جس جس طریقہ سے آپ کی یاد کی جائے گی حسن و محمود رہے گی، ایسا ہی قیام بوقتِ ذکرِ ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اوّلاً اس کے جواز کو ثابت کرنے میں ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ کُل اشیاء میں حلّت ہے، جو کوئی عدمِ جواز کا دعوٰی کرے اس پر دلیل و بیّنہ ہے، ہمارے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ عدمِ جواز کی کوئی دلیل نہیں، حدیث شریف میں ہے:

الحلال ما احلّ اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ[1]

اللہ تعالٰی نے جو اپنی کتاب میں حلال کردیا ہے وہ حلال ہے اور جو حرام فرمادیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت اختیار کیا وُہ معاف ہے۔ (ت)

ہاں ہم قیام کے مستحسن ہونے کا ثبوت بھی دیتے ہیں، نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمانوں کا عین ایمان ہے اور اس کی خوبی و تعریف قرآنِ عظیم سے مطلقاً ثابت ہے۔ قال اللہ تعالٰے:

انّا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا ۝ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[2]۔

بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰے:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[3]

اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰے:

---

[1] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الفراء امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۶
سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب اکل الجبن والسمن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۹
[2] القرآن الکریم ۴۸/۸ و ۹ [3] القرآن الکریم ۲۲/۳۲

ومن یعظم حُرمات اللّٰہ فھو خیرٌ لہ عند ربہ[1]

اور جو اللہ کی حُرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے (ت)

پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقہ سے کی جائے گی حسن ومحمود رہے گی اور خاص طریقوں کے لئے جُدا گانہ ثبوت کی ضرورت نہ ہوگی ، ہاں اگر کسی طریقہ کی ممانعت شرعًا ثابت ہوگی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۴۲ تا ۷۶۵)

فتاوٰی رضویّہ جلد ۲۴

(۱) تالیاں بجانے کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا :

اقول تصدیق اس کی کہ تالی بجانا افعالِ کفّار سے ہے ، خود قرآن عظیم میں موجود اللہ عزوجل فرماتا ہے :

وماکان صلاتھم عند البیت الا مکاء وتصدیۃ۔[2]

نہ تھی اُن کی نماز کعبے کے پاس مگر سیٹی اور تالی ۔

معالم میں ہے :

قال ابن عباس والحسن، المکاء الصفیر والتصدیۃ التصفیق قال ابن عباس کانت قریش تطوف بالبیت وھم عراۃ یصفرون ویصفقون۔[3]

عبداللہ ابن عباس اور حسن بصری نے فرمایا ، قرآن مجید میں جو لفظ "المکاء" آیا ہے اس کے معنی سیٹی بجانا ہے اور تصدیۃ کے معنی ہیں تالی بجانا ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ قریش کعبہ شریف کا ننگے ہو کر طواف کرتے اور سیٹیاں بجایا کرتے تھے ۔ (ت)

اور جو فعل حرام ہے اس میں شریک ہونا اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے ،

کما افادہ فی غیر ما مسئلۃ وقد سمعت الاٰن ان الاستماع کالفعل۔

جیسا کہ بہت سے مسائل میں اس کا افادہ کیا اور ابھی آپ نے سنا (پڑھا) کہ سُننا فعل کی طرح ہے ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۹۱)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲ / ۳۰

[2] " " ۸ / ۳۵

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۸ / ۳۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲ / ۲۰۸

(۲) رقص و تمایل اور تالیوں کے ساتھ ذکر کی محفل سے چلے جانے والوں پر آیت کریمہ "ومن اعرض عن ذکری" کو منطبق کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

جو امر حرام و لغو میں دائر ہو اس سے احتراز ہی طریق صواب ہے آیہ کریمہ "ومن اعرض عن ذکری"[1] کا اس پر ورود کیونکر ممکن جہاں خود بحکم شرع ہی چلا جانا مطلوب ہو، آیہ کریمہ میں اعراض عن الذکر سے ایمان نہ لانا مقصود، تو خود آیت قرآنیہ اس ارادے پر شاہد عدل موجود، قال اللہ تعالٰی:

فاما یاتینکم منی ھدی فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی ○ ومن اعرض عن ذکری[2] الاٰیۃ۔

بعد واقعہ ابلیس لعین و تناول شجرہ حضرت آدم و حوا اور ان کے دشمن کو جنت سے اتارتے وقت ارشاد ہوا کہ اگر تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ گمراہ نہ ہو نہ سختی جھیلے اور جو میرے ارشاد سے منہ پھیرے اس کے لئے تنگ زندگانی اور اسے ہم روز قیامت اندھا اٹھائیں گے۔

اس مضمون کو سورہ بقرہ میں یوں ادا فرمایا ہے:

فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ والذین کفروا وکذبوا باٰیٰتنا اولٰئک اصحٰب النار ھم فیھا خٰلدون[3]

اگر تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں انھیں کچھ خوف نہیں، نہ وہ غمگین ہوں اور جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں اور ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے۔

ایک ہی قصہ ہے ایک ہی ارشاد ہے تو خود قرآن عظیم نے شرح فرمادی ہے کہ اعراض عن الذکر سے کفر مراد ہے۔ اب نقل اقوال مفسرین کی حاجت نہ رہی، حدیث میں ہے کچھ لوگوں نے چلا چلا کر مسجد میں ذکر کرنا شروع کیا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں نکلوا دیا اب خواہ یہ نکلوانا اس بنا پر ہو کہ ان کے نزدیک ذکر جہر ممنوع تھا خواہ اس لئے کہ ان کے چلانے سے نمازیوں پر تشویش تھی خواہ کسی وجہ سے ہو بہرحال جب ایسی حالتوں میں خود ذاکرین کو نکلوا دینا معیوب نہ ہوا تو آپ اٹھ کر چلا جانا کیونکر محل طعن ہو سکتا ہے، غرض آیت سے نہ یہ ارادہ صحیح نہ اُن مسلمانوں پر یہ حکم لگانا درست، حلقے میں کا وہ شخص جو اس کا قائل ہوا اگر جاہل ہے تو دو سخت کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوا:

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴ [2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۳ و ۱۲۴

[3] " ۲/ ۳۸، ۳۹

اوّلاً بے علم قرآن عظیم کی تفسیر کرنا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ رواہ الترمذی[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما وقال صحیح۔

جو بے علم قرآن میں کچھ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے (امام ترمذی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اسے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ ت)

ثانیاً بے علم فتوٰی دینا حکم لگانا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ رواہ الائمۃ احمد[2] والبخاری ومسلم والترمذی وابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

بے علم فتوٰی دیا تو آپ گمراہ ہوئے اوروں کو گمراہ کیا (ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا۔ ت)

اور اگر ذی علم ہے اور دانستہ تفسیر غلط کی غلط حکم لگایا تو اشد و اعظم کبائر کا ارتکاب کیا کہ اللہ عزّوجل پر بہتان اٹھایا شریعتِ مطہرہ پر افترا باندھا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا[3]۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ عزوجل پر جھوٹ افترا کرے۔

اس شخص پر توبہ تو ہر صورت میں فرض ہے، جب تک توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا سخت مکروہ ہے اور اسے امام بنانا گناہ،

لانہ فاسق وفی الغنیۃ شرح المنیۃ محتجا بفتاوی الحجۃ انھم لو قدموا فاسقا یاثمون[4]۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

[2] " ابواب العلم باب ماجاء فی ذھاب العلم " ۲/ ۹۰

صحیح مسلم کتاب العلم ۲/ ۳۴۰ و صحیح البخاری کتاب العلم ۱/ ۲۰

سنن ابن ماجہ باب اجتناب الرای والقیاس ص ۶ و مسند امام احمد بن حنبل ۲/ ۱۶۲

[3] القرآن الکریم ۶/ ۲۱

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

اس لئے کہ وہ فاسق ہے (یعنی حدودِ شرعیہ سے تجاوز کرنے والا ہے) اور غنیہ شرح منیہ میں فتاوٰی حجہ سے دلیل لاتے ہوئے فرمایا اگر لوگ فاسق کو امامت کے لئے آگے کریں تو گنہگار ہوں گے۔ (ت)

اور بر تقدیر علم کہ دانستہ اس کا مرتکب ہوا تجدید اسلام ونکاح کا بھی حکم ہے کہ جان بُوجھ کر رب العزت عزّ جلالہٗ پر افترا کرنے کو اکثر علماء نے کفر ٹھہرایا۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون بایٰت اللہ[1]

جھُوٹ وہی گھڑتے ہیں جو آیاتِ الٰہی پر ایمان نہیں رکھتے۔ (ت)

موضوعاتِ کبیر میں ہے:

ای الکذب علی اللہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان الکذب علی غیرھما لا یخرجہ عن الایمان باجماع اھل السنۃ والجماعۃ۔[2]

اللہ تعالٰی اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے متعلق جھُوٹ کہنا آدمی کو ایمان سے خارج نہیں کرتا، اہل سنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی الفتاوی الصغری من قال یعلم اللہ انی فعلت کذا وکان لم یفعل کفر ای لانہ کذب علی اللہ تعالٰی[3]

فتاوٰی صغرٰی میں ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے حالانکہ اس نے وُہ کام نہ کیا ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اس نے اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۰۰ تا ۱۰۳)

(۳) ایک شخص نے کہا کہ تفسیر جلالین ظاہری تفسیر ہے اہل باطن کے لئے دوسرا قاعدہ ہے۔ اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اور شرع مطہر کو ایسا ویسا یعنی حقیر جاننے والا تو قطعاً اجماعاً کافر مرتد زندیق ملحد ہے ایسا کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[4] جو اس کے کافر و مستحقِ نار ہونے میں شک کرے وہ خود

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[2] الاسرار الموضوعۃ تحت حدیث ۹۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۹

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر مسائل متفرقۃ قول ۱۶ دار البشائر الاسلامیۃ بیروت ص ۵۱۱

[4] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

کافر ہے۔ اسی طرح جو تفسیر جلالین شریف خواہ کسی کتاب دینی کی فی نفسہٖ نہ کسی امر خارج عارض کے باعث بلاشبہہ و تاویل تحقیر کرے کافر ہے مگر کلام مذکور فی السوال نہ تنقیص شرع مطہر میں صریح ہے نہ تحقیر جلالین شریف میں نص کریمہ مذکورہ کے وہ معنی کہ اس قائل نے بتائے معانی مذکورۂ تفاسیر کے منافی نہیں کہ ان کی تصحیح کو ان کا ابطال ضرور ہے بلکہ ایک معنی جداگانہ ہیں تو اس کے قول کا یہی محل نہیں کہ معانی ظاہرہ معاذ اللہ باطل ہیں حق وہ ہے جو اہل باطن ان کے خلاف جانتے ہیں بلکہ اس کا مطلب بننے کو اس قدر کافی کہ جو کچھ ان تفاسیر میں ہے یہ معانی ظاہرہ ہیں اور افادات قرآن عظیم انھیں میں محصور نہیں بلکہ ان کے سوا اور نکات انیقہ و لطائف دقیقہ بھی ہیں جنھیں اہل باطن جانتے ہیں اس میں نہ کوئی توہین ہوئی نہ تحقیر بلکہ یہ حق ہے اگرچہ اس محل پر آیۂ کریمہ کا ایراد، اور یہ ادعائے مراد باطل ہے تو یہاں معاذ اللہ ثبوت کفر کا کوئی محل نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۴ ص ۱۰۴)

(۴) وجد کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

باقی رہا یہ امر کہ فلاں شخص یا اشخاص خاص کا وجد حق ہے یا باطل، ہیہات اس کے ادراک کی طرف راہ سخت دشوار والہ سرشار و متصنع ریاکار میں حالت قلب کا تفاوت ہے اور اوساط صادقین متشبہین بالعاشقین و اراذل فاسقین مرائین میں فرق اس سے بھی سخت باریک و دقیق تر کہ یہاں صرف نیت کا تغایر ہے اور نیت و قلب دونوں غیب ہیں اور مسلمان پر بدگمانی حرام،

قال اللہ تعالیٰ "ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا[۱]"

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان، آنکھ، دل سب سے سوال ہوتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[۲]

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۴ ص ۱۰۵)

---

[۱] القرآن الکریم ۱۷ / ۳۶
[۲] ؍؍ ۴۹ / ۱۲

(۵) منہ پر کپڑا ڈال کر ڈومنیوں کا گانا سُننا کیسا ہے، کیا امام غزالی اور حضرت شاہ محمد کالپوی نے اسے جائز لکھا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

یہ مضمون کہ منہ پر کپڑا ڈال کر رنڈیوں ڈومنیوں کا گانا سُننا جائز ہے دونوں حضرات ممدوح قدسنا اللہ باسرارہما میں کسی سے ثابت نہیں، نہ ہرگز شرع مطہرہ میں اس کا پتا، نہ اصولِ شرع اُس کی مساعد، نہ ایسی نقول مذہب پر قاضی ہو سکیں۔

شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے جس طرح فتنہ کو حرام فرمایا دواعی فتنہ کو بھی حرام فرما دیا۔

قال اللہ تعالٰی "تلك حدود الله فلا تقربوها"[1]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "من رتع حول الحمی اوشك ان يقع فيه"[2]۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالٰی کی حدیں ہیں لہٰذا ان کے پاس نہ جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی کسی چراگاہ کے آس پاس جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں گھس جائے (ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۲۰)

(۶) مزید فرمایا:

جبکہ منشار تحریم داعی ہونا ہے اور اس میں ہر داعی مستقل تو ایک کی تحریم دوسرے کے وجود پر موقوف نہیں ہو سکتی،

والا لم يكن شئ منها داعيا بل المجموع او لم يكن داعيا الا شرط وجوده وكان الأخر لغوا ساقطا من البين۔

ورنہ ان میں سے کوئی چیز داعی نہ ہو بلکہ مجموعہ یا داعی نہ ہو مگر اس کے پائے جانے کی شرط سے۔ اور دُوسرا بے فائدہ درمیان سے ساقط ہو۔ (ت)

شرع مطہر نے یہاں نفسِ صوتِ فتنہ پر حکم فرمایا ہے،

قال اللہ تعالٰی "واستفزز من استطعت منهم بصوتك"[3]، وعن انس وعن

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۷

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/ ۲۷۵ و صحیح مسلم کتاب المساقات ۲/ ۲۸
شرح السنۃ للبغوی باب مضاجعۃ الحائض المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۳۰

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "صوتان ملعونان فی الدنیا والاٰخرۃ مزمار عند نعمۃ ورنۃ عند مصیبۃ۔[1]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تو پھسلا دے ان میں سے جس کو تو اپنی آواز سے پھسلا سکتا ہے (یہ شیطان سے خطاب فرمایا)، اور حدیث میں حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں دو[2] آوازیں دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں: (۱) آسائش کے وقت گانا بجانا (۲) مصیبت کے وقت بین کرنا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۲۲)

(۷) آریہ کا لیکچر سننے کے لئے جانے والوں کے بارے میں فرمایا:

آریہ کا لیکچر سننے جانا اور بھی سخت تر حرام ہے وہ کفر بکتے ہیں اور یہ کفر سننے جاتے ہیں، ایسے جلسے میں شریک ہونے کو قرآن عظیم نے فرمایا ہے: انکم اذا مثلھم[2] جب تو تم بھی انھیں جیسے ہو۔

اور فرمایا:

ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعا۔[3]

بیشک اللہ تعالٰی اُن کافروں اور اُن نام کے مسلمانوں، ان کے جلسے میں شریک ہونیوالوں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۴۳)

(۸) زینت کے جائز و ناجائز ہونے کے بارے میں فرمایا:

زینت مباحہ بہ نیت مباحہ مطلقاً اسراف نہیں، اسراف حرام ہے۔ قال تعالٰی:

ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین[4]

بے جا خرچ نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالٰی فضول خرچی سے کام لینے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (ت)

اور زینت جب تک بروجہ قبیح یا بہ نیت قبیحہ نہ ہو حلال ہے۔ قال تعالٰی:

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ۔[5]

---

[1] کنز العمال بحوالہ البزار والضیاء عن انس حدیث ۴۰۶۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۱۹

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰ — [3] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰

[4] 〃 ۷/ ۳۱

[5] 〃 ۷/ ۳۲

فرمادیجئے اس زیب و زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی ہے۔ (ت)
اور حلال و حرام ایک نہیں ہو سکتے ہمیں شق قلوب و تطلع غیوب و اسارت ظنون کا حکم نہیں بل نحسن الظن مهما امکن واللہ سبحٰنہ یعلم الضمائر و یتولی السرائر (بلکہ ہم اچھا گمان کرتے ہیں جب تک ممکن ہو اور اللہ تعالیٰ پاک ہے، دلوں کی پوشیدہ باتیں جانتا ہے، اور چھپے رازوں سے آشنا ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۴۷)

(۹) ممنوعات و محرمات کی نسبت رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کرنا بے ادبی ہے، چنانچہ فرمایا:

اُن محرمات اباطیل کو معاذ اللہ حضور پُر نور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا ضرور حضور میں سُوئے ادب اور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم پر افتراء و کذب ہے،

وکفٰی بہ اثما مبینًا [۱]، انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون [۲]
یہی کُھلا گناہ ہے، اور جھوٹ وہی گھڑتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۵۷)

(۱۰) جو پیر اپنے فاسق و فاجر مریدوں کی اصلاح نہیں کرتا اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر ضرور بنصوصِ قاطعۂ قرآنیہ اہم فرائضِ دینیہ سے ہے اور بحال وجوب اس کا تارک آثم و عاصی، اور اُن نافرمانوں کی طرح خود بھی مستحقِ عذابِ دُنیوی و اُخروی۔ احادیثِ کثیرہ اس معنیٰ پر ناطق ہیں، اور اہلسنّت وغیرہم کا واقعہ خود قرآن عظیم میں مذکور۔ قال اللہ تعالیٰ:

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علٰی لسان داوٗد و عیسٰی بن مریم ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون ۝ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ ط لبئس ما کانوا یفعلون [۳]
بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت پڑی داوٗد و عیسٰی بن مریم کی زبان سے، یہ بدلہ تھا ان کی

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۵۰
[۲] ؍؍ ۱۶/ ۱۰۵
[۳] ؍؍ ۵/ ۷۸ و ۷۹

نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا، بُرے کام سے ایک دوسرے کو منع نہ کرتے تھے، ضرور ان کا یہ فعل سخت بُرا تھا۔

اصحابِ سبت پر داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا کی: الٰہی! انھیں لعنت کر اور لوگوں کے لئے نشانی بنا دے۔ بندر ہو گئے۔ اہلِ مائدہ پر عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی دعا کی، سُور ہو گئے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

کلّا واللہ لتأمرون بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیضربن اللہ بقلوب بعضکم علٰی بعض ثم لیلعننکم کما لعنھم۔ رواہ ابوداؤد[1] عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ھٰذا مختصر۔

یُوں نہیں، خدا کی قسم یا تو تم ضرور امر بالمعروف کرو گے اور ضرور نہی عن المنکر کرو گے یا ضرور اللہ تعالٰے تمہارے دل آپس میں ایک دوسرے پر مارے گا پھر تم سب پر اپنی لعنت اتارے گا جیسی اُن بنی اسرائیل پر اتاری (امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ یہ مختصر ہے۔ ت)

مگر یہ امر و نہی نہ ہر شخص پر فرض نہ ہر حال میں واجب، تو بحال عدم وجوب اس کے ترک پر یہ احکام نہیں بلکہ بعض صور میں شرع ہی اُسے ترک کی ترغیب دے گی جیسے جبکہ اُس سے کوئی فتنہ اشد پیدا ہوتا ہو، یُونہی اگر جانے کہ بے سُود ہے کارگر نہ ہوگا تو خواہی نخواہی چھیڑنا ضرور نہیں خصوصاً جبکہ کوئی امر اہم اصلاح پا رہا ہو، مثلاً کچھ لوگ حریر کے عادی نماز کی طرف جُھکے یا عقائد سنت سیکھنے آتے ہیں اور جب حریر و پابندی وضع میں ایسے منہمک ہیں کہ اس پر اصرار کیجئے تو ہرگز نہ مانیں گے غایت یہ کہ آنا چھوڑ دیں گے وہ رغبت نماز و تعلم عقائد بھی جائے گی تو ایسی حالت میں بقدر تیسرا انھیں ہدایت اور باقی کے لئے انتظار وقت و حالت، ترک امر و نہی نہیں بلکہ اُسی کی تدبیر و سعی ہے۔

واللہ یعلم المفسد من المصلح[2]۔ واللہ علیم بذات الصدور[3]۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب الامر والنہی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۴۰

[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۰

[3] ؍؍ ۳/۱۵۴

اللہ تعالٰی فسادی اور مصلح دونوں سے واقف ہے اور وہ سینے میں پوشیدہ راز جاننے والا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۶۰، ۱۶۱)

(۱۱) مرتکبِ نواہی شخص جو معصیت کے جواز کے لئے آیۂ کریمہ "ان الحسنٰت یذھبن السیاٰت" پیش کرتا ہے۔ اس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

معصیت کے جواب میں اس آیت کریمہ کو دستاویز بنانا جاہل مغرور کا کام ہے۔

قال اللہ تعالٰی "زین لھم الشیطٰن اعمالھم[1]" وقال اللہ تعالٰی "ولا یغرنکم باللہ الغرور[2]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: شیطان نے اُن کے لئے ان کے کرتُوت (بُرے اعمال) خوشنما بنا ڈالے ہیں۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: لوگو! انھیں خدا تعالٰی کے معاملہ میں وہ بڑا فریبی یعنی شیطان دھوکے میں نہ ڈال دے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۱۲) عالم کا وعظ کرنا اور سامعین کو اسے باادب سننا مذہبی عبادت ہے یا نہیں؟ اس میں بے جا دخل اندازی کرنا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

عالمِ دین کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا بندگانِ خدا کو دینی نصیحتیں دینا جسے وعظ کہتے ہیں ضرور اعلٰی فرائضِ دین سے ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

کنتم خیر امۃٍ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ[3]

تم سب اُمتوں سے بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں حکم دیتے ہو بھلائی کا اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

اور فرماتا ہے:

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ط و اولٰئک ھم المفلحون ۝[4]

لازم ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا رہے کہ نیکی کی طرف بُلائے اور بھلائی کا حکم دے اور برائی

---

[1] القرآن الکریم ۸/۴۸ و ۲۷/۲۴ [2] القرآن الکریم ۳۵/۵
[3] " ۳/۱۱۰ [4] " ۳/۱۰۴

سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور فرماتا ہے :

وذکّر فان الذکرٰی تنفع المؤمنین[1]

وعظ کہتا رہ کہ وعظ مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

اور حاضرین کا ادب و خاموشی و رجوعِ قلب کے ساتھ اُسے سُننے رہنا بھی مذہبی عبادت اور دینی فرض ہے،
اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

فبشر عبادیۙ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ[2]

خوشخبری دے میرے اُن بندوں کو جو متوجہ ہو کر بات سُنتے پھر اس کے بہتر پر عمل کرتے ہیں۔

اس میں دست اندازی کرنا غُل مچانا گالیاں بکنا ضرور مذہبی توہین اور خاص عادتِ کفارِ بے دین ہے۔
اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

وقال الذین کفروا لاتسمعوا لھٰذا القراٰن والغوا فیہ لعلکم تغلبون[3]

کافر بولے اس قرآن کو نہ سُنو اور اس کے پڑھے جانے میں غُل شور کرو شاید یونہی تم غالب آؤ۔

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں :

"یہ جاہلوں کا زور ہے شور مچا کر سُننے نہ دینا۔"[4]

اور فرماتا ہے :

فما لھم عن التذکرۃ معرضینۙ کانھم حمر مستنفرۃۙ فرت من قسورۃ[5]

انھیں کیا ہوا وعظ سے منہ پھیرے ہیں گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگے ہیں۔

وعظ سے رُوگردانی تو شیر سے گدھے کا بھڑکنا ٹھہرے اس پر غُل مچانا گالیاں بکنا کیا چاند پر کتوں کا بھونکنا نہ ہوگا۔ وعظ تو وعظ کہ وہ بنصِ صریح قرآن مجید فرض مذہبی ہے کتبِ دینیہ میں تصریح ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۱/۵۵ [2] القرآن الکریم ۳۹/۱۷ و ۱۸

[3] " " ۴۱/۲۶

[4] تفسیر موضح القرآن بر ترجمہ شاہ رفیع الدین تحت آیۃ وقال الذین کفروا لاتسمعوا الخ ممتاز کمپنی لاہور ص ۵۲۶

[5] القرآن الکریم ۷۴/۴۹ تا ۵۱

ہر خطبے حتی کہ خطبۂ نکاح وخطبۂ ختم قرآن کا سُننا بھی فرض ہے اور اُن میں غُل کرنا حرام حالانکہ خطبۂ نکاح صرف سنّت ہے اور خطبۂ ختم نرا مستحب ۔ دُرمختار میں آیا ہے :

کذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح و خطبۃ عید و ختم علی المعتمد[1]۔

اسی طرح معتمد قول کے مطابق تمام خطبات کا سُننا واجب ہے مثلاً خطبۂ جمعہ، عیدین ، نکاح اور ختمِ قرآن وغیرہ ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ وختم ای ختم القراٰن کقولھم الحمد ﷲ رب العٰلمین حمد الصابرین[2] الخ۔

صاحبِ درمختار کا قول "وختم" سے مراد ختمِ قرآن ہے جیسے اس موقع پر ان کا کہنا ہے الحمد ﷲ رب العٰلمین حمد الصابرین یعنی تعریف اس خدا کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ایسی تعریف جو صبر کرنے والوں کی تعریف جیسی ہو ۔ (ت)

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں انواع کلام ممنوع میں ہے :

النوع الثانی والخمسون قطع کلام الغیر من غیر ضرورۃ خصوصاً اذا کان فی مذاکرۃ العلم الشرعی وقدمر ان السلام علیہ ای علی الجالس لمذاکرۃ العلم (اثم) لما فیہ من قطع الخیر وایذاء المسلم المتکلم والسامع (وکذا تکلم من ھو) جالس (فی مجلس عظۃ) ای وعظ وتذکیر (ولو مع الاخفاء وکذا مجرد التفاتہ وتحرکہ) وقیامہ واتکائہ (من غیر حاجۃ وکل ھذا سوء ادب وخفۃ وعجلۃ وسفہ بل یتعین التوجہ الیہ والانصات والاستماع الی ان ینتھی کلامہ بلا التفات ولا تحرک ولا تکلم[3] اھ مختصراً۔

یعنی کلام ممنوع کا نوع پنجاہ و دوم بے ضرورتِ شرعیہ دوسرے کی بات کاٹنا ہے جبکہ وہ علم شرعی کے ذکر میں ہو، اور اُوپر گزر چکا کہ اس پر اس وقت سلام کرنا بھی گناہ ہے کہ اس میں اُسی نیک کلام کا قطع کرنا اور قائل اور سامعین مسلمانوں کو ایذا دینا ہے یوں ہی جو مجلسِ وعظ میں بیٹھا ہو اُسے بھی بات

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۵۱

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثانی والخمسون قطع کلام الغیر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۳۵۰ تا ۳۵۲
الطریقۃ المحمدیۃ مطبعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۲/۱۹۲، ۱۹۳

کرنا گناہ ہے اگرچہ آہستہ ہی ہو اسی طرح صرف بے ضرورت اِدھر اُدھر دیکھنا یا کوئی حرکت وجنبش کرنا کھڑا ہوجانا یا تکیہ لگالینا اور یہ سب گستاخی وبے ادبی اور ہلکا پن خفیف الحرکاتی اور جلد بازی اور حماقت ہے بلکہ لازم یہی ہے کہ اُسی کی طرف توجہ کئے خاموش کان لگائے سُنتے رہیں یہاں تک کہ اس کا کلام ختم ہو اُس وقت تک نہ اِدھر اُدھر دیکھیں نہ کوئی جنبش نہ اصلاً کچھ بات کریں۔

جب وعظ میں مطلق حرکت اور آہستہ بات بے ضرورت بھی گستاخی و بے ادبی و گناہ ٹھہرے تو غُل مچانا گالیاں بکنا کس قدر سخت توہین ہوگا یہ توہین اُس عالمِ دین کی توہین نہ ہوگی جو اُس وقت وعظ کرتا ہے بلکہ اصل دین اسلام اور خود ہمارے نبی اکرم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی توہین ٹھہرے گی کہ مسند وعظ اصل مسند حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

یایّھا النّبی انّا ارسلنٰک شاھدًا ومبشّرًا ونذیرًا ○ وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا ○[1]

اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سُناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بُلاتا اور آفتاب روشنی پہنچاتا۔

نیکیوں پر مژدہ دیتا، بُرائیوں پر ڈر سناتا، اللہ کی طرف مطابق شریعت بلاتا۔

یہی معنیٔ وعظ ہے اور آیۂ کریمہ وذکّر فانّ الذکرٰی تنفع المؤمنین[2] (لوگوں کو نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت کرنا ایمان والوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ ت) میں بھی اصل مخاطب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں یہ کام علمائے دین حضور کی وراثت سے کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان العلماء ورثۃ الانبیاء۔ رواہ ابوداؤد والترمذی[3] عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام (امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اسے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور نائب جب مسندِ نیابت پر ہو تو اس دربار کی توہین اصل سلطان کی توہین ہے، ہر عاقل

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۵، ۴۶
[2] " " ۵۱/ ۵۵
[3] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۷

جانتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ادنٰی درجے کے اجلاس میں غل کرے گالیاں بکے تو وہ اس ادنٰی ہی کی توہین نہ ہوگی بلکہ اصل بادشاہ کی، والعیاذ باللہ رب العلمین ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند و برتر اور بڑی شان رکھنے والے کی توفیق عطا کے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۶۸ تا ۱۷۲)

(۱۳) منہیاتِ شرعیہ کی حرمت بیان کرنے والے عالمِ دین سے اپنی انا کی وجہ سے قطع تعلق کرنے والی جماعت کے بارے میں فرمایا:

اس صورت میں جماعت سخت ظالم اور عذاب شدید کی اور اس آیت کریمہ کی مصداق ہے:

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جھنم[1]

اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ تعالٰی سے ڈریئے تو اسے گناہ مزید ضد (اور طیش) پر آمادہ کرے اور ابھارے پس اس (بدنصیب) کے لئے دوزخ ہی کافی ہے۔ (ت)

اگر وہ لوگ توبہ نہ کریں تو مسلمانوں کو اُن سے قطع تعلق چاہیئے ورنہ بحکم احادیثِ کثیرہ وہ بھی ان کے ساتھ شریک ہوں گے اوشك ان یعمھم اللہ بعقاب منہ (قریب ہے کہ اللہ تعالٰی انھیں اس کے عذاب میں شامل اور شریک فرمائے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۷۳، ۱۷۴)

(۱۴) دفع مرض ہیضہ کے لئے اذان دینے کے بارے میں فرمایا:

اذان ذکرِالٰہی ہے اور ذکرِالٰہی کے برابر غضب و عذابِ الٰہی سے نجات دینے والی بلا، غم و پریشانی کی دفع کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

الابذکر اللہ تطمئن القلوب[2]

سُن لو اللہ تعالٰی کی یاد ہی سے دلوں کو چین ملتا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۸۱)

(۱۵) آیت کریمہ "ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" کا مصداق و مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

القائالایدی الی التھلکۃ (ہاتھوں کو ہلاکت میں ڈالنا۔ ت) کیا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۶

[2] " " ۱۳/ ۲۸

تعالٰی علیہ وسلم کے احکام کو نہ ماننا، ورنہ یہ آیت تحریم جہاد کے لئے عمدہ دستاویز ہو جائے گی، جو تہلکہ چمکتی تلواروں اور برستے تیروں اور توپ کے متواتر گولوں کے سامنے ہے طاعون میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں تو جہاد اکبر سے زائد حرام ہوگا اور جہاد سے بھاگنا فرض حالانکہ قرآن نے اس کا عکس فرمایا ہے، قرآن عظیم ترکِ جہاد و فرار عن الجہاد ہی کو تہلکہ فرماتا ہے جسے یہ عبدۃ الھوٰی ہلاک سمجھیں وہ نجات ہے اور جسے نجات سمجھ رہے ہیں وہ ہلاک ہے۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: کریمہ لاتلقوا ہم انصار میں اُتری کہ جب دین متین کو اللہ عزوجل نے عزت بخشی اور اسلام پھیل گیا ہم نے کہا اب جہاد کی کیا ضرورت ہے اب خانگی امور جو اتنے روزوں سے خراب پڑے ہیں بنالیں، اس پر ارشاد ہُوا:

وانفقوا فی سبیل اللہ ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[1]

اپنی جان اور مال جہاد میں خرچ کرو اور ترکِ جہاد کرکے اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (ت)

معالم شریف میں ہے:

فالتھلکۃ الاقامۃ فی الاھل والمال وترک الجہاد[2]

"التھلکۃ" اہل و مال سے وابستہ رہنا اور جہاد کے لئے نہ نکلنا ہے۔ (ت)

امام اجل احمد بن حنبل مسند میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف ومن صبر فیہ کان لہ اجر شہید[3]

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے جہاد میں کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا، اور جو اس میں صبر کئے بیٹھا رہے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔

اور جہاد سے بھاگنے والے کو اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فقد باء بغضب من اللہ ومأوٰہ جہنم وبئس المصیر[4]

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/ ۱۹۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۱۸

[2] " " " " " " " " " " " " " " " "

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۳۶۰

کنز العمال حدیث ۲۸۴۴۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۹

[4] القرآن الکریم ۸/ ۱۶

وُہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنّم ہے اور کیا بُری بازگشت ہے۔
تو ثابت ہُوا کہ طاعون سے بھاگنے والا اللہ کے غضب میں جاتا ہے اور جہنم اس کا ٹھکانا ہے اسی کو فرمایا کہ:

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[1]۔

اپنے ہاتھوں ہلاکت و غضبِ خدا اور استحقاق جہنم میں نہ پڑو۔

اب بتائیے کہ طاعون سے بھاگنا "تہلکہ" ہے یا اپنے رب عزّوجل پر توکّل کر کے صابر و مقیم رہنا۔ اللہ تعالٰی توفیق دے کہ احکامِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہوائے نفس سے رَد نہ کیا جائے ولاحول ولا قوۃ اِلّا باللہ العلی العظیم (گناہ سے بچنے اور نیکی کی قوت و طاقت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ اور عظیم الشان کی توفیق کے۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۹۱، ۱۹۲)

(۱۶) طاعون والی جگہ سے بھاگنے کے بارے میں فرمایا:

طاعون سے بھاگنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف[2]

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہی ہے جیسے کہ جہاد میں کافروں کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔

جسے اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

فقد باء بغضب من اللہ ومأوٰہ جھنم وبئس المصیر[3]

وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنّم ہے اور بہت ہی بُری جگہ پھرنے کی۔

کیا ایسی چیز دوا کے حکم میں آسکتی ہے نہ کہ معاذ اللہ سنّت ہونا جس پر اللہ کا غضب ہو اور جہنّم ٹھکانا۔ جو لوگ اس سے بھاگ کر کہیں بھی جاتے ہیں سب گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں، اس کی تفصیل ہمارے رسالہ تیسیر الماعون میں ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ لوگ اس میں بے موت مر جاتے ہیں وہ گمراہ ہیں، اس میں قرآن عظیم میں انکار ہے، ان پر توبہ فرض ہے اور تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح چاہیے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۸۲، ۱۴۵، ۱۵۵
کنز العمال حدیث ۲۸۴۴۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۷۹

[3] القرآن الکریم ۸/ ۱۶

وما کان لنفس ان تموت الّا باذن اللہ مؤجلا [1]

کوئی جان بے حکمِ خدا نہیں مرسکتی لکھا ہوا حکم ہے وقت باندھا ہوا۔

پیڑ سے ایک آدھ پھل ٹپکتا رہتا ہے اسی کا ٹپکنا لکھا تھا اور ایک آدھ آندھی آتی ہے کہ ہزاروں پھل ایک ساتھ جھڑ پڑتے ہیں اُن کا ساتھ ہونا ہی لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وکل صغیر وکبیر مستطر [2]

ہر چھوٹی بڑی بات سب لکھی ہوئی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۹۹)

(۱۷) زید کے پاس قوّتِ مردانگی کا نسخہ ہے جو وہ اس خیال سے کسی کو دیتا اور بتاتا نہیں کہ لوگ حرامکاری میں مبتلا ہوں گے تو مجھے بھی گناہ ہوگا۔ اس کے بارے میں فرمایا:

اگر وہ نسخہ نہ بتائے اسے دوا بنا کر دے جبکہ اس میں کوئی ناجائز چیز نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ [3]

جو کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو اُسے نفع پہنچانا چاہیے۔ (ت)

اور اس کا یہ خیال کہ لوگ حرام کریں گے اور اس پر وبال ہوگا محض غلط ہے مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم [4]"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں (ت)

اور جب اس کی نیت نفع رسانی مسلم ہے تو دوسرا گناہ کرے بھی تو اُس کا مواخذہ اس پر نہیں ہوسکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لا تزر وازرۃ وزر اُخرٰی [5]

کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اُٹھائے گی (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۲۰۳)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۵ [2] القرآن الکریم ۵۴/ ۵۳

[3] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۴

[4] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲ [5] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

(۱۸) عورت کو بانجھ کرنے کے گناہ سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

بانجھ کرنا نہ کرنا اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے بشر کی طاقت نہیں یجعل من یشاء عقیما[1] (اللہ تعالٰی جس کو چاہے بانجھ کردے۔ ت) ہاں ایسی دوا کا استعمال جس سے حمل نہ ہونے پائے اگر کسی ضرورتِ شدیدہ قابلِ قبول شرع کے سبب ہے حرج نہیں، ورنہ سخت شنیع و معیوب ہے، اور شرعًا ایسا قصد ناجائز و حرام۔

وقد نہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الخصاء و عن التبتل و الرھبانیۃ و ھذا بمعناھا۔

حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے خصی کرنے اور الگ تھلگ کٹ کر رہنے اور رہبانیت اختیار کرنے سے منع فرمایا۔ اور مانع حمل دوا کا استعمال انہی کے معنٰی میں ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۲۰۷، ۲۰۸)

(۱۹) طاعون سے بھاگنے کی ترغیب دینے والے کے بارے میں فرمایا:

فرار کی ترغیب دینے والا فرار کرنیوالے سے اشد وبال میں ہے، نفسِ گناہ میں احکامِ الٰہیہ سے معارضہ و مخالفت کی وہ شان نہیں جو بر عکس حکمِ شرع نہی عن المعروف و امر بالمنکر میں ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

المنٰفقون و المنٰفقٰت بعضھم من بعض یامرون بالمنکر و ینھون عن المعروف الٰی قولہ عزوجل و المؤمنون و المؤمنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر[2]

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہیں بُرائی کا حکم دیتے اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں دینی بات پر ایک دوسرے کے مددگار ہیں بھلائی کا حکم دیتے اور بُرائی سے روکتے ہیں۔

گنہگار اپنی جان کو گرفتارِ عذاب کرتا ہے اور گناہ کی ترغیب دینے والا خود عذاب میں پڑا اور دوسرے کو بھی عذاب میں ڈالنا چاہتا ہے، جتنے اس کی بات پر چلتے ہیں سب کا وبال اُن سب پر

---

[1] القرآن الکریم ۴۲ / ۵۰

[2] القرآن الکریم ۹ / ۶۷ تا ۷۱

اور اُن کے برابر اس اکیلے پر ہوتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۲۸۹، ۲۹۰)

(۲۰) طاعون سے بھاگنے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا:

خامساً سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرار عن الطاعون کو جس کا مماثل فرمایا یعنی جہاد سے بھاگنا اُسی کے ملاحظہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ شہر چھوڑ کر دوسرے شہر کو چلے جانے ہی پر فرار محصور نہیں کیا، اگر امامِ مسلمانان بیرون شہر کفار سے جہاد کررہا ہو اور کچھ لوگ مقابلہ سے بھاگ کر اپنے گھروں میں جا بیٹھیں تو فرار نہ ہوگا ضرور ہوگا بلکہ گھروں میں جا بیٹھنا درکنار، اگر معرکہ سے بھاگ کر اُسی میدان کے کسی پہاڑ یا غار میں جا چھپے ضرور عار فرار نقد وقت ہوگی کہ میدانِ کارزار تو ہر طرح چھوڑا اور مقابلۂ کفار سے مُنہ موڑا، نصِ قرآنی اس پر دلیلِ صریح ہے:

قال اللہ عزوجل "انّ الذین تولّوا منکم یوم التقی الجمعٰن انّما استزلّھم الشیطٰن ببعض ماکسبوا ولقد عفا اللہ عنھم انّ اللہ غفور حلیم[1]" وقال جل من قائل "ولقد عفا عنکم واللہ ذوفضل علی المؤمنین ○ اذ تصعدون ولا تلوٗن علٰی احد والرسول یدعوکم فی اخرٰکم فاثابکم غمًّا بغمٍّ[2] الاٰیۃ۔

اللہ تعالےٰ غالب اور بڑی ذات کا ارشاد ہے: بیشک تم میں سے جن لوگوں نے دو جماعتوں کے (جنگ کے لئے) آمنے سامنے والے دن منہ پھیرا ان کے بعض افعال کی وجہ سے شیطان نے انھیں پھسلا دیا، بیشک اللہ تعالےٰ نے انھیں معاف کردیا کیونکہ اللہ تعالےٰ معاف فرمانے والا بُردبار ہے۔ اور اس نے ارشاد فرمایا جو کہنے والوں سے بڑی شان رکھتا ہے، بے شک اللہ تعالےٰ نے تمھیں معاف فرمایا اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر احسان فرمانے والا ہے، اور یاد کرو جب تم اوپر چڑھ رہے تھے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور رسولِ مکرم تمھیں آوازیں دے دے کر بلا رہے تھے پھر تمھیں غم پر غم نے آلیا الآیۃ۔ (ت)

معالم میں ہے:

قرأ ابو عبدالرحمٰن السلمی وقتادۃ تصعدون بفتح التاء والعین والقراءۃ المعروفۃ بضم التاء وکسر العین، والاصعاد السیر فی الارض والصعود الارتفاع علی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۵

[2] " " ۳/ ۱۵۲ و ۱۵۳

الجبال والسطوح وكلتا القراءتين صواب فقد كان يومئذ من المنهزمين مصعد وصاعد[1] اھ باختصار۔

ابوعبدالرحمٰن سلمی اور قتادہ نے اس لفظ تصعدون کے حرف تار اور عین کو زبر سے پڑھا ہے جبکہ مشہور قرارت تار کی پیش اور عین کی زیر کے ساتھ ہے، پھر وہ اس طور پر ابواب مزید فیہ باب افعال سے ہونے کی وجہ سے "اَلْاِصْعَاد" سے بنا ہے جس کے معنٰی "زمین میں چلنا" ہے جبکہ پہلے طور پر مجرد ہونے کی وجہ سے لفظ "صعود" سے بنا ہے جس کے معنٰی "اوپر چڑھنا، بلندی پر جانا" ہے خواہ چھتوں پر ہو یا پہاڑوں پر۔ اور دونوں قرارتیں درست اور صحیح ہیں۔ پس اس دن کچھ شکست خوردہ لوگ مُنہ اٹھائے بھاگے جارہے تھے اور کچھ قریبی پہاڑی پر چڑھ رہے تھے اھ باختصار (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۰۲، ۳۰۳)

(۲۱) کفّار کے ساتھ بے تکلّف کھانے پینے والے مسلمانوں کے بارے میں فرمایا:

بے شک کفّار سے ایسی مخالطت اور ان کے ساتھ ہم پیالہ وہم نوالہ ہونے سے بہت ضرور احتراز کرنا چاہیے خصوصًا جہاں اسلام ضعیف ہو، شرع مطہر سے بہت دلائل اس پر قائم جن کے بعض کہ اس وقت کی نظر میں ذہنِ فقیر میں مستحضر ہوئے مذکور ہوتے ہیں:

اوّل قال عزوجل:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اور اگر شیطان تجھے بُھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

اور کافر سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔ قال اللہ جل جلالہ:

فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اذ جاءہ ط الیس فی جھنم مثوی للکٰفرین[3]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے خدا پر جھوٹ باندھا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا کیا نہیں ہے دوزخ میں کافروں کا ٹھکانا۔

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳/ ۱۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۸۴

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] " " ۳۹/ ۳۲

جب کافر حد درجہ کا ظالم ہو اور ظالم کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا تو شیر و شکر و ہمکاسہ ہونا تو اور بدتر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۱۱، ۳۱۲)

(۲۲) مزید فرمایا:

یازدہم تجربہ شاہد کہ ساتھ کھانا مورثِ محبت و وداد ہوتا ہے اور کفار کی موالات سمِ قاتل ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ومن یتولهم منکم فانه منهم[1]

جو تم میں اُن سے دوستی رکھے گا اُنھیں میں سے شمار کیا جائے گا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۱۵)

(۲۳) روافض کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں فرمایا:

رافضی وغیرہ بد مذہبوں میں جس کی بدعت حدِ کفر تک پہنچی ہو وہ تو مرتد ہے اس کے ساتھ کوئی معاملہ مسلمان بلکہ کافر ذمّی کے مانند بھی برتاؤ جائز نہیں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے وغیرہا تمام معاملات میں اسے بعینہٖ مثل سوٴر کے سمجھیں اور جس کی بدعت اس حد تک نہ ہو اُس سے بھی دوستی محبت تو مطلقاً نہ کریں۔

قال اللہ تعالٰی "ومن یتولهم منکم فانه منهم[2]"

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا تو وہ یقیناً انھی میں سے ہوگا۔ (ت)

اور بے ضرورت و مجبوری محض کے خالی میل جول بھی نہ رکھیں کہ بد مذہب کی محبت آگ ہے اور صحبتِ ناگ اور دونوں سے پوری لاگ۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

و اما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]

اگر تجھے شیطان بھلا ڈالے تو یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

جاہل کو ان کی صحبت سے یوں اجتناب ضرور ہے کہ اس پر اثرِ بد کا زیادہ اندیشہ ہے اور عام مقتدا

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[2] " "

[3] " " ۶/ ۶۸

یُوں بچے کہ جہال اسے دیکھ کر خود بھی اس بلا میں نہ پڑیں بلکہ عجب نہیں کہ اسے اُن سے ملتا دیکھ کر اُن کے مذہب کی شناعت اُن کی نظروں میں ہلکی ہو جائے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

یکرہ للمشہور المقتدٰی بہ الاختلاط الٰی رجل من اھل الباطل والشر الا بقدر الضرورۃ لانہ یعظم امرہ بین یدی الناس ولوکان رجلا لا یعرف یدار یہ لیدفع الظلم عن نفسہ عن غیر اثم فلا باس بہ کذا فی الملتقط[1]

مشہور پیشوا کے لئے ایسے شخص سے میل جول رکھنا جو اہلِ باطل اور اہلِ شر میں سے ہو مکروہ ہے مگر ضرورت کی حد تک جائز ہے (یہ ممانعت اس لئے ہے) کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو جائیگا (جس کے بُرے اثرات مرتّب ہوں گے) اور اگر غیر معروف شخص ان میں محض اپنے دفاع اور ظلم سے بچاؤ کے لئے گھومے پھرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ الملتقط میں یونہی مذکور ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۲۰)

(۲۴) شراب خوروں اور غیر مقلدوں کی طرفداری کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

غیر مقلدوں کا ساتھ اور اُن کی طرفداری کرنا گمراہی و بددینی ہے اور شراب خوروں اور چانڈو بازوں کی طرفداری اگر ان کے اس گناہ میں ہے تو سخت عظیم کبیرہ ورنہ بیجا و بد۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر تمہیں شیطان بھلا دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۲۹)

(۲۵) کفار سے موالات ناجائز جبکہ دُنیوی معاملہ سوائے مرتد کے باقیوں کے ساتھ جائز ہے۔ چنانچہ فرمایا:

محیط میں ہے:

قال محمد مابعثہ ملک العدو من الھدیۃ الٰی امیر جیش المسلمین او الی الامام الاکبر وھو مع الجیش فانہ لا باس بقبولہا ویصیر فیئا للمسلمین وکذٰلک اذا اھدی ملکھم الٰی قائد من قواد المسلمین لہ منعۃ ولو کان اھدی الٰی واحد من کبار المسلمین لیس لہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۶

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۵۲۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

منعة یختص ھو بھا۔[1]

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دشمن کا بادشاہ اسلامی لشکر کے امیر یا امیر اکبر کو جو کچھ تحفہ و ہدیہ بھیجے جبکہ وہ لشکر میں ہو تو اس کو قبول کرنے میں کچھ حرج نہیں، اور وہ اہل اسلام کے لئے مالِ غنیمت ہو جائیگا، یونہی ان کا بادشاہ مسلمانوں کے کسی ایسے قائد کو ہدیہ بھیجے کہ جس میں قوت و زور ہو (تو اس کو لینے میں بھی کوئی حرج نہیں) اور اگر وہ مسلمانوں کے کسی بڑے فرد کو ہدیہ پیش کرے کہ جس میں قوتِ دفاع نہ ہو تو وہ پھر اس کے لئے مختص ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لو ان عسکرا من المسلمین دخلوا دار الحرب فاھدی امیرھم الی ملك العدو ھدیۃ فلاباس به وکذلك لو ان امیر الثغور اھدی الی ملك العدو ھدیۃ واھدی ملك العدو الیه ھدیۃ[2]، وقال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من المؤمنات والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن[3]، وتمام تحقیقه فی فتاوٰنا، وقال تعالٰی وان جنحوا للسلم فاجنح لھا[4]، وقال تعالٰی الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الٰی مدتھم ان اللہ یحب المتقین[5]، وقال تعالٰی واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[6]، وعنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الصلح جائز بین المسلمین الا صلحا احل حراما او حرم حلالا[7]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لا تغدروا[8]

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب السادس الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۶

[2] " " " " " " " " "

[3] القرآن الکریم ۵/۵

[4] " ۸/۶۱

[5] " ۹/۴

[6] " ۱۷/۳۴

[7] سنن ابی داؤد کتاب القضاء باب فی الصلح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۵۰

[8] مسند احمد بن حنبل عن بریدۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۵۸

اگر اسلامی فوج دارِ حرب میں داخل ہو پھر ان کا امیر دشمن کے حکمران کو کوئی ہدیہ پیش کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ اور اسی طرح اگر امیرِ سرحدِ اسلامی دشمن کے بادشاہ کو کوئی ہدیہ پیش کرے اور دشمن کا بادشاہ اسلامی امیر کو کوئی تحفہ و ہدیہ پیش کرے (تو دونوں صورتوں میں کچھ مضائقہ نہیں)، اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: مسلمان پارسا عورتیں اور اُن لوگوں کی پارسا عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب عطا ہوئی (یعنی اہلِ کتاب یہودی اور عیسائی) جب تم انھیں ان کے مہر ادا کردو (تو پھر ان دونوں سے عقد نکاح کرنا جائز ہے)، اور اس کی پوری تحقیق ہمارے فتاوٰی میں مذکور ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر وہ صلح کے لئے جُھک جائیں تو پھر تم بھی اس کے لئے جُھک جاؤ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: مگر وہ شرک کرنے والے کہ جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انھوں نے تم سے کوئی کمی نہ کی اور تم پر کسی کو غلبہ نہ دیا تو ان سے ان کی طے شدہ مدت تک ان سے کیا ہوا وعدہ پورا کرو بیشک اللہ تعالٰی ڈرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) وعدہ پورا کرو اس لئے کہ وعدے کے بارے میں (اللہ تعالٰی کے ہاں) باز پُرس ہوگی۔ اور حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ صلح مسلمانوں کے درمیان جائز ہے، مگر وُہ صلح جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرائے (ایسی جائز نہیں)، اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو!) دھوکا بازی نہ کیا کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۳۳ تا ۳۳۵)

(۲۶) ایک صاحبِ علم حاجی مالِ یتیم زبردستی کھاتا ہے اور یتیم دربدر ٹھوکریں کھا رہا ہے، اس کے بارے میں فرمایا:

ایسا شخص سخت ظالم، فاجر، مرتکب کبائر، مستحقِ عذابِ نار و غضبِ جبّار ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا[1]

بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ دوزخ کی بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔

قبول عمل و عبادت ہر شخص کا حق سبحانہٗ و تعالٰی کے اختیار ہے، ہاں اس ناپاک مال سے جو عبادت

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۰

مالی کرے گا ہرگز قبول نہ ہوگی۔ حدیث میں ہے:

ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب[1]

بیشک اللہ تعالٰی پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ (ت)

حج بھی اگر اسی روپے سے کیا تو مستحقِ مردودی ہے۔ حدیث میں ہے: جو مالِ حرام سے حج کو جائے جب لبیک کہے فرشتہ اُسے جواب دیتا ہے:

لا لبیك ولا سعدیك وحجك مردود علیك حتی ترد ما فی یدیك[2]

نہ تیری لبیک قبول، نہ خدمت قبول، اور تیرا حج تجھ پر مردود ہے یہاں تک کہ تو یہ مال حرام جو تیرے پاس ہے واپس دے۔

ایسے شخص سے ابتدا بسلام ناجائز و گناہ ہے۔ درمختار میں ہے:

یکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا[3]

جو کوئی اعلانیہ فاسق ہو اسے سلام دینا مکروہ ہے (ت)

مسلمانوں کو ایسے شخص سے میل جول رکھنا، اس کے پاس موافقت کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا نہ چاہیے، کہیں اُس کی آگ اُن میں بھی سرایت نہ کرے۔ قال اللہ تعالٰی:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4]

اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

وقال تعالٰی:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[5]

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں آگ چھوئے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۳۹، ۳۴۰)

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلٰوۃ الاستسقاء دار صادر بیروت ۳/۳۴۶

[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الحج الباب الثالث " " ۴/۴۳۱

کنز العمال حدیث ۱۱۹۰۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۲۷

العلل المتناہیۃ حدیث فی الحج بمال حرام حدیث ۹۳۰ دار نشر الکتب الاسلامیہ مصر ۲/۷۵

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

[4] القرآن الکریم ۶/۶۸ [5] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

(۲۷) تحقیرِ سید کے بارے میں فرمایا:

اور اس میں شک نہیں جو سید کی تحقیر بوجہ سیادت کرے وہ مطلقاً کافر ہے، اس کے پیچھے نماز محض باطل ہے ورنہ مکروہ۔ اور جو سید مشہور ہو اگرچہ واقعیت نہ معلوم ہو اسے بلا دلیل شرعی کہہ دینا کہ یہ صحیح النسب نہیں اگر شرائط کذب کا جامع ہے تو صاف کبیرہ ہے، اور ایسا کہنے والا اسّی کوڑوں کا سزاوار، اور اس کے بعد اس کی گواہی ہمیشہ کو مردود، اور اگر شرطِ قذف نہ ہو تو کم از کم بلا وجہ شرعی ایذائے مسلم ہے، اور بلا وجہ شرعی ایذائے مسلم حرام قطعی۔ قال اللہ تعالیٰ:

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا[1]

جو لوگ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں بغیر اس کے کہ انھوں نے (کوئی معیوب کام) کیا ہو ان کا دل دکھاتے ہیں تو بیشک اُنھوں نے اپنے سر پہ بہتان باندھا اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھالیا (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۴ ص ۲۴۲)

(۲۸) لوگوں پر ظلم کرنے والے غاصب اور اس کے مددگاروں نیز قدرت کے باوجود مظلوموں کی دادرسی نہ کرنے والوں کے بارے میں استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

(۱) جس شخص میں امور مذکورۂ سوال ہوں وہ مستحقِ عذابِ نار و غضبِ جبار و لعنتِ پروردگار ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، وہ اللہ و رسول کو ایذا دیتا ہے اور اللہ و رسول کو ایذا دینے والا فلاح نہیں پاتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم و لھم عذاب الحریق[2]

بیشک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو فتنے میں ڈالا پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ کا عذاب۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[3]

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۵۸ [2] القرآن الکریم ۸۵/۱۰
[3] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۷۳

جس نے ناحق کسی مسلمان کو ایذا دی بیشک اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزّ وجل کو ایذا دی۔

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[1]۔

سُنتا ہے اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ[2]۔

ظلم اندھیریاں ہے قیامت کے دن۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ظلم کے مددگار ظالم ہیں اور اس سے بڑھ کر عذاب وغضب ولعنت کے سزاوار۔

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

لا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3]۔

تم پر حرام ہے کہ گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام۔ رواہ الطبرانی[4] فی المعجم الکبیر والضیاء فی صحیح المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

جو دیدہ ودانستہ کسی ظالم کے ساتھ اُسے مدد دینے چلا وہ اسلام سے نکل گیا (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء نے صحیح المختارہ میں اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت) واللہ تعالٰے اعلم۔

(۳) ہاں مددگاروں پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور اُس کی مدد سے جُدا ہوں، اللہ عزوجل قرآن کریم

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

[2] صحیح البخاری کتاب المظالم باب الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۱

[3] القرآن الکریم ۵/ ۲

[4] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۶۱۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۷
کنز العمال حدیث ۱۴۹۵۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۸۵

میں کسی مسلمان کے ساتھ مسخرگی کرنے، اُس پر طعن کرنے، اُس کا بُرا لقب رکھنے سے منع کرکے فرماتا ہے،

ومن لم یتب فاولٰئك ھم الظّٰلمون[1]

جو ان باتوں سے توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

ان باتوں کو افعال مذکورہ سوال سے کیا نسبت، جو ان میں مدد سے توبہ نہ کریں کیسے سخت درجے کے ظالم ہوں گے۔ اہل برادری یا کسی مسلمان کو ظالم کا حکم اس کے ظلموں میں ماننا جائز نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا طاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالٰی[2]

اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔

اور ظالم باز نہ آئے تو مسلمانوں کو چاہیئے اُسے برادری سے نکال دیں، اُس سے میل جول چھوڑ دیں، اُس کے پاس نہ بیٹھیں کہ اس کی آگ انھیں بھی نہ پھونک دے۔ اور فرماتا ہے اللہ تبارک وتعالٰی:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]

اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) جو مظلوم کی دادرسی پر قادر ہو اور نہ کرے تو اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اغتیب عندہ اخوہ المسلم فلم ینصرہ وھو یستطیع نصرہ ادرکہ اللہ تعالٰی فی الدنیا والاٰخرۃ۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابن عدی فی الکامل[4] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۱

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۲۳

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[4] ذم الغیبۃ مع موسوعہ رسائل ابن ابی الدنیا حدیث ۱۰۸ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ ۲/ ۱۰۲

الکامل لابن عدی ترجمہ ابان بن ابی عیاش دار الفکر بیروت ۱/ ۳۷۷

المطالب العالیہ باب الزجر عن الاستطاعۃ فی عرض المعلم حدیث ۲۷۰۶ عباس احمد الباز مکۃ المکرمۃ ۳/ ۲

جس کے سامنے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور یہ اس کی مدد پر قادر ہو اور نہ کرے اللہ تعالٰی اسے دُنیا و آخرت دونوں میں ذلیل کرے گا (اس کو محدث ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور حکم سُن کر گناہ پر ہٹ کرنا استحقاق عذاب نار ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واذا قیل له اتق الله اخذته العزة بالاثم فحسبه جهنم ط ولبئس المهاد [1]

جب اس سے کہا جائے اللہ سے ڈر تو اسے گناہ کی ضد چڑھے ایسے کو جہنم کافی ہے اور کیا بُرا ٹھکانا۔

ابلیس کی پیروی سے حکمِ خدا و رسول پر نہ چلنا اور ظالم کے حکم پر چلنا گناہ کبیرہ ہے استحقاقِ جہنم ہے مگر کوئی مسلمان کیسا ہی فاسق فاجر ہو یہ خیال نہیں کرتا کہ اللہ و رسول کے حکم پر اس کے حکم کو ترجیح ہے ایسا سمجھے تو آپ ہی کافر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۴۵ تا ۳۴۸)

(۲۹) جھوٹوں کے بارے میں فرمایا:

بلا ضرورتِ شرعی جھوٹ بولنا اور بلوانا کبیرہ گناہ ہے،

قال الله تعالٰی "قتل الخراصون" [2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: مارے جائیں وہ لوگ جو اٹکل پچو سے باتیں بنانے والے ہیں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۵۶)

(۳۰) اولاد بالغ کو تنبیہِ خیر کرنا والدین پر واجب ہے یا فرض؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

جو حکم فعل کا ہے وہی اس پر آگاہی دینی ہے فرض پر فرض، واجب پہ واجب، سنت پہ سنت، مستحب پہ مستحب، مگر بشرطِ قدرت بقدرِ قدرت بامیدِ منفعت، ورنہ:

علیكم انفسكم لا یضركم من ضل اذا اهتدیتم [3]

(لوگو!) اپنی جانوں کی فکر کرو، لہٰذا تمھیں کچھ نقصان نہیں دے سکے گا جو بھٹک گیا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۷۰)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۰۶
[2] " ۵۱/۱۰
[3] " ۵/۱۰۵

(۳۱) حقوق اللہ کی معافی کے بارے میں فرمایا:

حقوق اللہ معاف ہونے کی دو صورتیں ہیں:

اوّل توبہ، قال اللہ تعالٰی:

ھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفوا عن السیئات[1]

وہی (اللہ تعالٰی) ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے (ت)

دوم عفوالٰہی، قال اللہ تعالٰی:

فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء[2] اللہ تعالٰی جس کو چاہے معاف فرمادے اور جس کو چاہے سزا دے۔ (ت)

و قال تعالٰی:

ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم[3]

یقیناً اللہ تعالٰی سب گناہ بخش دیتا ہے کیونکہ وہی گناہ بخشنے والا اور مہربان ہے (ت)

اور حقوق العباد معاف ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں:

(۱) جو قابلِ ادا ہے ادا کرنا ورنہ اُن سے معافی چاہنا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ او شیئ فلیتحللہ منہ الیوم قبل ان لایکون دینار ولا درھم ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمتہ و ان لم تکن لہ حسنات اخذ من سیئات صاحبہ فحمل علیہ[4]

جس کے ذمّہ اپنے بھائی کا آبرو وغیرہ کسی بات کا مظلمہ ہو اسے لازم ہے کہ یہیں اس سے معافی چاہ لے قبل اس وقت کے آنے کے کہ وہاں نہ روپیہ ہوگا نہ اشرفی، اگر اس کے پاس کچھ نیکیاں ہوں گی تو بقدر اس کے حق کے اس سے لے کر اسے دی جائیں گی ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۵

[2] " ۲/ ۲۸۴

[3] " ۳۹/ ۵۳

[4] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب من کانت لہ مظلمۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۱

(۲) دوسرا طریقہ یہ کہ صاحبِ حق بلا معاوضہ لئے معاف کر دے۔ قال تعالٰی:

فاعفوا واصفحوا[1]

تم دوسروں کو معاف کردو اور ان سے درگزر کرو۔ (ت)

وقال تعالٰی:

الا تحبون ان یغفر اللّٰہ لکم[2]

کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالٰی تمھیں بخش دے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۷۳، ۳۷۴)

(۳۲) زوجین کے ایک دوسرے پرحقوق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مرد پر عورت کا حق نان ونفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اُس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اسے خلافِ شرع باتوں سے بچانا۔ قال تعالٰی:

وعاشروھن بالمعروف۔[3]

عورتوں سے اچھی طرح رہنا سہنا کرو۔ (ت)

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا۔[4]

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

اور عورت پر مرد کا حق خاص امور متعلقہ زوجیت میں اللہ ورسول کے بعد تمام حقوق حتی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت اور اس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے، بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جاسکتی اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن وہ بھی صبح سے شام تک کے لئے اور بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپی کے یہاں سال بھر بعد اور شب کو کہیں نہیں جاسکتی۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۹
[2] 〃 ۲۴/ ۲۲
[3] 〃 ۴/ ۱۹
[4] 〃 ۶۶/ ۶

"اگر میں کسی کو غیر خدا کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے"[۱]
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۷۹، ۳۸۰)

(۳۳) قیامت میں حقوق العباد کے مؤاخذہ کا تعلق فقط مومنوں کے ساتھ خاص ہے یا وہ عام ہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اخبار و آثار در مطلق حقوق ست مومن را باشد یا کافر ذمی را انسان را باشد یا حیوان وقد نصوا ان خصومۃ الدابۃ اشد من خصومۃ الذمی، وخصومۃ الذمی اشد من خصومۃ المسلم کما فی الخانیۃ والدر[۲] وغیرھما، و باجماع اہلسنت ہیچ وعید در حق مسلم قطعی نیست قال اللہ تعالٰی "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء"[۳] انچہ در اشدیت خصومت ذمی گفتہ اند انہ لا یرجی منہ العفو فیبقی فی خصومتہ فاقول ای یطول خصومتہ ولیس فیہ ان الوعید ینفذ ولابد حقوق واصحاب ہمہ را مالک حقیقی حضرت حق ست عز جلالہ فیفعل ما یشاء[۴] و یحکم ما یرید[۵]۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

اخبار اور آثار مطلق حقوق کے متعلق وارد ہیں خواہ مومن ہو یا کافر ذمی، انسان ہو یا حیوان۔ اس لئے کہ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ جانوروں کا جھگڑنا اور فریق مخالف ہونا ذمی کافر کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے، اور ذمی کی مخالفت مسلمان کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضیخان اور درمختار وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور اہل سنت کا اتفاق ہے کہ کوئی دھمکی مسلمان کے حق میں قطعی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ بیشک اللہ تعالٰی اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس سے کمتر جس کے لئے چاہے معاف کر دیتا ہے، اور

---

[۱] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۸
کنز العمال برمز حم حدیث ۴۵۸۶۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/۵۵۸
[۲] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹
[۳] القرآن الکریم ۴/۴۸ و ۱۱۶
[۴] " " ۳/۴۰ و ۲۲/۱۸
[۵] " " ۵/۱

یہ جو وارد ہوا ہے کہ ذمی کی مخالفت زیادہ سخت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے معافی کی امید نہیں، پھر وہ اپنی مخالفت میں باقی رہے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی مخالفت طویل ہو جائے گی اور اس میں یہ نہیں کہ عذاب کی دھمکی ضرور نافذ ہو گی۔ حقوق و اصحاب سب کا حقیقی مالک اللہ تعالٰی ہے کہ جس کی عزت بڑی ہے، لہذا وہ کرتا ہے جو چاہے، اور فیصلہ کرتا ہے جس کا ارادہ فرمائے۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۸۱، ۳۸۲)

(۳۴) سوتیلی ماں کا حق بیٹے پر کیا ہے اور سوتیلی ماں پر تہمت لگانے والے کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

حقوق تو مسلمان پر ہر مسلمان رکھتا ہے اور کسی مسلمان کو تہمت لگانی حرام قطعی ہے خصوصًا معاذ اللہ اگر تہمتِ زنا ہو، جس پر قرآنِ عظیم نے فرمایا:

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[1]

اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسا نہ کرنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

تہمتِ زنا لگانے والے کو اسّی کوڑے لگتے ہیں اور ہمیشہ کو اس کی گواہی مردود ہوتی ہے اللہ تعالٰی نے اس کا نام فاسق رکھا، یہ سب احکام ہر مسلمان کے معاملے میں ہیں اگرچہ اس سے کوئی رشتہ علاقہ اصلاً نہ ہو، اور سوتیلی ماں تو ایک عظیم و خاص علاقہ اس کے باپ سے رکھتی ہے جس کے باعث اس کی تعظیم و حرمت اس پر بلا شبہہ لازم۔ اسی حرمت کے باعث رب العزت جل وعلا نے اسے حقیقی ماں کی مثل حرام ابدی کیا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۸۶، ۳۸۷)

(۳۵) اولاد پر والدین میں سے کس کا حق زیادہ ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اولاد پر باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم۔ قال اللہ تعالٰی:

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا ط حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا ط وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا ط[2]

اور ہم نے تاکید کی آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کی، اسے پیٹ میں رکھے رہی اس کی ماں تکلیف سے، اور اسے جنا تکلیف سے، اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دُودھ چھُٹنا تیس مہینے میں ہے۔[3]

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۷
[2] القرآن الکریم ۴۶/ ۱۵

اس آیۂ کریمہ میں رب العزت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کر کے گنا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل و ولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشد و اعظم ہو گیا شمار فرمایا، اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

ووصّینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک[1]

تاکید کی ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے حق میں کہ پیٹ میں رکھا اسے اس کی ماں نے سختی پر سختی اٹھا کر، اور اس کا دودھ چھٹنا دو برس میں ہے، یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انھیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا، فرماتا ہے: شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۸۷، ۳۸۸)

(۳۶) حقِ والدین کے سلسلہ میں مزید فرمایا:

خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لئے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت و رحمت کے مظہر ہیں، ولہذا قرآن عظیم میں اللہ جل جلالہ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ ان اشکر لی ولوالدیک[2] حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۰۱)

(۳۷) استاذ کے احترام کے بارے میں فرمایا:

استاذ کی تعظیم یہ ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔

قال اللہ تعالٰی "ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ۝ ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا بیشک اے حبیب! جو لوگ حجروں سے باہر کھڑے ہو کر تمھیں بلاتے ہیں ان میں سے اکثر بیوقوف ہیں وہ صبر کرتے حتی کہ تم خود بخود باہر تشریف لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴ [2] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴ [3] القرآن الکریم ۴۹/ ۴ و ۵

عالمِ دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائبِ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہے، ہاں اگر کسی خلافِ شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے۔

لا طاعة لاحد فی معصیة اللہ۔

اللہ تعالٰے کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۳)

(۳۸) ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا جو فلسفہ کی چند کتابیں پڑھ کر اپنے دینی معلم کے مقابلے پر اُتر آیا اور ان کو امامت سے معزول کرا کے خود امام بننے کی کوشش کرنے لگا حالانکہ وہ معلم صاحب معمر، عالم باعمل اور سید ہیں۔ اس کی نالائقیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اوّل تو وہ ناشکرا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

حق عزوجل فرماید لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید[1] ہر آئینہ اگر سپاس آرید بیشک بیفزایم وبیشتر بخشم شمار او اگر ناسپاسی ورزید پس بدرستیکہ عذابِ من سخت ست وفرمود جلت عظمتہ ان اللہ لایحب کل مختال فخور[2] بدرستیکہ خدائے دوست نمی دارد ہر بسیار داغل سخت ناسپاس را، وفرمود عزشانہٗ ھل نجزی الا الکفور[3] ماکرا سزا میدہیم وسرورِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرمود من اولی معروفا فلم یجد لہ جزاء الا الثنا فقد شکرہ ومن کتمہ فقد کفرہ ہرکہ باوے احسانے کردہ شد واوراعوض نیافت جز آنکہ برائے محسن ثنائے نیک نمودہ پس بتحقیق کہ سپاس او بجاآورد وہرکہ پوشید پس بدرستیکہ کافرِ نعمت شد اخرجہ البخاری فی الادب المفرد وابوداؤد[4] فی السنن والترمذی فی الجامع وابن حبان فی التقاسیم والانواع والمقدسی فی المختارۃ برواۃ ثقات عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم انّ عذابی لشدید اگر تم نے شکر ادا کیا

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۷
[2] " " ۳۱/ ۱۸
[3] " " ۳۴/ ۱۷
[4] موارد الظمآن باب شکر المعروف حدیث ۲۰۷۳ المطبعۃ السلفیۃ ص ۵۰۶
الترغیب والترھیب الترغیب فی شکر المعروف مصطفی البابی مصر ۲/ ۷۷

تو بیشک میں تمھیں اور زیادہ دُوں گا اور اگر ناشکری اختیار کرو گے تو (جان لوکہ) بیشک میرا عذاب سخت ہے۔ نیز ارشاد فرمایا: اللہ لایحب کل مختال فخور بیشک اللہ تعالٰی ہر اِترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ یہ بھی فرمایا: ھل نجزی الا الکفور ہم ناشکرے ہی کو بدلہ دیں گے۔ سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم نے فرمایا: من اولی معروفا فلم یجد لہ جزاءً الا الثناء فقد شکرہ و من کتمہ فقد کفر جس کے ساتھ نیکی کی گئی وہ سوائے تعریف کے محسن کے لئے کچھ نہ کرسکا تو اس نے اس کا شکریہ ادا کر دیا اور جس نے اس احسان کو چھپایا وہ کافرِ نعمت (ناشکرا) ہوا۔ (بخاری (ادب المفرد)، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، مقدسی از جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰے عنہما)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۷۴)

(۳۹) اپنے سید استاذ کی نافرمانی کرنے والے شخص کی دسویں نالائقی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

دھم آنکہ سید موصوف گو اوستاذ ایں کس مباشں اما آخر مسلمانیست وایں کار کہ فلاں خواست بالبداہت موجب ایذائے اوست وایذائے مسلم بے وجہ شرعی حرام قطعی قال اللہ تعالٰی "والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا ۝" آنانکہ آزار دہند مردان مومن و زنانِ مومنہ را بے جرم پس بہ تحقیق کہ بہتان و گناہ آشکارا بر خود برداشتند۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۲۵، ۴۲۶)

دھم سیّد موصوف اگرچہ اس شخص کے استاذ نہ ہوں آخر مسلمان تو ہیں اور یہ کام جو اس شخص نے اختیار کیا ہے واضح ہے کہ اس میں سیّد صاحب کی تکلیف ہے اور مسلمان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا: والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا[1] ۝ وہ لوگ جو ایماندار مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی جُرم کے تکلیف دیتے ہیں بیشک اُنھوں نے بُہتان اور کُھلا گناہ اپنے ذمّے لے لیا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۲۵، ۴۲۶)

(۴۰) بیٹے کا باپ پر کس قدر حق ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

اللہ عزّوجل نے اگرچہ والد کا حق ولد پر نہایت اعظم بتایا یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا کہ اَنِ اشکرلی ولوالدیک[2] حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ مگر ولد کا حق بھی والد پر

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۸ [2] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

عظیم رکھا ہے کہ ولد مطلق اسلام، پھر خصوصِ جوار، پھر خصوصِ قرابت، پھر خصوصِ عیال، ان سب حقوق کا جامع ہوکر سب سے زیادہ خصوصیتِ خاصہ رکھتا ہے، اور جس قدر خصوص بڑھتا جاتا ہے حق اشد و آکد ہوتا جاتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۵۱)

(۴۱) جن لوگوں کے حقوق روزِ قیامت اللہ تعالٰی معاف کرائے گا ان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

پنجم اولیائے کرام صوفیۂ صدق اربابِ معرفت قدست اسرارھم و نفعنا اللہ ببرکاتھم فی الدنیا والآخرۃ (ان کے راز پاک کردیئے گئے، اللہ تعالٰی ہمیں دُنیا اور آخرت میں ان کی برکتوں سے فائدہ پہنچائے۔ت) کہ بنصِ قطعی قرآن روزِ قیامت ہر خوف وغم سے محفوظ و سلامت ہیں۔

قال تعالٰی "الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) آگاہ ہوجاؤ یقیناً اللہ تعالٰی کے دوست (ہر خوف اورغم سے محفوظ ہوں گے) نہ انھیں کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (ت)

تو ان میں بعض سے اگر بتقاضائے بشریت بعض حقوقِ الٰہیہ میں اپنے منصب و مقام کے لحاظ سے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین کوئی تقصیر واقع ہو تو مولٰی عزوجل اسے وقوع سے پہلے معاف کرچکا کہ:

قد اعطیتکم من قبل ان تسألونی و قد اجبتکم من قبل ان تدعونی و قد غفرت لکم من قبل ان تستغفرونی[2]

میں نے تمھیں عطا فرمادیا اس سے پہلے کہ تم مجھ سے مانگو، اور میں نے تمھاری درخواست قبول کرلی قبل اس کے کہ تم مجھے پکارو، اور یقیناً تمھاری نافرمانی کرنے سے پہلے میں نے تمھیں معاف کردیا (ت)

یوں ہی اگر باہم کسی طرح کی شکر رنجی یا کسی بندہ کے حق میں کچھ کمی ہو جیسے صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیھم اجمعین کے مشاجرات کہ فرمایا:

ستکون لاصحابی زلۃ یغفرھا اللہ تعالٰی لھم لسابقتھم معی[3]

عنقریب میرے ساتھیوں سے کچھ لغزشیں ہوں گی جنھیں ان کی پیش قدمی کے باعث اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۲

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) سورۃ القصص تحت الآیۃ وما کنت بجانب الغربی الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۴/ ۲۲۰

[3] الجامع الصغیر حدیث ۴۳۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۰۱

معاف فرمادے گا (ت)

تو مولیٰ تعالیٰ وہ حقوق اپنے ذمہ کرم پر لے کر اربابِ حقوق کو حکم تجاوز فرمائے گا اور باہم صفائی کراکر آمنے سامنے جنت کے عالیشان تختوں پر بٹھائے گا کہ:

ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقبلین [1]

ان کے سینوں کو کینوں اور کدورتوں سے ہم صاف کردیں گے پھر وہ بھائی بھائی ہو کر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تخت نشین ہوں گے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۲۷۲، ۲۷۳)

(۴۲) جو شخص اپنے نابالغ بچوں کے فوت ہونے پر صبر کرے قیامت میں اُسے کیا جزا ملے گی؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب [2]

یونہی ہے کہ صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر پورا پورا دیا جائے گا بے شمار۔

اور فرماتا ہے:

اولٰئك علیھم صلوات من ربھم ورحمة واولٰئك ھم المھتدون [3]

ایسے ہی لوگوں پر درودیں ہیں ان کے رب کی طرف سے اور مہربانی، اور یہی لوگ راہ پانے والے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من مسلم یموت له ثلٰثة لم یبلغوا الحنث الا ادخله الله الجنة بفضل رحمته ایاھم۔ رواہ الشیخان [4] والنسائی وابن ماجة عن انس بن مالك۔

جس مسلمان کے تین بچے نابالغی میں مریں گے اللہ تعالےٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/۴۷ — [2] القرآن الکریم ۳۹/۱۰

[3] القرآن الکریم ۲/۱۵۷

[4] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المسلمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۴

سنن ابن ماجہ ابواب ما جاء فی الجنائز باب ما جاء فی ثواب من اصیب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

سنن النسائی کتاب الجنائز باب ثواب من احتسب الخ نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۲۶۴

اس رحمت کی برکت سے جو اُن بچّوں پر فرمائے گا۔ (امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۷۷، ۴۷۸)

(۴۳) سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے استعانت کے بارے میں فرمایا:

ہاں سیدنا حضرت عالی مقام علٰی جدّہ الکریم ثم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنی حاجت میں استمداد و استعانت و طلبِ دُعاء و شفاعت جائز و محبوب،

قال اللہ تعالٰی "وابتغوا الیہ الوسیلۃ[1]" وقال اللہ تعالٰی "اولٰئک الذین یدعون یبتغون الٰی ربّھم الوسیلۃ[2]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی کی بارگاہ تک رسائی کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یہ وہ مقبول بندے ہیں جنھیں یہ کافر پُوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۹۵)

(۴۴) زید کہتا ہے کہ تعزیہ چونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف منسوب اور ان کے روضہ کا نقشہ ہے لہذا تعزیہ بنانا ضروری اور باعثِ ثواب ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا:

تعزیہ جس طرح رائج ہے نہ ایک بدعت مجمعِ بدعات ہے، نہ وہ روضہ مبارک کا نقشہ ہے، اور ہو تو ماتم اور سینہ کوبی اور تاشے باجوں کے گشت اور خاک میں دبانا یہ کیا روضہ مبارک کی شان ہے، اور پریوں اور بُراق کی تصویریں بھی شاید روضہ مبارکہ میں ہوں گی، امام عالی مقام کی طرف اپنی ہوساتِ مخترعہ کی نسبت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی توہین ہے، کیا توہینِ امام قابلِ تعظیم ہے۔ کعبہ معظمہ میں زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے سیدنا ابراہیم و سیدنا اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں بنائیں اور ہاتھ میں پانسے دیئے تھے جن پر لعنت فرمائی اور ان تصویروں کو محو فرمادیا، یہ تو انبیائے عظام کی طرف نسبت تھی کیا اس سے وہ ملعون پانسے معظم ہو گئے یا تصویریں قابلِ ابقا۔ اور اسے ضروری کہنا تو اور سخت تر افترائے اخبث ہے، وہ بھی کس پر، شرع مطہر پر۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[3]

---

[1] القرآن الکریم ۵ / ۳۵

[2] " ۱۷ / ۵۷

[3] " ۱۰ / ۶۹ و ۱۶ / ۱۱۶

بیشک جو اللہ تعالٰی کے ذمّے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہ ہوں گے (ت)

اور اس کے منکر کو یزید کہنا رفض پلید ہے تعزیہ میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۰۶، ۵۰۷)

(۴۵) شہادت نامے اور تعزیہ داری میں فرق احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بالجملہ شہادت نامے کی حقیقت ہنوز وہی امرِ مباح ومحمود ہے اور شنائع زوائد وعوارض اگر ان سے خالی اور نسبت نامحمود سے پاک ہو ضرور مباح ہے اور تعزیہ داری کی حقیقت ہی یہ امورِ ناجائزہ ہیں، "اس قدر جائز رہے" جیسے کوئی تعلق نہ رہا، نہ اس کے وجود سے موجود ہوتی ہے نہ اس کے عدم سے معدوم، تو یہ فی نفسہ ناجائز وحرام ہے۔ اس کی نظیر امم سابقہ میں آغازِ اصنام ہے۔ وَد وسواع ویغوث ویعوق ونسر صالحین تھے ان کے انتقال پر اُن کی یاد کے لئے اُن کی صورتیں تراشیں، بعد مرورِ زماں پچھلی نسلوں نے انھیں کو معبود سمجھ لیا، تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُن بُتوں کی حالت اپنی اسی ابتدائی حقیقت پر باقی تھی یہ شنائع زوائد عوارض خارجہ تھے، ولہذا شرائع الٰہیہ مطلقاً ان کے رَدّ وانکار پر نازل ہوئیں۔ بخاری وغیرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

کانوا اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطٰن الٰی قومھم ان انصبوا الٰی مجالسیھم التی کانوا یجلسون انصابا وسمّوھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتّی اذا ھلک اولٰئک ونسخ العلم عبدت۔[2]

وَد، سواع وغیرہ قومِ نوح علیہ السلام کے نیک لوگوں کے نام تھے، جب وہ وفات پاگئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اُن کی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے ان کے مجسّمے بنا کر کھڑے کردو اور اُن کے اسماء کا ذکر کرو (یعنی انھیں یاد کرو) چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا مگر وُہ ان کی عبادت میں مشغول نہیں ہوئے تاآنکہ وُہ لوگ دُنیا سے رخصت ہوگئے اور علم مِٹ گیا اور پچھلے لوگ یعنی بعد میں آنے والی نسل حقیقت سے ناآشنا ہوتے ہوئے ان کی پُوجا

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورہ نوح ۷۱، باب ودًّا ولاسواعًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۲

فتح الباری باب ودًّا ولاسواعا الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۹/ ۵۷۶

کرنے لگی۔ (ت)

فاکہی عبیداللہ بن عبید بن عمیر سے راوی:

قال اول ماحدثت الاصنام علٰی عہد نوح وکانت الابناء تبر الاٰباء فمات رجل منہم فجزع علیہ ابنہ فجعل لایصبر عنہ فاتخذ مثالا علٰی صورتہ فکلما اشتاق الیہ نظرہ ثم مات ففعل بہ کما فعل ثم تتابعوا علٰی ذٰلک فمات الاٰباء فقال الابناء ما اتخذ اٰباؤنا ھٰذہ الا انہا کانت اٰلہتہم فعبدوھا۔[1]

عبداللہ ابن عبید نے کہا سب سے پہلے بُت پرستی کا ظہور زمانۂ نوح میں ہُوا، اور بیٹے اپنے آباء سے حُسنِ سلوک کیا کرتے تھے، پھر ان میں سے کوئی شخص مرجاتا تو اُس کا بیٹا اس کے لئے بیقرار اور بے چین ہوجاتا اور صبر نہ کرسکتا اور اپنی تسکین کے لئے اس کی مورتی بنالیتا اور جب اصل کو دیکھنے کا شوق ہوتا تو اس شبیہہ کو دیکھ کر دل کو تسلّی دے لیتا اور جب وُہ مرجاتا تو اس کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا، غرضَہ دراز تک لگاتار اور مسلسل یہ کام ہوتا رہا، اور جب پہلے باپ دادا مرگئے تو آنے والی اولاد کہنے لگی کہ یہ تو ہمارے پہلے باپ دادوں کے معبود تھے پھر یہ ان کی عبادت کرنے لگے (پس اس طرح بُت پرستی کا آغاز ہوا)۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۱۸ تا ۵۲۰)

(۶۴) ایک شخص نے کہا مسجد اور تعزیہ میں کوئی فرق نہیں۔ اس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

یہ شخص صریح گمراہ و بدعقل و بدزبان ہے، مسجد کو کوئی سجدہ نہیں کرتا، نہ اس کی حقیقت اینٹ گارا ہے بلکہ وُہ زمین کہ نماز و عبادتِ الٰہی بجالانے کے لئے تمام حقوق عباد سے جُدا کرکے اللہ عزوجل کے حکم سے اس کی طرف تقرب کے واسطے خاص ملک الٰہی پر چھوڑی گئی اب وہ شعائر اللہ سے ہوگئی اور شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔[2]

اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے (ت)

اس مجموعۂ بدعات کو اس سے کیا نسبت، مگر جہلِ مرکب سخت مرض ہے، والعیاذ باللہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۲۵)

---

[1] فتح الباری بحوالہ فاکہی عن عبیداللہ بن عبید باب ودا ولاسواعا الخ دارالکتب العلمیہ بیروت ۹/ ۵۷۸
الدرالمنثور تحت الآیۃ ۷۱/ ۲۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۲۷۳

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

(۴۷) مذکورہ بالا شخص کے جواب میں دوسرے نے کہا بھائی یہ باتیں شرع کی ہیں لکھ کر شرع کے سپرد کرو۔ آپس میں جھگڑا مت کرو۔ اس شخص ثانی کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا:

اس شخص نے اچھا کیا، مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ جو بات نہ جانے خود اس پر کوئی حکم نہ لگائے بلکہ اہلِ شرع سے دریافت کرے۔ قال اللہ تعالٰی:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون[1]

(اے لوگو!) علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۲۵)

(۴۸) دھوتی پہننا کیسا ہے، اور تشبّہ بالکفار کون سا ممنوع ہے؟ اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا:

اس تحقیق سے روشن ہو گیا کہ تشبُّہ وہی ممنوع و مکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبّہ کی ہو یا وہ شَے اُن بد مذہبوں کا شعار خاص یا فی نفسہٖ شرعًا کوئی حرج رکھتی ہو۔ بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہِ ممانعت نہیں۔ اب مسئلہ مسئولہ کی طرف چلیے، دھوتی باندھنے والے مسلمانوں کا یہ قصد تو ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کافروں کی سی صورت بنائیں، نہ مدعی نے اس پر بنائے کلام کی، بلکہ دھوتی باندھنے کو ان سخت شدید اختراعی احکام کا مورد قرار دیا، نہ زنہار قلب پر حکم روا، نہ بدگمانی جائز۔

قال اللہ تعالٰی "ولا تقف مالیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك کان عنه مسئولا"[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اُن باتوں کے پیچھے نہ پڑو جن کا تمھیں کچھ علم نہیں۔ بیشک کان، آنکھ اور دل کے متعلق (بروزِ قیامت) پوچھا جائے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۳۴)

(۴۹) حقّہ پینے اور پان کھانے کو حرام قرار دینے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

پان بیشک حلال ہے، حضرت محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ اُن سے پہلے اولیاءِ کرام نے اس کا استعمال فرمایا ہے۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اس کی مدح فرمائی، اس میں چونے کا جواز کتاب نصاب الاحتساب میں مصرح ہے۔ حقّہ کا جواز غمز العیون و شرح ہدیہ ابن العماد و کتاب الصلح بین الاخوان و درمختار و طحطاوی و ردّالمحتار وغیرہ کتبِ معتمدہ میں مصرح ہے۔ حلال کو حرام کہنا اس شخص کی بڑی جرأت ہے۔ اور یہ کہ پان کھانے والا یا حقّہ پینے والا جماعت میں شریک نہ ہو اس کا

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۴۳ و ۲۱/۷

[2] القرآن الکریم ۱۷/۳۶

ظلمِ شدید بلکہ ضلالِ بعید ہے وہ اسے حکمِ شرع ٹھہرا کر شرع مطہر پر افترا کرتا ہے اور اللہ پر افترا کرنے والا عذابِ شدید کا مستحق ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلٰل وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1]

جو کچھ تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تاکہ تم اللہ کے ذمّے جھوٹ لگاؤ۔ بے شک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی اس کے ذمّے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہیں ہو سکتے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۵۶)

(۵۰) بزرگوں کی تصاویر بطور تبرک گھر میں رکھنے کا حکمِ شرعی بیان کرنے کے لئے اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ نے مستقل رسالہ "العطایا القدیر فی حکم التصویر" تحریر فرمایا۔ اس میں فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے، دنیا میں بُت پرستی کی ابتدا یُونہی ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرکاً رکھیں اور اُن سے لذتِ عبادت کی تائید سمجھی، شدہ شدہ وہی معبود ہوگئیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے آیۂ کریمہ:

وقالوا لا تذرن اٰلھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا[2]

کافروں نے کہا ہرگز اپنے خداؤں کو نہ چھوڑو، اور وَد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی نہ چھوڑو۔ (ت)

کی تفسیر میں ہے:

قال کانوا اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطان الی قومھم ان نصبوا الی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولٰئک ونسخ العلم عبدت[3]

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶
[2] ″ ″ ۷۱/ ۲۳
[3] صحیح البخاری کتاب التفاسیر باب ودا و سواعا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۲

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما نے فرمایا یہ حضرت نوح (علیہ السلام) کی قوم کے نیک اور پارسا لوگوں کے نام ہیں، جب وہ وفات پا چکے تو شیطان نے بعد والوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ جہاں یہ لوگ بیٹھتے تھے وہیں اُن مجالس میں اُنھیں نصب کردو (یعنی قرینے سے انھیں کھڑا کردو) اور جوان کے نام (زندگی میں) تھے وہی نام رکھ دو، تو لوگوں نے (جہالت سے) ایسا ہی کیا۔ پھر کچھ عرصہ ان کی عبادت نہ ہوئی، یہاں تک کہ جب وہ تعظیم کرنے والے مرگئے اور علم مٹ گیا (اور ہر طرف جہالت پھیل گئی) پھر ان کی عبادت شروع ہوگئی۔ (ت)

عبد بن حمید اپنی تفسیر میں ابوجعفر بن المہلب سے راوی:

قال کان ود رجلا مسلما وکان محببا فی قومه فلما مات عسکروا حول قبره فی ارض بابل وجزعوا علیه فلما رأی ابلیس جزعهم علیه تشبه فی صورة انسان ثم قال أری جزعکم علی هذا فهل لکم ان اصور لکم مثله فیکون فی نادیکم فتذکرونه به؟ قالوا نعم فصورلهم مثله فوضعوه فی نادیهم وجعلوا یذکرونه فلما رأی مالهم من ذکره قال هل لکم ان اجعل لکم فی منزل کل رجل منکم تمثالا مثله فیکون فی بیته فتذکرونه؟ قالوا نعم فصور لکل اهل بیت تمثالا مثله فاقبلوا فجعلوا یذکرونه به قال وادرك ابنائهم فجعلوا یرون مایصنعون به وتناسلوا ودرس امرذکرهم ایاه حتی اتخذوه الٰها یعبدونه من دون الله، قال وکان اول ماعبد غیرالله فی الارض ود الصنم الذی سموه بود۔[1]

ابوجعفر نے فرمایا: "ود" ایک مسلمان شخص تھا جو اپنی قوم میں ایک پسندیدہ اور محبوب شخص تھا جب وُہ مرگیا تو سرزمینِ بابل میں لوگ اس کی قبر کے آس پاس جمع ہوئے اور اس کی جدائی پر بیقرار ہوئے (اور صبر نہ کرسکے) جب شیطان نے اس کی جُدائی میں لوگوں کو بیتاب پایا تو وہ انسانی صورت میں ان کے پاس آیا اور کہنے لگا میں اس کے مرنے پر تمھاری بیقراری دیکھ رہا ہوں کیا مناسب سمجھتے ہو کہ میں بالکل اس جیسی تمھارے لئے اس کی تصویر بنادوں پھر وہ تمھاری مجلس میں رہے پھر اس کی تصویر دیکھ کر تم اسے یاد کرو۔ لوگوں نے کہا ہاں یہ تو اچھی تجویز ہے۔ پھر شیطان نے لوگوں کے لئے بالکل اُسی جیسی اس کی تصویر بنادی اور لوگوں نے اسے اپنی مجالس میں سجا رکھا اور اس کی یاد کرنے لگے۔ پھر جب شیطان نے دیکھا کہ اس کے ذکر سے لوگوں کی جو حالت ہوتی ہے۔ پھر شیطان کہنے لگا کیا تم یہ مناسب کہتے ہو کہ میں تم میں سے ہر شخص کے لئے اس کے گھر

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ عبد بن حمید تحت الآیۃ ۷۱/ ۲۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۲۷۳، ۲۷۴

میں اس کے بزرگ کا عکس تیار کر کے سجادوں تاکہ وہ اس کے گھر میں موجود ہو، اور تم سب لوگ (انفرادی اور اجتماعی طور پر) اس کا تذکرہ کرتے رہو۔ لوگ کہنے لگے ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے۔ پھر اس نے سب گھر والوں کے لئے بالکل اُسی جیسا اس کا ایک ایک فوٹو تیار کر دیا پھر لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کا فوٹو دیکھ کر اسے یاد کرتے رہے۔ راوی نے کہا اور ان کی اولاد نے یہ دَور پالیا، پھر وہ دیکھتے رہے جو کچھ ان کے بڑے کرتے رہے اور پھر نسل آگے بڑھی (اور پھیلی)۔ اور جب اس کے ذکر کا سلسلہ کچھ پرانا ہوگیا یہاں تک کہ جہالت سے پچھلے اور آنے والی نسلوں نے اسے خدا بنالیا کہ اللہ تعالٰی کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرنے لگے۔ (راوی نے کہا) سب سے پہلے زمین پر اللہ تعالٰے کے علاوہ جس کی عبادت کی گئی وہ یہی بُت ہے کہ جس کا نام لوگوں نے "وَدّ" رکھا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۷۳، ۵۷۴)

(۵۱) شکرا اور باز پالنے اور ان سے شکار کرانے کے بارے میں فرمایا:

شکرا و باز پالنا درست ہے اور ان سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے لقولہ تعالٰی وما علمتم من الجوارح الاٰیۃ[1] (اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے "اور جن زخمی کرنے والے جانوروں کو تم نے شکار کرنے کا طریقہ سکھا رکھا ہے۔ ت) مگر یہ ضرور ہے کہ شکار غذا و دوا یا کسی نفع صحیح کی غرض سے ہو، محض تفریح و لہو و لعب نہ ہو، ورنہ حرام ہے، یہ گنہگار رہو گا، اگرچہ ان کا مارا ہوا جانور جبکہ وہ تعلیم پا گئے ہوں اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہو حلال ہو جائے گا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۵۴)

(۵۲) اپنے ایک بیٹے کا نام مطیع الاسلام، دوسرے کا پالس اور بیٹی کا کنول دیوی رکھنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

یہ اس کا فعلِ شیطانی شیطانی حرکت ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

یٰایھا الّذین اٰمنوا ادخلوا فی السّلم کافّۃ ولا تتّبعوا خطوات الشّیطٰن انہ لکم عدو مبین[2]

اے ایمان والو! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۴

[2] " ۲/ ۲۰۸

طحطاوی علی الدر المختار و ابو السعود الازہری علی الکنز میں ہے :

قسم یختص بالکفار کجرجس و بطرس و یوحنا و نحوھا فھٰذا لایجوز للمسلمین التسمی بہ لما فیہ من المشابھۃ۔[1]

ناموں کی ایک قسم کفار سے مختص ہے جیسے جرجس ، پطرس اور یوحنا وغیرہ ، لہٰذا اس نوع کے نام مسلمانوں کے لئے رکھنے جائز نہیں کیونکہ اس میں کفار سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۶۳ ، ۶۶۴)

(۵۳) عبد النبی و عبد الرسول جیسے نام رکھنے اور ان پر بدمذہبوں کے اعتراض سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا :

شفاءِ امام قاضی عیاض و مواہبِ لدنیہ امام احمد قسطلانی میں ہے حضرت سیدنا سہل بن عبد اللہ تستری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

من لم یر نفسہ فی ملک النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یذق حلاوۃ سنتہ۔[2]

جو اپنے آپ کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مملوک نہ جانے اس نے ان کی سنت کا مزہ نہ چکھا۔

بالجملہ اس معنی پر تمام جہان اُن کی مِلک اُن کا بندہ اُن کا عبد ہے ، یُوں اپنا لقب عبد النبی ، عبد الرسول ، عبد المصطفٰی رکھنا عین سعادت ہے ، اور اس سے اسلام و کفر کا فرق روشن ہے کہ اللہ عزوجل کی عبدیت سے کسی کافر کو بھی استنکاف نہ ہوگا حتی کہ وہابیہ بھی بڑی خوشی سے اپنے آپ کو عبد اللہ کہیں گے اگرچہ واقع میں شیخ نجدی کے بندے اور عبد الشیطان ہیں ، مگر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ ہرگز اپنے آپ کو نہ بتائیں گے۔ عبد النبی اور عبد الشیطان دونوں عبد اللہ ہیں ، وہ عبد النبی ہیں جن کو فرمایا :

فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔[3]

(اے نفس مطمئنہ !) میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ (ت)

اور وہ عبد الشیطان ہیں جن کو فرمایا :

یٰحسرۃ علی العباد ما یأتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔[4]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الجہاد فصل فی الجزیہ المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۲/ ۴۷۳

[2] المواہب اللدنیۃ المقصد السابع الرضی بما شرعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۹۹ و ۳۰۰
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الثانی الباب الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۳

[3] القرآن الکریم ۸۹/ ۲۹ و ۳۰ [4] القرآن الکریم ۳۶/ ۳۰

ہائے افسوس (نافرمان) بندوں پر کہ ان کے پاس (خدا کا) کوئی رسول نہیں آتا مگر یہ اس کے ساتھ ہنسی و مذاق کرتے ہیں۔ (ت)

مگر عبدالشیطان ہرگز عبدالنبی عبدالمصطفٰی نہیں ہوسکتا اور اسے معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین سے کیا علاقہ، نقل کرنے والے نے ضرور غلط نقل کیا یا غلط سمجھا، ہاں عبد بمعنی بندۂ خاص یعنی مطیع و فرمانبردار ہونا ضرور دشوار ہے اور بایں معنی عبداللہ و عبدالنبی ایک ہے کہ:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[1]

جو شخص رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے اس نے درحقیقت اللہ تعالٰی کی اطاعت کی (ت)

اس معنی پر اپنے آپ کو اُس وصفِ عظیم سے یاد کرنا ضرور تزکیۂ نفس و خودسرائی ہے کہ بنصِ قرآن مجید حرام ہے:

قال اللہ تعالٰی فلا تزکوا انفسکم[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنے نفوس کو پاکیزہ نہ بتاؤ۔ (ت)

جو لوگ اپنا لقب مطیع النبی، مطیع الرسول رکھیں جاہل بیخرد ہیں یا قرآن عظیم کے دانستہ مخالف۔ خود انھیں کا قول اُن کی تکذیب کو بس ہے، جو مطیع النبی و مطیع الرسول ہوگا ہرگز اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۶۷، ۶۶۸)

(۵۴) کسی سُنّی مسلمان کو لہبڑا کہنے والے کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہُوئے فرمایا:

کسی سنّی العقیدہ شخص کو لہبڑا کہنا فسق ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سباب المسلم فسوق[3] مسلمان کو بلاوجہ شرعی بُرا کہنا فسق ہے۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٰئک ھم الظٰلمون[4]

مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کو بُرے لقب سے یاد نہ کرو ایمان کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی بُرا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۰ [2] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب خوف المومن ان یحبط عملہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲

[4] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۱

آیۂ کریمہ بتارہی ہے کہ تم نے مثلاً سُنّی مسلمان کا لقب "لہبڑا" رکھا تو وہ تمہارے کہنے سے لہبڑا نہ ہوجائیگا مگر تمہارا نام بدل گیا مومن سے فاسق ہوگیا، کتنی بُری تبدیلی ہے، اور جو توبہ نہ کرے وہی ظالم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۶۹، ۶۷۰)

(۵۵) معیذ الدین نام رکھنے سے متعلق فرمایا:

معیذ الدّین کے یہ معنٰی ہیں: "دین کو پناہ دینے والا"۔ اور اپنا نام ایسا رکھنا سخت عظیم تزکیۂ نفس و خودستائی ہے اور وہ حرام ہے۔

قال تعالٰی فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) اپنی جانوں کی پاکیزگی نہ بتایا کرو اس لئے کہ اللہ تعالٰی اچھی طرح جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔ (ت)

ردّ المحتار میں ہے:

العارف باللہ تعالٰی الشیخ سنان فی کتابہ تبیین المحارم، اقام الطامۃ الکبرٰی علی المتسمین بمثل ذلک وانہ من التزکیۃ المنھی عنھا فی القراٰن ومن الکذب[2] اھ

عارف باللہ حضرت شیخ سنان نے اپنی کتاب تبیین المحارم میں اس کے نام رکھنے والوں کے خلاف حجتِ قاہرہ قائم کی (اور فرمایا) یہ ایسا تزکیہ اور جھوٹ ہے کہ قرآن مجید میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۷۱)

(۵۶) احمد بخش، پیر بخش، مدار بخش وغیرہ نام رکھنے کے بارے میں فرمایا:

یہ نام شرعاً درست ہیں، ان میں معاذ اللہ کسی طرح کوئی شرک نہیں، نہ شرع سے کہیں ممانعت ثابت ہے بلکہ قرآن عظیم سے اس کا جواز ثابت ہے۔ حضرت جبریل امین علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے حضرت مریم سے کہا:

انما انا رسول ربك لاھب لك غلٰما زکیا[3]

میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں اس لئے کہ میں تم کو ایک ستھرا بیٹا دُوں۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/۳۲

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۹

[3] القرآن الکریم ۱۹/۱۹

قرآن عظیم سیدنا عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جبرئیل بخش بتارہا ہے۔ پھر بخش معنی عطا کے لئے متعین نہیں بمعنی حصّہ و بہرہ بھی کثیر الاستعمال ہے۔ معہذا علمائے دین تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ملحد کہے انبت الربیع البقل (بہار نے سبزہ اُگایا۔ ت) تو اس کے الحاد پر محمول ہے، اور اگر مسلم کہے تو یقیناً تجوز ہے اور اس کا اسلام ہی قرینہ بس ہے کما نص علیہ فی الفتاوٰی وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں اس کی صراحت کردی گئی۔ ت) منع کرنے والا اگر بربنائے اصولِ وہابیت منع کرتا ہے تو اس پر الزامِ وہابیت بے جا نہیں، من یغفر الذنوب الا اللہ[1] (سوائے اللہ تعالٰی کے کون گناہ معاف کرنے والا ہے۔ ت) اپنا ایمان ہے، اور ولمن صبر وغفر ان ذٰلک لمن عزم الامور[2] (بیشک جس نے صبر اختیار کیا اور معاف کیا تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ ت) بھی ایمان ہے، وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان اللہ غفور رحیم[3] (اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو، تو اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔ ت) بھی ایمان ہے، واذا ما غضبوا ھم یغفرون[4] (اور جب وہ غصہ میں ہوجائیں تو معاف کردیتے ہیں۔ ت) بھی ایمان ہے۔ اس قسم کے استدلال خارجیوں کی ایجاد ہیں کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم پر حکم کفر لگایا کہ انھوں نے غیر خدا کو حَکَم بنایا حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ان الحکم الا للہ[5] (اللہ تعالٰی کے سوا کسی کا حکم نہیں۔ ت) اور نہ دیکھا کہ وہی رب عزوجل فرماتا ہے:

فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا۔[6]

تو پھر ایک پنچ مرد کے خاندان میں سے اور ایک پنچ عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ (ت)

یہ مضمون کہ جب تک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نہ بخشیں گے اللہ عزوجل نہ بخشے گا۔ اس قائل سے پہلے حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا:

ارحم الراحمین نہ بخشاید ۔۔۔ بے رضائے تو یا رسول اللہ[7]

سب سے زیادہ رحم وکرم فرمانے والا (اللہ تعالٰی) نہ بخشے گا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۳۵
[2] القرآن الکریم ۴۲/ ۴۳
[3] " ۶۴/ ۱۴
[4] " ۴۲/ ۳۷
[5] " ۱۲/ ۴۰
[6] " ۴/ ۳۵
[7]

علیہ وسلم) جب تک آپ کی مرضی نہ ہوگی۔ت)

حقوق العباد میں کہا جاتا ہے کہ جب تک صاحبِ حق نہ بخشے اللہ عزوجل نہ بخشے گا، اس کے یہ معنی کسی کے وہم میں نہیں آسکتے کہ معاذ اللہ اس کی مغفرت پر رب العزت قادر نہیں یا مغفرتِ ذنوب میں کوئی اس کا شریک ہے، بندوں کا مالک بھی وہی ہے اور بندوں کے حقوق کا مالک بھی وہی ہے مگر صاحبِ حق کی دلداری کے لئے اس کی مغفرت اس کے بخشنے پر موقوف رکھی پھر وہ دلداری کہ اُسے اپنے حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی منظور ہے اُس کی مقدار کا جاننا کس کا مقدور ہے، صحیح بخاری میں ہے اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں:

ارٰی ربك یسارع فی ھواك[1]

میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رحمۃ للعلمین بناکر بھیجے گئے اور مومنین پر بالخصوص کمال مہربان ہیں رؤف رحیم ہیں ان کا مشقت میں پڑنا اُن پر گراں ہے ان کی بھلائیوں پر حریص ہیں جیسے کہ قرآن عظیم ناطق:

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم[2]۔

بیشک تمہارے پاس تمہاری ہی جانوں میں سے (ایک عظیم الشان) رسول تشریف لائے کہ تمہارا مشقت میں پڑنا انہیں ناگوار گزرتا ہے، وہ تمہاری (اصلاح کی) بہت چاہت اور حرص رکھتے ہیں اور مسلمانوں پر بڑی شفقت اور رحم فرمانے والے ہیں (ت)

تمام عاصیوں کی شفاعت کے لئے تو وہ مقرر کئے گئے،

واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنٰت[3]۔

اور اپنی شان کے خلاف امور کے لئے استغفار کیجئے (یعنی طلب بخشش کیجئے) اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے بھی۔(ت)

کیا وہ ان میں کسی کی بخشش نہ چاہیں گے، کیا مسلمان کا مشقت میں پڑنا اُن پر گراں نہ ہوگا، یہ تو نص آیت کے خلاف ہے، ضرور وہ کہ جس کا بخشنا حضور نہ چاہیں گے وہ ہوگا جو مسلمان نہیں، اور جو مسلمان نہیں

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب باب قولہ ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۶
کتاب النکاح باب ھل للمرأۃ ان تھب نفسھا لاحد " " " ۲/ ۷۶۶

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۸ [3] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹

اللہ اسے نہ بخشے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۷۳ تا ۶۷۵)

(۵۷) غلام غوث، غلام جیلانی اور غلام علی جیسے ناموں کے بارے میں فرمایا:

غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی اور ان کے امثال تمام نام جن میں اسمائے محبانِ خدا کی طرف اضافت لفظ غلام ہوں سب کا جواز بھی قطعاً بدیہی ہے۔ فقیر غفرالله تعالیٰ لہٗ نے اپنے فتاوٰی میں ان ناموں پر ایک فتوٰی قدرے مفصل لکھا اور قرآن وحدیث اور خود پیشوایانِ وہابیہ کے اقوال سے ان کا جواز ثابت کیا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ویطوف علیھم غلمان لھم کانھم لؤلؤ مکنون[1]

انکے گرد غلام گشت کرتے ہوں گے گویا وہ موتی ہیں محفوظ رکھے ہوئے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۹۱)

(۵۸) مولانا عبدالحی لکھنوی صاحب کے ایک فتوٰی پر تبصرہ کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اس فتوٰی کی بنیاد پر خود اُن کا اپنا نام بھی ممنوع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

رابعاً سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبداللہ میں شرک سے سوال کیا تھا حضرت مجیب نے اپنی نبالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا کہ اپنے نام نامی کو ایہامِ شرک سے بچالیں مگر جناب کی دلیل سلامت ہے تو اس ایہام سے سلامت بخیر ہے۔ عبدالحی میں دو جزو ہیں اور دونوں کے دو دو معنی، ایک عبد مقابل الٰہ، دوم مقابل آقا۔

قال اللہ تعالیٰ "وانکحوا الایامی منکم والصّٰلحین من عبادکم واماءکم[2]"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لوگو! تم میں سے جو نکاح کے بغیر (یعنی غیر شادی شدہ) ہیں اور تمہارے صالح غلام اور لونڈیاں ہیں ان کے ساتھ نکاح کر دو (ت)

دیکھو حق سبحٰنہ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا، یونہی ایک حی اسمِ الٰہی کہ حیات ذاتیہ، ازلیہ، ابدیہ، واجبہ سے مشعر، اور دوسرا من وتو، زید وعمرو سب پر صادق، جس سے آیۃ کریمہ تخرج الحی من المیت[3] (اے اللہ تعالیٰ! تو مُردے سے زندہ نکالتا ہے۔ ت) وغیرہا مظہر۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۲ / ۲۴

[2] " ۲۴ / ۳۲

[3] " ۳ / ۲۷

اب اگر عبد بمعنی اوّل اور حی بمعنی دوم لیجئے قطعاً شرک ہے وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود، پھر عبد الحی ایہامِ شرک سے کیونکر محفوظ، اس سے بھی احتراز لازم تھا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۹۷)

(۵۹) عبدالنبی نام رکھنے سے متعلق مولانا عبدالحی لکھنوی کے فتوٰی کے مخدوش ہونے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سادساً بات یہ ہے کہ آپ کے خیال شریف میں مالک و مملوک کے یہی معنٰی تھے کہ زید و عمرو کو تانبے کے کچھ ٹکڑوں یا چاندی کے چند ٹکڑوں پر خریدے جبھی تو محمد رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مالکیت کو خلافِ واقع فرما دیا حالانکہ یہ مالکیت سخت پوچ، لچرِ محض، بے وقعت، بے قدر ہے کہ جان درکنار گوشت پوست پر بھی پوری نہیں، سچّی کامل مالکیت وُہ ہے کہ جان و جسم سب کو محیط اور جن و بشر سب کو شامل ہے یعنی اولٰی بالتصرف ہونا کہ اس کے حضور کسی کو اپنی جان کا بھی اصلاً اختیار نہ ہو یہ مالکیت حقہ صادقہ محیط شاملہ تامہ کاملہ حضور پُرنور مالک الناس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بخلافتِ کبرٰی حضرت کبریا عزّ و علا تمام جہان پر حاصل ہے۔

قال اللہ تعالٰی "النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسہم[1]"

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) نبی زیادہ والی و مختار ہے تمام اہلِ ایمان کا خود ان کی جانوں سے۔

وقال اللہ تبارک وتعالٰی "ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم ط ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبینا[2]"

(اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا:) نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کر دیں اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا کہ انھیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا، اور جو حکم نہ مانے اللہ اور رسول کا تو وہ صریح گمراہ ہوا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں:

انا اولٰی بالمؤمنین من انفسہم، رواہ احمد والبخاری[3] ومسلم والنسائی و

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۶ [2] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۶

[3] صحیح البخاری کتاب الکفالۃ ۱/ ۳۰۸ وکتاب الفرائض ۲/ ۹۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی

صحیح مسلم کتاب الجمعۃ ۱/ ۲۸۵ و " ۲/ ۳۵ " "

سُنن ابن ماجہ ابواب الصدقات باب من ترک دَیناً الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۶

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۹۰ و ۴۵۳

ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

میں زیادہ والی و مالک و مختار ہوں تمام اہلِ ایمان کا خود ان کی جانوں سے (اسے بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اگر یہ معنیٰ مالکیت جناب مجیب کے خیال میں ہوتے تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مالکیت کو خلافِ واقع نہ جانتے اور خود اپنی جان اور سارے جہان کو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مِلک جانتے اور اس سے زائد مرتبہ حق حقائق ہے جس کے سُننے کو گوشِ شنوا سمجھنے کو دل بینا درکار ہے۔

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا[1]، وفوق کل ذی علم علیم[2]، وما یلقٰھا الا الذین صبروا وما یلقّٰھا الا ذو حظ عظیم[3]۔

تمھیں صرف تھوڑا سا علم دیا گیا ہے، ہر علم والے پر بڑے علم والا ہے، نہیں پاتے اس کو مگر جو لوگ صبر والے ہوں اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۷۰۳، ۷۰۴)

(۶۰) اسلامی تنظیم اور اسلامی جلسہ کا رکن کسی خوجہ کو بنانے کے بارے میں ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

خوجہ کو اسلامی جلسہ کا رُکن بنانا حرام اور مخالفتِ شارع علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰایھا الذین لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ؕ ودّوا ما عنتّم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بیّنّا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون ؁ ھاانتم اولاء تحبّونھم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتٰب کلّہ واذا لقوکم قالوا اٰمنّا واذا خلوا عضّوا علیکم الانامل من الغیظ ؕ قل موتوا بغیظکم ؕ انّ اللہ علیم بذات الصدور[4]۔

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمھاری نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے وہ جی سے چاہتے ہیں کہ تم مشقّت میں پڑو۔ بَیر اُن کے مونہوں سے ظاہر ہوچکا اور وُہ جو ان کے سینوں میں دبا ہے اور بھی بڑا ہے ہم نے تمھارے سامنے نشانیاں کھول دیں اگر تم میں عقل ہے ارے یہ جو تم ہو تم توان سے

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۵
[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۷۶
[3] 〃 ۴۱/ ۳۵
[4] 〃 ۳/ ۱۱۸ و ۱۱۹

محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے حالانکہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر انگلیاں چباتے ہیں جلن سے، اے محبوب! تم ان سے فرما دو کہ مرجاؤ اپنی جلن میں، بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علٰی ھدم الاسلام[1]

جس نے بدمذہب کی توقیر کی بیشک اس نے دینِ اسلام ڈھا دینے میں مدد دی۔

دوسری حدیث میں ہے:

من لقیه بالبشر فقد استخف بما انزل علی محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[2]

جو کسی بدمذہب سے بکشادہ پیشانی ملا بیشک اس نے حقیر سمجھا اس چیز کو جو محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اتاری گئی۔

فتاوی الحرمین میں یہ مضمون مفصّل ہے جس پر علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق مُہریں کیں سُنّی بھائیوں کو چاہیے کہ اپنے دین کی قدر کریں اور بدمذہب کو رکنیت سے فوراً جدا کردیں، اللہ فرماچکا کہ وہ تمھاری بھلائی کبھی نہ چاہیں گے جہاں تک بن پڑے نقصان ہی پہنچائیں گے، قرآن وحدیث کے مقابل یہ جاہلانہ خیال نہ کریں کہ ۹۴ سنّیوں میں ایک بدمذہبی کیا اثر کرے گی، دیکھو چورانوے ۹۴ قطرے گلاب ہو اور ایک بُوند پیشاب ڈال دو سب پیشاب ہو جائے گا، اہلِ مجلس ان احکامِ شرعیہ کا اتباع کریں اور مجلس کو خالص اہلسنت کی کرلیں اور اگر اپنی بیجا ہٹ پر قائم رہیں تو شرعی احکام سُن چکے کہ وہ دینِ اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دیتے ہیں اور جو کچھ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اُترا اس کی تحقیر کرتے ہیں تو مسلمانوں پر لازم کہ انھیں اور اُن کی مجلس کو یک لخت چھوڑ دیں لیقترفوا ماھم مقترفون[3] (چاہیے کہ وہی کمائیں جو کچھ وہ کمار ہے ہیں۔ ت) کبھی اس میں شریک نہ ہوں۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4]"۔

---

[1] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۶۱

[2] مسند الشہاب باب من اعان صاحب بدعة الخ مطبوعہ بیروت ۱/ ۳۱۹

تاریخ بغداد ترجمہ عبدالرحمٰن بن نافع دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۲۶۴

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۳ [4] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

اور اصلاً اس کی مدد نہ کریں،

قال اللہ تعالٰی "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) آپس میں گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۷، ۱۸)

فتاوٰی رضویہ جلد ۲۵

(۱) کافر کا قرض مسلمان کے ذمہ تھا، ادائیگی سے قبل دونوں فوت ہو گئے، اس صورت کے بارے میں فرمایا:

اور وہ کافر ذمّی ہے تو اگر یہ قرض اس نے سچّی نیّت سے لیا اور اس کے ادا کا قصد رکھتا تھا اور قدرت نہ پائی کہ مر گیا تو مسلمان پر اس کے باعث عذاب نہ ہوگا کہ قرض لینا گناہ نہیں اور ادا پر قادر نہ ہونا اس کا فعل نہیں۔ اور اللہ عزّوجل بے کسی گناہ کے عذاب نہیں فرماتا۔ رہا اس کا حق، اسے اللہ تعالٰی جس طرح چاہے راضی فرما دے گا اگرچہ اس پر کسی عذاب یا ہول کی تخفیف سے ہر کافر پر کفر و معاصی سب کے سبب عذاب ہے۔ قال تعالٰی:

ماسلککم فی سقر۝ قالوا لم نک من المصلین[2] الاٰیۃ۔

مسلمان کافروں سے کہیں گے تمھیں کس چیز نے جہنّم میں پہنچایا، تو وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۶۳)

(۲) مزید فرمایا:

بالجملہ یہ معنی ہرگز نہیں کہ ظلم ذمّی پہ عذاب واجب وقطعی وضروری الوقوع ہے کہ یہ مذہب اہلسنّت کے صریح خلاف ہے ہمارے نزدیک کفر کے سوا کسی گناہ کا عذاب ضروری الوقوع نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] ؎ ؎ ۷۴/۴۲ و ۴۳

قال تعالیٰ "ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء[1]" ۔ کما نبہت علیہ فی ھامش الحدیقۃ ھٰھنا ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ شرک کے سوا جس کے گناہ چاہے معاف فرما دے ۔ جیسا کہ اس بات پر میں نے حدیقہ کے حاشیہ میں تنبیہ کی ہے ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۶۷)

(۳) زید نے بکر کو قرض دیا پھر بکر بھاگ گیا تو کیا زید وہی قرض خالد سے وصول کر سکتا ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

اگر نہ خالد نے بکر کی ضمانت مال مذکور کر لی تھی نہ اس کا مطالبہ اپنے اوپر اتار لیا تھا نہ خالد کو بکر کا مال ورانہ پہنچا تو اس کو بکر کے مطالبہ میں ماخوذ کرنا محض ظلم و غصب ہے ۔

قال اللہ تعالیٰ "لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[2]"

(اللہ تعالےٰ نے فرمایا) کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۶۸)

(۴) قرض وصول ہونے کے بعد غلط کارروائی کر کے دوبارہ رقم وصول کرنے کے بارے میں فرمایا:

وُہ کارروائی بکر وغیرہ نے وصول شدہ روپے دوبارہ زید سے حاصل کرنے کی کی حرام قطعی تھی اور اس کے بعد عمرو نے کہ وُہ روپیہ خود وصول کریں حرام و خبیث ہُوا وہ سب کے سب مستحقِ نار ہوئے ۔

قال اللہ تعالیٰ "یایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[3]"

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۷۲)

(۵) حقہ پینے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

یہ جاہلانہ خیالات کہ حقّہ پینے والا زیارتِ اقدس حضور پُر نور رحمۃ للعٰلمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے معاذ اللہ محروم ہے یا حضور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاذ اللہ اس کا تحفہ درود شریف قبول نہ فرمائیں گے، یہ سب دروغ بے فروغ اور حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر افترا ہے ۔ بہت بندگانِ خدا

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۸

[2] " ۶/ ۱۶۴ و ۱۷/ ۱۵

[3] " ۴/ ۲۹

حُقّہ پینے والے خواب میں زیارتِ جمال جہاں آرائے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بارہا مشرف ہوئے اور حضور رؤف ورحیم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غایت کرم ومہربانی کے کلمات ارشاد فرمائے۔

قل لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی اذا لامسکتم خشیۃ الانفاق وکان الانسان قتورا[1]

اے محبوب! فرمادیں اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انھیں تم روک رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہوجائیں، اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۱۰۴)

(۶) افیونی کی مدد وحمایت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

مخالفتِ شرع میں کسی کی مدد کرنی ہمراہی لینی خود مخالفتِ شرع کرنی ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تأخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ[2]

اور تمھیں ان پر ترس نہ آئے اللہ تعالٰی کے دین میں۔ (ت)

افیونی اگر بھوکا محتاج ہو تو اُس کے بھوکے ہونے کی نیت سے کھانا دینے میں حرج نہیں بلکہ ثواب ہے کہ بھوکے کُتّے کا بھی پیٹ بھرنا باعثِ اجر ہے آدمی تو آدمی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی کل کبد حراء رطبۃ اجر[3]

ہر تر جگر والی شے میں ثواب ہے۔ (ت)

اور کھانے کے علاوہ دام نہ دیئے جائیں جبکہ معلوم ہو کہ انھیں افیون میں صَرف کرے گا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[4]

اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۱۰۵، ۱۰۶)

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۰۰

[2] 〃 〃 ۲۴/ ۲

[3] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب الآبار علی الطریق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۳
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۲ و ۵۱۷

[4] القرآن الکریم ۵/ ۲

(۷) حرام کی رائے دینا بھی حرام ہے۔ چنانچہ فرمایا:

حرام کا ارتکاب کرنا اور رائے دینا دونوں حرام ہیں، دوسرے کو ایک حرام سے بچانے کے لئے خود بھی حرام کا ارتکاب اور اُسے بھی دوسرے حرام میں ڈالنا کیا مقتضائے عقل و دیانت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

یٰایّھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[1]

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو، جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمھیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۲۰۸)

(۸) تمامیتِ رہن کے لئے قبضہ شرط ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اور رہن یوں بے معنیٰ ہے کہ وہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔

قال اللہ تعالیٰ "فرھٰن مقبوضۃ[2]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو رہن ہو قبضہ میں لیا ہُوا۔ (ت)

قدوری میں ہے:

الرھن یتم بالقبض[3] رہن کی تکمیل قبضہ سے ہوتی ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۲۵۱)

(۹) مزید فرمایا:

اور اس کے سوا یہاں ایک اور نکتہ ہے رہن تو شرع میں نہیں ہوتا مگر دخلی،

قال تعالیٰ فرھٰن مقبوضۃ[4]

اللہ تعالٰے نے فرمایا، تو رہن قبضہ میں کیا ہوا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۲۶۷)

(۱۰) بکر کے کچھ پیسے زید کے پاس جمع تھے، بکر فوت ہوگیا، کیا زید ان پیسوں سے بکر کی طرف سے حج کر سکتا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

زید کو اس روپے میں کسی تصرف کا اختیار نہیں کہ وُہ امانت دار تھا اب اُس امانت کے مالک

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱۰۵

[2] 〃 ۲/۲۸۳

[3] القدوری کتاب الرھن مطبع مجیدی کانپور ص ۱۰۰

[4] القرآن الکریم ۲/۲۸۳

وارثانِ بکر ہوئے زید پر واجب ہے کہ سب روپے انھیں واپس دے۔

قال اللہ تعالیٰ "انّ اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا[1]"

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بیشک اللہ عزوجل حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۳۷۳، ۳۷۴)

(۱۱) یتیموں کے اولیاء ان کے مال سے کسی کو ہدیہ و تحفہ بھیج سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا،

وُہ ولی جسے مالِ یتیم میں تصرف جائز ہو تین ہیں، باپ کا وصی، دادا اور دادا کا وصی۔ ان کے سوا اور اقارب اگرچہ مادر و برادر و عم و خواہر ہوں انھیں راسا تصرف فی المال کا اختیار نہیں۔

فی الدر المختار ولیہ احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ[2] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے اس کا ولی چار میں سے کوئی ایک ہوگا باپ پھر اس کا وصی، دادا پھر اس کا وصی اھ تلخیص۔ (ت)

اب رہے اولیائے ثلٰثہ، انھیں بھی یہ مجال نہیں کہ مالِ یتیم کسی کو بخش دیں یا ہدیۃً دیں یا کسی طرح کا تبرع اس سے عمل میں لائیں، نہ مھدی الیہ یا موہوب لہ کو اس کا لینا جائز اگرچہ ہزار قرابت رحمی رکھتا یا تالیف و محابت کا قصد کرتا ہو۔

قال تبارک وتعالیٰ "انّ الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلمًا انما یاکلون فی بطونھم نارًا ؕ وسیصلون سعیرًا[3]"

(اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا) جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں یونہی ہے کہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور جلد بیٹھیں گے دہکتی آگ میں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۳۷۵)

(۱۲) وصیّت کو رَد کرنے والے وارثوں کے بارے میں فرمایا:

ورثہ اگر وصیّت کو روکیں رَد کر دیں گنہگار ہوں گے اور دوسرے کے حق پر ظالم و ستمگار، قرآن عظیم

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۸

[2] الدر المختار کتاب الھبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۰

نے ورثہ کا حق وصیت سے مؤخر رکھا ہے :

من بعد وصیۃ توصون بھا او دین[1]۔

جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض نکالنے کے بعد۔ (ت)

یہی آیت ثبوتِ ایجاب میں بس ہے کہ ورثہ کو ان کا حق پہنچانا ضرورۃً فرض ہے اور وہ بنصِ قرآن تقدیمِ وصیت پر محوّل،

و مالا یتأتی الواجب الابہ وجب ان یحکم بایجابہ۔

جس کے بغیر واجب حاصل نہ ہو تو اس کے ایجاب کا حکم واجب ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۴۰۸)

(۱۳) وصیت مکروہہ کے صحیح ہونے کی ایک صورت بیان کرتے ہوئے فرمایا :

صورت ثالثہ یعنی وصیت قربت صحیح ہے اگرچہ نظر بخارج کراہت ہو اس کے دلائل وہ تمام مسائل ہیں جن میں قربت کے لئے ثلث سے زائد وصیت کو صحیح مانا اور ورثہ اجازت دیں تو پوری مقدار میں نافذ جانا، پُرظاہر کہ بہنگامِ قیام ورثہ مثلاً کل مال کی وصیت ممنوع ہے وہی بعض شراح مشکوٰۃ اعنی علامہ ابن فرشتہ اسی حدیث کے نیچے اسی قول میں فرماتے ہیں :

فیضار ان الوصیۃ ای یوصلان الضرر الی الوارث بسبب الوصیۃ للاجنبی باکثر من الثلث[2] الخ۔

وہ دونوں وصیت میں ضرر پہنچائیں یعنی اجنبی کے حق میں تہائی سے زائد کی وصیت کرکے وارث کو نقصان پہنچائیں الخ (ت)

جلالین میں زیر آیت ہے :

(او اثما) بان تعمد ذٰلک بالزیادۃ علی الثلث او تخصیص غنی مثلاً[3]۔

(یا گناہ کیا) بایں صورت کہ تہائی سے زائد کا قصد کیا یا غنی کو وصیت کے ساتھ مختص کیا (ت)۔

مگر از انجا کہ فعل فی نفسہ قربت اور منع بوجہ عارضی یعنی تعلق حق ورثہ ہے باطل نہ ہوئی ورنہ اجازت

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

[2] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ ابن الملک باب الوصایا الفصل الثانی تحت حدیث ۳۰۷۵ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۲۵۷

[3] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۲/ ۱۸۲ اصح المطابع الدہلی النصف الاول ص ۲۶

ورثہ سے بھی نافذ نہ ہوسکتی۔

فان الباطل لا وجود لہ والمعدوم لا ینفذ بالتنفیذ۔

کیونکہ باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور معدوم کسی کے نافذ کرنے سے نافذ نہیں ہوتا۔ (ت)

میں این و آن سے استدلال کرتا ہوں قرآنِ عظیم دلیل اکبر ہے کہ وصیت باوصف ظلم و معصیت صحیح و معتبر ہے۔

قال اللہ عزوجل "فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بینھم فلا اثم علیہ ط ان اللہ غفور رحیم"[1]

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) جو کسی کی وصیت میں ظلم یا گناہ پر اطلاع پائے پس ورثہ اور موصی لھم میں صلح کرادے تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

وصیّت بحال کراہت اگر باطل ہوتی تو باطل پر صلح کے کیا معنٰی تھے اور موصی لھم کیوں قرار پاتے۔

معالم میں ہے:

قال الاٰخرون انہ اراد بہ انہ اذا اخطأ المیّت فی وصیتہ او جار معتمدا فلا حرج علٰی ولیہ او وصیہ او والی امور المسلمین ان یصلح بعد موتہ بین ورثتہ و بین الموصی لھم ویرد الوصیۃ الی العدل والحق[2]

دوسروں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب میّت نے وصیّت میں خطا کی یا جان بُوجھ کر ظلم کیا تو ولی یا وصی یا مسلمانوں کے امور کے والی کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ موصی کی موت کے بعد اس کے وارثوں اور وصیّت والوں کے درمیان صلح کرادیں اور وصیّت کو عدل و حق کی طرف لوٹادیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۲۲۶ تا ۴۲۸)

(۱۴) اوصیاء کا بعض وصایا میں تعمیل نہ کرنا نفاذ میں خلل نہیں ڈال سکتا۔ چنانچہ فرمایا:

اوصیاء کا بعض وصایا بجانہ لانا وصیّت میں کیا خلل ڈال سکتا ہے تنفیذ وصیّت حق موصی لہ یا صرف حق موصی ہے اور وُہ ان کے گناہ سے بری۔

قال اللہ تعالٰی "فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ط

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۲

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/ ۱۸۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۰۴

ان اللہ سمیع علیم[1]۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تو جو وصیت کو سُن سنا کر بدل دے اس کا گناہ انھیں بدلنے والوں پر ہے بیشک اللہ سُنتا جانتا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۴۳۰، ۴۳۱)

(۱۵) نابالغ یتیموں کا مال کھانے والوں کے بارے میں فرمایا:

نابالغوں خصوصاً یتیموں کا مال آگ ہے انھیں نقصان دینے والا سخت کبیرۂ شدیدہ کا مرتکب ہے اُن کا مال یا اُن کے مال میں سے ایک ذرّہ دیدہ و دانستہ خود غصب کرنے والا اگرچہ کسی فیصلہ کے زور سے ہو یا دوسرے کو دے دینے یا دِلا دینے والا یا اُن کی ادنٰی حق تلفی پر راضی ہونے والا سب شدید عذابِ جہنم کے مستحق ہیں۔ حق سبحانہ، وتعالٰی قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا و سیصلون سعیرا[2]۔

بیشک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھائیں وہ اپنے پیٹ میں نِری آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتے دوزخ میں غرق ہوں گے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۴۴۳)

(۱۶) کچہری چیف کورٹ ریاست بہاولپور کے جج کی طرف سے وصیت و وراثت سے متعلق ایک استفتاء آٹھ مفتیوں کے فتووں سمیت ان مفتیوں کے نام حذف کر کے اعلٰی حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا گیا جس کا آپ نے مفصّل تحقیقی جواب تحریر فرماتے ہُوئے آٹھوں فتووں کو خطا پر مبنی قرار دیا۔ اپنے تحقیقی و تفصیلی جواب کے شروع میں ارشاد فرمایا:

الحمدُ للہ یہاں فتوٰی پر فیس نہیں لی جاتی ان اجری الا علٰی رب العٰلمین[3] (میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ ت) منی آرڈر واپس کر دیا، سوالات اور ان کے متعلق آٹھ فتوے ملاحظہ ہوئے، مفتیوں کے نام نہ لکھنا عجب نہ تھا ایک کے فتوٰی میں دوسرے کا جو ذکر تھا وہ لکھ کر محو کر دیا گیا یا بیاض چھوڑی ہے یہاں اس سے کوئی بحث نہیں بعونہٖ عزّ وجل تحقیقِ حق سے کام ہے مگر اتنی گزارش مناسب ہے بحمدہٖ تعالٰی یہاں مسائل میں نہ کسی دوست کی رعایت ہے، ہمارے رب عزّ وعلا نے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۱ [2] القرآن الکریم ۴/ ۱۰

[3] " " ۲۶/ ۱۰۹ و ۱۲۷ و ۱۴۵ و ۱۶۴ و ۱۸۰

یاایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علیٰ انفسکم[1]

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہوجاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے چاہے اس میں تمھارا اپنا نقصان ہو۔ (ت)

نہ کسی مخالف سے ضد اور نفسانیت۔ کیا ہمارے مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے نہ فرمایا:

لایجرمنکم شناٰن قوم علی ان لاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی[2]

اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۵۴۲، ۵۴۳)

(۱۷) کسی کی طرف حرامکاری کی نسبت کرنے اور اس وجہ سے اس کو وصیت کا حقدار نہ سمجھنے والے کے بارے میں فرمایا:

رہا شاہ محمد خاں کا اِدعا کہ مدعیہ (معاذ اللہ) حرامکاری کرتی ہے اس لئے بروئے وصیت مکانات میں نشست کی بھی حقدار نہ رہی، اوّل تو ایسی ناپاک بات ہے جس کی نسبت رب عزوجل کا ارشاد ہے:

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[3]

اللہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

اور جس کی نسبت ہم کو ہدایت فرماتا ہے کہ اُسے سُنتے ہی فوراً کہیں: سبحانك ھٰذا بھتان عظیم[4] پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔ اور جس کی نسبت حکم فرماتا ہے کہ اگر وُہ چار گواہ نہ لائیں (چاروں مرد ثقہ عادل جنھوں نے نہ کوئی گناہِ کبیرہ کیا ہو نہ کسی گناہِ صغیرہ کے عادی ہوں، نہ کوئی حرکت خلافِ مروّت اُن سے صادر ہوئی ہو، اور چاروں یک زبان گواہی دیں کہ ہم نے اس عورت کو اپنی آنکھوں سے زنا کرتے دیکھا اور اس طرح دیکھا جیسے سُرمہ دانی میں سلائی) ایسے چار گواہ نہ لاسکیں فاولٰئك عنداللہ ھم الکٰذبون[5] تو وہی اللہ کے نزدیک جھُوٹے ہیں۔ پھر ان کی سزا بیان فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۵

[2] " ۵/ ۸

[3] " ۲۴/ ۱۷

[4] " ۲۴/ ۱۶

[5] " ۲۴/ ۱۳

فاجلدوهم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا[۱]۔
ان کو اسّی کوڑے مارو اور کبھی ان کی گواہی نہ مانو۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۵ ص ۵۷۸، ۵۷۹)